اتین کے لیے صاف ستھرا تفریحی ادب
ماہنامہ
آنچل
کراچی
سالگرہ نمبر

ابتدائیہ

دانش کدہ

ہمارا آنچل

ناولٹ

سلسلہ وار ناول

سروے

خصوصی مضامین

افسانے

مکمل ناول

پبلشر: مشتاق احمد قریشی پرنٹر: جمیل حسن/ابن حسن پرنٹنگ پریس
ہاکی اسٹیڈیم کراچی، دفتر کا پتا: 7 فرید چیمبرز، عبداللہ ہارون روڈ کراچی۔ 74400

سرورق: ثناء ایشا..... آرائش: روز بیوٹی پارلر..... ڈریس: شاہ بانو..... عکاسی: موسیٰ رضا

مستقل سلسلے

خط و کتابت کا پتا: ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون نمبرز 021-35620771/2
فیکس 021-35620773 کیلئے از مطبوعات نئے افق پبلی کیشنز ای میل info@aanchal.com.pk

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس سے بڑی خیانت اور کیا ہوگی کہ تم اپنے کسی بھائی سے اس انداز میں بات کرو کہ وہ تمہیں سچا سمجھنے لگے حالاں کہ تم اس کو جھوٹ بول کر فریب دے رہے ہو"۔ (بخاری)
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ ایسا سامان بیچے جس میں کوئی نقص ہو مگر یہ کہ اس کا عیب خریدار پر ظاہر کردے۔" (بخاری)

سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اپریل ۲۰۱۴ء کا آنچل سالگرہ نمبر حاضر مطالعہ ہے۔

تمام بہنوں کو آنچل کی ۳۵ ویں سالگرہ مبارک ہو ان تمام بہنوں کا شکریہ جنہوں نے اپنی محبتوں اور دلی مبارک باد سے نوازا۔ یقیناً یہ درست ہے کہ آنچل ہم سب بہنوں کا مشترکہ اثاثہ ہے اس کو سجانے سنوارنے میں تمام بہنیں برابر کی شریک ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آنچل ہم سب کا پسندیدہ رسالہ ہے ان شاء اللہ آئندہ بھی تمام بہنوں کا تعاون اور ساتھ رہے گا۔ لمحہ لمحہ قدم قدم یونہی میری اور ادارے کے تمام ساتھیوں کی رہنمائی کرتی رہیں گی۔ بہت سی پیاری پیاری بہنوں نے نئی نئی تجاویز سے بھی نوازا ہے میری کوشش ہوگی کہ ان تجاویز پر جلد از جلد اور زیادہ سے زیادہ عمل کرسکوں۔

آنچل کے سالگرہ نمبر کو سنوارنے سجانے میں آپ کی پسند اور فرمائشوں کو ملحوظ رکھنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے امید کرتی ہوں کہ آپ کی پسندیدگی کے معیار پر پورا اترے گا۔ آپ کے مشوروں سے ہی مجھے روشنی ملتی ہے، بہنوں کے اتنے سارے خطوط میرے سامنے سجے ہوئے ہیں ان سب کو بیک وقت جواب دینا ممکن نہیں کیونکہ آنچل کے صفحات محدود ہیں اگر تمام خطوط کے جواب دینے بیٹھ گئی تو پھر کہانیوں کی جگہ قطعی نہیں بچے گی اس لیے ان تمام بہنوں کا شکریہ ہی ادا کرسکتی ہوں جنہوں نے اپنی ڈھیروں ڈھیر محبتوں نوازشوں سے نوازا ہے۔

سالگرہ نمبر کے لیے بہنوں نے بہت سی خوب صورت کہانیاں ارسال کی ہیں ان تمام کا اس شمارے میں سما جانا ممکن نہیں اس لیے اس کے بعد آنے والا مئی کا شمارہ سالگرہ نمبر دوم ہوگا۔

نوٹ:۔

بہنیں نوٹ فرمالیں "بہنوں کی عدالت" میں اگلی پیشی بہن نازیہ کنول نازی کی ہوگی۔ بہنیں اپنے سوالات جلد از جلد ارسال کریں اور سوالات ڈاک یا ای میل ذریعے بھیجے جاسکتے ہیں۔

اس ماہ کے ستارے

☆ یہ رفاقتوں کے دریا — بہن نگہت عبداللہ کا سالگرہ نمبر کے لیے شہکار مکمل ناول جسے آپ مدتوں یاد رکھیں گی۔
☆ ہزاروں خواہشیں ایسی — بہن فاخرہ گل نے اٹلی سے سالگرہ نمبر کے لیے خصوصی مکمل ناول ارسال کیا ہے۔
☆ باسی سبزی — بہن راحت وفا کو افسانہ لکھنے میں ملکہ حاصل ہے ان کا ایک بہترین افسانہ۔
☆ سالگرہ آنچل — سلمیٰ فہیم گل کی سالگرہ نمبر کے حوالے سے ایک خوبصورت تحریر۔
☆ خواہشوں کے جگنو — سمیرا غزل صدیقی کا ایک سبق آموز ناولٹ۔
☆ آنچل کا مینا بازار و عاشقان آنچل — فرح طاہر اور حمیرا اعلیٰ کا سالگرہ کے حوالے سے ایک خصوصی مضمون۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

دعا گو
قیصر آرا

حمد

آؤ کہ ذکرِ سرور ہر دوسرا کریں
اس کے لیے زباں کو وقفِ ثنا کریں

وہ حسن کائنات ہے وہ جہانِ شش جہات
اس کے حضورِ لطف کی ہر پل دعا کریں

جس سے ہمیں ہو عظمتیں ایمان کی نصیب
اک سجدہ یقین ہم ایسا ادا کریں

اپنی سنے گا' سب کی وہ سنتا ضرور ہے
آلام بزم زیست ہم پیشِ خدا کریں

پہنچے جو ایک آن میں رب جلیل تک
سوز و گدازِ قلب سے ایسی دعا کریں

پھر سے ملے گا مذہب اسلام کو وقار
اپنا عمل جو تابعِ حکمِ خدا کریں

مائل بہ لطف ہوگیا خلاق ہر گھڑی
اس کے کلام پاک کو ہم رہنما کریں

پروفیسر محمد اکرم رضا

نعت

جہاں میں چاروں طرف ہے خفی جلی ترا ذکر
نگر نگر ترا چرچا' گلی گلی تیرا ذکر

درود پڑھ کے مہکتے ہیں غنچے گلشن میں
کرے ہے صحنِ چمن میں کلی کلی ترا ذکر

تری ہی باتیں ہیں صدیقؓ اور عمرؓ کرتے
بلند کرتے ہیں عثمانؓ اور علیؓ ترا ذکر

علاج رنج و محن' نسخہ درود و سلام
مٹائے قلب پریشاں کی بے کلی ترا ذکر

ہے تیری یاد وظیفہ سبھی ملائک کا
ہمیشہ کرتے ہیں سب غوث اور ولی ترا ذکر

ترا ہی نام ہے بے کس ضعیف کی تسکین
بہ عجز کرتا ہے ہر اک مہابلی ترا ذکر

ملول گردش دوراں سے جب ہوا واجدؔ
صبا سکون کی خاطر سنا چلی ترا ذکر

ولی محمد واجدؔ

editor_aa@aanchal.com.pk
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

مدیرہ

زرین قمر...... کراچی

قابلِ محترم ہمشیرہ! سدا خوش رہو آپ کی صحافتی زندگی کے آغاز اور آنچل کے ساتھ آپ کی وابستگی جان کر بہت خوشی ہوئی، آپ ہمارے لیے اس درخشاں ستارے کی مانند ہیں جس نے اپنی محنت وکاوش سے آنچل کو ادبی افق کے جگمگاتے تاروں میں ایک نمایاں مقام اور پہچان عطا کی۔ بے شک آنچل کے لیے آپ کا ساتھ قیمتی متاع کی مانند تھا اور رہے گا آپ اسی طرح اپنے آنچل میں ہمیشہ شرکت کرتی رہیے گا۔

ڈاکٹر ہما جہانگیر...... راولپنڈی

ہما ڈیئر! سدا مسکراتی رہو امید ہے بخیریت ہوں گی آپ کے شوہر کی ترقی کا سن کر بے حد خوشی ہوئی رب ذوالجلال سے دعا ہے کہ وہ آپ دونوں کو بہت سی خوشیاں عطا فرمائے اور اسی طرح ترقی کے منازل طے کرتی جائیں آمین۔

اُم ثمامہ...... جھٹو، سندھ

ثمامہ ڈیئر! خوش رہو آپ کی والدہ کی علالت کا سن کر دل بہت رنجیدہ ہوا بے شک والدین کا سایہ بہت بڑی نعمت ورحمت ہے۔ ہم ربّ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ کی والدہ کو صحت کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے اور آپ سدا ان کے سائے تلے ان کی جنت میں رہیں آمین۔

الماس احمد...... نامعلوم

پیاری الماس! شاد رہو آپ کی تحریر "زندگی سے گلہ نہیں" کا پلاٹ کمزور ہے کہانی میں دلچسپی کا عنصر مفقود ہے بہرحال اس کہانی کے ذریعے ہمیں یہ آگاہی ملی کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے مزید مطالعہ اور محنت کی بنا پر آپ بہتر لکھ سکتی ہیں اس لیے ناامید مت ہوں بلکہ امید کا دیا روشن رکھیے۔

سویرا فلک...... کراچی

پیاری سویرا! سدا سہاگن رہو بے شک آپ کا تجزیہ بالکل درست ہے لیکن ہمیں اپنے قارئین کا بھی خیال ہے اور مہنگائی کے آسیب نے پہلے ہی سب کو اپنے سحر میں جکڑ رکھا ہے اسی لیے ہم نے پرچہ کی قیمت میں اضافہ نہیں کیا۔ ربّ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ کے مجازی خدا کو صحت کاملہ عطا فرمائے اور آپ دونوں کا ساتھ ہمیشہ بنا رہے آمین۔

سلمیٰ غزل...... کراچی

پیاری ہمشیرہ! سدا خوش رہو آپ کا کہنا بالکل بجا ہے آج کل ہمارے ہاں اہلِ زبان اہلِ قلم اور اہلِ علم کا فقدان ہوتا جارہا ہے ایسے میں دہلی اور لکھنو کی خالص اردو زبان سننے اور سمجھنے والے نظر آئیں تو ان سے مل کر بہت خوشی ہوتی ہے۔ آپ کی صحت و تندرستی سے بھرپور زندگی کے لیے ہم ربّ تعالیٰ سے دعا گو ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو سدا اپنے سایۂ عافیت میں رکھے آمین۔

تحسین انجم انصاری...... اسلام آباد

عزیزی تحسین! خوش رہو آپ کا خط موصول ہوا آپ نے اپنے ناول کی بابت دریافت کیا ہے تو جناب آپ کے دونوں ناول ہمارے پاس محفوظ ہیں ان شاء اللہ سالگرہ نمبرز سے فراغت کے بعد جلد شائع کرنے کی کوشش کریں گے، آپ دل چھوٹا مت کریں دیر سویر تو ہو ہی جاتی ہے البتہ شاملِ اشاعت ضرور ہوگا۔

فضہ ہاشمی...... پاک پتن

فضہ ڈیئر! جگ جگ جیو آپ کی تحریر موصول ہوگئی ہے سالگرہ نمبرز سے فراغت کے بعد پڑھ کر اپنے کو اپنی رائے سے آگاہ کردیں گے جبکہ آپ کی پہلی تحریر جلد ہی آنچل کے صفحات پر جلوہ گر ہوگی۔

سلمیٰ فہیم گل...... لاہور

پیاری بہن، سدا مسکراؤ آپ کو بھی آنچل کی سالگرہ بہت مبارک ہو۔ بے شک آنچل آپ بہنوں ہی کی بدولت سج سنور کر آپ کے ہاتھوں کی زینت بنتا ہے آپ کی بہت سے تحاریر ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ اس مرتبہ بھی آپ کا نام شاملِ اشاعت ہے باقی بھی گاہے بگاہے لگاتے رہیں گے۔ آپ ناامید نہ ہوں، دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

عالیہ حرا...... کراچی

پیاری بہن جیتی رہو آپ نے اپنی مصروف زندگی میں سے چند پل چرا کر ہمارے نام کیے بہت اچھا لگا اور یہ جان کر خوشی ہوئی کہ اب آپ کا قلمی سفر پھر سے اپنی منزل کی جانب گامزن ہوگیا ہے۔ ہم اور ہمارے قارئین ہرگز آپ کو نہیں بھولے بلکہ ہم تو یہی کہیں گے "اے خانہ برانداز چمن کچھ تو ادھر بھی" اللہ تعالیٰ آپ کا زورِ قلم اور بھی زیادہ کرے آمین۔

سحرش مسکان...... نامعلوم

سحرش گڑیا! خوش آمدید اگر آپ نے اپنی تحریر صفحہ قرطاس کے حوالے کردی ہے تو اب ہوا کے دوش پر آنچل کے حوالے بھی کردیجیے ڈر کیسا۔ اچھی اور معیاری تحریر کبھی رد نہیں ہوتی اور اگر ایسا ہوا بھی تو کوشش اور ہمت سے اپنی منزل حاصل کی جاسکتی ہے۔

مصباح نورین...... نامعلوم

پیاری مصباح! سدا خوش رہو گڑیا آپ قسط وار کہانی بھیجنے سے پہلے اپنا مختصر افسانہ ارسال کردیں تاکہ ہمیں آپ کے اندازِ تحریر کا اندازہ ہوسکے۔

صبا جاوید...... بہاولپور

صبا ڈیئر! سدا خوش رہو بے شک آپ کا کہنا بجا ہے سچے اور پاکیزہ جذبات کے اظہار کے لیے الفاظ کا ذخیرہ کمیاب رہتا ہے ہمیں آپ کے دلی جذبات کی قدر ہے۔ گڑیا یہ جواب آپ کو اس لیے دے رہے ہیں کہ آپ کی غلط فہمی کا ازالہ ہوسکے آپ کی دو تحریریں "کچا گھڑا" اور "شکستوں کا جال" منتخب ہوچکی ہیں اور بہت جلد آپ انہیں آنچل کے صفحات پر رونق افروز پائیں گی بس تھوڑا سا انتظار۔ امید ہے تشفی ہوپائے گی آپ اپنا قلمی سفر ترک مت کیجیے بلکہ جہاد بالقلم جاری رکھیے دعاؤں کے جزاک اللہ۔

اقراء ساجد...... لاہور

اقراء ڈیئر! شاد رہو بزم آنچل میں شرکت پر خوش آمدید۔ نظمیں غزلیں اگر معیاری ہوں تو ضرور حوصلہ افزائی کی جائے گی، آپ اپنی نگارشات بھجواسکتی ہیں۔

فائزہ، بلال، اقراء، آفرین...... جام پور، پنجاب

فائزہ اینڈ اقراء! شاد رہو آپ کی نگارشات تاخیر سے موصول ہونے کے سبب شاملِ اشاعت نہ ہوسکیں آپ مستقل سلسلوں میں شرکت کے لیے جلد از جلد اپنی نگارشات بھجوادیا کریں تعارف تو باری آنے پر ہی لگے گا۔

نادیہ یاسین...... ساہیوال

نادی گڑیا! سدا مسکراؤ آپ کے تمام سوالوں کے جواب حاضر ہیں۔ گڑیا نظمیں غزلیں آپ اپنی ذاتی کاوش کی صورت میں بھی بھیج سکتی ہیں اور دیگر شعرا کی بھی انتخاب کی صورت میں لیکن اس شاعر کا نام بھی لکھ کر بھیج دیں اور بیاضِ دل کے لیے آپ اشعار بھیج دیں لیکن وہ معیاری ہوں۔ ایس ایم ایس وغیرہ میں استعمال شدہ شاعری سے گریز کریں۔ رابطہ کے لیے خط و کتابت ہی ذریعہ ہے نمبر دینے کا سلسلہ بند ہوگیا ہے آپ اپنا افسانہ بھجوادیں پڑھ کر ہی رائے دیں گے۔

منیرہ عظیم...... بفرزون، کراچی

پیاری منیرہ! شاد وآباد رہو آپ بے شک بھول چکی ہوں لیکن آنچل اپنے قارئین ورائٹرز کو کبھی فراموش نہیں کرتا ایسا ہی ایک سرپرائز آپ کی کہانی کی صورت میں آپ کے لیے تھا، سالگرہ نمبرز سے فراغت کے بعد ہی ہم آپ کی تحریر پڑھ کر اپنی رائے دے پائیں گے آپ آنچل کے دیگر سلسلوں میں بھی شرکت کرسکتی ہیں۔

فوزیہ سلطان...... تونسہ شریف

فوزی ڈیئر! سدا مسکراؤ ہماری جانب سے آپ کو بھی سالگرہ مبارک ہو نازی آپی بہت جلد آنچل کی محفل میں شریک ہوں گی۔ ہم سب بھی ان کی آمد کے منتظر ہیں آپ کی دیگر تجاویز بھی نوٹ کرلی ہیں، دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

عنیقہ ملک...... نامعلوم

عنیقہ گڑیا! سدا مسکراؤ آنچل کی سالگرہ کے موقع پر آپ نے اپنے ہاتھوں سے ہارٹ شیپ میں جو کارڈ بنا کر بھیجا ہے بہت خوب صورت ہے اور پھر ہر دل سے نکلتی دعا۔ یہ انداز آپ کے والہانہ جذبات کی بھرپور عکاسی کررہا ہے، ہمیں بے حد پسند آیا، دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

ثمرین اصغر...... شاہدرہ، لاہور

ثمرین ڈیئر! سدا خوش رہو پہلی مرتبہ شرکت پر خوش آمدید۔ اب یہ خوف دل سے نکال دو کیونکہ ناکامی کے خوف سے ہمت ہار دینا تو غلط بات ہے آپ نے اپنی غزل اسی ایک صفحے پر لکھدی ہے اس لیے معذرت خواہ ہیں ہر کالم کے لیے الگ صفحہ استعمال کریں اور ایک ہی لفافے میں رکھ کر بھیج دیجیے آئندہ خیال رکھیےگا۔

سمیرا راجہ...... باغ، آزاد کشمیر

سمیرا ڈیئر! سدا خوش رہو خوب صورت انداز واشعار سے سجا آپ کا خط بہت پسند آیا۔ فرحت آپا کے لیے آپ کے جذبات قابلِ تحسین ہیں۔ ہم دعا گو ہیں کہ یہ تعلق یونہی استوار رہے۔

ثنا ناز...... رجانہ

پیاری ثنا! سدا مسکراؤ آپ کی تحریر ابھی پڑھی نہیں گئی بہت جلد پڑھ کر آپ کو اپنی رائے سے آگاہ کردیں گے امید ہے تشفی ہوپائے گی۔

شازیہ فاروق احمد...... خان بیلہ

شازیہ ڈیئر! سدا سلامت رہیں دعاؤں سے بھرپور آپ کا خط موصول ہوا۔ تحریر کے حوالے سے یہی عرض کریں گے کہ سالگرہ نمبر میں مصروفیت کی وجہ سے ابھی پڑھ نہیں پائے لہٰذا کچھ کہنا قبل از وقت ہوگا۔ پیاری بہن آپ اپنے چشم تصور سے ہمیں دیکھ سکتی ہیں البتہ آپ کے دیگر خیالات جان کر خود پر رشک آیا۔ بہرحال آپ نے کہا اور ہمیں آپ کا تحفہ موصول ہوگیا' اللہ تعالیٰ آپ کی والدہ کو صحت وتندرستی عطا کرے اور ان کا سایہ آپ کے سروں پر قائم رہے آمین۔

عشرت سید اسلم...... اسلام آباد

عشرت ڈیئر! سدا سہاگن رہو ہماری جانب سے آپ کو شادی کی ڈھیروں مبارک باد۔ سسرال پہنچ کر بھی آپ نے آنچل کا دامن تھامے رکھا' جان کر خوشی ہوئی۔ اسی طرح رابطہ بحال رکھیے گا اور اپنا خیال رکھیے گا۔

صائمہ طاہر سومرو...... حیدر آباد

صائمہ گڑیا! سدا مسکراؤ۔ 24 تاریخ کو آپ پیا دیس سدھار جائیں گی۔ جان کر خوشی ہوئی۔ ہماری اور آنچل کی تمام ٹیم کی جانب سے آپ کو رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے پر ڈھیروں مبارک باد۔ اللہ تعالیٰ آپ کی زندگی کو خوشیوں کا گہوارہ بنادے اور آپ دونوں کو سدا اپنی رحمتوں کے سائے تلے رکھے آمین۔

ثناء اجالا...... بھلوال

ثناء ڈیئر! سدا اپنے علم سے اجالا بکھیرتی رہو آپ کے بھائی کی کتابوں کی دکان ہے اور آنچل کی مقبولیت کے سبب وہ ہاتھوں ہاتھ بک جاتا ہے یہ جان کر اچھا لگا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے بھائی کے رزق میں برکت عطا کرے' گڑیا نظمیں غزلیں متعلقہ شعبے کو بھیج دی جاتی ہیں' قبول ورد ہونے کا معاملہ وہیں طے پاتا ہے' دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

اقراء ملک...... نامعلوم

پیاری اقراء! سدا مسکراؤ' فرحت آپا کی صورت میں ہم نے جو گوہر نایاب کھویا ہے اس کا بیان لفظوں میں ممکن نہیں۔ آنچل کی سالگرہ کے موقع پر اس کے بانی ومعمار کی حیثیت سے ان کی یادیں بھی تازہ ہوجاتی ہیں۔ گڑیا آپ اپنا افسانہ ارسال کردیں' صفحہ کی کوئی پابندی نہیں ہے بس صفحہ کے ایک طرف لائن چھوڑ کر لکھیے گا۔

مسکان ایس...... کوٹ اسلام

اچھی مسکان! خوش رہو لبوں پر ہمیشہ میٹھی سی مسکان ہے۔ شکوہ وشکایات سے بھرپور آپ کا خط موصول ہوا' گڑیا آپ کی نگارشات دیر سے موصول ہوتی ہیں جب پرچہ تکمیلی مراحل میں ہوتا ہے' اس لیے شامل اشاعت نہیں ہوپاتی۔ آپ کی تجاویز نوٹ کرلی ہیں' دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

عطیہ ارشد...... سمندری

عزیزی عطیہ! سدا مسکراؤ' تعریف وتنقید قارئین کا حق ہے اور ہمیں آپ کے یہ دونوں روپ ہی بے حد پسند ہیں کیونکہ انہی کے سہارے ہم کامیابی کی منازل طے کرتے ہیں۔ نظمیں غزلیں متعلقہ شعبے کو بھیج دی جاتی ہیں' ردوقبول کا فیصلہ بھی وہیں طے پاتا ہے اگر معیاری ہوئی تو ضرور شائع ہوگی۔

اقصیٰ اشمل...... تحصیل حویلیاں

پیاری اشمل! جیتی رہو آنچل کی محفل میں شرکت پر خوش آمدید۔ گڑیا آپ کی سوچ درست ہے' ہم ان کہانیوں کے ذریعے اصلاح کی کوشش کرتے ہیں مقصد اور فن کے حسین امتزاج پر مبنی تحاریر لوگوں کے لیے مشعل راہ ثابت ہوتی ہیں۔ آپ کی تحریر پڑھنے کے بعد ہی ہم اپنی رائے سے آپ کو آگاہ کرپائیں گے۔

حافظہ زائمہ' حافظہ ریحانہ...... میانوالی

پیاری بہنوں! شاد وآباد رہو' افسردگی ومایوسی سے بھرپور آپ کا خط موصول ہوا' ایک ایک لفظ آنچل سے آپ کی محبت اور ناراضگی کی داستان سنا رہا تھا۔ گڑیا آپ کی نگارشات تاخیر سے موصول ہونے کے سبب شائع ہونے سے قاصر رہتی ہیں۔ اس لیے معذرت خواہ ہیں' بہرحال ہم نے آپ کا جواب دیا ہے' یاد رکھیے گا۔

فوزیہ سلیم...... چیچہ وطنی

فوزی ڈیئر! سدا مسکراؤ' شیریں لب ولہجے اور خوب صورت الفاظ کے پیرہن میں ملبوس اپنائیت کی خوشبو لیے آپ کا خط موصول ہوا۔ آپ کا لکھا خوب صورت سا شعر ہمارے دل میں اتر گیا اور لبوں پر مسکراہٹ بکھیر گیا' بہت پسند آیا۔ آپ نے اپنی منزل پالی' جان کر بہت خوشی ہوئی۔ گڑیا آپ کا افسانہ موصول نہیں ہوا تو شائع کیسے کرتے اور ہم نے مخصوص حلقہ تو نہیں بنایا البتہ مستقل لکھنے والوں کی نگارشات موصول ہوتی ہیں تو انہیں وقتاً فوقتاً شائع کرتے رہتے ہیں۔ اچھی بہن آپ اپنا افسانہ اور دیگر نگارشات بھجوادیں ضرور حوصلہ افزائی کی جائے گی۔ آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے۔

صدیقہ خان...... باغ آزاد کشمیر

صدیقہ بہن! شاد رہو آپ کی تحریر شامل اشاعت ہوئی اس کے لیے شکریہ کی ضرورت نہیں۔ ہم اچھی اور معیاری تحریر کو ہمیشہ ترجیح دیتے ہیں آپ آئندہ بھی اسی طرح کے موضوعات پر قلم اٹھائیے اور اپنا افسانہ بھیج دیجیے اللہ تعالیٰ آپ کا حامی وناصر ہو۔

مہوش کنول...... بھکر

مشی ڈیئر! سدا مسکراؤ آپ کی تحریر "قسمت کی لکیریں" روایتی محبت کے موضوع پر لکھی گئی ہے جبکہ قارئین اب اس طرح کے انداز اور کہانیوں سے اکتا چکے ہیں۔ آپ طوالت سے گریز کریں اور اصلاحی موضوع پر افسانہ لکھیں اپنا مطالعہ وسیع کیجیے اور پھر طبع آزمائی کریں۔

سمیرا غزل...... کراچی

سمیرا ڈیئر! سدا سہاگن رہو ہماری پیاری دوست پیا دیس سدھار گئی ہیں۔ اس نئے اور پاکیزہ بندھن پر آپ کو آنچل کی پوری ٹیم کی جانب سے ڈھیروں مبارک باد۔ ہم دعاگو ہیں کہ رب تعالیٰ آپ کو بے شمار خوشیاں عطا کرے اور اپنی مصروف زندگی میں سے کچھ پل آپ آنچل کے لیے نکال کر اپنا قلمی سفر جاری رکھیں آمین۔

صدف شاہین...... جہلم

پیاری صدف! سدا مسکراؤ' گڑیا آپ کی تحریر "دل کی بستی" آنچل کے معیار پر پوری نہ اتر سکی بہرحال آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے آپ اپنا مطالعہ وسیع کریں پھر کسی مختصر افسانے پر قلم اٹھائیں۔

مسز نگہت غفار...... کراچی

پیاری ہمشیرہ! شاد رہیں آپ کی تحریر "تم میری مناجات ہو" کے لیے ہم معذرت خواہ ہیں' آپ کسی اور موضوع پر افسانہ لکھ کر بھیج دیں اور آپ کو پوتے کی پیدائش پر دل کی گہرائی سے بہت بہت مبارک باد۔

فائزہ بلال' اقراء آفرین...... جام پور' پنجاب

پیاری بہنو! سدا مسکراؤ' آپ کی تحریر "حق دعا" پلاٹ کے لحاظ سے کمزور ہے ابھی مزید محنت ومطالعے کی ضرورت ہے' ان باتوں پر غور کریں تو بہتر لکھ سکتی ہیں۔

قرۃ العین...... لاہور

غنی ڈیئر! شاد رہو آپ کی تحریر "میرے حروف میں اپنی کہانی دیکھ" تضاد کی بنا پر اپنی جگہ نہ بنا سکی۔ بہت سی باتوں میں تضاد موجود ہے آپ اپنا مطالعہ وسیع کریں۔

نزہت جبین ضیاء...... کراچی

پیاری نزہت' سدا سکھی رہو آپ کی بیٹی کے ہاں بیٹے کی ولادت کی آپ کو بہت بہت مبارک ہو ہم دعاگو ہے کہ رب تعالیٰ ماں اور بچے کو صحت کاملہ عطا فرمائیں آمین۔

ناقابل اشاعت:

کچی کلیاں' سچے سپنے' زندگی سے گلہ نہیں' مذاق یا غلطی' میں نے خود کو کھویا' کسطرح' اب کے بار جب وہ لوٹی' دل کی بستی' فرمائش' حق دعا' بے اعتباری' میرے حروف میں اپنی کہانی دیکھ' قسمت کی لکیریں' خطاوار کون' بلاعنوان (سدرہ بنت نجمی) انجام' دیوانی ہوں میں' آنچل کی پوری چاند' اپریل فول' صبح بہاراں' وہ چھڑی' کونج قطاراں' بلاعنوان (نوشین اختر) درد چھپاتی لڑکی' چراغ لہو' محبت کی جیت' ظلم وبربریت' رشتوں کی لاج' شک کے کانٹے' تم میری مناجات ہو۔

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ ہاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔
☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔
☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔
☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔ ادارہ نے ناقابلِ اشاعت تحریروں کی واپسی کا سلسلہ بند کردیا ہے۔
☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔
☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔
☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجیے۔ 7' فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ۔ کراچی۔

مالک یوم الدین

مولف: مشتاق احمد قریشی

دوسری برائی جس کا ذکر آیت کریمہ میں کیا گیا ہے وہ منکر ہے۔ ہر وہ کام جسے شریعت نے ناجائز قرار دیا ہو اس سے مراد ہر وہ برائی جسے انسان خود بالعموم برا جانتا ہے۔ تیسری برائی بغی ہے جس کے معنی اپنی حد سے تجاوز کرنا اور دوسرے کے حقوق پر دست درازی کرنا خواہ وہ حقوق خالق کے ہوں یا مخلوق کے اور ظلم وزیادتی کے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ قطع رحمی اور بغی یہ دونوں جرائم اللہ کو اتنے ناپسند ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے (آخرت کے علاوہ) دنیا میں بھی ان کی فوری سزا کا امکان غالب رہتا ہے۔ (ابن ماجہ)

روزِ آخرت یوم حساب عباداتِ الٰہیہ اطاعت وبندگی کا حساب کتاب تو ہونا ہی ہے لیکن چونکہ وہ سب تو جسے ہم مذہب کہتے ہیں حقوق اللہ میں آتے ہیں۔ انہیں تو اللہ رحیم وکریم اپنے رحم وکرم سے اگر وہ چاہیں تو معاف بھی کر سکتے ہیں لیکن حقوق العباد یعنی لوگوں کے حقوق کی بازپرس ہوگی اگر یوں سمجھا جائے کہ روزِ آخرت اصل حساب کتاب حقوق العباد کا ہی ہونا ہے تو غلط نہیں ہوگا۔

دینِ اسلام کا جو ہدایت نامہ جو قوانین الٰہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے مرتب فرمائے انہیں نبی آخرالزماں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اپنے بندوں تک پہنچایا اس آئینِ الٰہی یعنی قرآنِ کریم جو سراسر ہدایت وروشنی ہے، میں ایمان کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل فرمایا ہے جو ایک ایسی کتاب ہے جس میں آپس میں ملتی جلتی اور بار بار دہرائی ہوئی آیتیں ہیں۔ جسے سن کر لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ جو اپنے رب سے ڈرنے والے ہیں، آخر میں ان کے جسم اور دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف نرم ہوجاتے ہیں۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کی ہدایت جس کے ذریعے جسے چاہے راہ راست پر لگا دیتا ہے، اور جسے اللہ تعالیٰ ہی راہ بھلا دے اس کا ہادی کوئی نہیں۔ (الزمر۔۲۳)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام اہلِ ایمان کے لئے راہِ راست پر قائم رہنے اور اللہ کی خوشنودی ورضا حاصل کرنے کے لئے ایک مکمل ضابطہ حیات ایک مکمل ہدایت نامہ قرآنِ کریم کی صورت میں اپنے بندوں کے لئے نازل فرمادیا ہے۔ قرآن کریم کی آیات میں نہ تو کوئی تضاد ہے نہ ہی اختلاف ہے پوری کتابِ الٰہی اول تا آخر ایک ہی مدعا ایک ہی عقیدہ، ایک ہی نظامِ فکر وعمل پیش کر رہی ہے۔ اس کی تمام آیات ایک دوسرے کی تصدیق وتائید اور توضیح وتشریح کر رہی ہیں۔ اس کے تمام مضامین ہم آہنگ ہیں اور ایک دوسرے کی تائید وتوصیق کرتے ہیں۔ سب سے حیرت انگیز بات اس کتابِ الٰہی کی یہ ہے کہ اسے جتنی بار بلکہ بار بار پڑھنے کے باوجود نہ تو طبیعت اکتاتی ہے نہ ہی سیر ہوتی ہے بلکہ ہر بار نئی لذت نیا سرور حاصل ہوتا ہے۔ اس کی اثر انگیزی کا یہ عالم ہے کہ جہاں جہاں عذابِ الٰہی کا ذکر ہوا ہے وہاں وہاں

اہلِ ایمان پرہیزگاروں پر خوفِ الٰہی کی دہشت طاری ہوجاتی ہے اور دل کانپنے لگتا ہے لیکن قرآنِ حکیم کا یہ اعجاز ہے کہ جہاں جہاں سختی وعذاب کا بیان کیا گیا ہے وہیں اللہ نے اپنی شفقت ورحمت کا ذکر بھی فرمایا ہے جس سے پرہیزگار اہلِ ایمان پر وجد کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے وہ مسرور ہوجاتا ہے اور اس میں قرآن خوانی کا ذوق وشوق مزید بڑھتا جاتا ہے۔ یہ دنیا کی واحد کتاب ہے جو تمام دنیا میں کثرت سے اور بار بار پڑھی جاتی ہے اور اس کتابِ الٰہی کا یہ اعجاز وکمال ہے کہ تمام تر ضخامت کے اور عربی میں ہونے کے باوجود نہ صرف عربی سمجھنے والوں میں بلکہ غیر عربی اور عربی زبان نہ بولنے سمجھنے والوں میں بھی کتاب الٰہی اپنے پورے زیر زبر پیش کے ساتھ بچہ بچہ حفظ کرلیتا ہے یہ ایک زندہ اور جاری معجزہ الٰہی بھی ہے اور اسلام کی شان وآن اور آئینِ الٰہی بھی ہے۔

اسلام کی دعوت اگرچہ ہر ہر فرد کے لئے یہی ہے کہ وہ توحید الٰہی کو ہی اپنا دین بنائے اور تمام خطرات ومشکلات کا مقابلہ کرتے ہوئے صرف اللہ تعالیٰ کی ہی بندگی کریں۔ تمام انبیاء کرام کی کوشش ومدعا یہی رہا ہے کہ ایک امت مسلمہ وجود میں آئے جو کفر اور کفار کے غلبے سے آزاد ہوکر من حیث القوم اللہ کی جماعت بن کر اللہ کی بندگی واطاعت کرے اور دینِ حق دینِ اسلام کی پیروی کرے اور پورا معاشرہ توحیدِ الٰہی کی بنیاد پر قائم ہوجائے جس میں اخلاق، تمدن، تہذیب، تعلیم، مذہب، قانون، رسم ورواج، سیاست، معیشت، غرض زندگی کے ہر شعبے کے لئے وہ اصول اعتقاد مان لئے جائیں اور عملاً رائج ہوجائیں۔ جو ربِ کائنات نے قرآن کریم میں اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے پہنچا دیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا دینِ حق جس کو گناہ کہتا ہے، قانون اسی کو جرم قرار دے، حکومتِ وقت کی تمام انتظامی قوت اس کو مٹانے کی کوشش کرے تعلیم وتربیت کے ذریعے افراد کو گناہوں سے بچنے دور رہنے کے لئے ذہن اور کردار تیار کرے، غرض ہر طرف سے ہر طرح سے معصیت وگناہ کا راستہ روکا جائے اور اللہ کے نافذ کردہ اور اس کے پسندیدہ دین کو اس کی نیکی وبھلائی کو فلاح وبہتری قرار دے کر قانون کے ذریعے اس کی حمایت کی جائے۔ تمام معاشرتی تہذیبی مذہبی رسوم ورواج قرآن وسنت کے احکام کے مطابق ہوں، کاروبار ومعیشت اور اقتصادی تجارتی اصول، خارجی وداخلی معاملات مادی وروحانی امور سب کے سب اللہ کی ہدایت وقانون کے مطابق ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ کی بندگی واطاعت کا تقاضہ پورا ہوسکے۔

انفرادی حیثیت میں اگر انسان ایک اکیلے اللہ کا بندہ بن کر رہنے کا فیصلہ کرلے اور سچے دل اور خلوصِ نیت سے توحید پر قائم ہوجائے تو اسے داخلی امن واطمینان حاصل ہوگا اور وہ شخص اپنے نفس کی ایسی خواہش کو رد کردے گا جو احکام الٰہی کے خلاف ہو یا جس پر عمل کرنے سے بندگی کے تقاضے متاثر ہوتے ہوں، پھر ایسا شخص کسی ظاہری باطنی دباؤ کو ہرگز قبول نہیں کرے گا جو رضائے الٰہی کے خلاف ہو ایسے شخص کو نہ صرف دل ودماغ کا سکون نصیب ہوتا ہے اور رضائے الٰہی بھی حاصل ہوتی ہے۔ اس کا دل پوری طرح مطمئن ہوتا ہے کہ وہ اپنے رب کی بندگی پوری دیانت داری واخلاص سے کر رہا ہے۔

قرآنِ حکیم اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام کو مکمل کردیا اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایک مکمل دین کی مکمل کتاب اللہ ہے۔

اگر انسان اللہ کی اس کتاب قرآن حکیم کو جان لے اور اطاعت و بندگی کی راہ اختیار کرلے تو یہ کتابِ الٰہی زندگی کے ہر ہر معاملے میں صحیح صحیح رہنمائی دے گی' اور اس کی پیروی کی وجہ سے اللہ کی رحمتیں حاصل ہوں گی۔ قرآنِ حکیم میں سب کچھ بیان کردیا گیا ہے۔ ہر چیز کی ایسی وضاحت ہے جس پر ہدایت و ضلالت اور فلاح و خسران کا دارومدار ہے جس کا جاننا ایمان کے لئے ضروری اور اہم ہے اس سے حق و باطل کا فرق نمایاں ہوتا ہے۔

اسلام ایک عالم گیر دین ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام اہلِ ایمان کو ایک عالم گیر برادری تسلیم کرتا ہے امت مسلمہ میں رنگ' نسل' زبان' وطن اور قومیت کی نہ کوئی تمیز ہے نہ اہمیت۔ اس میں ہر قسم کی اونچ نیچ' چھوت چھات اور ہر تفریق و تعصب کا کوئی تصور نہیں ہے اسلام کو قبول کرنے والے ایک اکیلے اللہ کی بندگی و اطاعت کرنے والے تمام انسان خواہ وہ کسی نسل و قوم اور ملک سے تعلق رکھتے ہوں' بالکل مساویانہ حقوق رکھتے ہیں۔ اسلام کے مخالفین تک کو یہ تسلیم کرنا پڑا کہ انسانی مساوات اور وحدت کے اصول جس کامیابی سے مسلم معاشرے میں عملی شکل میں پائے جاتے ہیں اس کی نظیر دنیا کے کسی بھی دین اور کسی بھی نظام میں نہیں ملتی۔ صرف اسلام ہی وہ دین ہے جس نے روئے زمین کے تمام گوشوں میں پھیلی ہوئی بے شمار نسلوں اور قوموں کو ملا کر ایک امت بنادیا۔

ترجمہ:۔ (اے نبی) آپ فرمادیجئے کہ مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ سب سے پہلے میں اسلام قبول کروں۔ (الانعام۔۱۴)

آیتِ کریمہ میں اللہ جل شانہ اپنے محبوب نبی مکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دے رہا ہے کہ سب سے پہلے آپ خود اسلام قبول کیجئے۔ یہ ایک نہایت ہی گہرا اور منطقی حکم ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ کے منتخب بندے اور رسول تھے' اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام انسانوں کے لئے ایک مثالی نمونہ ساز شخصیت عطا فرمائی تھی تاکہ وہ لوگوں کو جو ہدایت و احکام پہنچائیں اسے عملی طور پر خود اپنا کر عملکے ذریعے لوگوں کے سامنے پیش کریں تاکہ ان کی خوب اچھی طرح سمجھ میں آسکے۔ اسے یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ جب نبی کو کوئی عمل کرتے ہوئے لوگ دیکھیں گے تو ہی اس کے پیروکار اس کی عملی پیروی کرسکیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا حکم اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا تاکہ لوگ ان کی پیروی میں اسلام قبول کرسکیں۔

ترجمہ:۔ پھر اگر وہ اسلام لے آئیں تو انہوں نے ہدایت پالی۔ (آل عمران۔۲۰)

آیتِ کریمہ سے یہ وضاحت ہورہی ہے کہ ہدایت یعنی ایمان کا ظہور صرف ایک ہی شکل میں ہوتا ہے صرف قبولِ اسلام کی صورت میں۔ یعنی اس کی ماہیت اور طبعیت کے مطابق' اس کے سوا کوئی اور صورت نہیں' کوئی دوسرا تصور نہیں ہے' کوئی اور طریقہ کوئی اور راستہ نہیں ہے جس کے ذریعے انسان ہدایت حاصل کرسکے۔ اسلام واحد راستہ ہے ہدایت حاصل کرنے کا۔ اسلام کا عقیدہ توحید قبول کرکے خود کو اللہ کی بندگی میں دے دیں۔ اسلامی نظام کے مطیع ہوجائیں اور اسلامی نظامِ زندگی کو اپنائیں تو ہی ہدایت حاصل ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بڑی شفقت و محبت کا معاملہ فرماتا ہے۔ وہ اپنے

بندوں کو قطعی اندھیرے میں نہیں رکھتا وہ ہر بات کھول کھول کر صاف صاف بتاتا ہے تاکہ انسان اپنی عاقبت و آخرت کی فکر کرتے ہوئے اپنی دائمی زندگی کا درست بندوبست کرسکے۔ کیونکہ غفلت و بے خبری میں گزاری زندگی اسے کہیں کا نہیں رکھے گی۔ اسی لئے ربِ کائنات قرآنِ حکیم میں بار بار جگہ جگہ اپنے بندوں کی رہنمائی فرماتا ہے انہیں بتاتا ہے کہ ان کے لئے کیا درست ہے اور کیا غلط ہے۔ صرف دینِ اسلام ہی انسانوں کی نجات و بخشش کا ذریعہ ہے باقی سب راستے جہنم کے راستے ہیں۔ ایمان لاکر پورے کے پورے اسلام میں داخل ہونا ہے۔ اسلام ہی وہ راستہ ہے جو جنت کی نعمتوں کی طرف لے جاتا ہے۔

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈرو جتنا اس سے ڈرنا چاہئے اور دیکھو مرتے دم تک مسلمان ہی رہنا۔ (آل عمران۔۱۰۲)

آیتِ کریمہ میں اہلِ ایمان کو خبردار کیا جارہا ہے کہ اللہ کی اطاعت و بندگی اس طرح کرو کہ اس میں کسی بھی طرح نافرمانی کا شائبہ نہ ہو۔ اللہ سے ڈرو جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ اللہ سے ڈرنے کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ یہ تو ڈرنے والے دل کا کام ہے کہ وہ اللہ کا خوف اپنے دل میں کتنا اور کیسا بٹھاتا ہے اور خوفِ الٰہی کو کس مقام تک پہنچاتا ہے۔ یہ اس کی طاقت اور قوت استداد پر منحصر ہے وہ خوفِ الٰہی سے کس قدر قرب الٰہی حاصل کرسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بندگی و اطاعت اس طرح کی جائے کہ اس میں کسی قسم کی غفلت نہ ہو۔ اور اس مالک و آقا کا شکر اس قدر اور اس طرح ادا کیا جائے کہ کسی بھی طرح کسی بھی قسم کی ناشکری کی آمیزش نہ ہو۔ اپنی طرف سے اخلاص تقویٰ کا حق ادا کرنے میں کسی کوتاہی کی کوئی کسر نہیں رہنا چاہئے۔

موت جو ایک ایسی خفیہ اور غائبانہ گھڑی ہے جس کا علم انسان کو کسی طرح ہو ہی نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے موت کو انسان سے مخفی رکھا ہے کہ جانے کب آجائے اور انسان بے خبری میں مارا جائے۔ اس لئے ہی اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ہوشیار اور چوکس رہنے کے لئے کہ بندہ اپنے رب کی طرف پوری مستعدی اور توجہ لگن سے ہمیشہ متوجہ رہے کہ جانے کب بلاوا آجائے جانے اس وقتِ رخصتی بندہ کس حال میں ہو۔ اس لئے وہ ہر لمحہ کوشش کرتا رہے اور سمجھتا رہے کہ آنے والا لمحہ ہی موت کا لمحہ ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آیتِ مبارکہ میں جو تنبیہ فرمائی ہے وہ اس لئے کہ بندہ خوابِ غفلت سے بیدار ہوجائے۔ اگر ابھی تک وہ صحیح مسلم نہیں تھا تو اب فوراً مسلم بن جائے۔ اور ایمان کے تقاضے کے مطابق صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے سرِ تسلیم خم کرے اور اسلامی نظام حیات کے مطابق دین کی پیروی کرے اور اپنی زندگی احکامِ قرآن کے مطابق بسر کرنے کی پوری کوشش کرے۔

(جاری ہے)

زائرہ اکبر

ملیحہ احمد

ارے ارے ہمیں دیکھ کر آپ دروازہ کیوں بند کر رہے ہیں، ہمیں اندر آنے کی اجازت دیں ورنہ ہم ناراض ہو جائیں گے (دھمکی)۔ یہ ہوئی نہ بات، آپ سوچ رہے ہوں گے ناجان نہ پہچان، میں تیرا مہمان۔ جی نہیں یہ بات نہیں ہے میں تو آپ کو اچھی طرح جانتی ہوں، چلیں آپ بھی کیا یاد کریں گے میں بتا ہی دیتی ہوں کہ میں کون ہوں؟ میرا نام ہے زائرہ اکبر میں کبیر والا میں رہتی ہوں۔ ملک فیملی سے تعلق رکھتی ہوں، 11 اکتوبر کو اس دنیا میں جلوہ افروز ہوئی اور اپنے گھر کی رونقوں میں اضافہ کیا۔ ہم چار بہنیں اور ایک بھائی ہے اور میں سب سے چھوٹی اور لاڈلی ہونے کا اعزاز رکھتی ہوں۔ میرے اکلوتے بھائی کا نام شاہد ہے اور میں ان سے بہت زیادہ پیار کرتی ہوں۔ صائمہ، فائزہ (منہ مت بناؤ) تم بھی بہت اچھی ہو (ایویں ایویں) میں فرسٹ ائیر کی اسٹوڈنٹ ہوں، میرا اسٹار لبرا ہے۔ آنچل سے میری وابستگی بہت پرانی ہے، ایک دفعہ دوست سے لے کر پڑھا تھا اور پھر عادت ہوگئی۔ اتنا اچھا ہے کہ اب نہ پڑھوں تو سکون نہیں ملتا (سچی مچی) اب آپ میری پسند نہ پسند جاننے کا اعزاز بھی حاصل کر ہی لیجیے (ہاہاہا)۔ گلاب کا پھول اور بچے مجھے بہت پیارے لگتے ہیں۔ میرے بھانجے آکاش اور کاشان مجھے بہت عزیز ہیں۔ کھانے میں پلاؤ اور چٹ پٹی چیزیں پسند ہیں۔ آئس کریم بھی بہت اچھی لگتی ہے، ساڑھی پہننے کا بہت شوق ہے (جو ابھی تک پورا نہیں ہوا)۔ پسندیدہ رائٹر عشنا کوثر سردار اور اقراء صغیر احمد ہیں باقی سب بھی بہت اچھا لکھتی ہیں۔ ہر انسان خوبیوں اور خامیوں سے مل کر بنتا ہے مجھ میں خامیاں تو بہت ہیں اس لیے خوبیاں بھی ضرور ہوں گی۔ میں کسی سے زیادہ دیر تک ناراض نہیں رہ سکتی جو پیار سے بلالے اسے اپنا سمجھنے لگتی ہوں۔ شرارتی بہت ہوں روتے ہوئے کو ہنسانے کے لیے مجھے دعوت دی جاتی ہے (فرینڈز میں) اگر دوستوں کے اسم عام نہ لیے تو ہسپتال پہنچادیں گی (خونخوار بلیاں ہیں)۔ سدرہ، ثانیہ، فاطمہ اور ماریہ تم لوگ بہت اچھی ہو اور مجھے بہت یاد آتی ہو۔ ویسے میں بولتی بہت ہوں، آپ کے سر میں درد تو نہیں ہو رہا نہ بقول میری والدہ محترمہ (میرے ٹاں ٹاں کرنے سے سر درد کرنے لگتا ہے) اس سے پہلے کہ آپ مجھے رخصت کرنے کا منصوبہ بنائیں میں خود ہی تشریف لے جاتی ہوں (بڑے اداس ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے) آخر میں میری طرف سے آنچل کی ٹیم اور قارئین کو سلام اور دعائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہماری منزل تک پہنچنے میں مدد کرے، دعاؤں میں یاد رکھیے گا اور بتائیے گا ضرور کہ ہم سے مل کر کیسا لگا (یقیناً اچھا لگا ہوگا ہاہاہا)۔

ثوبیہ نواز اعوان

آنچل اسٹاف اور تمام بہنوں کو اس کیوٹ سی بیا کی جانب سے بہت بہت سلام۔ آج آخر فیصلہ ہو ہی گیا کہ مجھے بھی ہمارا آنچل میں شمولیت کرلینی چاہیے جی تو مابدولت ثوبیہ نواز اعوان 16 اپریل کو اس دنیا میں کیا آئے کہ دنیا نے رنگ ڈھنگ ہی بدل لیا۔ بہاریں برپا ہوئیں (طوفان نہیں)۔ سیکنڈ ائیر کے ایگزامز دے کر فری ہوں (ہش زیادہ فری نہ ہونا)۔ ڈائجسٹ کی دیوانی ہوں آنچل 2011ء کے اینڈ سے پڑھنا شروع کیا، چھ بہن بھائی ہیں میرا نمبر دوسرا ہے، تین بھائی اور تین بہنیں۔ میری فیورٹ رائٹرز میں ہر وہ رائٹر ہے جو اپنے قلم کا ٹھیک طرح سے حق ادا کرتی ہے۔ ''عبداللہ'' ناول مجھے بہت پسند ہے اس کے علاوہ ہر وہ حرف، لفظ، ناول جس نے مجھے کچھ سکھایا، میرا فیورٹ ہے۔ مجھے اداسیوں کے دیس کی اداس سی رانی سمیرا طور بہت نائس لگتی ہیں نازیہ جی، جھیل کنارہ کنکر، لکھ کر جہاد بالقلم ادا کر دیا ہے۔ مجھے خزاں کے موسم میں گرے پتے بہت اچھے لگتے ہیں اور آسمان کی وسعتوں کو گھنٹوں تکتے رہنا بہت پسند ہے۔ مشاغل میں گھر کے کام، لکھنا اور لکھتے رہنا، کتابوں کو چاٹنا پھر شام کے وقت میں ثوبیہ اور مدیحہ (بہن) اپنے ڈیرے پر لے جاتی ہیں جہاں جامن، امرود، شہتوت کے درخت ہیں۔ رنگوں میں مجھے زندگی کے تمام رنگ اچھے لگتے ہیں، میری بیسٹ فرینڈز میں ثوبیہ فیض، حرا احمد، حنا زمان ہیں۔ جیولری ساری پسند ہے (مگر پہنتی نہیں ہوں)۔ میک اپ میں مسکارا اور کاجل لگاتی ہوں۔ شاعری تو زندگی ہے، گفٹ میں ناولز اور پرفیومز پسند ہیں (مگر کوئی دیتا نہیں، ہاہاہا...... اے چپ) مجھے اپنی آنکھیں بہت پسند ہیں، بچے بہت کیوٹ لگتے ہیں (اپنی طرح...... آہم)۔ میری خواہش ہے کہ میں بے سہارا لڑکیوں کے لیے کچھ کروں، ان شاء اللہ۔ اچھا جی سنگیوں تے بیلیوں ربّ خوش رکھے، جاتے جاتے کہوں گی، اچھی بہنوں کبھی بھی آسمان پر اڑنے سے پہلے پاؤں زمین پر اچھی طرح جمالینا ورنہ آسمان تمہیں کبھی قبول نہیں کرے گا، اللہ حافظ۔

خالدہ شکیلہ بخاری

آنچل اسٹاف اور تمام پڑھنے والوں کو میرا عقیدت بھرا اسلام قبول ہو، ارے حیران ہو رہے ہیں کہ یہ کون سا چاند آنچل پر اتر آیا ہے؟ پہلے تو ہم نے دنیا کو روشن کیا تھا اب کرتے ہیں آنچل کو روشن۔ جی مابدولت کو خالدہ بخاری کہتے ہیں اور میری بیسٹ فرینڈز شکیلہ اختر بخاری ہے۔ ہم دونوں نے فرسٹ ائیر کے پیپر دیئے ہیں آپ لوگوں سے التماس ہے کہ ہمارے لیے دعا کریں۔ 6 جون 1994ء کو شکیلہ نے اس دنیا میں آ کر اس دنیا کو چار چاند لگا دیئے لیکن یہ کیا شکیلہ نے تو دنیا میں آتے ہی رونا شروع کر دیا، ارے یار ظاہر سی بات ہے میں جو نہیں تھی (آہم)۔ شکیلہ نے اس دنیا کو تو چار چاند لگا ہی

دیئے تھے پانچواں چاند لگانے کے لیے ٹھیک چھ ماہ بعد میں اس دنیا میں تشریف لائی (ہاہاہا)۔ کھانے میں پلاؤ بہت پسند ہے، میٹھے میں کسٹرڈ شوق سے کھاتی ہوں۔ ڈریسز میں فراک اور چوڑی دار پاجامہ پسند ہے، ہر وہ پل جو شکیلہ کے ساتھ گزرتا ہے اچھا لگتا ہے بقول شکیلہ کہ مجھے غصہ نہیں آتا۔ آنچل کی تمام رائٹرز بہت ہی اچھا لکھتی ہیں۔ ہمارے خاندان میں کسی کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا جائے تو خوشامد سمجھا جاتا ہے اور اگر ان سے دور ہیں تو مغرور کہا جاتا ہے مجھے یہ بات سخت ناپسند ہے۔ ہم چار بہن بھائی ہیں میرا نمبر تیسرا ہے، فیملی میں سب سے زیادہ محبت اپنے ابو سے کرتی ہوں فیملی میں بڑی بہن ساجدہ سے فرینڈ شپ ہے لیکن اپنی ہر بات شکیلہ سے شیئر کرتی ہوں۔ شکیلہ کی ایک بات بہت اچھی لگتی ہے وہ یہ کہ اپنے سے زیادہ دوسروں کا خیال رکھتی ہے اور میرا تو خاص طور پر بہت خیال رکھتی ہے۔ خاندان میں کسی سے کوئی گلہ نہیں وہ لوگ جنہوں نے مجھے دکھ دیئے، اللہ انہیں ہمیشہ خوش رکھے۔ اگر رشتہ داروں میں سے کسی فرد کو مجھ سے کوئی گلہ ہے تو میں ان سے سوری کرلیتی ہوں۔ ایک میسج شکیلہ کے لیے کسی کی باتوں میں آکر مجھے چھوڑ مت دینا کیونکہ دوستی تو سانس ہے جو چلے تو زندگی اور رکے تو موت بن جائے۔ اللہ میری امی کو زندگی میں اتنی خوشیاں دے کہ وہ دکھوں کی پرچھائیں تک بھول جائیں۔ میری دعا ہے کہ میرے بھائیوں (عمران وکامران) کو زندگی کے ہر موڑ پر کامیابی ملے۔ او شٹ یار! آپ لوگ تو بور ہو گئے ہوں گے، او کے بابا جا رہی ہوں، جاتے جاتے ایک بات کہ زندگی میں مخلص دوست ملے تو اس کی قدر کرنا۔ او کے قارئین خوش رہو اور دوسروں کو خوش رکھو، میرا تعارف پسند آئے تو رائے ضرور دینا۔

حنا عاشق

قارئین! آنچل آج آپ کی محفل میں حاضر ہے محترمہ حنا عاشق۔ میرا نک نیم ہنی ہے جو کہ مجھے زیادہ پسند ہے اپنی ذات بھی کچھ ایسی ہی ہے مہندی اور شہد کا مکسچر (ہاہاہا)۔ جی تو جناب میں 14 جون 1993ء کی گرم ہواؤں کے ساتھ اس بہت پیاری سی کائنات میں تشریف لائی اس لیے مجھے موسم بھی گرمیوں کا ہی پسند ہے۔ میں اپنے خاندان کی واحد لڑکی ہوں جو پڑھ رہی ہے۔ میں بی اے کے پیپر دے کر فارغ ہوں تو سوچا کیوں نہ آنچل میں بھی اپنے رنگ ڈال دوں، پڑھنے کا اتنا جنون ہے کہ میں کہتی ہوں ایک کلاس ایک سال کی بجائے چھ مہینوں کی ہو اور چھٹیاں تو بالکل بھی نہ ہوں۔ اب آتے ہیں ذرا کھیلوں کی طرف، پسند تو سارے کھیل ہیں لیکن میں (TaekWandoo) میں گئی (جن کو نہیں پتا وہ اس کو کراٹے کہہ سکتے ہیں) اور اب تو میں چیمپئن بھی بن گئی ہوں سلور اور براؤن میڈلیسٹ ہوں۔ میری زندگی کے تین خواب ہیں سب سے پہلے آنچل کی مشہور ترین رائٹر بننا، نمبر 2، Taek Wandoo میں انٹرنیشنل

پاکستانی گولڈ میڈلیسٹ ہونا، نمبر 3 پولیس فورس میں اعلیٰ عہدہ پر براجمان ہونا اور ان شاء اللہ یہ تینوں خواب پورے ہونے میں کچھ وقت تو لگے گا لیکن میں کرکے اور بن کے دکھاؤں گی کیونکہ ایک بار میں جو کمٹ منٹ کردوں اس کو میں تو کیا کوئی بھی نہیں بدل سکتا (فلمی ایموشنل ڈائیلاگ ہاہاہا)۔ چلیں جی اب ذرا پسند ناپسند کی طرف آتے ہیں، مجھے ڈریسز میں جینز شرٹس زیادہ پسند ہے اور پاکستانی ہر ایک نیا فیشن۔ میں اپنا ہر کام فیشن کے لحاظ سے کرتی ہوں، کھانے پینے کی بہت شوقین ہوں اگر کھانا میری پسند کا ہو تو بلے ای بلے۔ میٹھا بھی بہت پسند ہے خاص کر گلاب جامن اور رس گلے...... اب باری ہے میری حرکتوں کی، او میرا مطلب عادتیں، مزاج...... میں بہت ہنس مکھ ہوں، غصہ بہت کم آتا ہے، کسی سے بھی فضول لڑائی کبھی نہیں کرتی۔ مجھے سب لوگ زندہ دل لڑکی کہتے ہیں (آہم شرم آگئی اپنی تعریف پر) ہمارا گھر چھ منزلہ ہے تو ہم نیچے والے پورشن میں رہتے ہیں باقی سب اور اوپر والے پورشن میں اور جب چھٹیوں میں، میں اپنی نانی کے گھر جاتی ہوں تو نانی امی کا ایک مخصوص طریقہ ہے مجھے ڈانٹنے کا کیونکہ میں آنچل کی اتنی دیوانی ہوں کہ اگر لائٹ نہیں ہے تو چھوٹی سی بیٹری سے آنچل کو پڑھتی ہوں اور اگر نانی نے دیکھ لیا تو کہتی ہیں (اس کڑی نوں تے سوائے کھانے دے ٹی وی ویکھن دیں تے رسالے پڑھن دے علاوہ چوتھا کوئی کم آندا ای نہیں) ہاہاہا۔ میری خوبی جو مجھے بہت پسند ہے وہ یہ ہے کہ میں بہت منہ پھٹ ہوں اور یہ کہتے ہوئے پتا نہیں کیوں میرے دل کے تہہ خانوں سے خوشی باہر آتی ہے ہاہاہا۔ مجھے اپنے ماں باپ سے بہت پیار ہے، پاپا میں تو میری جان ہے اور میرے پاپا سب سے الگ پاپا ہیں (ماما ناراض تو نہ ہوا آخر آپ کی وجہ سے ہی تو میں آج اس قابل ہوئی ہوں) میرے تین بھائی ہیں عاطف، کاشف اور فیصل اور ایک ہی بہن ہے عائشہ، جو ہے ایک پر ایسی کہ سو پر بھاری پڑتی ہے (اللہ کرے اس سال تیری شادی ہو جائے شکر کروں گی پھر گھر میں میری حکومت ہو گی پر وہ بھی نگران کیونکہ میری بہن نے جانا ہے تو بھابی نے آجانا ہے، ہاہاہا)۔ مجھے جوائنٹ فیملی سسٹم بہت پسند ہے، شکر ہے میں بھی جوائنٹ فیملی کا حصہ ہوں، جھوٹ بہت کم بولتی ہوں۔ سیر سپاٹے کی بہت شوقین ہوں، موقع ملنے کی دیر ہوتی ہے۔ میری دوستوں میں عفت، کلثوم، رخسار، مہر النساء، زیب النساء، سندس، اقراء شامل ہیں ہم سب اسکول سے ایک ساتھ کالج تک آئے پورے گروپ میں سب سے زیادہ شرارتی میں اور سندس تھے۔ ہم دونوں سے تنگ آکر کالج والوں نے نوٹس بورڈ اٹھا کر چوکیدار کے پاس رکھ دیا تھا (آگے آپ خود سمجھدار ہیں سمجھ جائیں بھئی ہاہاہا)۔ جس دن میں بغیر بتائے چھٹی کرتی اگلے دن سب ناراض ہو جاتی تھیں کہ تم نے ہمیں بتائے بغیر چھٹی کیوں کی، ہمارا دل نہیں لگتا جس دن تم نہ آؤ (شکریہ فرینڈز)۔ تمام پڑھنے والوں کو دعا، اور اب مجھے بھی دعا دیں، اللہ حافظ۔

روشن ہے چراغ آگہی

ادارہ

آنچل کے سالگرہ نمبر کے حوالے سے ہم نے اپنی لکھاری بہنوں وقارئین سے کچھ دلچسپ سوالات کیے تھے۔ آئیے دیکھتے ہیں ہماری بہنوں نے اپنی سوچ اور زاویۂ نگاہ کے مطابق ان کے جوابات کس شیریں انداز میں دیے ہیں۔

۱۔ مشہور معیشت دان رابنز (Robbins) کے مطابق انسانی خواہشات لامحدود ہوتی ہیں آپ اس بات سے کس حد تک اتفاق کرتی ہیں اور آنچل کے حوالے سے کوئی خواہش جس کی تکمیل آپ کی اولین ترجیح ہو؟

۲۔ کوئی ایسا مصرعہ جسے پڑھ کر بے ساختہ آپ کو آنچل کی یاد آ جاتی ہو؟

۳۔ اگر آپ کو ایک دن کے لیے آنچل کا انتظام سونپ دیا جائے تو آپ اس میں کون سی ایک تبدیلی کرنا چاہیں گی؟

۴۔ مطالعہ ہمارے ذوق کا آئینہ دار ہوتا ہے کوئی ایسی کتاب جسے آپ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتی ہوں یا فرصت کے لمحات میں اس کا مطالعہ ضرور کرتی ہوں؟

۵۔ آنچل کے مستقل سلسلوں میں آپ کا سب سے پسندیدہ سلسلہ کون سا ہے اور کیوں؟

۶۔ زندگی بیک وقت درد وغم اور خوشی کی راہگزر ہے۔ کبھی تجربات ہمیں سبق سکھاتے ہیں تو کبھی مشاہدات۔ آنچل کے مطالعے سے کوئی ایسا سبق جس کی بدولت آپ کی زندگی میں کوئی خاطر خواہ تبدیلی واقع ہوئی ہو؟

نازیہ کنول نازی...... ہارون آباد

آنچل کی ہمراہی کے سفر میں سب میں موتیوں جیسی انمول ہستیاں بانی زیب النساء مدیرہ سلمیٰ کنول اور فرحت آپا کا کردار کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ زندگی کے سفر کی یہ ہستیاں انمٹ لکیروں کی طرح دل کی سرزمین پر ہمیشہ زندہ جاوید رہیں گی۔ بے شک آنچل کے لیے ان کی محنت اور محبت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تاہم ان تین انمول ہستیوں کے علاوہ میں سمجھتی ہوں انکل مشتاق احمد قریشی بھائی عمران احمد قریشی کے ساتھ ساتھ آنچل کا معمولی معمولی قارئین بھی لائق وداد وتحسین ہے جن کی شب وروز محنت سے ہی آج آنچل اس مقام پر کھڑا ہے کہ پورے ملک اور پوری دنیا میں کسی خوش نما پھول کی طرح اس کی خوشبو پھیل رہی ہے۔ اسی کے ساتھ وہ تمام رائٹرز جو ملک کا سرمایہ ہیں مگر جن میں اپنے قلم کی پہلی اڑان آنچل کے پلیٹ فارم سے بھری اور وہ رائٹرز جو آج بھی آنچل کے ساتھ شانہ بشانہ چل رہی ہیں بہت زیادہ شکریہ کی مستحق ہیں۔ اب پہلے سوال کے جواب کی طرف آتی ہوں۔

۱۔ ہزار خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے کے مصداق آنچل کے لیے میری خواہشات کی کوئی حد نہیں۔ اس سلسلے میں رابنز نے جو بھی کہا بالکل صحیح کہا جہاں تک آنچل کی بات ہے تو میں بس اتنا ہی کہوں گی۔

خواہشوں کے بھی تو معیار ہوا کرتے ہیں
کیسی خواہش ہے کہ مٹھی میں سمندر ہوتا

۲۔ مصرعے پڑھ کر آنچل کی یاد نہیں آتی ہوگی جو آنچل کو چھوڑ چکی ہیں پھر دیار غیر میں مدت ہوئی جنہیں آنچل پڑھنا نصیب نہیں ہوا اپنی تو سانسیں جڑی ہیں آنچل کے ساتھ پھر یاد کا کیا سوال۔

۳۔ پورا آنچل ہی بدل کر رکھ دوں گی سوائے چند سلسلوں... کے کیوں کہ میں آنچل کو بہت اونچے اور معزز مقام پر دیکھنا چاہتی ہوں۔

۴۔ ایسی کتاب صرف قرآن پاک ہے جس کی ہر صورت معہ ترجمہ پڑھنے کے بعد میرا دل چاہتا ہے میں وہ سب کے ساتھ شیئر کروں اسے مسلم غیر مسلم سے جس نے قرآن میں پڑھا جیسے قرآن کی تعلیمات اور پیغامات تک رسائی نہیں ہوئی بے شک قرآن پاک کے بغیر ہی زندگیاں بنجر زمیں سے زیادہ کچھ نہیں۔

۵۔ دوست کا پیغام آئے اور آئینہ کیونکہ دونوں سلسلے ہمیں ہماری پیاری پیاری بہنوں سے قریب تر کرتے ہیں۔

۶۔ جب تک فرحت آپا زندہ تھیں میں نے ان سے بہت کچھ سیکھا اب تو میں چاہتی ہوں کہ میں جو بھی لکھوں ایسا لکھوں کہ جس میں کوئی نا کوئی اصلاح ضرور ہو اور مجھے خوشی ہے کہ میری بعض تحریروں کے ذریعے مجھے اس کا بہت اچھا رسپانس بھی ملا۔ اللہ تعالیٰ سب ماؤں، بہنوں، بیٹیوں کو اپنی امان میں خوش وآباد رکھے اور ان کی عصمت کی حفاظت فرمائے آمین۔

راحت وفا...... ملتان

۱۔ یہ انسانی فطرت ہے کہ انسان کے دل میں خواہشات کا لامتناہی سلسلہ ہمیشہ موجود رہتا ہے یہ شاعرانہ انداز فکر ہے کہ دل کو خواہشات کی آماجگاہ کہا جاتا ہے جیسا کہ غالب نے کہا ہے

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے میرے ارماں لیکن پھر بھی کم نکلے

حالانکہ یہ انسانی فطرت ہے کہ انسان خواہشات کے چنگل میں رہنا پسند کرتا ہے اس سے آزاد ہونا ہی نہیں چاہتا۔ خواہشات کا جہاں انسان کو سخت مشکلات اور مسائل کی دنیا میں لے جاتا ہے لیکن انسان کی تسکین اور تحریک کے لیے شاید خواہشات کی موجودگی ضروری بھی ہے۔ رہ گئی بات آنچل کے حوالے سے تو میں آنچل کو بلند مقام پر دیکھنے کی خواہشمند ہوں اپنا نام ہمیشہ اس میں دیکھنا چاہتی ہوں۔

۲۔ رنگ باتیں کریں اور باتوں سے خوشبو آئے یہ جب بھی کہیں پڑھوں یا کسی سے سنوں تو مجھے آنچل کی یاد آتی ہے کیونکہ مرحومہ فرحت آرا نے فون پر یہ کہا تھا کہ ایسے لکھنا چاہیے۔

۳۔ میں آنچل کے صفحات میں اضافہ کرنا چاہوں گی اور ادبی طرز تحریر کو بطور خاص جگہ دوں گی۔

۴۔ ہاں اشفاق احمد میری پسندیدہ شخصیت ہیں ان کی تصنیف ”زاویہ“ میں پڑھنا پسند کرتی ہوں۔

۵۔ سرگوشیاں، درجواب آں اور دانش کدہ۔

۶۔ آنچل کی موجودگی اس کی کامیابی ہی میرے لیے خاص سبق رکھتی ہے کہ سفر جاری رہے سبک روی کے ساتھ مستقل مزاجی کے ساتھ تو منزل ضرور ملتی ہے۔ میں نے لکھنا شروع کیا تو محنت اور مستقل مزاجی کا درس مجھے آنچل سے ہی ملا۔

رخ چوہدری...... کراچی

السلام علیکم! سب سے پہلے تو آنچل کی پوری ٹیم کو آنچل کی 35 ویں سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمارا آنچل دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرے اور تمام رائٹرز اپنی خوب صورت اور بہترین تحریروں کے ستارے اور موتی ٹانکتی رہیں آمین۔ جناب مشتاق قریشی صاحب اور جناب طاہر قریشی صاحب کو بہت بہت مبارک باد۔ جناب طاہر قریشی بھائی آپ جس طرح اپنی رائٹرز سے رابطے میں رہتے ہیں یہ بہت اچھا لگتا ہے۔

اس ادارے کی سب سے اچھی بات یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے رائٹرز کو مان اور عزت دیتے ہیں کہ رائٹرز ان کے لیے اپنی مصروفیات میں بھی وقت نکال لیتے ہیں اس سلسلے میں میں اپنی مثال دوں گی کہ جب سے آنچل سے رابطہ ہوا ہے تب سے آنچل نے مجھے یاد رکھا۔ میں نے الحمدللہ یہاں ناول، ناولٹ اور افسانے بھی لکھے اور اللہ نے اوقات سے بڑھ کر عزت بھی دی اور اب جبکہ دیگر مصروفیات کی وجہ سے آنچل میں لکھ نہیں پاتی ہوں تو تب بھی ہر ماہ آنچل میرے ہاتھ میں ہوتا ہے بہت شکریہ۔

آپ کے سوالات کے جوابات حاضر ہیں۔

۱۔ یہ بات بالکل درست ہے کہ انسانی خواہشات لامحدود ہوتی ہیں انسان کا دماغ اس کے دل کی سرزمین اتنی زرخیز ہے کہ ایک خواہش کے پودے پر بے شمار خواہشات خود بخود جنم لے کر پروان چڑھ جاتی ہیں اور انسان پر دباؤ ڈالتی ہیں کہ مجھے پایۂ تکمیل تک پہنچاؤ ورنہ کسک بن کر دل میں بسی رہوں گی۔

۲۔ دیکھیں آنچل اور عورت لازم وملزوم ہیں اس لیے عورت آنچل کو بھول جائے یہ تو ناممکن ہے خواہ وہ آنچل سر پر اوڑھنے والا ہو یا خوب صورت معیاری افسانوں اور ناولوں کا آنچل ڈائجسٹ ہو۔ اس لیے آنچل کو یاد کرنے کے لیے مجھے کسی مصرعہ کی ضرورت نہیں پڑتی اللہ کا شکر ہے میرے سر پر آنچل ہوتا ہے اور ہاتھ میں آنچل ڈائجسٹ ٹھیک ہے نا۔

۳۔ حکمران اگر اچھا مسلمان ہے بہت اچھی سوچ رکھنے والا قابل انسان ہے تو ایک دن کی بادشاہت میں بھی ایسے فیصلے کر جائے گا کہ وہ عمر بھر کے لیے کافی ہوں لیکن ایک برا حکمران سب کچھ تباہ کر دیتا ہے لیکن بات آنچل کی ہو رہی ہے تو میں سمجھتی ہوں کہ آنچل اس وقت کا

بہترین ڈائجسٹ ہے اس میں وہ سب کچھ ہے جو ایک قاری کو چاہیے۔

۴۔ محترم جناب اشفاق احمد کا "زاویہ" جب پڑھتی ہوں بہت اچھا لگتا ہے چھوٹی چھوٹی باتوں سے بہت بڑی بڑی باتیں سمجھ میں آ جاتی ہیں۔

۵۔ ویسے تو تمام سلسلے ہی بہترین ہیں دانش کدہ اور روحانی مسائل کا حل بہترین سلسلے ہیں۔

۶۔ افسانوں اور ناولوں کے بارے میں یہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ اس میں عشق و عاشقی ہوگی مگر ایسا نہیں ہر دور کا افسانہ اپنے قاری کو کوئی نہ کوئی اچھا اور مثبت سبق دے کر جاتا ہے اور آنچل کے تمام افسانے اور ناول مجھ سمیت اپنے قاری کو اچھی سوچ عطا کر جاتے ہیں۔

آخر میں ایک بار پھر ادارہ آنچل کو سالگرہ مبارک ہو۔ اللہ اتنی ترقی اور کامیابی دے کہ اس کی پسندیدگی کا گراف بلند ہوتا جائے آمین۔ آنچل کے ادارے کو پوری ٹیم کو اور آنچل کے قارئین کو سالگرہ مبارک اللہ حافظ۔

عشنا کوثر سردار...... کراچی

۱۔ خواہشات کبھی ختم نہیں ہوتی یہ لامحدود اور لامتناہی سلسلہ ہے جو رکتا نہیں کہیں تھمتا نہیں جیسے کہ محترم مرزا غالب کہتے ہیں:۔

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے میرے ارماں لیکن پھر بھی کم نکلے

ہم جب تک جیتے ہیں خواہشیں بنتے رہتے ہیں ہر روز ایک نئی گرہ باندھتے ہیں اور ہر گرہ میں ایک نیا خواب رکھتے ہیں ایک نئی امید کے ساتھ اور پھر اس خواہش کو پانے کے لیے انتھک کوششیں کرتے ہیں نہ پوری ہو تو امید لمحہ بھر کو ٹوٹتی ہیں ہے پر اگلے ہی لمحے یہ سلسلہ پھر سے جڑ جاتا ہے۔ کسی نے امید کے ساتھ کسی نے خواہش کے ساتھ اور اگر خواہشیں پوری ہو جائیں تو خواہش بادلوں پر اڑتی ہے۔ قدم ستاروں پر پڑتے ہیں ہم سب کے تجربات اس معاملے میں کس قدر ایک جیسے ہوتے ہیں۔

آنچل کو بہت پھلتا پھولتا دیکھنا اسے اور آگے بڑھتا دیکھنا آنچل بہت تیزی سے ترقی کی منازل طے کر رہا ہے میں اس میں مزید اضافہ دیکھنا چاہتی ہوں۔

۲۔ لہرائے سدا آنکھ میں پیارے تیرا آنچل
جھومر ہے تیرا چاند ستارے تیرا آنچل
(محسن نقوی)

۳۔ آنچل بہت اچھا ہے مجھے نہیں لگتا کسی بڑی تبدیلی کی ضرورت ہوگی مگر تبدیلیاں آنا اور لانا کبھی کبھی بہت خوش آئند ہوتا ہے۔ کچھ نیا پن بھی بھی دلچسپی پہلے سے زیادہ بڑھا دیتا ہے بہت سی مثبت تبدیلیاں لانا چاہوں گی مگر اس کے لیے ایک دن ناکافی ہوگا نا؟ (ہاہاہا)۔

۴۔ سائنس نے زندگی بہت آسان کر دی ہے اب کتابیں ساتھ لے کر چلنے کی ضرورت نہیں پڑتی میں اپنے سیل فون سے کتابیں پڑھتی ہوں اکثر ناولز اور اپنے کورس سے متعلقہ آرٹیکلز یا کتابیں پڑھتی ہوں۔

۵۔ آنچل کے سلسلوں میں آئینہ اور در جواب آں پسند ہے۔

۶۔ میرے خیال میں میڈیا اہم رول ادا کر سکتا ہے خواہ وہ پرنٹ میڈیا ہو یا الیکٹرونک میڈیا۔ ہمارا معاشرہ اس سے بنتا بڑھتا اور سنورتا ہے۔ ایک نئی روش بھی میڈیا دیتا ہے اور انقلاب بھی۔ آنچل کی کہانیوں ناولز میں میسجز ہوتے ہیں جو پڑھنے والے کے ذہن و دل پر اثر کرتے ہیں اور مثبت تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔

سمیرا شریف طور...... گوجرانوالہ

۱۔ بچپن میں ایک شدید خواہش تھی کہ مجھے رائٹر بننا ہے اور آنچل کے پلیٹ فارم سے یہ خواہش تکمیل تک پہنچی۔ اس وقت یہ خواہش ہے کہ "ٹوٹا ہوا تارا" کو بھی وہی مقام اور مقبولیت ملے جو "یہ چاہتیں اور شدتیں" کو ملی۔ اس ناول سے وابستہ میری جتنی توقعات ہیں وہ سب پایہ تکمیل تک پہنچیں۔ آمین

۳۔ یہ تو بہت ہی مشکل سوال ہے۔ میں تو فرض بھی نہیں کر سکتی کہ آنچل کا انتظام اور میں...... ہم بس وقت پر لکھ ہی لیں تو کافی ہے۔ آنچل جو ہر ماہ 20 تک آ جاتا ہے اگر ہمارے ہاتھ میں انتظام آ گیا تو دو دو ماہ بعد ہی آیا کرے گا۔ رہ گئی تبدیلی تو اردو ادب کی سب اچھی اچھی رائٹرز کو اس پلیٹ فارم پر جمع کر لیتی۔

۴۔ بہت سی کتابیں ہیں۔ نسیم حجازی کے ناولز، جاوید چوہدری کی زیرو پوائنٹ، قدرت اللہ کی شہاب نامہ، مختار مسعود کی آواز دوست، اشفاق احمد کی زاویہ، منٹو اور غلام

عباس کے افسانے، مستنصر کی بکس اور پیار کا پہلا شہر، عمیرہ احمد اور نمرہ احمد کے ناولز، آسیہ مرزا کے ناولز، فریدہ اشفاق کا شکست شب اس کے علاوہ اور بھی بہت ہیں۔ آج کل اپنا ناول "یہ چاہتیں یہ شدتیں" ان سب کو میں وقتاً فوقتاً اپنے ساتھ ساتھ رکھتی ہوں اور ہر وقت میرے مطالعہ میں رہتے ہیں۔ سفر کے دوران، گھر میں فارغ اوقات میں، جب بھی موقع ملتا ہے اپنی الماری کھولتی ہوں اور نکال کر پڑھنے لگ جاتی ہوں۔

۵۔ آنچل کے مستقل سلسلوں میں سے مجھے آئینہ بہت پسند ہے۔ وہ اس لیے کہ اس میں مجھے اپنی تحریروں کی تصویر دکھائی دیتی ہے اور اس کے بعد "در جواب آں" کا سلسلہ بھی بہت اچھا لگتا ہے۔ جن بہنوں کے خطوط وغیرہ شائع نہیں ہو پاتے ان کو یہاں جگہ ضرور ملتی ہے۔

۶۔ آنچل سے بہت پرانا ساتھ ہے، پہلے خاموش قاری کا، پھر رائٹر کا۔ اس کے مطالعے نے بہت کچھ دیا۔ یہ وہ پلیٹ فارم ہے جہاں سے میں نے محبت، خلوص، ناموری، بلند مقام اور شہرت حاصل کی۔ آنچل نے بہت پرخلوص سہیلیاں دیں، قارئین کی محبت دی اور زندگی میں وہ مقام بھی آیا جب لگا کہ اب نہیں لکھ پاؤں گی مگر قارئین کی محبتوں اور طاہر بھائی کے خلوص نے پھر لکھنے پر اکسایا۔ یہ سب آنچل کی بدولت ہی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ آنچل کو اسی طرح شاد و آباد رکھے۔ آمین

فرحانہ ناز ملک...... ڈیرہ غازی خان

سب سے پہلے تمام قارئین کی خدمت میں السلام علیکم! بعد ازاں آنچل اور اس سے متعلق ہر ایک فرد کو سالگرہ مبارک۔ اللہ پاک آنچل کو مزید ترقی دیکھنا نصیب کرے آمین اور اب آنچل کے اس سوالنامہ کی طرف کہ جس کے جوابات دینے کے لیے جب مجھے کہا گیا تو میں نے بنا سوچ بچار کے کواڑ کھولے فی الفور ہاں کر دی اور اب قلم کاغذ ہاتھ میں لیے کیا لکھوں اور کہاں سے لکھوں پر اٹکی ہوئی ہوں کہ اس قسم کے سوالناموں پر سر دھنے عرصہ ہو گیا۔

چلیے ہمت مرداں...... نہیں سوری ہمت عورتاں بلکہ یہ بھی نہیں ہونا چاہیے ہمت ادباء اور مدد خدا۔

۱۔ Robbins کا کہا سر آنکھوں پر واقعی خواہشیں شیطان کی آنت جیسی ہوتی ہیں اور ہمارے والے نے بھی غلط نہیں کہا "ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے" کے مصداق ہماری تو چھوٹی سے چھوٹی خواہش بھی چاند تاروں کے دیس کی سیر کرآنے سے کم نہیں سوچنے بڑی کا سہرا کہاں جاملتا ہوگا۔ بات کرتے ہیں آنچل کی تو اس حوالہ سے میری ایک منہ زور سی خواہش ہے جس کی تکمیل کے لیے مجھے ایڈیٹر کا تعاون درکار ہوگا ہو سکتا ہے عنقریب یہ خواہش خواہش نہ رہے اور حقیقت بن جائے۔ آنچل کے حوالہ سے ایک اور خواہش بھی ہے کہ کاش اس کے اسکیچز (جو تحاریر کی ابتداء میں ہوتے ہیں) کسی مصور سے بنائے جائیں اور فائزہ، عمیرہ، آسیہ مرزا اور دیگر بڑی رائٹرز کہ جن کا سفر آنچل سے شروع ہوا ایک بار پھر یہاں نظر آنے لگیں اور...... (میرا خیال ہے زیادہ ہو گئیں اس اور کے بعد فل اسٹاپ)۔

۲۔ جی ہاں آنچل میں میرا ایک ناول چھپ چکا ہے اس کی بڑی کاٹ چھانٹ ہوئی تھی میں نے تب فرحت آراء صاحبہ سے ازراہ مذاق کہا تھا "ہاتھی کو چوہا بنا دیا" یہ جملہ آنچل میں نہیں چھپا لیکن آنچل میں چھپے میرے ناول کی وجہ سے مجھے یاد ہے تو میں نے لکھ دیا اور مجھے فائزہ افتخار کے آنچل میں چھپے ایک ناولٹ کے ڈائیلاگ حرف بہ حرف یاد ہیں وہ ڈائیلاگز مجھے آنچل کے اس سفر کے دور کی یاد دلاتے ہیں جب اس میں چمکنے والے ستارے میرے فیورٹ ہوا کرتے تھے یعنی بڑے بڑے نام......!

۳۔ آنچل میں سب بہت اچھا ہے مجھے اس کی حکمرانی ملی تو میں اس کے صفحات بڑھاؤں گی پرانی رائٹرز کو ڈھونڈ لاؤں گی اور خود کو زیادہ سے زیادہ چھاپوں گی (جو کہ اقتدار کا دستور پلس اصول ہے)۔

۴۔ میں کوئی ایک کتاب بار بار نہیں پڑھتی اس پورا ماہ میں نے مستنصر حسین تارڑ کی تقریباً پانچ کتابیں پڑھیں لیکن ساتھ رکھنے والی کتاب قرآن پاک کے علاوہ اور کوئی نہیں۔

۵۔ مجھے آنچل میں دوست کا پیغام والا سلسلہ بہت پسند ہے اپنی طرز کا انوکھا سلسلہ ہے جو خواتین ڈائجسٹوں میں صرف آنچل میں نظر آتا ہے اور میں اس سلسلے کو ضرور پڑھتی ہوں اگرچہ کوئی بھی پیغام میرے نام نہیں ہوتا اور مجھے وہ سلسلہ بھی پسند تھا جس میں قاری بہنیں رائٹرز سے سوال

پوچھتی تھیں لیکن آج کل یہ نظر نہیں آرہا' شادی کے احوال چھپا کرتے تھے وہ بھی باعث دلچسپی تھے ان پر بھی آج کل کرفیو لگ گیا ہے۔

۶۔ اس کو مذاق نہ سمجھا جائے...... آنچل کی وجہ سے مجھ میں محبت' برداشت اور شفقت جیسے جذبات پروان چڑھتے ہیں وہ ایسے کہ ایک بے چارہ میرا آنچل ہوتا ہے اور وہ پورے محلے میں گھومتا ہے' ایک ایک گھر میں کئی کئی دن تک رہتا ہے۔ میری ہمت' میری برداشت' میرا تحمل اس دوران ایک امتحان سے گزر رہے ہوتے ہیں اور میری امی بھی اسے پڑھنے کے لیے مکمل طور پر مجھ پر انحصار کرتی ہیں یعنی اپنی جیب ڈھیلی نہیں کرتیں چاہے کچھ بھی ہوجائے انہوں نے بھی آنچل مجھ سے مانگ کر پڑھنا ہوتا ہے یوں مذاق کے علاوہ...... ماں سے محبت اور شفقت' محلہ والیوں سے رواداری' برداشت' تحمل جیسی خوبیاں اور اسباق مجھے آنچل کی بدولت ہی سیکھنے کو ملے آہم......

نزہت جبیں ضیاء...... کراچی

۱۔ ہاں جی یہ بات تو سو فیصد صحیح ہے کہ انسان کی خواہشات کبھی بھی ختم نہیں ہوتی' ایک کے بعد دوسری اور انسان ہمیشہ خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہتا ہے آنچل کے لیے میری خواہش ہے کہ کبھی آنچل اپنی رائٹرز بہنوں کو ایک ساتھ جمع کرنے کے لیے کوئی پروگرام ترتیب دے جس میں ہم سب ایک دوسرے سے ملاقات کرسکیں۔

۲۔ جی یہ مصرعہ یاد آتا ہے کہ

گل کتنے کھلے ہیں صحن گلشن میں

۳۔ نہیں میرے خیال میں اس کی ضرورت نہیں ہے' آنچل پرفیکٹ ہے الحمدللہ۔

۴۔ ڈائجسٹ ہی رہتے ہیں میرے ساتھ ویسے مجھے فراز کی کتاب پسند ہے۔

۵۔ ڈش مقابلہ پسند ہے۔

۶۔ ہاں زندگی میں سب ساتھ ساتھ چلتا ہے' غم بھی اور خوشی بھی۔ مجھے آنچل کے توسط سے اچھی فرینڈز ملی ہیں اور مجھے اپنی ساری دوستیں بہت عزیز ہیں' فی امان اللہ۔

ام مریم...... جڑانوالہ

السلام علیکم! اللہ پاک سب کا حامی وناصر ہو آمین۔ سب سے پہلے تو آپ کا بہت شکریہ ناول کی پسندیدگی کے لیے۔ آپ نے اسے قبول کیا محنت وصول ہوئی۔ آپ اسے سمجھ گئے تو لکھنے کا حق ادا ہوجائے گا۔

۱۔ بے شک لامحدود ہوتی ہیں خواہشات۔ میری ایک خواہش اللہ پاک نے پوری کردی' شکر ہے اس پاک ذات کا حکم اذاں چھپ رہا ہے۔ بس قارئین مجھے دعاؤں میں ہمیشہ شامل رکھنا۔

۲۔ سوچنے کے باوجود بھی ایسا تو کوئی مصرعہ یاد نہیں' ہاں مہینے کی آخری تاریخوں میں آنچل کی یاد بہت زیادہ آتی ہے۔

۳۔ میں رفعت ناہید سجاد' سجدہ حبیب اور عزیز آفریدہ سہا کو کال کروں گی اور آنچل کے لیے چراغ آخر شب کے فراق اور عبیر وردی وعدہ اور وفا میں اور دل سودائی جیسے ناول لکھنے کی گزارش کروں گی' کیوں کہ میں سمجھتی ہوں کہ آنچل کو ایسے اعلیٰ قسم کے ناول کی بہت ضرورت ہے۔

۴۔ جی کتابیں تو بہت سی ہیں' ہاں کلام پاک کی بات الگ ہے' اس کی تلاوت سکون دیتی ہے۔ پچھلے دنوں علیم الحق حقی کی عشق کا عین پڑھی اس کے علاوہ اسلام اور روحانیت کے موضوع پر ہر ناول میرا فیورٹ ہے۔

۵۔ آپ مجھے خود پرست نہ سمجھیں تو اپنا ناول پسند ہے یا پھر آئینہ والا سلسلہ' دیگر سلسلے وار ناول کسی بنا پر شروع نہ کرسکی' ہاں مکمل ناول پڑھتی ہوں۔

۶۔ کچھ سلسلے وار ناول ضرور پسند آئے۔ جیسے آسیہ آپی کا کج مینوں مرن دا شوق وی سی' عشنا آپی کا سبکتگین والا ناول' عفت آپی کا محبت دل پہ دستک۔

طلعت نظامی...... کراچی

۱۔ بلاشبہ میں رابنز کے قول سے اتفاق کروں گی کہ انسانی خواہشات لامحدود ہوتی ہیں لیکن خواہشات پر کنٹرول رکھنا اور لاحاصل چیزوں پر صبر کرنا ہی نفس انسانی کی معراج ہے۔ آنچل کے حوالے سے یہی خواہش ہے کہ اس کی کامیابی عروج تک پہنچے۔ یہ پہلے کی طرح ضخیم ہوجائے اور اس میں نامور شخصیات کے انٹرویو کا سلسلہ شروع کیا جائے' شوبز کی خبریں بھی شائع کی جائیں۔

۲۔ آنچل کی یاد اس وقت آئے گی نا جب میں اسے بھول جاؤں گی' بچپن سے ہی میں اس کی رائٹر رہی ہوں اور آج چار بچوں کی ماں ہوں تو کیا یہ بھولنے والی چیز ہے؟

۳۔ مزا آجائے ایک دن کے انتظام میں یہ کرنا چاہوں گی کہ ہمیشہ کے لیے یہ گدی میری ہوجائے۔ خیر یہ رہی مذاق کی بات بہر حال میں اس میں انٹرویو کا سلسلہ شروع کرنا چاہوں گی اور افسانوی ٹائٹل کو اسکیچ کی صورت دوں گی تاکہ ماڈل کی تصویر سے آراستہ کروں گی۔

۴۔ میں ہمیشہ اپنے ساتھ کوئی نہ کوئی کتاب رکھتی ہوں پر مختلف موضوعات کی لیکن مجھے ہمیشہ قرآن پاک کی تفسیر پڑھنا بہت پسند ہے اس لیے فرصت کے لمحات میں قرآنی آیات کی تفسیر پڑھنا بہت پسند کرتی ہوں اس حوالے سے مشتاق انکل نے ایک کتاب معاذ اللہ بھیجی تھی اسے اور کامل نماز بھی اکثر پڑھتی ہوں۔

۵۔ آنچل کا پسندیدہ سلسلہ دانش کدہ اور بیاض دل ہے۔ دانش کدہ اس لیے پسند ہے کہ اس میں مشتاق انکل قرآنی موضوعات کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں اور بیاض دل اس لیے پسند ہے کہ یہ دل کا معاملہ ہے ویسے تو سارے سلسلے پسند ہیں۔

۶۔ جی بالکل دانش کدہ پڑھ کر بہت اچھا اور بہت سکون محسوس ہوتا ہے۔ بہت سی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے اور جب ذہن ودل کے دریچے کھلتے ہیں اور اشرف المخلوقات ہونے پر فخر محسوس ہوتا ہے' کیا یہ تبدیلی نہیں؟

سباس گل...... رحیم یار خان

سب سے پہلے تو آنچل کے تمام ایڈیٹرز' رائٹرز اور ریڈرز کو آنچل کی سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔

۱۔ جناب رابنز صاحب کا کہنا بجا ہے کہ خواہشات لامحدود ہوتی ہیں اور مسٹر رابنز ہی کیا مرزا غالب بھی برسوں پہلے کہہ گئے ہیں کہ

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے میرے ارماں لیکن پھر بھی کم نکلے

تو صاحب! آنچل کے حوالے سے تو ایک ہی خواہش ہے کہ ہمارا سلسلے وار ناول آنچل کے صفحات کی زینت بن جائے اور ہمیں امید ہے کہ ان شاء اللہ آپ سب کی دعاؤں اور محبتوں کے طفیل ہماری اس خواہش کی تکمیل جلد ہوگی اور آپ آنچل میں ہمارا سلسلے وار ناول پڑھ سکیں گے۔

۲۔ آنچل میں چھپاتی ہے حیا' حسن و ادا وہ
آنچل میں چھپا ہے کسی زیست کا پیکر

یہ شعر ہمیں آنچل کی یاد دلاتا ہے کیونکہ اس میں آنچل کا ذکر بھی ہے اور آنچل میں مسکراتی حیا' حسن وادا اور زیست و ذات کی کہانیاں بھی اس کی زینت بنتی ہیں' کیوں صحیح کہا نا ہم نے؟

۳۔ ایک دن کے لیے بس...... ہاہاہا...... ارے نہیں بھئی آنچل کا انتظام اس وقت بہت اچھے ہاتھوں میں ہے اور اللہ اس کے منتظمین کو سدا تندرست اور سلامت رکھے' آمین پھر بھی اگر ایک تبدیلی کرنا ہو تو...... ہم تبدیلی تو نہیں کریں گے بلکہ بیاض دل کے سلسلے میں بہترین شعر پر قارئین کو ہر ماہ کتاب کا انعام دینے کا سلسلہ شروع کریں گے اور تبدیلی ہم سے پوچھئے کی جگہ کوئی ایسا سلسلہ شروع کریں گے جس میں ہر ماہ ایک موضوع پر قارئین کو اظہار خیال کا موقع دیا جائے گا اور بہترین آراء کو شائع کیا جائے گا' کیسا ہے؟

۴۔ کوئی خاص کتاب نہیں ہے۔ جو بات' جو شعر' جو اقوال زریں اچھے لگیں ہم لکھ لیتے ہیں اس طرح ہماری اپنی ایک الگ کتاب بن گئی ہے جسے ہم فرصت میں پڑھتے ہیں اور ہر رنگ کی تحریر پڑھنے کو مل جاتی ہے' پڑھنے کا جنون بھی اتنا تھا کہ سودا سلف کے ساتھ آنے والے اخبارات کے ٹکڑے' پھلوں کی پیٹیوں میں پھلوں پر لپٹے اخبار تک ہم اتار کر پڑھ ڈالتے تھے۔ اچھی بات کہیں سے بھی ملے' سیکھ لو' علم جہاں سے ملے حاصل کرو۔ بہشتی زیور' نہج البلاغہ حرف حرف حقیقت ہو' سباس گل کی حرف گل وقتاً فوقتاً نگاہ کو سیر اور دماغ کو تازہ کرتی رہتی ہیں۔ اب کم پڑھتے ہیں مگر اچھا پڑھتے ہیں' سو دوستو! اچھا پڑھیے اچھا سوچیے' اچھا عمل کیجیے تاکہ دوسرے آپ کے لیے سب اچھا سنیں' اچھا بولیں اور اچھا سمجھیں آپ کو۔

۵۔ پسندیدہ سلسلہ ہے آئینہ اور دوست کا پیغام آئے' کیوں؟ وہ اس لیے کہ ان سلسلوں میں ہم رائٹرز کو اپنی تحریروں کے حوالے سے قارئین کی آراء' پسندیدگی' تنقید' تعریف اور تبصروں سے آگہی حاصل ہوتی ہے۔ ایک رائٹر کے لیے اپنے ریڈر کی رائے بہت اہم ہوتی ہے' لہٰذا ہمیں یہ سلسلے اپنی اسی خوبی کی وجہ سے پسند ہیں۔

۶۔ جی ہاں' زندگی ایسی ہی ہے' کبھی خوشی کبھی غم کی تصویر' کچھ بھی ہو' کیسے بھی حالات ہوں امید کی لو بجھنے نہ دیں۔ ہر

انسان میں ایسا لمحہ ضرور آتا ہے کہ جب اسے لگتا ہے کہ سب ختم ہوگیا۔ جینے کے لیے کچھ باقی نہیں بچا لیکن ایسا نہیں ہوتا جب تک سانس ہے تب تک آس ہے۔ بس امید کو ٹوٹنے نہ دیں آس کا دیا بجھنے نہ دیجیے اور جس انسان کا یقین اللہ پر ہو وہ انسان کبھی ناامید نہیں ہوتا۔ ہم نے بھی آنچل کے تیرہ برس کے ساتھ میں یہی سیکھا ہے کہ

پیوست رہ شجر سے امیدِ بہار رکھ

سوا چھے قارئین! آپ بھی اپنی امید کی شاخیں ہری رکھیں ان شاء اللہ ایک دن بہار ضرور آئے گی خوش رکھیے اور خوش رہیے۔ زندگی چار دن کی ہے دو دن دوسروں کی خوشی کے لیے کچھ کرکے جی کے دیکھیے اپنوں کی خوشی اپنے آپ آپ کے دروازے پر پہنچ جائے گی ان شاء اللہ۔

ناھید چوھدری...... کراچی

السلام علیکم! میں یعنی ناہید چوہدری نے پہلی بار شرکت کی ہے آپ لوگوں کو آنچل کی 35 ویں سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ اپنی دوست لیقہ بیگ کے اصرار پر اپنی تحریر بھیجی تھی جسے آپ نے اپنے میگزین میں جگہ دی اس کے لیے آپ کی مشکور ہوں بہت بہت شکریہ۔ اللہ تعالیٰ آنچل کو مزید ترقی عطا فرمائے آمین۔ اگر آنچل کا تعاون رہا تو مزید تحریریں آنچل کی نذر کروں گی ان شاء اللہ۔

ا۔ ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پر دم نکلے۔ اللہ تعالیٰ لامحدود سلسلے سے بچائے۔

۲۔ میں نے آنچل کا مطالعہ بہت کیا ہے خاص طور پر یہ سلمٰی کنول جیسی عظیم رائٹر کو بہت شوق سے پڑھا ہے اور بار باران کی تحریر پڑھتی ہوں۔

۳۔ آنچل ماشاء اللہ بہترین راستے پر جارہا ہے نئے اور میرے جیسی اناڑی بھلا کیا تبدیلی کرسکیں گی۔

۴۔ مطالعہ میرا ایسا شوق ہے جسے اس وقت شروع کیا تھا جب اردو پڑھنے کی سوجھ بوجھ حاصل ہوئی تھی مطالعہ میری روح کی غذا ہے۔ سلمٰی کنول شفیق الرحمن کرنل محمد خان ان سب کی تحریروں کو کئی سو بار پڑھا ہے اور پڑھتی ہی رہوں گی۔

۵۔ سارے سلسلے ہی بہترین ہیں۔

۶۔ اس سوال کے جواب میں صرف یہ کہوں گی کہ کوئی بھی رائٹر اپنی تحریر میں کوئی نہ کوئی میسج لے کر آتا ہے اور آنچل کے تمام لکھاری بہت اچھا لکھتے ہیں ہر کہانی سبق آموز ہوتی ہے اور میں نے ایسی بہت سی کہانیاں پڑھی ہیں جن سے کچھ نہ کچھ ضرور سیکھا ہے کسی ایک کہانی یا رائٹر کا نام لینا مشکل ہے۔ بہرحال آنچل ایک بہترین ڈائجسٹ ہے خواتین کے لیے شائع ہونے والے پرچوں میں نمایاں ہے اس لیے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آنچل دن رات ترقی حاصل کرے آمین۔ ادارے اور مجھ سمیت اس کے قارئین کو سالگرہ مبارک اللہ حافظ۔

عالیہ حرا...... کراچی

محترمہ قیصر آرا' جناب مشتاق احمد قریشی اور طاہر احمد قریشی سمیت تمام آنچل اسٹاف ممبران رائٹرز قارئین اور آنچل سے تمام دوست احباب کو عالیہ حرا کا محبت بھرا اسلام۔ سالگرہ کی بہت بہت مبارک باد اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ تمام رائٹرز کا آمین۔

ا۔ انسانی خواہشات کی حقیقت میں کوئی حد نہیں ہوتی ایک کے بعد دوسری انسان کا دامن پکڑے رہتی ہے آنچل کے حوالے ہمیشہ سے میری یہ خواہش رہی ہے کہ میرا قلمی سفر آنچل سے جڑا رہے مگر ہائے ری مصروفیات زندگی جو ہمیشہ دیر کروادیتی ہے اور وعدہ وفا نہیں ہو پاتا۔

۲۔ میری ڈائری میں اسلامی معلومات کا ذخیرہ ہے جو کہ میں نے آنچل سے جمع کی ہیں وہ اکثر پڑھتی ہوں تو آنچل یاد آتا ہے۔

تمہاری یاد کی خوشبو میرے دامن سے لپٹی ہے
بڑا اچھا سا لگتا ہے تمہیں ہی سوچتے رہنا

۳۔ آنچل میں جب بھی کوئی تبدیلی ہوتی ہے نیا سلسلہ شروع ہوتا ہے تو مجھے بہت پسند آتا ہے لیکن خیر جب انتظام مجھے سونپ ہی دیا گیا ہے تو میں کوئی تبدیلی کرنے کی جسارت تو نہیں کروں گی بلکہ قیصر آرا سے مشورہ کروں گی کیوں قیصر باجی اس ماہ مدیر اعلیٰ کا خصوصی انٹرویو نہیں کیا جائے مدیر خصوصی کے ساتھ مل کر۔

۴۔ مطالعہ ہمارے ذوق کا آئینہ دار ہے اور میرا بہترین مشغلہ میں نے اپنی زندگی میں بہترین سے لے کر بہتر تک کے تمام رائٹرز کو پڑھتی ہوں خلیل جبران بانو قدسیہ اشفاق احمد سفر نامے وغیرہ۔ ایک زمانے میں خلیل جبران کی کتابیں ساتھ رکھتی تھی پھر مستنصر حسین تارڑ کے سفر نامے آج کل مصروفیت زیادہ ہے تو کتابیں صرف جمع ہورہی ہیں۔ اگلے سال پڑھنے کے لیے فرصت کے لمحات میں اسلامی کتب کا مطالعہ ہوتا ہے۔

۵۔ مجھے آنچل کے تمام سلسلے اچھے لگتے ہیں ہر سلسلہ مکمل و دلچسپ اور معلوماتی ہوتا ہے۔ چند سال پہلے بیوٹی گائیڈ کو سب سے پہلے پڑھتی تھی آج کل یادگار لمحے سب سے پہلے پڑھتی ہوں کیونکہ یہ ایک مکمل اور معلوماتی حصہ ہے اکثر میری تحریروں کا حصہ بنتے ہیں۔

۶۔ آنچل کے مطالعہ سے میری سوچ میں نکھار اور آگہی آگئی ہے مطالعہ کوئی بھی ہو دل سے کرتی ہوں۔ لوگوں کے رویئے لہجے اخلاق اور سلوک سے بہت کچھ سیکھتی ہوں اور اپنی تحریروں کے ذریعہ کوشش کرتی ہوں کہ اپنی قارئین کی سوچوں کو پختگی اور آگہی دوں خاص طور پر ان کم عمر لڑکیوں کو جنہوں نے ابھی آنچل کا مطالعہ شروع کیا ہے سیکھنے کی عمر تو ساری عمر رہتی ہے آنچل کے لیے ایک شعر......

جن سے مل کر زندگی سے عشق ہوجائے وہ لوگ
آپ نے شاید نہ دیکھے ہوں مگر ایسے بھی ہیں

ضوباریہ ساحر...... پشین

ا۔ یہ ایک واضح حقیقت ہے جس سے انکار ممکن نہیں کہ انسانی خواہشات لامحدود ہوتی ہیں انسان فطری طور پر غیر مطمئن واقع ہوا ہے ایک خواہش پوری ہوئی تو دوسری کے پیچھے سرگرداں ہوجاتا ہے اگر اسے مثبت نظر سے دیکھا جائے تو دنیا میں بڑھتی ہوئی ترقی انہی لامحدود خواہشات کا ہی شاخسانہ ہے لیکن دوسری طرف ان خواہشات میں گھر کر انسان نے خود اپنی ذات کو بے تحاشا مسائل کا شکار کرلیا ہے۔ آنچل کے حوالے سے ایک دیرینہ خواہش ہے کہ قسط وار ناول تحریر کروں مگر اپنی بے تحاشا مصروفیات کے باعث اس خواہش کو تکمیل تک پہنچانے سے فی الحال قاصر ہوں۔

۲۔ غم کے سانچے میں ڈھل سکو تو چلو
تم میرے ساتھ چل سکو تو چلو
دور تک تیرگی میں چلنا ہے
صورتِ شمع جل سکو تو چلو

آنچل کا اور میرا ساتھ ایسا ہی ہے جیسے راہ گیر کا راستے سے شمع کا اجالے سے اور درد کا دل سے...... سو کوئی ایک مصرعہ نہیں اکثر بہت سی روزمرہ زندگی کی صورتیں آنچل کی یاد دلا دیتی ہیں۔

۳۔ خاصا مشکل سوال ہے میرا خیال ہے جس کا کام اسی کو ساجھے آنچل کے منتظمین کی بے انتہا محبت نے آنچل کو ملک کے صفِ اول کے ڈائجسٹ کی قطار میں لا کھڑا کیا ہے اور یقینی طور پر ہر ایک اپنی اپنی جگہ بہت اچھا کام کررہا ہے یوں بھی راز کی ایک بات بتاؤں یہ انتظام و انصرام کم سے کم اپنی ہمت سے باہر کا کام ہے آہم۔

۴۔ بالکل مطالعہ انسان کے ذوق کا آئینہ دار بھی ہے اور اس کی شخصیت کی گرومنگ بھی کرتا ہے ایسی کوئی ایک کتاب نہیں مختلف ادوار میں مختلف کتابوں کا انتخاب رہا ہے۔ عشق کا عین (علم الحق حقی) نے بہت متاثر کیا اور کئی بار یہ ناول پڑھا اس کے علاوہ محسن نقوی کی تمام کتابیں ان کا ہر شعر یوں دل میں گھر کر جاتا ہے کہ جیسے حقیقی معنوں میں انہیں دلوں پر گزرنے والی وارداتوں کی آگہی تھی۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ انہوں نے جن تشبیہات و استعارات اور الفاظ کو اپنی شاعری کی زینت بنایا محدودے چند شعراء ہی ان کے برابر پہنچ سکے ہوں گے۔

۵۔ تمام مستقل سلسلے بہت خوب ہیں مگر دانش کدہ کے تو کیا ہی کہنے ہیں آیات کی اتنی جامع اور آسان فہم تفسیر اور معاملات پر اتنی خوب صورت گفتگو میرے نزدیک کمال کی بات ہے ویسے بھی اس نفسا نفسی کے دور میں ہم لوگ مذہب سے بہت دور ہوچکے ہیں ایسی صورت میں ہمارے باعلم بزرگ حضرات و خواتین اگر اس طرح دین کو عام انداز میں ہم لوگوں تک پہنچائیں تو یقیناً یہ قلمی جہاد ہوگا بہت سے لوگوں کی زندگیاں سنور جائیں گی اور اسی وجہ سے یہ سلسلہ مجھے بے حد پسند ہے۔

۶۔ یوں تو آنچل کے تمام ہی سلسلے بے حد خوب صورت اور بامقصد ہیں لیکن میں ذاتی طور پر روحانی مسائل کے حوالے سے بات کرنا چاہوں گی کہ میں نے خود اس سلسلے سے رہنمائی حاصل کی اور اطمینانِ قلب حاصل ہوا۔

آخر میں آنچل اور ادارے کے تمام منتظمین کے لیے ڈھیروں دعائیں اور قارئین سے ڈھیروں پیار اور تنقید و تعریف کی آرزو کے ساتھ اجازت چاہوں گی فی امان اللہ۔

سویرا فلک...... کراچی

سب سے پہلے تو پیارے آنچل کو سالگرہ بہت بہت

مبارک ہو دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو یونہی ترقی کی راہوں پر گامزن رکھے آمین۔

۱۔ جناب اس بارے میں تو شک و شبہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں نکلتی کیوں کہ کیا آپ نے نہیں سنا ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پر دم نکلے۔ آنچل کے حوالے سے ہماری اک ہی آرزو تھی کہ ہمارا شمار بھی آنچل کی معیاری رائٹرز میں ہو تو بفضلِ خدا ہماری تمنا پوری ہو چکی۔

۲۔ فی الوقت تو ایسا کوئی مصرعہ یاد نہیں۔

۳۔ کیا دلچسپ سوال کر ڈالا آپ نے' موقع دے کر تو دیکھیے آہم...... شادی سے پہلے ہم خود بھی ایک میگزین کے ایڈیٹر رہ چکے ہیں تو آئیڈیاز کی تو بھرمار ہے مگر راز کی باتیں سب کو تھوڑی بتائی جاتی ہیں' ہاہاہا...... خیر ایک دن اور ایک تبدیلی کی بات ہے تو ہم یادگار لمحے اور غزلوں نظموں کے سیکشن......

۴۔ ڈیل کنگنی میرے پسندیدہ مصنفوں میں سے ایک ہیں' ان کی کئی کتابیں میرے پاس ہیں جن کو میں بار بار پڑھ چکی ہوں اور فرصت ملنے پر آج بھی میرا پہلا انتخاب یہی کتابیں ہوتی ہیں ان کو پڑھ کر مجھے ہر بار اپنے ایک نئی توانائی محسوس ہوتی ہے۔

۵۔ یادگار لمحے پسندیدہ سلسلہ ہے' کیوں کہ اس میں ہر چیز مل جاتی ہے' اقوال' ٹوٹکے' لطیفے' نظم۔

۶۔ آنچل کی تمام تحریریں ہی بامقصد ہوتی ہیں' ہر تحریر قاری کی اصلاح کا کام کرتی ہے' ہر اسٹار سے کچھ نہ کچھ سیکھنے کو ملتا ہے' ہر سطر سوچ کو روشن کر دیتا ہے۔

سلمیٰ فہیم گل...... لاہور

سب سے پہلے تو سب کو آنچل کی سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔

۱۔ مجھے رائٹرز کی بات سے اتفاق ہے انسانی خواہشات حقیقتاً لامحدود ہیں مگر صرف اس انسان کے لیے جو خواہشات کے پیچھے بھاگتا ہے جب ایک خواہش پوری ہوتی ہے تو اور آگے اور آگے کی تگ و دو میں لگ جاتا ہے۔ آنچل کے حوالے سے میری یہی خواہش ہے کہ جس کی تکمیل میری اولین ترجیح ہے وہ یہ کہ لوگ اس کا مطالعہ کریں' اسے محض تفریح کا ذریعہ نہ سمجھیں بلکہ اس کے اندر چھپے ہوئے سبق کو سمجھیں اور اپنی زندگی کو نئے موڑ پر لے کر چلیں۔ جو لوگ اپنی زندگی کو بے مصرف کاموں میں ضائع کر رہے ہیں وہ بامقصد زندگی گزاریں' یہی میرا پیغام بھی ہے جہاں تک پہنچے۔

۲۔ اس سوال پر تو میرے منہ سے بے ساختہ (آہ کوئی ایک مصرعہ) نکلا تھا جس کے ہاتھ میں ہمہ وقت آنچل رہتا ہوا سے یاد کرنے کے لیے کسی مصرعے کی کیا ضرورت ہے؟ بس اتنا سمجھ لیجیے کہ اگر آنچل ہے تو میں ہوں آنچل تو میرے لیے ایسا ہے گویا......

میرے لفظوں کو جو زباں ملی
تیری دین ہے اے زندگی

۳۔ خاصا دلچسپ اور مشکل سوال ہے یہ' اگر مجھے ایک دن کے لیے آنچل کا منتظم بنا دیا جائے تو میں محض سوچنے میں ہی پورا دن صرف کر دوں' وہ کہتے ہیں ناں کہ جس کا کام اسی کو ساجھے...... تو جناب اس کی باگ ڈور جن ہاتھوں میں ہے وہی اسے بخوبی انجام دے سکتے ہیں ہم تو ہاتھ جھاڑ رہے ہیں۔

۴۔ جی ہاں' صحیح کہا آپ نے' مطالعہ ہمارے ذوق کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ کوئی ایک نہیں بہت سی کتابیں ہیں' جو ہمہ وقت میرے پاس میرے ساتھ رہتی ہیں کتابیں میری ساتھی ہیں اور مطالعہ میرا دوست' ہم تو جناب طفلِ مکتب ہیں نہ تو ہماری پیاس بجھنے والی ہے اور نہ ہم بجھنے دیں گے۔

۵۔ یوں تو آنچل کے سبھی مستقل سلسلے میرے پسندیدہ ہیں مگر در جواب آں' دانش کدہ اور آئینہ میرے پسندیدہ سلسلے ہیں۔ در جواب آں کو پڑھ کر میں مطمئن ہوتی ہوں' دانش کدہ کو پڑھ کر زندگی بے مقصد سے بامقصد کی طرف رجوع کا سوچتے ہوئے کچھ اچھا کی جانب بڑھ جاتی ہے اور آئینہ میں اپنا آپ بہت صاف اور واضح دکھائی دیتا ہے۔ علم ہوتا ہے ہم کتنے پانی میں ہیں' کہاں احتیاط سے پاؤں رکھنا ہے اور کہاں تیرنے کی کوشش کرنی ہے' کیا سمجھے؟

۶۔ تجربات اور مشاہدات ہی تو زندگی کا حاصل ہیں ورنہ زندگی ایک ہی ڈگر پر چلتی چلی جائے' خیر آنچل کے مطالعے سے حقیقتاً ایسے مرحلے میں سبق ملا جب میں بہت مایوس تھی' خود سے۔ اپنے اردگرد کے لوگوں سے' اپنی زندگی سے' تب مجھے لگا گویا اندھیرے میں کوئی روشنی کی کرن نظر آئی ہو' جیسے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا مل گیا ہو' زندگی نے اردگرد کے ماحول

نے ڈپلومیسی سکھا دی تھی جبکہ آنچل نے...... سمجھ دار ہیں سمجھ جائیے۔ ہاہا...... بہت مشکل تھا سوالات کے جوابات لکھنا مگر لکھ ڈالے' آنچل کو آنچل کی سالگرہ مبارک' ڈھیروں دعاؤں کے ساتھ۔ جیو ہزاروں سال' اجازت' اللہ حافظ۔

صائمہ قریشی...... آکسفورڈ

۱۔ ہزاروں خواہشیں' خواہشات کے حوالے سے تو ہزاروں' لاکھوں' کروڑوں بار پڑھا ہوا جملہ ہی ذہن میں آتا ہے اور وہی دہرایا جاتا ہے۔ اگر یہ سوال میری خواہشات کے حوالے سے ہوتا ناں تو صائمہ قریشی تو صفحے کالے کر کے بھیجتی (ہاہاہا) آزمائش شرط ہے مگر ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پر دم نکلے۔ تو بات ہو رہی تھی آنچل کے حوالے سے خواہش کی' کبھی کبھی یہ خواہش دل میں پھڑ پھڑانے لگتی ہے کہ کاش آنچل کے کسی سلسلے...... لیکن ساتھ سمندر پار کی دوری نے میری اس خواہش پر "دم نکلے" والے جملے کی ذمہ داری صائمہ قریشی کے ناتواں کندھوں پر ڈال دی ہے۔ اس کے علاوہ آنچل کے حوالے سے یہ صابر بندی کسی خواہش کی متمنی نہیں۔

۲۔ میں جب جب اپنا سرخ آنچل لہراتی ہوں مجھے اپنے اس آنچل کی یاد آتی ہے۔

۳۔ پچھلے کچھ سالوں سے بہت سی نئی نئی تبدیلیاں آئی ہیں جو بہت خوشگوار اور تسلی بخش ہیں اگر میرے ہاتھوں میں آنچل کی باگ ڈور دی جائے تو میرے خیال میں میں کوئی خاص تبدیلی نہیں لاؤں گی۔ تبدیلی کے لیے ایک دن کافی نہیں ہوتا اس کے لیے تو کبھی کبھی 65 سال بھی کم پڑ جاتے ہیں پھر بھی اگر آپ مجھے آنچل کا ایک دن کا انتظام سونپنے کے لیے بضد ہیں تو میں اپنے ناولز کی فائل کو سب سے اوپر رکھوں گی' ساتھ کلیئر انسٹرکشن کے ان ناولز کو پبلش کرنے سے پہلے کوئی اور ناول پبلش ہوا تو آنچل پر مقدمہ درج کر دیا جائے گا (ہاہاہا) تو مائی ڈیئر آنچل میں کب آؤں اپنا ایک دن کا انتظام سنبھالنے؟

۴۔ ہائے' دل ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن' سارا فساد تو اس فرصت نے ہی ڈالا ہوا ہے' اتنی فرصت ہوتی تو میں اپنے ابو کے ریگولر مطالعے کے شوق و ذوق کو اپنا سکتی (جس کا نوٹ پیڈ میری اوٹ پٹانگ رائٹنگ اور میری امی کی کہاوتوں سے بھرا پڑا ہے)۔

۵۔ آنچل سارے کا سارا ہی بے حد پسند ہے اور اس کی وجہ آنچل کی حوصلہ افزائی اور ویسے تو سبھی سلسلے بہترین ہیں لیکن مجھے در جواب آں بہت پسند ہے' بہت مزا آتا ہے قیصر بجو کے کھٹے میٹھے جوابات پڑھتے ہوئے۔ اس کے علاوہ آئینہ بہت اچھا لگتا ہے' سب بہنوں کے تبصرے' اپنی رائے' نئے نئے مشورے سب بہت اچھا ہے۔

۶۔ ہمیشہ کوشش کی ہے کہ کوئی بھی اچھی بات پڑھوں یا سنوں تو اس کو اپنا سکوں۔ آنچل میں بہت کچھ ایسا پڑھا جس نے اچھائی کے راستے پر گامزن رہنے میں مدد کی ہے۔ ہمارے آنچل کی سالگرہ کے موقع پر بس یہی دعا ہے کہ اللہ پاک آنچل کو دن بدن یوں ہی ترقی کی راہ پر گامزن رکھے۔ آخر میں آپ سب کو آنچل کی ترقی کا ایک اور کامیاب سال مبارک ہو۔

رشک حبیبہ...... کراچی

۱۔ میں رائٹرز سے اتفاق کرتی ہوں خواہشات واقعی لامحدود ہوتی ہیں اور ان کی افزائش کو صبر اور تقویٰ سے قابو میں رکھا جا سکتا ہے مگر سچ تو یہ ہے کہ بقول شاعر:

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے میرے ارماں لیکن پھر بھی کم نکلے

اسی شعر کے ساتھ ایک اور شعر یاد آ گیا یہ شعر اس وقت میری نظر سے گزرا تھا جب شاعر و اشعار کے اصل معنی سے بھی ناواقف ہوں گی پھر بھی نجانے کیا بات تھی ان اشعار میں جو اتنے دنوں بعد اس سوال پر ذہن کی دیواروں سے ٹکرانے لگا' ملاحظہ ہو:

خواہشوں کے بھی تو معیار ہوا کرتے ہیں
کیسی خواہش ہے کہ مٹھی میں سمندر ہوتا

آنچل کے حوالے سے خواہشات بھی بہت بڑی بڑی ہیں' توقعات بھی بہت خوش آئند اور زود آور ہیں۔ اللہ نے چاہا تو ضرور میں اپنی خواہشات ضرور پوری کرلوں گی۔ میں آنچل ٹیم کے ساتھ کام کرنا چاہتی ہوں' Indoor تو کرتی ہوں آنچل کے ممبران کے ساتھ رہ کے ان کے تجربات' ان کے نظریات اور ان کی صلاحیتوں سے سیکھنا چاہتی ہوں۔ دوسرا یہ کہ میں آنچل کے لیے سلسلہ وار طویل ناول لکھنا چاہتی ہوں' تیسرا یہ کہ میں قیصر آپا سے ملاقات کرنا چاہتی ہوں' وغیرہ وغیرہ۔

۲۔ جب آنچل میرے ہاتھ میں آتا ہے تو صفحات پلٹتی جاتی ہوں، ناولز افسانے سب محض ورق گردانی کر کے دیکھتی ہوں کہ کس ناولز یا افسانے پر میری نظر ٹھہرتی ہے، کس پر میں ٹھٹک کر رک جاؤں اور پڑھنا شروع کروں اس وقت میری زبان پر ایک شعر مچل رہا ہوتا ہے

ہے آرزو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں
اب ٹھہرتی ہے دیکھئے جا کر نظر کہاں

۳۔ ویسے تو مجھے رسالہ ایسے بھی پسند ہے مگر ایک چیز جو میں چاہتی ہوں کہ اس میں مستقل سلسلوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی ہے اور ناولز افسانے وغیرہ کے لیے بہت کم جگہ رہتی ہے۔ میری خواہش ہے کہ میں ناولز وغیرہ کی تعداد بڑھادوں کیونکہ ناولز کے سبق آموز مواد سے ہی ایک ادبی رسالہ کے کام کو بہتر انداز میں قارئین تک پہنچایا جاسکتا ہے۔

۴۔ میں ویسے تو کتابیں بہت پڑھتی ہوں، باقاعدہ اچھی کتابیں جمع کرنے کا شوق ہے ہر مہینے دو تین کتابیں خرید لیتی ہوں اور کتاب کو ایک مرتبہ پڑھ کے چھوڑتی نہیں بلکہ بار بار مطالعہ کرتی رہتی ہوں۔ ہر طرح کی کتاب، ڈائجسٹ شاعری کی کتاب اقبال اور غالب...... غالب کا دیوان بہت پڑھتی ہوں، اکثر وہ میرے ہینڈ بیگ میں ہوتا ہے اس کے علاوہ ناولز بھی بہت سے جمع شدہ ہیں۔ آج کل "آگ کا دریا" زیر مطالعہ ہے، بہت دقت ہو رہی ہے اسے سمجھنے میں مگر میں نے بھی اس کو گھول کے پی نہ لیا تو...... آہم آہم! وہی کتاب ہوتی ہے میرے ساتھ آج کل اکثر......!

۵۔ در جواب آں اور غزلیں نظمیں مجھے بہت پسند ہے، جب آنچل میرے ہاتھ میں آتا ہے تو فہرست کے بعد پہلے یہ دونوں سلسلے پڑھتی ہوں۔

۶۔ آنچل کے بہت سے ناولز، افسانوں میں سبق آموز باتیں ہوتی ہیں، مجھے آنچل کے مضامین و ناولز وغیرہ سے ہمیشہ رہنمائی ملی۔ میری دعا ہے کہ یہ میری طرح اور لوگوں کو بھی اپنی چمکیلی شفاف روشنی سے مستفید کرے اور کرتا ہی رہے گا ان شاء اللہ آمین، نیک و پرخلوص دعائیں اس آنچل کے لیے۔

سمیرا غزل صدیقی...... کراچی

ا۔ میں اس بات سے اتفاق کرتی ہوں کہ بلاشبہ رانز نے انسانی خواہشات کا درست تجزیہ پیش کیا ہے، ہماری ایک خواہش پوری ہوتی نہیں کہ دوسری کا خیال فوراً دل میں آجاتا ہے اور اسی خواہشات کی ہوس نے ہمارے معاشرے میں نہ صرف تفریق پیدا کی ہے بلکہ کئی جرائم کو بھی جنم دیا ہے رہی بات آنچل کے حوالے سے ایک خواہش کی تو ماشاء اللہ آنچل ایک مکمل ادبی جریدہ ہے اور اس نے بنا کہے ہی تمام خواہشات پوری کی ہیں پھر بھی اک موہوم سی خواہش ہے کہ محترم جناب مشتاق احمد قریشی صاحب کا انٹرویو پڑھنا چاہوں گی کہ کس طرح انہوں نے آنچل کو بلندیوں تک پہنچایا، ان کی زبانی آنچل کا سفر پڑھنا تمام قارئین کے لیے بڑا ہی اچھا اتفاق ہوگا۔

۲۔ آنچل کے مطالعے سے ہمیشہ میرے دل میں عصمت و وقار کا ہی خیال آتا ہے اسی کے حوالے سے اپنا ایک ذاتی شعر عرض ہے

ذہن و جدان کا درخشاں ستارہ ہو تم
قلب و روح کی عصمت کا اشارہ ہو تم
دیتے ہو جلا گمراہی کے پیروکاروں کو
روشنی کا اک دیا، نور کا روشن نظارہ ہو تم

۳۔ شعراء کرام کا انٹرویو پڑھنا چاہوں گی میں چاہتی ہوں کہ یہ سلسلہ دوبارہ شروع ہوجائے۔

۴۔ قرآن پاک کا مطالعہ میری اولین ترجیح ہے اسی سے زندگی کے نشیب و فراز سیکھے ہیں اور جب بھی وقت ملتا ہے اس کا مطالعہ کرتی ہوں۔

۵۔ میرا سب سے پسندیدہ سلسلہ ہم سے پوچھیے ہے، افراتفری و خون خرابے کے اس دور میں مزاح سے بھرپور یہ سلسلہ ہمارے اذہانوں پر اک خوشگوار تاثر چھوڑ جاتا ہے۔

۶۔ بالکل زندگی ہی وہ درسگاہ جو ہمیں بڑے بڑے سبق سکھا جاتی ہے آنچل کے مطالعے سے میں نے یہی سبق سیکھا ہے کہ کبھی بھی ناکامی کے خوف سے آگے بڑھنا نہیں چھوڑنا چاہیے بلکہ دیدہ دلیری سے مصائب کا سامنا کرنا چاہیے۔ اب اجازت دیجیے دوستوں جوابات بہت طویل ہوگئے ہیں، دعاؤں میں یاد رکھیے گا اللہ حافظ۔

(جاری ہے)

رفاقتوں کے دیا

نگہت عبداللہ

پتھر ہے، مگر برف کے گالوں کی طرح ہے
وہ شخص اندھیروں میں اجالوں کی طرح ہے
الجھا ہوا ایسا کہ کبھی کھل نہ وہ پائے
سلجھا ہوا ایسا کہ مثالوں کی طرح ہے

اس نے آخری دو پیریڈ مس کر دیے تھے اور جیسے ہی اس کے گھر میں داخل ہوئی زرینہ ہمیشہ کی طرح دوپٹے کا کونا دانتوں میں دبا کر ہنسنے لگی۔ گوکہ اب وہ جان گئی تھی کہ وہ یونہی ہنستی ہے پھر بھی ٹوک دیا۔

"کیوں ہنس رہی ہو؟"

"تم بھائی سے ملنے آئی ہو نا؟" زرینہ نے شرماتے ہوئے کہا تو وہ بے ساختہ مسکرائی۔

"نہیں، تم سے۔"

"سچی......؟"

"مچی......" وہ اس کی نقل اتارتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"اب مچی سچی بتاؤ، تمہارا بھائی کہاں ہے؟"

"اندر......" زرینہ نے کمرے کی طرف اشارہ کیا تو وہ اس کے گال پر چٹکی کاٹ کر اس کمرے کی طرف بڑھنے لگی تھی کہ دوسرے کمرے سے اس کی اماں کو نکلتے دیکھ کر وہ ان کے پاس چلی آئی۔

"السلام علیکم۔"

"وعلیکم السلام، ٹھیک ہو؟" اماں نے جواب کے ساتھ اس کی خیریت پوچھی۔

"جی آپ کیسی ہیں؟"

"شکر ہے، رابیل ادھر اپنے کمرے میں ہے۔" اماں نے بتایا تو وہ کچھ جھجک گئی اور ان سے نظریں چرا کر فوراً اس کے کمرے میں آ گئی۔

"ہیلو۔"

"تم......" وہ قدرے حیران ہوا۔ "یونیورسٹی نہیں گئیں؟"

"گئی تھی، بالکل دل نہیں لگا۔" وہ کندھے سے بیگ اتار کے بے پروائی سے بیڈ پر اچھالتے ہوئے بولی تو وہ قصداً انجان بن کر پوچھنے لگا۔

"کیوں؟"

"تم جو نہیں تھے، یہی سننا چاہتے ہو ناں؟" اس نے کہا تو وہ اسے نظروں کی گرفت میں لیتے ہوئے بولا۔

"صرف یہی نہیں، میں تو اور بھی بہت کچھ سننا چاہتا ہوں۔"

"مثلاً؟" وہ بھی اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگی پھر کھلکھلا کر ہنس پڑی تو وہ نظریں چرا کر بولا۔

"مت ہنسا کرو، مجھے تمہاری ہنسی سے ڈر لگتا ہے۔"

"ہائے نہیں، اتنی خوف ناک ہنسی تو نہیں ہے میری۔"

"خواب ناک تو ہے، میری نیند چرا لیتی ہے۔"

"اچھا؟" وہ چیئر کھینچ کر بیٹھتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"یونیورسٹی کیوں نہیں آئے؟"

"بس صبح سر میں درد تھا، طبیعت بھی کچھ بوجھل ہو رہی تھی، اس لیے چھٹی کر لی۔" اس نے بتایا تو وہ فوراً پوچھنے لگی۔

"اب کیسی طبیعت ہے؟"

"تمہیں دیکھ کر فریش ہو گیا ہوں۔" وہ دلکشی سے مسکرایا۔

"پھر بھی ڈاکٹر کو ضرور دکھا دینا۔"

"اب ضرورت نہیں رہی۔" رابیل نے کہا تب ہی زرینہ دروازے میں آ کر بولی۔

"بھائی، میں نے کھانا لگا دیا ہے۔"

"ہاں چلو۔" وہ اسے دیکھ کر بولا تو اس نے فوراً اٹھ کر اپنا بیگ اٹھا لیا۔

"نہیں رابی! میں اگر کھانا کھانے بیٹھی تو بہت دیر ہو جائے گی۔"

"کوئی دیر نہیں ہوتی، چلو۔" وہ اس کا ہاتھ تھام کر زبردستی کھینچتے ہوئے ڈائننگ روم میں لے آیا۔

گوکہ وہ پہلی بار اس کے گھر نہیں آئی تھی اور نہ ہی پہلی

بار کھانے میں شریک ہو رہی تھی پھر بھی اماں کے سامنے جھجکتی تھی، زرینہ کی ہنسی اسے مزید خفیف کرتی تھی۔ ابھی بھی وہ بار بار اسے دیکھ کر ہنس رہی تھی اس نے رابیل کو کہنی مار کر اس کی طرف متوجہ کیا تو وہ ڈانٹ کر پوچھنے لگا۔

"کیوں ہنس رہی ہو؟"

"ایسے ہی۔" زرینہ ہنسی کے درمیان بولی۔

"ایسے ہی تو پاگل ہنستے ہیں۔"

"کوئی نہیں، میں پاگل نہیں ہوں۔"

"اچھا چلو کھانا کھاؤ اور اسے بھی کھانے دو۔"

"بس کھا چکی۔" وہ فوراً چیئر دھکیل کر اٹھ کھڑی ہوئی تو اماں اسے دیکھ کر تعجب سے بولیں۔

"ہیں، یہ تم نے کھانا کھایا ہے؟"

"باقی گھر جا کر کھاؤں گی کیونکہ امی پریشان ہو رہی ہوں گی۔" وہ کہہ کر اسے یوں دیکھنے لگی جیسے اب میں چلوں گی اور وہ سمجھ کر پوچھنے لگا۔

"کیسے جاؤ گی؟"

"جیسے آئی تھی۔"

"چلو، میں اسٹاپ تک چھوڑ آؤں۔" وہ کھانے سے ہاتھ کھینچ کر اٹھنے لگا تھا کہ وہ روک کر بولی۔

"کھانا کھا لو، میں انتظار کر لیتی ہوں۔" اس کے ساتھ ہی ڈائننگ روم سے نکل کر لاؤنج میں آ بیٹھی اور کارنر ٹیبل سے اخبار اٹھا کر اس کی سرخیوں پر نظر دوڑانے لگی۔ کچھ دیر بعد رابیل کے قدموں کی آواز سنتے ہی وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور جیسے ہی رابیل کمرے میں داخل ہوا وہ فوراً بولی۔

"چلو رابیل! بہت دیر ہو گئی۔"

"آئی کیوں ہو؟" اس کے شاکی لہجے پر وہ روٹھ کر بولی۔

"آئندہ نہیں آؤں گی۔"

"بس یہی کہہ سکتی ہو تم۔" وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"اور کیا کہوں؟"

"آئندہ آؤں گی تو جانے کا نام نہیں لوں گی۔" وہ پیچھے مڑ کر اسے دیکھتے ہوئے بولا تو وہ ہنس پڑی۔

"یہ میں نہیں کہہ سکتی۔"

"میرا دل رکھنے کی خاطر ہی کہہ دو۔" رابیل نے رک کر اس کا راستہ بھی روک لیا تو وہ پیچھے نظر ڈال کر بولی۔

"کیا کر رہے ہو، اماں آ جائیں گی۔"

"آ جائیں......" اس نے بے پروائی سے کندھے اچکائے۔

"رابی پلیز، مجھے دیر ہو رہی ہے۔" وہ اسے دھکیل کر آگے نکل گئی اور اس سے پہلے ہی دہلیز پار کر گئی تھی۔

❁......❁......❁

وہ گھر میں داخل ہوئی تو معمول کے مطابق اپنے کپڑے چینج کر کے کچھ دیر کے لیے سو گئی تھی، پھر شام میں اٹھی تو روزانہ کی طرح چائے لے کر امی کے پاس آ کر بیٹھی ہی تھی کہ وہ خوشی سے بھرپور آواز میں بولیں۔

"مبارک ہو، ہمیر شادی پر آمادہ ہو گیا ہے۔"

"سچ......" وہ بھی خوشی سے اچھلی تو اس کے ہاتھ پر گرم

چائے چھلک گئی لیکن اس نے پروا نہیں کی' مگ ٹرے میں رکھ کر پوچھنے لگی۔ ''کہاں ہیں سمیر بھائی؟''
''ابھی باہر گیا ہے' کہہ رہا تھا کسی کام سے جارہا ہوں۔'' امی نے بتایا تو وہ پرشوق انداز میں پوچھنے لگی۔
''اچھا شادی کا کیا کہا؟''
''زیادہ کچھ نہیں کہا' بس یہی بتایا کہ اسے ایک لڑکی پسند آگئی ہے اور وہ جلد ہی مجھے اس کے گھر لے جائے گا۔'' امی نے کہا تو وہ فوراً بولی۔
''میں بھی چلوں گی۔''
''ہاں لیکن......''
''کوئی لیکن ویکن نہیں امی بس میں بھی چلوں گی' اللہ مجھے کتنا شوق ہے بھائی کا۔ امی سمیر بھائی سے کہیں ہمیں فوراً ان کے گھر لے جائیں۔''
''کہا تو ہے اس نے' جلدی ہی لے جائے گا۔''
''آپ نے ابو کو بتایا؟''
''ابھی آئے کہاں ہیں تمہارے ابو اور ہاں تمہارے سمیر بھائی میٹھے کی فرمائش کر گئے تھے' جاؤ جلدی سے کسٹرڈ بنالو۔'' امی نے اچانک یاد آنے پر کہا تو وہ چائے کا مگ لے کر اٹھتے ہوئے پوچھنے لگی۔
''اور کھانے میں کیا پکے گا؟''
''بس روٹی پکانی ہے' سالن میں نے دوپہر ہی میں پکا لیا تھا' چائے پی لو آرام سے۔'' امی نے اس کے ہاتھ میں مگ دیکھ کر کہا۔
''ٹھنڈی ہوگئی ہے اور بناؤں گی۔'' وہ کہتے ہوئے کچن میں آگئی' پہلے چولہے پر چائے کا پانی رکھا پھر کسٹرڈ کا سامان اکٹھا کرتے ہوئے گنگنانے لگی۔
''مدت سے یہی ارمان کے بھیا میرا دلہا بنے گا۔''
''اوہو...... بڑے گانے گائے جارہے ہیں۔'' امبر نے کچن میں جھانک کر کہا تو وہ اسے دیکھ کر شوخی سے بولی۔
''ہاں اب تو گانے گانے کے دن آرہے ہیں۔''
''کیا مطلب؟'' امبر اندر آگئی۔
''سمیر بھائی کی شادی۔'' اس نے اترا کر بتایا۔
''سچ کب ہے' کس کے ساتھ؟'' امبر نے خوشی کے اظہار کے ساتھ پوچھا۔
''ایک عدد لڑکی جو سمیر بھائی نے خود پسند کی ہے۔''
''نہیں۔'' امبر کی بے یقینی پر وہ ہنستی ہوئی بولی۔
''اس صدی کی حیرت انگیز بات ہی ہوسکتی ہے۔''
''ہاں نا۔''
''واقعی کیسی ہے؟'' امبر نے اعتراف کے ساتھ پوچھا۔
''پتا نہیں' ابھی میں نے دیکھی کہاں ہے' آج ہی تو انہوں نے امی کو بتایا ہے کہ وہ لڑکی پسند کرچکے ہیں اور بہت جلد امی کو ان کے گھر لے جائیں گے۔'' اس نے بتایا تو امبر مشکوک انداز میں بولی۔
''کہیں چکر تو نہیں دے رہے؟''
''نہیں' تمہیں پتا ہے صاف بات کرنے کے عادی ہیں۔''
''ہاں' یہ تو میں مانتی ہوں' اچھا سنو سمیر بھائی کی شادی کا پروگرام ہے یا ساتھ تمہاری بھی؟'' امبر نے اسٹول کھینچ کر بیٹھتے ہوئے پوچھا تو وہ فوراً تڑخ کر بولی۔
''جی نہیں' میرا ابھی شادی وادی کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔''
''ہاں ابھی تو وہ بے چارہ پڑھ رہا ہے' اس کے بعد جاب تلاش کرنے کا مرحلہ آئے گا پھر......''
''اچھا بس چپ۔'' اس نے ٹوک دیا تو امبر ذرا سا ہنس کر کہنے لگی۔
''سنو! اسے ضرور خبردار کردینا کہ سمیر بھائی کے بعد تمہارا نمبر ہے۔''
''اسے پتا ہے۔'' وہ قصداً بے نیازی دکھا کر پوچھنے لگی۔ ''چائے پیو گی؟''
''نہیں' یہ تم کسٹرڈ بنا رہی ہو؟''
''ہاں......''
''مجھے ضرور بھجوانا۔'' امبر کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔
''میرے نوکر نہیں لگے ہوئے' یہیں آکر کھالینا۔''
''رات میں آؤں گی' بچا کر رکھنا۔'' امبر کہتے ہوئے چلی گئی تو وہ جلدی جلدی ہاتھ چلاتے ہوئے پھر گنگنانے لگی تھی۔
اسے واقعی اپنے اکلوتے بھائی کی شادی کا بہت ارمان تھا' گزشتہ پانچ سالوں سے وہ ان کے لیے لڑکیاں دیکھ رہی تھی یعنی اپنے طور پر اسے جو بھی لڑکی اچھی لگتی تھی وہ اسے سمیر بھائی کے لیے پسند کرلیتی اور جب امی کو بتاتی تو وہ گہری سانس کے ساتھ کہتیں۔
''ارے پہلے بھائی سے تو پوچھو وہ پتا نہیں کیا سوچے ہوئے ہے؟ شادی کا تو نام ہی نہیں سننا چاہتا۔''

اس کی کبھی ہمت نہیں ہوئی سمیر بھائی سے پوچھنے کی کیونکہ وہ اس سے ایک دو نہیں پورے دس سال بڑے تھے یعنی وہ پہلوٹی کی اولاد تھے اور یہ سب سے آخر کی۔ یہ اور بات کہ درمیان میں جتنی بھی اولادیں ہوئیں وہ سال چھ مہینے سے زیادہ زندہ نہیں رہی تھیں بہرحال جب وہ چھوٹی تھی تب تو سمیر بھائی کے آگے پیچھے پھرا کرتی تھی لیکن جیسے جیسے بڑی ہوتی گئی ان کی غیر معمولی سنجیدگی سے خائف رہنے لگی تھی جہاں وہ گھر میں داخل ہوتے یہ اپنے کمرے میں جا گھستی۔ پھر بھی ان کی شادی کے لیے بڑی مشتاق تھی جب وہ آٹھویں کلاس میں پڑھتی تھی تب سے ان کے لیے لڑکیاں دیکھ رہی تھی چار سال تک بڑی پرجوش رہی تھی پھر آہستہ آہستہ مایوس ہونے لگی۔ یہ تو اس نے بھی گمان بھی نہیں کیا تھا کہ سمیر بھائی خود لڑکی پسند کرلیں گے کیونکہ اس کے خیال میں وہ دنیا کے خشک ترین انسان تھے۔ جانے کیسی لڑکی پسند کی تھی وہ خود ہی سوچ سوچ کر پاگل ہوئی جارہی تھی اور بڑی بے چینی سے منتظر تھی کہ کب سمیر بھائی اسے اور امی کو لے جانے کی بات کرتے ہیں۔
تین دن اس کے بڑے بے قراری میں گزرے تھے' چوتھے دن سمیر نے خود ہی اسے ساتھ چلنے کو کہا تو اس کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا اور وہ بہت شوق سے تیار ہوکر امی اور سمیر بھائی کے ساتھ ان کی پسند کی ہوئی لڑکی دیکھنے بلکہ باقاعدہ پرپوزل دینے آئی تھی کیونکہ پسند تو سمیر بھائی پہلے ہی کرچکے تھے۔ اب چاہے اسے اور امی کو پسند آئے یا نہ آئے گھر سے چلتے ہوئے سمیر نے امی کو صاف لفظوں میں تو نہیں لیکن اشارتاً بتا دیا تھا کہ وہ شادی کریں گے تو عالیہ سے ورنہ نہیں' جس سے اس کا جوش قدرے ماند پڑ گیا تھا کہ وہ اس لڑکی پر کوئی تبصرہ بھی نہیں کرسکتی' بس دیکھتے ہی اوکے کردینا تھا خواہ وہ کیسی بھی ہو۔ اور وہ کیسی بھی نہیں تھی بلکہ بہت حسین تھی' اسے دیکھ کر وہ اور امی بھی کچھ دیر کو تو پلکیں جھپکنا ہی بھول گئی تھیں پھر سمیر کے کھانسنے پر امی چونکنے کے ساتھ بے اختیار بولیں۔
''ماشاء اللہ۔''
''ہائے امی! یہ ہمارے گھر آئیں گی' انہیں تو کسی محل میں ہونا چاہیے۔'' اس نے خوشی سے بے قابو ہوکر امی سے سرگوشی میں کہا تو وہ اسے گھور کر بولیں۔
''کیوں سمیر کم ہے کیا؟''
''نہیں۔'' وہ ہنسی تو پھر بات بے بات ہنستی ہی رہی تھی کیونکہ اندرونی خوشی چھپائے نہیں چھپ رہی تھی اور جب عالیہ اٹھ کر جانے لگی تو وہ بھی اٹھ کر اس کے پیچھے چلی آئی۔
''پتا ہے ہم کیوں آئے ہیں؟'' اپنے تئیں اس نے چھیڑنے کی غرض سے کہا لیکن عالیہ مسکرا کر بولی۔
''سمیر لے کر آئے ہیں' بہت دنوں سے کہہ رہے تھے۔''
''تو سمیر بھائی آتے رہتے ہیں۔'' اس نے حیرت سے پوچھا۔
''ہاں اکثر۔'' عالیہ بے پروائی سے بولی۔ ''یہ تم اپنے بھائی سے پوچھنا کہ وہ یہاں کب کب آتے ہیں۔'' تب ہی اس کی دونوں بہنیں آگئیں تو وہ ان کا تعارف کرانے لگی۔
''یہ ہما ہے اور یہ فروا۔''
''السلام علیکم۔'' اس کی آنکھوں میں حیرت سمٹ آئی کیونکہ وہ دونوں عالیہ سے بہت مختلف تھیں۔ نہ ناک نقشہ نہ رنگ روپ اور اسی حیرت میں وہ بے اختیار پوچھ گئی۔
''یہ آپ کی سگی بہنیں ہیں؟''
''تم سمیر بھائی کی سگی بہن ہو؟'' فروا کو شاید اس کی بات ناگوار گزری تھی جس پر وہ فوراً سنبھل کر بولی۔
''میرا مطلب ہے سمیر بھائی نے آپ کا ذکر نہیں کیا تھا اس لیے میں سمجھی شاید عالیہ باجی اکلوتی ہیں۔''
''ہم چار بہن بھائی ہیں' تین بہنیں اور ایک بھائی۔'' عالیہ نے بتایا تو اس نے یونہی سر ہلا دیا پھر قدرے توقف سے پوچھنے لگی۔
''آپ سب سے بڑی ہیں؟''
''نہیں' سب سے بڑے بھائی ہیں پھر میں اور میرے بعد ہما اور فروا۔''
''اور ہم بس دو بہن بھائی ہیں۔'' اس نے کہا تو عالیہ مسکرا کر بولی۔
''مجھے معلوم ہے۔''
''اچھا اور کیا کیا معلوم ہے؟'' وہ پھر شوخ ہوگئی۔
''زیادہ کچھ نہیں' جیسے مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ تم کیا کرتی ہو؟'' عالیہ نے کہا۔
''میں آنرز کر رہی ہوں اور آپ؟'' اس نے بتا کر پوچھا۔
''میں نے اسی سال انگلش میں ماسٹرز کیا ہے اور اس

کے بعد سمیر کے آفس میں ہی جاب کر رہی ہوں جبکہ یہ دونوں گریجویشن کر کے گھر بیٹھ گئی ہیں۔" عالیہ نے اپنے ساتھ بہنوں کا بھی بتایا تو وہ انہیں دیکھ کر پوچھنے لگی۔

"کیوں آپ کو ماسٹرز کرنے کا شوق نہیں ہے۔"

"نہیں بی اے کرلیا یہ بھی بہت ہے۔" ہما نے اس انداز سے کہا جیسے بی اے بھی اس سے زبردستی کروایا گیا ہو۔

"باتیں تو ہوتی رہیں گی' چلو پہلے چائے پی لو۔" عالیہ کہتے ہوئے اٹھی تو وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی اور جب اس کے ساتھ ڈرائنگ روم میں آئی تو امی اسے دیکھتے ہی بولیں۔

"چلنا نہیں ہے؟"

"جی چلیں۔"

"ہائیں! ایسے کیسے چلیں بیٹھو بیٹی! کچھ کھاؤ پیو۔" عالیہ کی امی نے اس سے کہا تو وہ ایک نظر ٹیبل پر سجے لوازمات پر ڈال کر بولی۔

"بس آنٹی پھر ان شاء اللہ آؤں گی تو سب کچھ کھاؤں گی۔"

"ہاں اب تو آنا جانا رہے گا۔" امی کے ساتھ سمیر بھائی بھی اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور جب گھر آ کر معلوم ہوا کہ انہوں نے سوچ کر جواب دینے کو کہا ہے تو وہ جھنجلا گئی۔

"اب کیا سوچیں گے' پہلے سوچنا چاہیے تھا۔"

"کیسی بات کر رہی ہو' پہلے کب گئے تھے ہم۔" امی نے ٹوکا۔

"ہم نہیں گئے لیکن سمیر بھائی تو جانے کب سے جا رہے ہیں اور ایسے ہی تو نہیں کوئی کسی کو اپنے گھر بٹھاتا۔" اس کی بات ٹھیک تھی پھر بھی امی نے اسے ڈانٹ کر خاموش کروا دیا تو وہ منہ پھلائے سیڑھیاں پھلانگتے ہوئے امبر کے پاس آ گئی۔

"کیا ہوا' پسند نہیں آئی؟" امبر نے اس کا پھولا منہ دیکھتے ہی پوچھا تو وہ پھر سے جوش میں آ گئی۔

"ارے پسند نہ آنے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا' اتنی پیاری' اتنی حسین لڑکی میں نے اس سے پہلے شاید ہی دیکھی ہو' ایمان سے میں اور امی پلکیں جھپکنا بھول گئی تھیں۔"

"اچھا پھر تمہارا منہ کیوں لٹکا ہوا ہے؟"

"وہ تو ان کی بات پر...... سوچنے کو وقت مانگا ہے' بھلا بتاؤ یہ کوئی تک ہے؟"

"ہاں تو تمہارا کیا خیال تھا ابھی اسے ساتھ لے آؤ گی' تم چلی جانا ابھی وقت جب اس کی امی آئیں گی۔" امبر نے اس کے بازو میں چٹکی کاٹ کر رابیل کے حوالے سے چھیڑا تو وہ بازو سہلاتے ہوئے بولی۔

"ہاں میں چلی جاؤں گی اسی وقت دیکھنا تم۔"

"ماشاء اللہ اپنی امی سے تو ابھی تک بات نہیں کی۔"

"امی سے کہتے ہوئے شرم آتی ہے' بھابی آجائیں ان سے کہوں گی۔" وہ کہہ کر کھلکھلائی تھی۔

❀......❀......❀
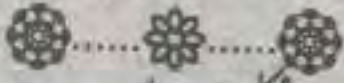
وہ کلاس روم سے نکلی تو رابیل سامنے ہی موجود تھا لیکن ہمیشہ کی طرح اس کی طرف آنے کے بجائے ناراضی سے منہ موڑ کر سیڑھیاں اتر گیا۔

"ارے۔" اگلے پل وہ ہانپتی ہوئی اس کے ساتھ چل رہی تھی۔ "کس بات پر خفا ہو؟"

"کل کیوں نہیں آئی تھیں؟" اس نے خفگی سے پوچھا تو وہ مطمئن ہو کر بولی۔

"بس اتنی سی بات۔"

"یہ اتنی سی بات ہے۔" وہ رک گیا۔ "پتا ہے میں سارا وقت کتنا پریشان رہا' دس چکر تمہارے ڈیپارٹمنٹ کے لگا ڈالے' ایک ایک سے پوچھتا پھرا' سو طرح کے اندیشے الگ' ایک فون نہیں کرسکتی تھیں یا میسج؟"

"میرا موبائل خراب ہے۔" وہ روٹھے ہوئے لہجے میں بولی۔

"موبائل خراب تھا۔" وہ اس کی نقل اتار کر پوچھنے لگا۔ "کیوں نہیں آئی تھیں؟"

"سمیر بھائی کے سسرال گئی تھی۔" اس نے بتایا تو وہ اچھل کر بولا۔

"کیا...... تم نے تو کہا تھا تمہارے بھائی کی ابھی شادی نہیں ہوئی؟"

"ہونے والے سسرال' لڑکی دیکھنے......"

"دیکھ لی۔"

"ہاں بہت پیاری ہے۔" وہ خوش ہو کر بولی۔ "سمیر بھائی کی شادی ہوگی' کتنا مزہ آئے گا۔ میں تمہیں بھی بلاؤں گی' تم اپنی امی کے ساتھ آنا اور زرینہ کو بھی لے آنا۔" وہ بچوں کی طرح خوش ہو رہی تھی۔ "آؤ گے ناں؟"

"دیکھو......" وہ کینٹین کی طرف چل پڑا۔

"کیا دیکھو......؟" وہ پھر اس کے ساتھ تھی۔ "تمہیں ضرور آنا ہے۔"

"ایک شرط پر۔"

"کیا......؟"

"تم سج دھج کر میرے سامنے نہیں آؤ گی۔" اس کے ہونٹوں میں دبی مسکراہٹ سے بھی وہ نہیں سمجھی۔

"کیوں؟"

"اگر پورے خاندان کے سامنے مجھ سے کوئی بے اختیار حرکت سرزد ہوگئی تو؟"

"فضول باتیں نہیں کرو اور نہ ہی میں کوئی فضول بہانا سنوں گی' سمجھے۔" اس کی وارننگ پر وہ کندھے اچکا کر بولا۔

"اوکے باس۔" پھر سنجیدہ ہو کر پوچھنے لگا۔ "کیسے بلاؤ گی مجھے' میرا مطلب گھر والوں سے کیا کہو گی؟"

"یہی کہ تم......" وہ خود سوچ میں پڑ گئی اور اس کے ہنسنے پر گھور کر بولی۔

"یونیورسٹی فیلو......"

"بس۔"

"ہاں بس اتنا تعارف کافی ہے۔" وہ کہہ کر بات بدل گئی۔ "اچھا سنو' میں کل بھی نہیں آؤں گی کیونکہ کل لڑکی والے ہمارے ہاں آئیں گے۔"

"کیا صبح سے آئیں گے۔" وہ رک کر پوچھنے لگا۔

"جب بھی آئیں میں بہرحال نہیں آؤں گی کیونکہ سارے گھر کی صفائی کرنا ہے اور کھانا بھی مجھے پکانا ہے' سمجھے اب میں جا رہی ہوں' میری کلاس ہے۔" وہ اسے یونہی گم صم چھوڑ کر پلٹ آئی تھی۔

❁......❁......❁

اگلا سارا دن وہ بہت مصروف رہی' امبر بھی اس کی مدد کو آ گئی تھی۔ دونوں نے دوپہر تک پورا گھر چمکا دیا' اس کے بعد کھانا کھا کر کچھ دیر آرام کیا پھر رات کی دعوت کی تیاری کے لیے دونوں کچن میں آ گئیں۔ کام کے ساتھ دونوں کی نہ ختم ہونے والی باتیں بھی جاری تھیں۔

امبر سے اس کی دوستی بہت پرانی نہیں تھی بس دو سال ہوئے تھے وہ اوپر کے پورشن میں ان کے ہاں کرائے دار تھے جس طرح اس کی کوئی بہن نہیں تھی اسی طرح امبر بھی اکلوتی تھی۔ اس لیے دونوں پر کوئی پابندی نہیں تھی یعنی آزادانہ ایک دوسرے کے پاس آتی جاتی تھیں اکثر ویک اینڈ پر رات گئے تک یا امبر نیچے رہتی یا وہ اس کے پاس ہوتی تو پھر جب تک انہیں احساس نہ دلایا جاتا تب تک سوتی نہیں تھیں۔ پہلے تو دونوں آزادانہ ہنستی بولتی کھلکھلاتی تھیں یعنی ان کی آوازیں دوسرے کمرے تک سنی جاتی تھیں لیکن جب سے اس کی زندگی میں رابیل آیا تھا اور اس نے امبر کو ہم راز بنایا تھا تب سے وہ سرگوشیوں میں باتیں کرنے لگی تھیں کیونکہ موضوع خواہ کوئی بھی ہوتا درمیان میں رابیل کا ذکر ضرور آ جاتا تھا۔ اس وقت بھی کام کے ساتھ وہ سمیر بھائی کی عنقریب متوقع شادی کی باتیں کرتے ہوئے رابیل کو بلانے نہ بلانے پر الجھ گئی تھیں۔

"میرا خیال ہے بلا ہی لو' اس طرح میں بھی اسے دیکھ لوں گی اور انکل آنٹی بھی از خود سمجھ جائیں گے۔" امبر نے کہا تو وہ اچھل کر بولی۔

"کیا......کیا سمجھ جائیں گے؟"

"یہی کہ جس لڑکے کو تم نے بلایا ہے وہ کوئی عام نہیں بلکہ خاص بندہ ہے۔ یوں تمہارے لیے بھی آسانی ہو جائے گی یعنی خود سے نہیں کہنا پڑے گا۔" امبر نے بڑی سمجھداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا تو وہ پُرسوچ انداز میں سر ہلا کر بولی۔

"کہہ تو تم ٹھیک رہی ہو۔"

"ہاں میں ٹھیک کہہ رہی ہوں' اب کوئی لیکن اگر مگر مت کرنا۔" امبر نے فوراً کہا تو وہ ہنس کر بولی۔

"جی میں کوئی اگر مگر نہیں کر رہی بلکہ پوری طرح تم سے متفق ہوں۔" اس کے ساتھ ہی وہ خاصی پرجوش ہوگئی تھی اور مہمانوں کے سامنے بھی وہ نا صرف ایکٹیو بلکہ کھلکھلا رہی تھی کیونکہ پہلے مرحلے پر ہی جب وہ چائے لے کر گئی تھی تب ہی اس نے سن لیا تھا عالیہ کی امی اس رشتہ پر ہامی بھر رہی تھیں۔ اس لیے ان کی خاطر مدارت میں اس نے کوئی کسر نہیں چھوڑی اور امبر جو مہمانوں کے آتے ہی گھر چلی گئی تھی' ان کے جاتے ہی وہ اسے خوش خبری سنانے دو دو سیڑھیاں پھلانگتے ہوئے اوپر پہنچتے ہی چلانے لگی۔

"امبر......امبر......ان کی طرف سے ہاں ہوگئی۔"

"سچ......" امبر فوراً ہی اس سے لپٹ گئی۔

"کیا ہوا ہے' اتنا شور کس بات کا ہے؟" امبر کی امی ان کے شور سے باہر آئیں۔

"وہ آنٹی' سمیر بھائی کی شادی......" وہ گڑبڑا کر بولی۔

"کب ہے؟" آنٹی نے پوچھا تو وہ پیشانی پر ہاتھ مار کر بولی۔

"یہ تو میں امی سے پوچھنا بھول ہی گئی' ابھی پوچھتی ہوں۔" اس کے ساتھ ہی وہ جس طرح سیڑھیاں پھلانگتی ہوئی آئی تھی اسی طرح واپس نیچے چلی آئی تو امی ٹوک کر بولیں۔

"یہ کیا طریقہ ہے آرام سے نہیں چل سکتیں؟"

"ابھی میں بالکل حواسوں میں نہیں ہوں' خوشی سے پاگل ہو رہی ہوں۔" اس نے کھلکھلاتے ہوئے امی کے گلے میں بانہیں ڈال دیں لیکن ان کے ساتھ بیٹھتے ہوئے جب ان کے چہرے پر نظر پڑی تو کچھ ٹھٹک گئی۔

"کیا بات ہے آپ خوش نہیں ہیں؟"

"کیوں نہیں۔" امی کے ڈھیلے ڈھالے انداز نے اسے مزید چونکا دیا۔

"آپ کچھ چھپا رہی ہیں؟"

"چھپانے کی کوئی بات نہیں' اصل میں انہوں نے بدلے میں تمہیں مانگا ہے۔" امی نے بتایا تو اس کی ساری خوشی اور جوش پل بھر میں رخصت ہو گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ اچانک کیا ہوا تھا' وہ حیرت سے امی کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"کیا......کیوں......میرا مطلب ہے آپ صاف منع کر دیں۔" وہ ان کے گلے سے بانہیں نکال کر نظریں چراتے ہوئے بولی۔

"صاف منع کیوں کریں' پہلے لڑکا دیکھیں گے' سمیر تو اس کی بہت تعریف کر رہا تھا کہ ماشاءاللہ اچھا پڑھا لکھا ہے اور کاروبار بھی اپنا ہے۔" امی نے کہا تو وہ جزبز ہو کر بولی۔

"اس سے کیا ہوتا ہے؟"

"یہی سب دیکھا جاتا ہے۔" امی نے زور دے کر کہا تو وہ بھی اسی انداز میں بولی۔

"ہاں لیکن بدلے والی بات ٹھیک نہیں ہے۔"

"مجھے بھی یہی بات کچھ کھٹک رہی ہے' بہرحال کل بلایا ہے انہوں نے' تمہارے ابو اس سے ملنے کے بعد ہی کوئی فیصلہ کریں گے۔" امی بات ختم کر کے اٹھ کھڑی ہوئیں تو وہ بے اختیار ان کا ہاتھ تھام کر بولی۔

"امی مجھے شادی نہیں کرنی' میرا مطلب ہے میں ابھی پڑھ رہی ہوں۔" وہ امی کی نظروں سے خوف زدہ ہوگئی تھی اس لیے فوراً بات بنا گئی۔

"ہاں ہاں......پڑھ لو۔" امی کا انداز ٹالنے والا تھا جس پہ وہ جھنجلا کر رابیل کے حوالے سے بات کرنا ہی چاہتی تھی کہ ابو کو آتے دیکھ کر خاموش ہوگئی لیکن ساتھ ہی وہ کئی فیصلے کر چکی تھی۔

"میں خاموش نہیں رہوں گی۔" اس نے کمرے سے نکلتے ہوئے یہ بات سوچی تھی پھر تمام رات وہ خود کو ہمت دلانے اور الفاظ کو ترتیب دینے میں جاگتی رہی تھی' کئی بار دل میں خیال آیا کہ اوپر جا کر امبر سے مشورہ کرے لیکن پھر کچھ سوچ کر بیٹھی رہی تھی۔ صبح کے قریب اس نے تکیہ پر سر رکھا تو آنکھیں نیند سے بوجھل ہونے کی وجہ سے خود ہی بند ہوتی چلی گئی تھیں۔ دوپہر سے ذرا پہلے آنکھ کھلی تو وہ حیران ہونے کے ساتھ سوچنے لگی کہ کسی اور نے اسے کیوں نہیں اٹھایا' رات سونے سے پہلے وہ اپنا موبائل آف کر کے سوئی تھی اس لیے اٹھتے ہی اسے آن کیا اور واش روم میں بند ہوگئی' فریش ہو کر کمرے میں آئی تو امی بیڈ پر بیٹھی تھیں' اسے دیکھتے ہی بولیں۔

"آج تمہیں یونیورسٹی نہیں جانا تھا؟"

"جانا تھا آپ نے اٹھایا نہیں۔"

"کتنی بار جھنجوڑا' کیا کھا کر سوئی تھیں؟"

"افیم......" اس نے جل کر سوچا اور انہیں جواب دیے بغیر کچن میں آ کر پہلے جائزہ لیا پھر چائے بنا کر امی کے پاس آ بیٹھی' بیڈ پر رکھے ان کے کپڑے دیکھ کر انجان بن کر پوچھنے لگی۔

"کہاں کی تیاری ہے؟"

"تمہارے سسرال' آج رات کے کھانے پر بلایا ہے انہوں نے۔" امی کے منہ سے بے ساختہ ہی تمہارے سسرال نکلا تھا' جس پر وہ اچھل پڑی۔

"میرا سسرال کہاں سے آ گیا؟"

"ہو بھی سکتا ہے کیونکہ آج ہم لڑکا دیکھیں گے۔" امی نے کہا تو اس نے ہونٹ بھینچ کر خود کو فوراً کچھ کہنے سے باز رکھا پھر پہلے چائے پی' اس کے بعد بہت سنبھل کر انہیں مخاطب کر کے بولی۔

"امی! آپ کو لڑکا دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟" امی نے چونک کر اسے دیکھا۔

"وہ میں آپ کو بتانا چاہتی تھی کہ رائبیل......" وہ اسی قدر کہہ کر سر جھکا گئی تو امی کچھ دیر اس کے جھکے ہوئے سر کو دیکھتی رہیں پھر پُرسوچ انداز میں پوچھا۔

"کون ہے رائبیل!"

"میرے ساتھ یونیورسٹی میں پڑھتا ہے' اس کا ایم کام کا آخری سال ہے۔" اس نے اسی طرح سر جھکائے ہوئے بتایا پھر کتنی دیر امی کے بولنے کا انتظار کرتی رہی۔ ذرا سی پلکیں اٹھا کر انہیں سوچتے دیکھ کر کہنے لگی۔

"میں نے کوئی جرم نہیں کیا' بس مجھے وہ اچھا لگا' اس کے گھر والے بھی اچھے ہیں۔ میں ان سے مل چکی ہوں اور میں اس کے علاوہ......" وہ پھر خاموش ہوگئی تو امی سخت لہجے میں بولیں۔

"جو تمہارے باپ کو وہ پسند آ گیا عالیہ کا بھائی۔"

"میں یہ سب نہیں جانتی' میں نے آپ کو بتادیا ہے اب ابو کو سمجھانا آپ کا کام ہے۔" وہ امی کو مشکل میں ڈال کر ان کے کمرے سے نکل آئی تھی اور یہ نہیں تھا کہ وہ خود اطمینان سے ہوگئی تھی بلکہ پہلے سے زیادہ پریشان اور خائف تھی کیونکہ ابو کی اصول پسند اور قدرے سخت گیر طبیعت سے واقف تھی۔ اس لیے شام میں وہ اپنے کمرے سے نکلی ہی نہیں' صبح سے اب تک رائبیل کے بھی دس فون آ چکے تھے وہ اس وقت اس سے بات کرنے کے موڈ میں نہیں تھی' اس لیے اس کے میسج کا جواب بھی نہیں دے رہی تھی جب سمیر بھائی' امی' ابو کو لے کر چلے گئے تب اس نے باہر آ کر اوپر کی بیل بجائی تو امبر ریلنگ سے جھانک کر بولی۔

"کیا ہے؟"

"نیچے آؤ۔" وہ کہہ کر لاؤنج میں آ بیٹھی تو فوراً ہی امبر سیڑھیاں پھلانگتے ہوئے آ گئی۔

"خود نہیں آ سکتی تھیں۔"

"نہیں......" اس نے گہری سانس کے ساتھ کہا تو امبر اس کا چہرہ دیکھ کر پوچھنے لگی۔

"کیا بات ہے' طبیعت ٹھیک ہے تمہاری؟" پھر ادھر اُدھر دیکھ کر پوچھنے لگی۔

"آنٹی کہاں ہیں؟"

"امی ابو سمیر بھائی کے ساتھ ان کے سسرال گئے ہیں۔"

"تم نہیں گئیں؟"

"نہیں یار بہت گڑبڑ ہوگئی ہے۔" وہ امبر کا ہاتھ کھینچ کر بٹھاتے ہوئے بولی۔ "سمیر بھائی کے سسرال والوں نے بدلے میں میرا رشتہ مانگ لیا ہے۔"

"پھر......؟"

"میں نے امی کو رائبیل کے بارے میں بتادیا ہے۔"

"یہ تم نے اچھا کیا۔"

"اچھا تو کیا لیکن ابو کو کچھ پتا نہیں ہے اگر انہیں سمیر بھائی کا سالا پسند آ گیا تو مشکل ہوجائے گی' ابھی اسے ہی دیکھنے گئے ہیں۔" اس نے تشویش ظاہر کی تو امبر پوچھنے لگی۔

"تم نے دیکھا ہے اسے؟"

"نہیں اور نہ ہی میں دیکھنا چاہوں گی' بس دعا کرو ابو بھی اسے ریجیکٹ کردیں۔" اس نے کہا تو امبر ہنس کر بولی۔

"اسے میرے گھر کا راستہ دکھا دینا تھا۔" وہ بھی بے ساختہ ہنسی تھی۔

❁......❁......❁

بات صرف امی ابو کو لڑکا پسند آنے کی نہیں تھی اس سے زیادہ پریشان کن بات یہ تھی کہ ادھر سے بدلے کی شادی کی شرط رکھ دی گئی تھی۔ جس پر سمیر بھائی اور ابو کو تو کوئی اعتراض نہیں تھا امی بھی اعتراض نہ کرتیں اگر جو وہ انہیں رائبیل کے بارے میں نہ بتا چکی ہوتی۔ اس لیے انہوں نے ابو کے سامنے بدلے کی شادی کے منفی پہلو بیان کرنے شروع کیے لیکن انہوں نے یہ کہہ کر بات ختم کردی۔

"یہ سب پرانے زمانے کی باتیں ہیں کہ ایک گھر خراب ہو تو دوسرا بھی اجڑ جاتا ہے پھر ہم اس طرح سوچیں ہی کیوں گو وہ اس سلسلے میں کچھ سننا ہی نہیں چاہتے تھے اور ادھر سے مایوس ہوکر امی نے اس کے سامنے لڑکے کی تعریفیں شروع کردیں تو پہلے تو وہ بے دھیانی میں سنتی رہی لیکن جب امی کا مقصد سمجھ میں آیا تو چڑ کر بولی۔

"وہ خواہ کتنا بھی اچھا ہو' مجھے اس سے شادی نہیں کرنی۔"

"پھر بتاؤں میں کیا کروں۔" امی نے بے بسی سے کہا تو وہ ان کی بات سے زیادہ لہجے کی بے بسی سے ٹھٹکی تھی۔

"کیا مطلب ہے آپ کا؟"

"وہ لوگ عالیہ کے لیے ہامی نہیں بھر رہے تھے اگر

آپ کو لڑکی دینا منظور ہے تو پھر ہمیں بھی منظور ہے۔" امی نے بتایا تو وہ ضبط کرتے ہوئے بولی۔

"تو آپ کو اسی وقت کہہ دینا چاہیے تھا کہ آپ کو منظور نہیں ہے۔"

"کیسے کہہ دیتی' اتنی مشکل سے سمیر شادی پر راضی ہوا ہے اور کرے گا بھی اسی سے۔" امی نے کہا تو وہ دکھ سے بولی۔

"آپ کا مطلب ہے' ان کی خاطر میں......" امی خاموش رہیں اور ان کی خاموشی گویا تصدیق تھی اس نے تاسف سے نفی میں سر ہلایا پھر اپنے کمرے میں بند ہوگئی تو رات کے کھانے پر بھی نہیں نکلی لیکن اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ وہ بھوک ہڑتال کرکے اپنی بات منوانا چاہتی تھی بلکہ وہ حد درجہ پریشان ہوگئی تھی کیونکہ جانتی تھی کہ اگر ابو نے اس متبادل رشتے کے لیے ہامی بھرلی تو پھر وہ امی کی بھی نہیں سنیں گے۔ بہرحال اس رات اس نے بہت سوچا لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ اس صورت حال سے کیسے نمٹے۔ اس پریشانی میں وہ یونیورسٹی آئی تھی رائبیل جو اس کی تین دن کی غیر حاضری پر ناراض تھا اس کی اتری ہوئی شکل دیکھ کر ساری ناراضی بھول گیا۔

"کیا ہوا ہے تمہیں؟"

"میں بہت پریشان ہوں۔" اس کی آنکھیں ویسے ہی چھلکنے کو بے تاب تھیں۔

"ارے ارے یوں سرعام روؤ گی تو مسئلہ ہوجائے گا' تمہارے لیے کم میرے لیے زیادہ۔" وہ بظاہر ہلکے پھلکے انداز میں بولا ورنہ حقیقتاً پریشان ہوگیا تھا۔

اس نے فوراً ہتھیلیوں سے آنکھیں رگڑ ڈالیں پھر اس کے ساتھ لائبریری میں آ بیٹھی اور ساری بات بتا کر سوالیہ نشان بن گئی تو وہ کتنی دیر سوچتا رہا اور پھر اس نے کہا۔

"میں کیا کروں' میرا مطلب ہے میں یہی کرسکتا ہوں کہ آج ہی اماں کو تمہارے گھر بھیج دوں لیکن اس کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ میں ابھی اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہوا جبکہ تمہارے گھر والے پہلا سوال ہی یہ کریں گے کہ میں کیا کرتا ہوں' ہاں اگر انہیں تمہاری شادی کی جلدی نہ ہو تو......"

"بات جلدی دیر کی نہیں ہے' سمیر بھائی کی وجہ سے امی ابو کو مجبوراً میرے لیے بھی ہامی بھرنا پڑے گی۔"

"تو تم اپنے سمیر بھائی سے بات کرو۔" اس نے کہا تو وہ مایوسی سے نفی میں سر ہلانے لگی۔

"نہیں کرسکتی البتہ امی ان سے کہہ سکتی ہیں لیکن وہی بات کہ وہ عالیہ کو پسند کرتے ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ وہ شادی کریں گے تو عالیہ سے ہی ورنہ کبھی کسی سے نہیں۔"

"تو یہ بات تم نے کیوں نہیں کی۔" وہ نا چاہتے ہوئے بھی کچھ شاکی ہوگیا تو وہ الجھتے ہوئے کہنے لگی۔

"میں امی کو تمہارے بارے میں بتا چکی ہوں۔"

"لیکن تم یہ کیوں بھول رہے ہو کہ میں لڑکی ہوں' سمیر بھائی کی طرح میں وارننگ نہیں دے سکتی۔"

"ہوں......" وہ ہونٹ بھینچ کر کچھ دیر سوچتا رہا پھر اسے دیکھ کر بولا۔

"ایک راستہ ہے۔"

"کیا؟"

"میرے ساتھ بھاگ چلو۔" اس نے بظاہر بہت سنجیدگی سے کہا تھا جس پر وہ کتنی دیر اسے خونخوار نظروں سے گھورتی رہی پھر افسوس سے بولی۔

"مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی۔"

"پھر کیا امید کرتی ہو مجھ سے بتاؤ تاکہ میں وہی کروں۔"

"کچھ نہیں' تم کچھ نہیں کرسکتے۔" وہ کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی تو وہ فوراً اس کی کلائی تھام کر پوچھنے لگا۔

"اور تم کیا کرو گی؟"

"فکر مت کرو زہر نہیں کھاؤں گی۔" وہ اس کے خائف انداز پر بولی۔

"تم تو نہیں کھاؤ گی لیکن میں ضرور کھالوں گا۔" وہ اس کی کلائی چھوڑ کر کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے بولا۔

"رابی......" وہ دوبارہ بیٹھتے ہی ٹیبل پر پیشانی ٹکا کر رو دی تو وہ خود پر جبر کیے اسے دیکھے گیا' کتنی دیر بعد جب اس کے آنسو تھم گئے اور وہ اٹھنے لگی تب اسے روک کر بولا۔

"سنو' میں کل تمہارے ابو سے ملوں گا۔"

"نہیں' ابو نے اگر تمہیں منع کردیا تو پھر ساری کوشش بے کار جائیں گی۔" وہ اس کی طرف دیکھے بغیر بولی۔

"پھر اماں کو بھیجوں؟" اس نے پوچھا تو وہ سوچتے ہوئے الجھ گئی۔

"مجھے نہیں پتا' میں صرف اتنا چاہتی ہوں کہ میں

تمہارے بنا نہیں رہ سکتی۔"

"تو پھر ایسا کرو اپنے بھائی کی منگیتر سے بات کرو کہ وہ اپنے گھر والوں کو بدلے کے رشتے سے باز رکھے۔" رابیل نے کہا تو سوچنے لگی پھر اسے دیکھ کر بولی۔

"میرا خیال ہے میں عالیہ کے بجائے اس کے بھائی سے بات کروں کیونکہ عالیہ ہوسکتا ہے اپنی محبت میں خود غرض بن جائے جبکہ ادھر ایسا کوئی معاملہ نہیں۔"

"ہوں......" وہ اثبات میں سر ہلانے لگا۔

"چلو پھر۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی تو وہ قدرے حیران ہوا۔

"میں کہاں چلوں؟"

"عالیہ کے گھر سے اس کے بھائی کے آفس کا نمبر معلوم کر دو۔" اس نے کہا تو وہ اچھل پڑا۔

"میں اس کے گھر جاؤں۔"

"گھر نہیں بابا فون پر تم خود کو اس کا دوست ظاہر کرکے نمبر معلوم کر سکتے ہو۔" اس نے جھنجلا کر کہا تو ہنستے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا پھر اس کے ساتھ چلتے ہوئے اچانک رک کر اسے دیکھنے لگا۔

"سنو کیا تمہیں یقین ہے کہ......" وہ اپنی بات پوری نہیں کر سکا کیونکہ اس کی آنکھیں یکلخت نمکین پانیوں سے بھر گئی تھیں۔

یونیورسٹی سے آکر اس نے روزانہ کی طرح امی کے ساتھ کھانا کھایا اس کے بعد اس وقت سونا بھی کیونکہ اس کے معمول میں تھا اس لیے برتن سمیٹ کر سیدھی اپنے کمرے میں آگئی جب امی کو اس کے سونے کا یقین ہوگیا تب بیگ سے موبائل نکال کر عالیہ کے بھائی کا نمبر ڈائل کرنے ہی لگی تھی کہ کچھ سوچ کر لائن کاٹ دی اور ذہن میں لفظوں کو ترتیب دینے لگی' کچھ دیر بعد وہ پھر نمبر ڈائل کرنے لگی۔

"جی میں سکندر ابراہیم سے بات کر سکتی ہوں۔"

"جی بول رہا ہوں آپ کون؟"

"جی میں زوبیہ......" اس نے بہت سنبھل کر کہا تو وہ سوچتے ہوئے انداز میں بولا۔

"زوبیہ......؟"

"جی سمیر بھائی کی بہن۔" اس نے مزید تعارف کرایا۔

"تو کیسی ہیں آپ؟" اب اس نے خوش دلی سے پوچھا تو اس کے غصہ میں اضافہ ہوگیا لیکن پھر بھی ضبط کرتی ہوئی بولی۔

"میں ٹھیک ہوں اور مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔" وہ اسے کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونے دینا چاہتی تھی جب ہی فوراً اصل بات پر آگئی تو وہ بھی غالباً سنجیدہ ہوگیا تھا۔

"جی فرمائیے۔"

"مجھے صرف اتنا کہنا ہے کہ میں آپ کے ساتھ شادی نہیں کرنا چاہتی' آپ پلیز اپنے والدین سے کہیں کہ وہ بدلے کی شرط ہٹا کر صرف سمیر بھائی کے لیے بات کریں۔" اس نے جو سوچا تھا وہی جلدی سے کہہ دیا تو دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔

"ہیلو......" چند لمحوں بعد اس نے پکار کر پوچھا۔

"آپ خاموش کیوں ہوگئے؟"

"پھر میں کیا کروں؟" وہ جیسے سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

"مجھے اس پریشانی سے نکالیں میرا مطلب ہے مجھے یقین دلائیں کہ آپ کی طرف سے اب ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔" اس نے جھنجلاہٹ چھپا کر کہا تو وہ گہری سانس کھینچ کر بولا۔

"اور کوئی حکم......"

"شکریہ اور بس یہ کہ کسی کو معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ میں نے آپ کو فون کیا تھا۔"

"اچھی بات ہے۔" اس نے کہا تو وہ مطمئن ہوگئی اور ایک بار پھر شکریہ کہہ کر فون رکھ دیا پھر وہ لمبی تان کر ایسا سوئی کہ شام میں امی نے آکر اٹھایا ساتھ رابیل کی اماں اور بہن کے آنے کا بتایا تو وہ جو ابھی بھی اٹھنے میں سستی کر رہی تھی ایک دم ہوشیار ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی اور امی کے گلے میں باہیں ڈال کر بولی۔

"امی! انہیں منع نہیں کیجیے گا۔"

"پھر......؟" امی قدرے متوحش ہوگئی تھیں۔

"پھر کیا میں نے آپ کو رابیل کے بارے میں بتایا تو تھا۔"

"ہاں لیکن ادھر عالیہ والے......"

"ادھر کی فکر نہیں کریں' میرا مطلب ہے ادھر آپ منع کر دیں کچھ نہیں ہوگا۔ سمیر بھائی کی شادی عالیہ ہی سے ہوگی۔" وہ بڑے آرام سے امی کو حیران چھوڑ کر واپس واش روم میں بند ہوگئی۔ منہ ہاتھ دھو کر نکلی تو کچن کا رخ کیا اور چائے کے ساتھ جو بسکٹ نمکو وغیرہ موجود تھے لے کر ڈرائنگ روم میں آگئی۔

"السلام علیکم!" اس نے اماں کو سلام کر کے زرینہ کو گھورا جو حسب عادت اسے دیکھ کر ہنسنے لگی تھی اور اس وقت تو اس کی ہنسی میں شوخی بھی تھی۔

"جیتی رہو' خوش رہو۔" اماں نے اسے دعا دی۔

پھر وہ چائے بنانے تک وہاں بیٹھی' اس کے بعد زرینہ کو لے کر اپنے کمرے میں آئی تو وہاں امبر موجود تھی' اسے دیکھتے ہی پوچھنے لگی۔

"کون آیا ہے؟"

"یہ رابیل کی بہن ہے۔" اس نے جواب میں زرینہ کا تعارف کرایا تو امبر نے معنی خیز انداز میں ہونٹ سکیڑ کر پوچھا۔

"او......رابیل بھی آیا ہے؟"

"وہ کیوں آئے گا؟" اس نے امبر کو گھور کر کہا۔

"پھر یہ کس کے ساتھ آئی ہے؟"

"اپنی اماں کے ساتھ' زرینہ تم برا نہیں ماننا اسے فضول بولنے کی عادت ہے۔" اس نے جواب کے ساتھ زرینہ سے کہا تو امبر براہ راست زرینہ سے پوچھنے لگی۔

"اس کا رشتہ لے کر آئی ہو؟"

"جی......" زرینہ ہنسی تھی۔

"میری طرف سے ہاں ہے' چاہو تو کل ہی بارات لے کر آجانا۔" امبر نے زرینہ کی ہنسی سے محظوظ ہوتے ہوئے کہا تو وہ دانت پیس کر اس پر جھپٹنا چاہتی تھی کہ امی زرینہ سے بولیں۔

"بیٹی! تمہاری اماں جا رہی ہیں۔"

"اچھا بابا' میں چلتی ہوں۔" زرینہ اس سے کہہ کر امی کے ساتھ چلی گئی تو امبر بیڈ پر گرتے ہوئے بولی۔

"یار بہن تو بہت پیاری ہے۔"

"وہ بھی بہت ہینڈسم ہے۔" اس نے فوراً کہا تو امبر پہلے ہنسی پھر سنجیدہ ہو کر پوچھنے لگی۔

"اور اس بدلے والے رشتے کا کیا ہوا؟"

"وہ میں نے منع کر دیا' میرا مطلب ہے......" وہ امبر کے پاس بیٹھ کر اپنا کارنامہ بتانے لگی۔

اگلے روز جب وہ یونیورسٹی جانے کے لیے تیار ہو رہی تھی تو امی نے یہ کہہ کر روک دیا کہ سمیر کے سسرال والے آنے والے ہیں جس پر اس نے کوئی احتجاج نہیں کیا کیونکہ اپنی طرف سے اسے اطمینان ہوگیا تھا اور اس کا خیال تھا کہ آج وہ لوگ بدلے کی شرط ہٹا کر صرف سمیر کی بات کریں گے۔ اس لیے دوپہر تک وہ گھر کی صفائی ستھرائی میں لگی رہی' اس دوران دوپہر کا کھانا بھی تیار کر لیا تھا اور جب امی کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھی تو شوق سے پوچھنے لگی۔

"کب تک ہوگی سمیر بھائی کی شادی؟"

"صرف سمیر کی نہیں تم دونوں کی شادی۔" امی نے کہا تو اس کا نوالہ اٹھاتا ہاتھ وہیں رک گیا۔ ساتھ ہی دل اندیشوں کے خوف میں گھر کر دھڑکنے لگا تھا۔

"کیا مطلب؟"

"تمہارے ابو نے سکندر کے لیے ہامی بھر لی ہے۔" امی نے بتایا تو وہ چکرا گئی۔

"کیوں بھری ہامی اور مجھ سے پوچھے بغیر' مجھے نہیں کرنی وہاں شادی۔"

"بے کار بات مت کرو۔" امی ناگواری سے ٹوک کر بولیں۔ "سمیر کہہ چکا ہے کہ وہ عالیہ کے علاوہ کسی سے شادی نہیں کرے گا اور ہمیں ہر حال میں اس کی شادی کرنی ہے کیونکہ اس گھر میں رونقیں اسی کے بال بچوں سے ہوں گی تم اپنے گھر کی ہو جاؤ گی۔" وہ کتنی دیر سناٹے میں امی کو دیکھے گئی پھر بولی تو اس کی آواز ساتھ نہیں دے رہی تھی۔

"امی آپ کو صرف سمیر بھائی کی خوشی عزیز ہے۔"

"تم بھی خوش رہو گی' سکندر اچھا لڑکا ہے۔" امی اس کی طرف دیکھ نہیں رہی تھیں اور وہ انہیں جھنجوڑنا چاہتی تھی لیکن جان گئی تھی کہ اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ بیٹے کی محبت میں امی نے اس کی طرف سے دل پر پتھر رکھ لیا تھا اس لیے وہ خاموشی سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آگئی اور پھر تمام دوپہر وہ سکندر کے نمبر کو ڈائل کرتی رہی تھی کبھی وہ میٹنگ میں ہوگا' کبھی کسی کام میں مصروف اور پتا نہیں واقعی مصروف تھا یا اس سے بات کرنا نہیں چاہتا تھا اس نے بہرحال طے کر لیا تھا کہ اس سے پوچھے گی ضرور کہ وہ اس کے ساتھ فاؤل کیوں کھیل رہا ہے اس لیے اس نے اپنی کوشش ترک نہیں کی اور بار بار نمبر ملاتی رہی تھی اور دوسری طرف اب سکندر نے اپنا موبائل آف کر دیا تھا جو اس کے

غصہ کو مزید ہوا دے گیا تھا۔ بس نہیں چل رہا تھا کہ سامنے جا کر اس کا منہ نوچ لے آخر پانچ بجے سے کچھ پہلے وہ لائن پر آیا تھا تو وہ جو غصے میں پاگل ہو رہی تھی اس کی آواز سنتے ہی جو منہ میں آیا کہے گئی۔

"آپ انتہائی جھوٹے اور بے ایمان آدمی ہیں اور مجھے ایسے لوگوں سے سخت نفرت ہے یاد رکھیں اگر میری شادی آپ کے ساتھ ہوگئی تو آپ کو میری طرف سے کبھی خوشی نہیں ملے گی۔" اس کے ساتھ ہی اس نے سلسلہ منقطع کر دیا اور موبائل آف کر کے بیڈ کی طرف اچھال دیا تھا۔

❀......❀......❀

وہ اپنی ساری کوششوں اور تدبیروں میں ناکام ہوگئی تھی اور اب وہ سب سے زیادہ شا کی امی سے تھی جنہوں نے سمیر بھائی کی خوشی کو اس کی خوشی پر مقدم جانا تھا۔

"سمیر بھائی کے بال بچوں سے اس گھر میں رونق ہوگی خوش رہیں اپنی رونقوں میں میں کبھی پلٹ کر اس گھر میں نہیں آؤں گی۔" جانے کب سے وہ گھٹنوں میں سر دیئے یہی سب سوچے جا رہی تھی امی دو تین بار اس کے کمرے میں جھانک کر گئی تھیں پھر شاید انہوں نے ہی امبر کو بلا کر اس کے پاس بھیجا تھا۔

"اے....." امبر نے اس کے پاس بیٹھ کر آہستہ سے اس کا کندھا ہلایا تو وہ گھٹنوں سے سر نکال کر دیکھنے لگی وہ رو نہیں رہی تھی پھر بھی اس کی آنکھیں نہ صرف سرخ ہو رہی تھیں بلکہ ان میں وحشت بھی سما گئی تھی۔

"کیا ہوگیا ہے تمہیں۔" امبر نے نرمی سے ٹوکا تو وہ بچ مچ ٹوٹ گئی۔

"میں ہار گئی امبر..... میں ہار گئی۔"

"ایسا مت کہو ہو سکتا ہے اسی میں تمہاری بہتری ہو۔" امبر نے اس کے ہاتھ تھام کر تسلی آمیز انداز میں کہا تو وہ نفی میں سر ہلانے لگی۔

"نہیں میری بہتری کسی نے نہیں سوچی امی ابو دونوں کو صرف سمیر بھائی کی خوشی عزیز ہے۔"

"تمہیں بھائی کی خوشی عزیز نہیں ہے؟" امبر بلا ارادہ ہی کہہ گئی تھی۔

"لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ میں اپنی خوشی ان پر قربان کر دوں یہ قربانی وہ بھی تو دے سکتے تھے۔" وہ چیخ کر بولی۔

"جناب آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ مرد قربانی نہیں دیا کرتے۔" امبر نے قصداً ہلکا پھلکا انداز اختیار کر کے اس کا دھیان بٹانے کی سعی کی پھر اس کا ہاتھ کھینچ کر اٹھاتے ہوئے بولی۔

"چلو میرے ساتھ اوپر چلو۔ میں تمہیں اچھی سی چائے پلاؤں گی۔"

"مجھے رابیل کو فون بھی کرنا ہے۔" اس نے تکیے پر سے دوپٹہ اور موبائل اٹھاتے ہوئے کہا۔

"کیوں؟"

"اتنے دنوں سے یونیورسٹی نہیں جا رہی وہ پریشان ہوگا اور پھر اسے بتا تو دوں کہ....." اس کی آواز حلق میں اٹک گئی تو وہ امبر سے پہلے ہی کمرے سے نکل آئی تھی اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس طرح رابیل کو اس تمام صورت حال کے بارے میں بتائے اور اس سے کیا کہے کہ اس کے گھر والے سمیر بھائی کی خوشی میں اس کی خوشی قربان کر رہے تھے۔ شاید رابیل کو یہ سب پہلے سے ہی معلوم تھا جو اس نے اماں اور زرینہ کے جانے کے بعد سے کوئی رابطہ ہی نہیں کیا تھا وہ موبائل فون سے رابیل کا نمبر ڈائل کرنے لگی۔

"ہیلو....."

"رابی....." وہ اس کی آواز سنتے ہی پھر بکھرنے لگی تھی۔

"کون زوبیہ! کیسی ہو یونیورسٹی چھوڑ دی کیا؟" رابیل کے لہجے میں کوئی بے قراری نہیں تھی سیدھے سادے انداز میں پوچھ رہا تھا۔

"آں..... ہاں۔" اس نے چونک کر کہا تو وہ پھر اسی انداز میں پوچھنے لگا۔

"شادی ہوگئی کیا؟"

"تم کیا کہنا چاہتے ہو۔" اس نے بمشکل آواز پر قابو پا کر پوچھا تھا۔

"تم آن یار جو ہونے والی بات ہے وہ تو ہوگی پھر اس پر رونے واویلا مچانے کا کیا فائدہ۔"

"رابی تم..... تمہیں دکھ نہیں ہو رہا؟"

"ہوا تھا بلکہ دل میں درد بھی اٹھا تھا لیکن اب سب ٹھیک ہے کوئی دکھ نہیں۔" اس نے کہا تو وہ دکھ سے بولی۔

"شاید اسی لیے میں اپنی کوششوں اور تدبیروں میں ناکام ہوگئی۔"

"کیا مطلب؟"

"کچھ نہیں۔" اس نے موبائل آف کر دیا ساتھ ہی دل کسی کانچ کی طرح ٹوٹ گیا۔

آنکھوں میں رکا سیلاب اب امڈ کر آ رہا تھا وہ انگلیوں سے انہیں روکنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ وہ برآمدے میں کھڑی آسمان کو دیکھنے لگی جس کی نیلاہٹیں تاریکیوں میں چھپ رہی تھیں اسے لگا جیسے وہ بھی تاریکیوں میں ڈوب رہی ہو اور اب اس کی زندگی میں کبھی خوشیوں بھرا سویرا نہیں آئے گا۔

❀......❀......❀

پھر چند دن بعد ہی وہ دل میں بے شمار کدورتیں اور رنجشیں لیے اس گھر سے اس شخص کے ساتھ رخصت ہوئی جس کے بارے میں اس نے کہا تھا کہ وہ اسے کبھی دیکھنا بھی نہیں چاہے گی اور ابھی بھی اس کے اندر کوئی تجسس نہیں تھا۔ حجلہ عروسی میں وہ یوں بیٹھی تھی جیسے وہ بھی اس خصوصی سجاوٹ کا حصہ ہو دل میں نہ کوئی امنگ نہ ترنگ اور نہ انتظار۔ یہاں تک کہ بھاری قدموں کی آواز بھی اس کے دل کو نہیں دھڑکا سکی۔

"جناب! جھوٹا بے ایمان آپ کی خدمت میں حاضر ہے اور سلام عرض کرتا ہے۔" سکندر نے اس کے سامنے بیٹھ کر خاصے گمبھیر لہجے میں کہا تب اس کا دل یکبارگی بڑی زور سے دھڑکا اور دھیرے سے کانپا تھا۔

"میرے خدا....." دل بہت زور سے دھڑکا تھا وہ غصہ میں جانے اس شخص کو کیا کیا کہہ گئی تھی۔

"سلام کا جواب دینا فرض ہے۔" اس نے پھر کہا تو وہ دھیرے سے بولی۔

"وعلیکم السلام۔"

"شکریہ اب بتائیں آپ مجھ سے شادی کیوں نہیں کرنا چاہتی تھیں؟" وہ اس کی ٹھوڑی اٹھا کر پوچھنے لگا تو وہ کچھ سوچ کر الٹا اس سے پوچھ گئی۔

"آپ کا کیا خیال ہے؟"

"میرا....." وہ اس کے سامنے ہاتھوں کا تکیہ بنا کر لیٹ گیا پھر کہنے لگا۔

"میں نے بہت ساری باتیں سوچی تھیں ایک یہ کہ آپ کسی کو پسند کرتی ہوں گی دوسرے شاید آپ ابھی مزید پڑھنا چاہتی ہیں یا پھر بدلے کی شادی کے خلاف ہیں۔"

"تیسری بات ٹھیک ہے۔" وہ جو اس کی پہلی بات پر خائف ہوئی تھی تیسری بات پر فوراً اعتراف کر لیا تو وہ مسکرا کر اسے دیکھنے لگا۔

"کیوں؟"

"کیونکہ میں نے اس کے اچھے نتائج نہیں دیکھے۔"

"دیکھے تو میں نے بھی نہیں بہرحال ہمارے ساتھ ان شاء اللہ اچھا ہی ہوگا اور ہم اس خیال کو غلط ثابت کر دیں گے کیوں؟" اس نے بات کے اختتام پر اس کا ہاتھ تھام لیا اور اس کی غیر معمولی ٹھنڈک محسوس کر کے پوچھنے لگا۔

"آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟"

"جی۔"

"لیکن مجھے آپ ٹھیک نہیں لگ رہیں کچھ پریشان اور اداس۔" اس کے درست قیاس پر وہ خائف ہو کر بولی۔

"نہیں میں پریشان نہیں ہوں۔"

"شیور.....؟" اس نے بس سر ہلا دیا۔

"چلو اب تمہاری باری ہے۔" اس نے کہا تو وہ کچھ بھی نہیں۔

"جی۔"

"بھئی اب تم مجھ سے پوچھو کہ تمہارے کہنے پر بھی میں نے شادی سے منع کیوں نہیں کیا۔" اس نے کہا تو وہ جز بز ہو کر بولی۔

"آپ بتا دیں۔"

"ہاں۔" وہ اٹھ بیٹھا۔ "میں چاہتا تھا تم اپنی جنگ خود لڑو اگر کسی کی محبت میں لڑتیں تو ضرور جیت جاتیں ہے ناں؟" وہ بڑی کوشش سے مسکرائی تھی۔

"بہرحال تمہاری ہار نے میرے دل سے بوجھ ہٹا دیا ہے اب بتاؤ تمہاری ذات سے مجھے کوئی خوشی ملے گی کہ نہیں۔" وہ بہت خوب صورتی سے اس کی ہی باتیں دہرا رہا تھا اور وہ اپنی اندر نہیں نہیں کی تکرار سے گھبرا کر اس کے سینے میں جا چھپی تھی۔

❀......❀......❀

اگلے روز دو تقریبات ایک ساتھ تھیں یعنی اس کا ولیمہ اور عالیہ کی رخصتی اس لیے گھر والوں کی توجہ بٹ گئی تھی بلکہ زیادہ توجہ عالیہ ہی نے کھینچ لی تھی یہ اسے بہت غنیمت لگ

رہا تھا کہ وہ سب کے سامنے پوز کرنے سے بچ گئی تھی۔ گو کہ سکندر کی پرسنالٹی ہر لحاظ سے اٹریکٹو تھی لیکن وہ اپنے دل کا کیا کرتی جس کی کوری زمین پر سب سے پہلے رائیل نے قدم جمائے تھے جن کے نشان وہ اب کھرچ ڈالنا چاہتی تھی۔ رات سکندر کے سینے میں چھپ کر اس نے یہی سوچا تھا کہ وہ اب کبھی اسے یاد نہیں کرے گی جو بڑے آرام سے اس کی محبت سے دستبردار ہو کر اسے بھی ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر گیا تھا اور رات سے اب تک وہ صرف اسے ہی سوچ رہی تھی۔ محبت سے نہ سہی کسی اور انداز سے سہی وہ بہرحال اس کے ہر پل پر قابض تھا اگر سکندر کو فراغت سے اس کے پاس بیٹھنے کا موقع ملتا تو اس کی بجھی بجھی آنکھیں دیکھ کر ضرور ٹھٹکتا اور اگر اس سے نہ بھی پوچھتا تو اپنے آپ قیاس ضرور کرتا لیکن گھر کا اکلوتا لڑکا ہونے کے باعث عالیہ کی شادی کے انتظامات کی ذمہ داری بھی اس پر آن پڑی تھی۔ صبح ناشتا بھی اس نے بہت عجلت میں کیا تھا اس کے بعد جانے کہاں کہاں مصروف رہا تھا اور ابھی اسٹیج پر بھی اسے اپنی دلہن کے ساتھ بیٹھنا نصیب نہیں ہو رہا تھا، کبھی ادھر سے اس کی امی پکارتیں کبھی اُدھر سے بہنیں پھر جب بارات کی آمد کا شور اٹھا تب اس کی پلکیں خود بخود اٹھ گئیں اور یک ٹک اپنے بھائی سمیر کو دیکھے گئی جن کی شادی کا مدتوں سے ارمان تھا اور کتنے ہی ارمان تھے اس کے دل میں جو دل ہی میں رہ گئے تھے اس کی جگہ اس کی نندیں ہما اور فروا سمیر کے دائیں بائیں بازو سے لگ کر بیٹھ گئی تھیں۔

"کیسی ہے میری بیٹی!" امی نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے پوچھا تو اس نے چونک کر انہیں دیکھا پھر سر جھکا لیا۔

"ناراض ہو؟" امی نے محبت سے ٹوکا تو وہ خود کو بکھرنے سے بچانے کی سعی میں بولی۔

"ہاں۔"

"پگلی میں تو سمجھی تھی سکندر کو دیکھ کر......"

"سکندر اچھے ہیں لیکن میں پھر بھی خوش نہیں ہوں کیونکہ آپ نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا۔" اس کے انداز سے تنفر ظاہر ہونے لگا تھا۔

"برا کیا کیا میں نے؟" امی اب تھکی اور پریشان بھی ہوئی تھیں۔

"آپ جانتی ہیں بیٹے کی خوشی پر مجھے قربان کردیا۔"

"نہیں، ہم نے تمہارا اچھا سوچ کر ہی......" امی اپنی صفائی پیش کرنے جا رہی تھیں کہ اس کی ساس کے آنے پر خاموش ہو گئیں جبکہ ان کا دل اس کی طرف کھنچ رہا تھا آخر ماں تھیں چاہتی تھیں اسے سینے سے لگا کر تسلی دیں لیکن خائف بھی تھیں کہ کہیں وہ پھٹ نہ پڑے جب ہی اس کے پاس سے اٹھ گئیں پھر بس دور دور سے ہی اسے دیکھتی رہی تھیں۔

❀......❀......❀

اگلے دن اس نے سنا سمیر بھائی اپنی دلہن کے ساتھ ہنی مون پر چلے گئے ہیں گو کہ اس کے اندر ایسی کوئی خواہش نہیں تھی پھر بھی وہ منتظر رہی کہ سکندر کوئی پروگرام بنائیں گے یا اس کے ساس سسر ہی کہیں گے کہ دلہن کو کہیں گھما پھرا لاؤ لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا اس کے برعکس تیسرے دن سے ہی اسے ہانڈی چولہے میں لگا دیا تھا پھر مروتاً بھی اس کی نندیں ہما اور فروا اس کا ہاتھ بٹانے کو کچن میں نہیں آتی تھیں جبکہ ٹیبل پر سب سے پہلے آن موجود ہوتیں۔ مزید اس کے پکائے کھانے میں نقص بھی نکالتیں، نمک تیز ہے گوشت بھنا نہیں، چاول کچے ہیں، دال میں کنکر رہ گئے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اس سے یہ سب برداشت نہیں ہوتا تھا اور منہ توڑ جواب دینا بھی جانتی تھی لیکن صرف ضد میں خود پر جبر کر رہی تھی، اس نے یہ ضد کسی اور سے نہیں اپنے ماں باپ سے باندھ لی تھی جنہوں نے بیٹے کی خوشی پر اسے قربان کردیا تھا اور اس کا بدلہ وہ خود اپنے آپ سے لے رہی تھی یہ نہیں تھا کہ وہ بہت نازوں میں پلی تھی اکلوتی ہونے کے باوجود گھرداری کے سارے کام کرتی تھی لیکن اپنے شوق اور موڈ کے مطابق۔ دل نہیں چاہتا تھا تو صاف انکار بھی کردیتی تھی جس پر امی زبردستی نہیں کرتی تھیں اور یہاں کیونکہ اس نے ضد میں خود کو مٹانے کا سوچا تھا تو اس سے ساس نندوں کو اور موقع بھی مل گیا تھا، بہرحال اس وقت وہ بہت تھکی ہاری اپنے کمرے میں آئی تھی اور بس فوراً سو جانا چاہتی تھی لیکن سکندر اس کے انتظار میں تھا۔

"کیا کر رہی تھیں، کچھ میرا بھی احساس ہے تمہیں کہ نہیں۔"

"بہت ہے۔" اس کے ہونٹوں پر تھکی تھکی مسکراہٹ در آئی تھی۔

"اب کیا کر رہی ہو؟" سکندر نے اسے وارڈ روب کھولتے دیکھ کر ٹوکا تو وہ اس کی طرف پلٹے بغیر بولی۔

"صبح کے لیے آپ کے کپڑے پریس کردوں۔"

"رہنے دو، صبح میں خود کرلوں گا چلو یہاں آ کر لیٹو۔" اس نے خاموشی سے وارڈ روب بند کی پھر لائٹ بھی آف کر کے اپنی جگہ پہ آ گئی تھی۔

"تھک گئی ہو؟" سکندر کی سرگوشی پر اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔

"ہوں......"

"کیوں اتنا کام کرتی ہو، ہما اور فروا بھی تو ہیں۔"

"نہیں شاید عادت نہیں ہے۔" اس نے یونہی کہہ دیا تھا۔

"کیوں عادت نہیں ہے تمہارے آنے سے پہلے تو وہی کرتی تھیں۔" وہ اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے بولا تو وہ گہری سانس کو روکنے کے لیے ہونٹ بھینچ گئی۔

"صبح تم میرے ساتھ چلنا۔" قدرے توقف سے اس نے کہا تو وہ کچھ حیران ہوئی۔

"کہاں؟"

"میں آفس جاتے ہوئے تمہیں تمہاری امی کے پاس چھوڑ دوں گا۔"

"کیوں؟"

"کیوں کا مطلب، کیا تمہارا دل نہیں چاہتا میکے جانے کو؟" اب اس نے حیران ہو کر پوچھا تھا۔

"ہاں چاہتا ہے۔" وہ کچھ پریشان ہوئی تھی۔

"پھر کہتی کیوں نہیں ہو۔"

"آپ کی مصروفیات کی وجہ سے۔" اسے فوراً جواب سوجھ گیا تھا۔

"چلو اب میں خود لے جایا کروں گا۔" اپنے تئیں وہ اسے خوش کر رہا تھا۔

❁......❁......❁

وہ جب امی کے ہاں پہنچی تو لاؤنج میں امی کے ساتھ سمیر بھائی بیٹھے تھے جنہیں دیکھ کر سکندر نے بے ساختہ خوشی اور تعجب کا اظہار کیا۔

"ارے آپ ہنی مون سے کب لوٹے؟"

"رات ہی آئے ہیں۔" سمیر بہت خوش نظر آ رہے تھے بہت گرم جوشی سے سکندر سے گلے ملے اور اسے اپنے ساتھ بٹھا لیا تب اسے دیکھا تھا۔

"کیسی ہو زوبیہ؟"

"ٹھیک ہوں بھابی کہاں ہیں؟" وہ کوشش کے باوجود بھی شوق کا اظہار نہیں کر سکی تھی۔

"سو رہی ہیں۔" سمیر نے بتایا تو اس کے منہ سے بلا ارادہ ہی نکلا تھا۔

"ابھی تک؟"

"ہاں اصل میں سفر کی تھکان......" سمیر اسی قدر کہہ کر سکندر کی طرف متوجہ ہو گئے پھر سکندر کو کیونکہ آفس جانا تھا اس لیے وہ زیادہ دیر نہیں رکا اور شام میں آنے کا کہہ کر چلا گیا تو امی اسے اپنے کمرے میں لے آئیں اس کا چہرہ ہاتھوں میں لے کر دیکھنے لگیں۔

"آپ خوش ہیں؟" اس سے پہلے کہ یہ سوال امی کرتیں اس نے پوچھ لیا۔

"میں تمہیں خوش دیکھنا چاہتی ہوں۔" امی نے کہا تو وہ ابھی بھی جتانے سے باز نہیں آئی۔

"خوشی چھین کر خوش دیکھنا چاہتی ہیں؟"

"تم ایسی باتیں کیوں کرتی ہو اور یہ تم نے اپنا کیا حال کرلیا ہے لگ ہی نہیں رہا ہے کہ تم نو بیاہتا ہو۔" امی نے اس کے کان چھوئے پھر خالی کلائیاں تھام لیں۔

"مجھے چھوڑیں امی! آپ اپنے ارمان بہو پر نکالیں۔" اس نے اپنی کلائیاں چھڑاتے ہوئے کہا تب ہی سمیر کے ساتھ عالیہ کو دیکھ کر اس نے قصداً خوشی کا اظہار کیا کیونکہ وہ اس کی صرف بھابی ہی نہیں نند بھی تھی۔

"کیسی ہیں بھابی؟"

"تم کب آئیں؟" عالیہ نے اس کی بات کا جواب ہی نہیں دیا۔

"تھوڑی دیر ہوئی۔"

"اکیلی آئی ہو؟"

"نہیں سکندر آفس جاتے ہوئے چھوڑ گئے ہیں۔"

"اچھا تم تو ابھی رکو گی میں جا رہی ہوں۔" عالیہ نے کہا تو سمیر امی سے بولے۔

"امی ہم عالیہ کے گھر جا رہے ہیں شام تک آئیں گے۔"

"ابھی تو تمہاری بہن آئی ہے۔" امی نے غالباً انہیں روکنا چاہا تھا لیکن عالیہ نے انہیں کوئی اہمیت نہیں دی۔

"چلو سمیر۔" وہ ان کے بازو میں ہاتھ ڈال کر نکل بھی گئی۔

"ماشاء اللہ چاند سورج کی جوڑی ہے اللہ نظر بد سے محفوظ رکھے۔" امی نے بیٹے بہو کو سراہنے کے ساتھ دعائیں دیں پھر اسے دیکھ کر بولیں۔

"بیٹھو میں تمہارے لیے......"

"نہیں میرے لیے کچھ نہیں کریں میں ابھی ناشتا کر کے آ رہی ہوں۔" اس نے فوراً روک دیا۔

"اچھا میں ذرا ماسی کو دیکھ لوں اور ہاں دوپہر کے کھانے میں کیا کھاؤ گی؟" امی نے جاتے جاتے رک کر پوچھا۔

"کچھ نہیں میرا مطلب ہے آپ کوئی اہتمام نہ کیجیے گا آپ ماسی کو دیکھیں میں امبر سے مل کر آتی ہوں۔" وہ کہتے ہوئے امی سے پہلے ہی کمرے سے نکل آئی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اسے اچانک اندر خالی پن کا احساس ہوا کہ امبر کو بتانے کے لیے اس کے پاس زندگی کے نئے موڑ کی کوئی خوب صورت داستان نہیں ہے نہ ہی اس کی چھیڑ چھاڑ پر وہ شرمیلی ہنسی ہنس سکتی ہے۔ اس خیال نے اسے مزید آزردہ کر دیا تھا اور وہ ایسے ہی امبر کے سامنے جا کھڑی ہوئی تھی۔

"ارے تم......" امبر نے غور ہی نہیں کیا بس اسے دیکھ کر خوش ہو گئی تھی۔

"دو تین بار مجھے معلوم ہوا کہ تم آئیں اور چلی بھی گئیں میں بہت ناراض ہوں تم سے۔ تم سیڑھیاں نہ چڑھتیں مجھے بلوا لیتیں یا اپنے میاں سے ملوانا نہیں چاہتیں۔" اس نے شرارت سے اسے چھیڑا پھر اسے لے کر کمرے میں لے آئی تو وہ ادھر ادھر دیکھ کر پوچھنے لگی۔

"خالہ جان کہاں ہیں؟"

"مارکیٹ گئی ہیں آتی ہوں گی تم بیٹھو۔" امبر نے لائٹ آن کرتے ہوئے کہا پھر اسے دیکھ کر وہیں کھڑی رہ گئی تو وہ کچھ حیران ہوئی۔

"کیا ہوا؟"

"تمہیں کیا ہوا ہے اتنی کمزور لگ رہی ہو؟"

"تمہاری آنکھیں کمزور ہو گئی ہیں۔" وہ آرام سے بیٹھ گئی تو امبر اس کے قریب بیٹھ کر ڈھیرے سے پوچھنے لگی۔

"سنو وہ یاد آتا ہے؟"

"کون؟" ایک پل کو اس کا دل ڈوبا تھا۔

"رابیل......"

"نہیں۔" اس نے سختی سے جھٹلایا جب کہ دل اس کے نام کا ورد کرنے لگا تھا۔

"بالکل نہیں تم آئندہ کبھی اس کا نام بھی مت لینا مجھے نفرت ہے اس سے۔"

"پھر تم اتنی سونی سونی کیوں لگ رہی ہو؟"

"امی بھی یہی کہہ رہی تھیں مجھے اصل میں زیورات کا شوق نہیں ہے۔" اس نے سنبھل کر بات بنائی تو امبر کو اس پر رحم آ گیا۔

"میں تمہارے لیے جوس لے کر آتی ہوں۔"

"نہیں امبر میں کچھ نہیں لوں گی بس تم میرے پاس بیٹھو۔" اس نے امبر کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"اچھا سکندر بھائی بھی آئے ہیں؟" امبر نے پوچھا تو وہ سر ہلا کر بولی۔

"ہوں اب شام میں آئیں گے۔"

"ہیں کیسے؟"

"اچھے ہیں۔"

"اور ان کے گھر والے؟ ارے ہاں سمیر بھائی اور بھابی تو آ گئے ہیں نا میں رات ہی بھاگی گئی تھی نیچے لیکن......" امبر شوق سے بولتے ہوئے ایک دم خاموش ہو گئی تو اس نے بلا ارادہ ہی ٹوکا تھا۔

"لیکن کیا......؟"

"بھابی نے بات ہی نہیں کی ابھی کیا کر رہی ہیں؟" امبر نے بتا کر پوچھا۔

"میکے گئی ہیں۔"

"ہیں...... تم یہاں آئی ہو وہ وہاں چلی گئیں۔"

"اُفوہ...... چھوڑو یہ باتیں۔" اس نے جھنجلا کر ٹوکا تو امبر بے ساختہ کھلکھلا کر ہنسی تھی پھر شام میں سکندر اسے لینے آیا تو امی ابو کے بہت اصرار پر بھی رات کے کھانے تک رکنے پر آمادہ نہیں ہوا جو اسے بہت برا لگا کیونکہ وہ خود تو دوپہر میں سو گئی تھی اور امی اسی وقت سے اہتمام میں لگ گئی تھیں جبکہ سمیر اور عالیہ اس وقت تک نہیں آئے تھے بہرحال اس نے سکندر کے نہ رکنے کو محسوس تو کیا لیکن

بہت تھوڑی دیر کے لیے اس کے بعد وہ یہ سوچنے لگی تھی کہ اچھا ہے اب امی ابو کو پتا چلے گا کہ ان کا انتخاب کیا ہے۔
"کیا سوچ رہی ہو؟" سکندر نے اس پر نظر ڈال کر اچانک پوچھا تھا۔
"ہوں...... کچھ نہیں۔" وہ بُری طرح چونکی تھی۔
"کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔" اس کی مسکراہٹ بڑی دلکش تھی وہ ایک پل کو کنفیوز سی ہوگئی۔
"بتاؤ نا؟" اس نے اصرار کیا تو وہ الٹا اس سے بولی۔
"آپ بتائیں؟"
"اول روز کی طرح پہلے میں قیاس کروں۔" اس نے محظوظ ہو کر کہا تو وہ اندر ہی اندر جزبز ہوئی پھر سوچ کر کہنے لگی۔
"میں یہ سوچ رہی تھی کہ امی ابو اتنا اصرار کررہے تھے آپ کو رک جانا چاہیے تھا۔"
"ہاں رکنا تو چاہیے تھا لیکن میرا کچھ اور پروگرام تھا، بلکہ ہے۔"
"کیا......"
"پہلے شاپنگ پھر کھانا۔" اس نے بتا کر اسے دیکھا تو قصداً مسکرائی پھر پوچھنے لگی۔
"کس خوشی میں؟"
"عجیب لڑکی ہو بجائے خوش ہونے کے مجھ سے خوشی پوچھ رہی ہو پھر بھی بتادوں کہ میں چاہتا ہوں تم بہت سارا وقت میرے ساتھ رہو۔"
"کیا مطلب......" وہ واقعی نہیں سمجھی تھی اور وہ ایک دم سنجیدہ ہوگیا۔
"گھر میں تو تم ملتی نہیں ہو لگتا ہے تمہاری شادی مجھ سے نہیں باقی سب گھر والوں سے ہوئی ہے اور کسی وقت تو مجھے لگتا ہے جیسے تم مجھ سے بھاگ رہی ہو۔ سچ بتاؤ کہیں سچ مچ ایسا تو نہیں؟" وہ پارکنگ ایریا میں گاڑی روک کر اسے دیکھنے لگا تو اسے لگا جیسے وہ پھٹ پڑے گی جب ہی دانتوں کو سختی سے ایک دوسرے پر جما کر نفی میں سر ہلانے لگی۔
"اچھا یہ بتاؤ مجھ سے کتنی محبت کرتی ہو؟"
"ارے یہ آپ راستے میں کیسی باتیں کرنے لگے ہیں، چلیں مجھے بھوک لگ رہی ہے۔" وہ کہتے ہوئے اپنی طرف کا دروازہ کھول کر اتر گئی۔
"پہلے کھانا یا پہلے شاپنگ؟" وہ گاڑی لاک کر کے اس کے پاس آیا تو پوچھنے لگا۔
"شاپنگ......" اور وہ جانے کس موڈ میں تھا اسے اچھی خاصی شاپنگ کروا ڈالی پھر کھانا کھاتے ہوئے خود ہی کہنے لگا۔
"مجھے احساس ہے تمہارے ساتھ بہت زیادتی ہو رہی ہے۔ ہما اور فروا نے بالکل ہی کاموں سے ہاتھ کھینچ لیا ہے اور امی بھی ان ہی کا ساتھ دے رہی ہیں میں اگر بولوں گا تو......"
"نہیں آپ کو کچھ بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔" اس نے فوراً ٹوکا۔ "میرے لیے یہی بہت ہے کہ آپ کو خود احساس ہے۔"
"تم بھی کبھی کبھی میرا احساس کرلیا کرو۔" سکندر مسکین شکل بنا کر بولا تو بے ساختہ شرمیلی ہنسی کے باعث اس نے نظروں کا زاویہ بدلا تھا کہ عین سامنے وہ آگیا جسے نہ سوچنے کا عہد کر کے وہ اب تک اس کی نفی کرنے میں لگی ہوئی تھی اور اس نے بہت چاہا کہ فوراً نظریں واپس موڑ لے لیکن یہ کہاں ممکن تھا جبکہ رابیل اس کی طرف متوجہ نہیں تھا، وہ اپنے ساتھ بیٹھی لڑکی کا ہاتھ تھامے جانے اس کی آنکھوں میں کون سے خواب سجا رہا تھا کہ وہ گم صم ہوگئی تھی۔
"ارے کیا ہوا؟" سکندر نے اس کے سامنے ہاتھ لہرا کر ٹوکا پھر اس کی نظروں کے تعاقب میں گردن موڑ کر دیکھنے لگا تو وہ چونکنے کے ساتھ کچھ خائف ہوئی پھر بمشکل سنبھلتے ہوئے بولی تھی۔
"وہ لڑکی شاید یونیورسٹی میں تھی۔"
"تمہارے ساتھ؟"
"ہاں...... نہیں تو میرا مطلب ہے، ہمارے ڈیپارٹمنٹ میں نہیں تھی۔"
"اور اس کے ساتھ؟"
"پتا نہیں ہوگا کوئی چلیں......" وہ نہیں چاہتی تھی کہ رابیل اسے دیکھے جب ہی فوراً کھڑی ہوگئی تھی۔

❁......❁......❁

سکندر اس پر مزید محبتیں نچھاور کر کے سو چکا تھا اور سونا تو وہ بھی چاہتی تھی لیکن نیند آ کے نہیں دی کیونکہ ذہن بُری

طرح الجھ رہا تھا، نظروں سے وہ منظر محو ہو کے نہیں دے رہا تھا، آنکھیں بند کرتی پھر کھولتی آخر تکیے میں منہ چھپا کر رو پڑی۔
"اتنی جلدی وہ بدل گیا، میں کوشش کر کر کے ہار رہی ہوں اور وہ......" پھر خود کو تسلیاں دینے لگی۔ "وہ ایسا ہی ہوگا، فلرٹ، جب ہی تو میری شادی کا سن کر اس پر کچھ اثر نہیں ہوا تھا اور کچھ نہیں تو مجھے الزام ہی دیتا وہ بھی نہیں۔ اس کا مطلب ہے وہ یہی چاہ رہا تھا کہ میں خود اس کی زندگی سے نکل جاؤں۔ بے ایمان، دھوکے باز، فریبی......" اس نے تکیے سے آنکھیں رگڑ ڈالیں پھر ڈرتے ڈرتے سکندر کو دیکھا، وہ بے خبر سو رہا تھا۔ مدھم روشنی میں اس کے نقوش بڑے دل فریب لگ رہے تھے یا شاید تھے ہی ایسے کیونکہ وہ پہلی بار اتنے قریب سے اسے براہ راست دیکھ رہی تھی۔
"اور اگر یہ ایسا جاذب نظر نہ ہو تب بھی میرا شوہر ہے۔ میرا احساس کرتا ہے، مجھے خوش رکھنا چاہتا ہے اور میں اس فریبی کی وجہ سے اسے نظر انداز کرتی ہوں۔ اُف کتنی بُری ہوں میں، اب میں خوش رہوں گی، اس کے لیے ہنسوں گی، کھلکھلاؤں گی۔"
"اوں ہوں......" کسی نے چپکے سے دل کا دامن کھینچا تھا۔ "مت ہنسا کرو مجھے تمہاری ہنسی سے خوف آتا ہے۔"
"کیوں اتنی خوف ناک ہے میری ہنسی۔"
"اونہہ خواب ناک......"
وہ پھر تکیے میں منہ چھپا کر رو رہی تھی اور یونہی روتے روتے جانے کب سوئی تھی پھر بھی صبح معمول کے مطابق اٹھ گئی اور روزانہ کی طرح منہ ہاتھ دھو کر سکندر کے پیر کا انگوٹھا ہلاتے ہوئے کمرے سے نکل کر سیدھی کچن میں جا پہنچی اور اس وقت وہ چاہتی تھی کہ سکندر کے لیے ناشتا بنا کر اپنے کمرے میں لے جائے لیکن ساس نندیں جیسے اس کے کچن میں جانے کے انتظار میں بستروں میں پڑی رہتی تھیں ادھر وہ چولہا جلاتی، اُدھر سب کی آوازیں آنے لگتیں جس سے غیر ارادی طور پر اس کے ہاتھوں میں تیزی آجاتی تھی پھر سکندر آفس جانے کے لیے تیار ہو کر ٹیبل پر آتا تو وہ بھی آن موجود ہوتے۔ اس وقت بھی یہی ہوا تھا سب ٹیبل پر بیٹھ چکے تھے وہ آخر میں ٹی پاٹ میں چائے دم کر کے لا رہی تھی کہ اسی وقت عالیہ آگئی جسے دیکھ کر اس نے بے اختیار تعجب کا اظہار کیا کیونکہ کل وہ اور سمیر بھائی سارا دن یہاں رہے تھے اور رات گئے جب سکندر کے ساتھ وہ واپس آئی تھی تب انہیں گھر جانے کا خیال آیا تھا جب ہی اس وقت پھر اس کی آمد پر اسے حیرت ہوئی تھی۔
"آپ......؟"
"کیوں...... میں نہیں آسکتی؟" عالیہ نے تنک کر کہا تو اس سے پہلے اس کی ساس بول پڑیں۔
"کیوں نہیں، تمہارا گھر ہے جب چاہو آؤ۔"
"اسے شاید بُرا لگا ہے۔" عالیہ بیٹھتے ہوئے بولی۔
"ویسے بُرا لگے یا بھلا، میں تو آؤں گی اپنی ماں کے پاس۔"
"سمیر نہیں آئے؟" سکندر نے اسے مزید کچھ کہنے سے روکنے کی خاطر پوچھا تھا۔
"وہی چھوڑ گئے ہیں، شام کو آئیں گے۔" وہ سکندر کو جواب دے کر پھر اس سے مخاطب ہوئی۔
"تم ابھی تک حیران کھڑی ہو، آخر کیوں؟" سکندر نے ایک نظر اسے جزبز ہوتے ہوئے دیکھا پھر بظاہر ہلکے پھلکے انداز میں کہنے لگا۔
"اس کی حیرت بجا ہے عالیہ! اصل میں تم لوگ کل بھی تو آئے تھے۔"
"پھر......" عالیہ پتا نہیں سمجھ نہیں رہی تھی یا جان بوجھ کر انجان بن رہی تھی۔
"پھر یہ کہ ناشتا کرو۔" سکندر نے جان چھڑانے کی خاطر کہا ساتھ ہی اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ خاموشی سے بیٹھ گئی۔
"سمیر ناشتے کے بغیر چلا گیا۔" عالیہ پراٹھے کی پلیٹ اٹھاتے ہوئے بولی۔
"پتا نہیں ان لوگوں کے ہاں ناشتے کا رواج نہیں ہے یا شاید بڑی بی اس انتظار میں بیٹھی تھیں کہ میں ناشتا بناؤں گی۔" اس کے حلق میں سلائس کا چھوٹا سا ٹکڑا بھی اٹک گیا تھا، جلدی سے چائے کا گھونٹ لے کر اس نے سکندر کو دیکھا تو اس نے ٹیبل کے نیچے اس کے پاؤں پر پاؤں رکھ کر گویا خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔
اور پھر یہ روزانہ کا معمول بن گیا کہ سمیر بھائی صبح آفس جاتے ہوئے عالیہ کو یہاں چھوڑ جاتے اور شام میں آتے تو اکثر رات گئے دونوں کی واپسی ہوتی اور کسی دن شام میں

جاتے تو ان کا آؤٹنگ کا پروگرام ہوتا تھا' بہر حال ایک طرف تو اسے اپنے بھائی پر حیرت کے ساتھ بے انتہا افسوس اور غصہ آ رہا تھا دوسری طرف وہ یہ بھی ضرور سوچتی تھی کہ امی کو اپنے بیٹے پر اس کی خوشیاں قربان کرنے کا صلہ مل رہا ہے' اس دوسری سوچ کی گرفت بعض اوقات اتنی مضبوط ہوتی کہ وہ خوش ہوتی۔ اس روز بہت دنوں بعد سکندر آفس جاتے ہوئے اسے امی کے گھر چھوڑ کر گیا تھا تو اس نے ذرا بھی لحاظ نہیں کیا اور طنزیہ جتا دیا۔

"کیوں امی بڑی رونق ہو گئی آپ کے گھر میں' سمیر بھائی کے بال بچوں سے۔" جواب میں امی کے آنسو اس روانی سے چھلکے کہ وہ ایک پل میں پاتال میں جا اتری تھی۔

"امی...... امی میرا مطلب یہ نہیں تھا۔" وہ ان کے گلے میں بانہیں ڈال کر انہیں مناتے مناتے خود بھی رونے لگی تھی۔

"تم کیوں رو رہی ہو۔" امی نے آنسو پونچھتے ہوئے اسے ٹوکا تو اس کی پہلی سوچ عود کر آئی۔

"مجھے سمیر بھائی پر غصہ آتا ہے یا شادی ہی نہیں کر رہے تھے اور کی تو......"

"بس بیٹا! سب نصیب کی بات ہے۔" امی نے آہ بھری۔

"ہاں لیکن سمیر بھائی کوئی نو عمر لڑکے نہیں ہیں' اچھے خاصے میچور آدمی ہیں۔ انہیں ایسی حرکتیں زیب نہیں دیتیں وہ صرف ان کا نہیں میرا ابھی سسرال ہے' روزانہ منہ اٹھائے چلے آتے ہیں۔" وہ غصے میں بولتی چلی گئی اور کچھ غلط بھی نہیں کہہ رہی تھی' جب وہ خاموش ہوئی تب پوچھنے لگیں۔

"تمہاری ساس بیٹی کو سمجھاتی نہیں؟"

"وہ کیا سمجھائیں گی' الٹا خوش ہوتی ہیں۔" اس نے جل کر کہا تو امی تعجب سے بولیں۔

"عجیب عورت ہے یہ بھی نہیں سوچتی کہ بیٹی کے روزانہ آنے سے بہو پر کیا اثر پڑے گا۔"

"مجھے تو انہوں نے لاوارث سمجھ لیا ہے کیونکہ سمیر بھائی بھی آتے ہیں تو سالیوں کے کمرے میں گھسے رہتے ہیں' مجھ سے سرسری حال احوال پوچھنا بھی حرام ہے۔"

"یہ تو بہت غلط بات ہے' میں تمہارے ابو سے کہوں گی وہی سمیر کو سمجھائیں گے۔" امی نے تشویش سے کہا تو وہ سر جھٹک کر بولی۔

"سمجھ چکے وہ۔"

"پھر بتاؤ میں کیا کروں؟"

"آپ کچھ نہیں کر سکتیں' اب میں ہی......"

"نہیں' تم کچھ مت کرنا۔" امی نے فوراً ٹوکا تو وہ ان کی تشویش دیکھتے ہوئے خاموش ہو رہی تھی۔

❁......❁......❁

رات تقریباً ایک بجے وہ سمیر بھائی اور عالیہ کے ساتھ ناچاہتے ہوئے بھی بیٹھی رہی اور سکندر کو بھی بٹھائے رکھا پھر ان کے جانے کے بعد اپنے کمرے میں آئی تو یہاں بھی سکندر کے ساتھ اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے ہوئے اس نے تین بجا دیئے تھے اور گو کہ یہ پہلی رات نہیں تھی جو وہ اتنی دیر سے سو رہی تھی' اکثر سکندر کے سونے کے بعد بھی وہ بلا مقصد جاگا کرتی تھی لیکن آج کیونکہ اس پر جتانا مقصود تھا اس لیے اسے بھی جگائے رکھا اور اب اطمینان سے سوتی رہی جب معمول کے مطابق کچن میں اس کی موجودگی کے آثار نہیں جاگے تب جانے کس نے اس کے کمرے کا دروازہ دھڑ دھڑایا تھا جس سے اس کی آنکھ کھلی ضرور لیکن وہ اٹھی نہیں اور سکندر کو اٹھتے دیکھ کر مزید سوتی بن گئی۔

"زوبیہ......" سکندر نے اس کا کندھا ہلایا تو وہ کسمسا کر بولی۔

"کیا ہے؟"

"اٹھو گی نہیں؟"

"اونہوں' سر میں درد ہو رہا ہے۔" اس نے مزید بازو میں چہرہ چھپا لیا اور سکندر کی تیاری محسوس کرتی رہی پھر پتا نہیں کسی نے اسے ناشتا دیا یا وہ سمیر بھائی کی طرح ایسے ہی چلا گیا تھا بہر حال اس کے جانے کے بعد وہ گھر والوں کا ردعمل سوچتے ہوئے دوبارہ سونے کی کوشش کر رہی تھی کہ ساس اس کے سر پر آن کھڑی ہوئیں۔

"ارے کب تک سوؤ گی؟" وہ آنکھوں سے ذرا سا بازو نیچے کھسکا کر انہیں دیکھنے لگی' بولی کچھ نہیں۔

"اٹھو ناشتا بناؤ۔" انہوں نے کہا تو اب وہ بیزاری سے بولی۔

"میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

"کیا ہوا؟"

"سر میں درد اور نیند بھی پوری نہیں ہوئی' رات دیر تک عالیہ بھائی کے ساتھ بیٹھی رہی۔" اس نے جان بوجھ کر عالیہ کی دیر تک موجودگی جتائی تھی۔

"اس کا تو روز کا معمول ہے' تمہیں کیا ضرورت تھی جاگنے کی۔ سکندر بھی بغیر ناشتے کے چلا گیا۔" وہ ناگواری سے مزید بڑبڑاتے ہوئے چلی گئیں۔

"میرا بھائی بھی بغیر ناشتے کے جاتا ہے۔" اس نے سر جھٹک کے تکیے میں منہ چھپا لیا تھا۔

اور پھر اس نے بھی اپنا یہی معمول بنانے کا سوچ لیا' رات کے کھانے کے برتن یونہی چھوڑ کر سکندر کے ساتھ لاؤنج میں آ بیٹھی جہاں عالیہ' سمیر' ہما اور فروا بھی موجود تھیں جو اسے دیکھ کر آنکھوں آنکھوں میں ایک دوسرے کو اشارہ کرنے لگیں اور وہ دیکھ کر بھی انجان بن گئی لیکن عالیہ سے بالکل برداشت نہیں ہوا فوراً ٹوک دیا۔

"تم کیوں اپنی نیند خراب کر رہی ہو' جاؤ سو جاؤ۔"

"سارا دن تو سوتی رہی ہوں اب نیند نہیں آ رہی۔" اس نے اطمینان سے جواب دے کر ریموٹ کنٹرول اٹھا کر ٹی وی آن کر لیا۔

"تو کیا اب ساری رات جاگتی رہو گی؟" عالیہ کی پریشانی وہ بہت اچھی طرح سمجھ رہی تھی۔

"نہیں' جب تک آپ لوگ بیٹھے ہیں۔"

"ہم اگر دو بجے تک بیٹھے رہیں تو......"

"تو کیا میں اپنے گھر میں بیٹھی ہوں' آپ کیوں پریشان ہو رہی ہیں۔" وہ اندر ہی اندر محظوظ ہو کر بول رہی تھی۔

"میں کیوں پریشان ہوں گی میں تو اس خیال سے کہہ رہی ہوں کہ پھر صبح تم اٹھو گی نہیں۔" عالیہ نے ناگواری سے کہا تو اس کا دل چاہا کہہ دے کہ اصل بات تمہارے منہ سے نکل ہی گئی لیکن وہ ان سنی کر کے ٹی وی دیکھنے لگی۔

پھر سکندر تو نیند کے باعث معذرت کر کے پہلے اٹھ گیا لیکن وہ سمیر اور عالیہ کے جانے کے بعد ہی اپنے کمرے میں آئی تھی اور اس وقت واقعی دو بج رہے تھے' سکندر بے خبر سو رہے تھے۔

"سوری صبح پھر تمہیں ناشتے کے بغیر جانا پڑے گا۔" اس نے دھیرے سے کہہ کر لائٹ آف کی تھی۔

اور صبح کسی نے اس کا دروازہ نہیں دھڑ دھڑایا' سکندر کے اٹھنے اور جانے کا بھی اسے پتا نہیں چلا تھا' کافی دن چڑھ آنے پر خود سے اس کی آنکھ کھلی تو سر بوجھل ہو رہا تھا اور یہ یقیناً دیر سے سونے اور دیر سے اٹھنے کا نتیجہ تھا' جس پر وہ خود کو ابھی سرزنش کر رہی تھی کہ اس کی ساس آ گئیں۔

"اٹھ گئیں خیر سے۔" وہ اٹھ کر بیٹھ گئی اور بال سمیٹنے لگی۔

"دیکھو بی بی! یہ طریقے یہاں نہیں چلیں گے' میں جانتی ہوں تم عالیہ کی نقل کرنا چاہ رہی ہو لیکن تم اچھی طرح سمجھ لو کہ تم اس جیسی کبھی نہیں بن سکتیں۔"

"اللہ نہ کرے جو میں اس جیسی بنوں۔" اس کے منہ سے بے ساختہ ہی نکلا تھا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" ساس یکدم آپے سے باہر ہو گئیں۔ "تم کیا آسمان سے اتری حور پری ہو' میری عالیہ کا کیا مقابلہ کرتی ہو۔ اس کے پیر کی جوتی کے برابر نہیں ہو تم پھر وہ تو میاں کے دل پر راج کرتی ہے تمہاری کیا حیثیت ہے ابھی سکندر سے کہوں تو تین لفظ کہہ کر نکال باہر کرے گا تمہیں۔" وہ ہکا بکا دیکھتی رہ گئی۔

"ایسے آنکھیں پھاڑ کے کیا دیکھ رہی ہو' چلو اٹھ کر ہانڈی روٹی کرو یا تمہارا باپ آ کر کرے گا۔"

"میرا باپ کیوں' ان کی بہو آئی ہو گی اس سے کہیں۔"

"اچھا تو ساری تکلیف تمہیں اس کے آنے کی ہوتی ہے۔"

"بالکل ہوتی ہے اور جب تک وہ اس طرح آتی رہے گی میں کچھ نہیں کروں گی۔" وہ برابر سے جواب دینے پر آ گئی تو ساس آخری حربہ استعمال کر کے چلی گئیں۔

"اگر یہ بات ہے تو جا بیٹھو اپنے باپ کے گھر۔" اور وہ جو اب اٹھنا چاہ رہی تھی دوبارہ لیٹ گئی۔ چائے کی شدید طلب کو بھی دبا دیا تھا' پھر شام کو سکندر کے آتے ہی ماں بہنوں نے اسے لاؤنج میں ہی گھیر لیا اور اس کے خلاف جو بولنا شروع ہوئیں تو انہیں چپ کراتے کراتے آخر وہ سر تھام کر بیٹھ گیا۔ اس پر بھی وہ خاموش نہیں ہوئیں اور وہ اپنے کمرے میں ان سب کی آوازیں سنتے ہوئے کچھ خائف بھی ہو گئی تھی کہ جانے اب سکندر آ کر اس سے کیا کہے گا تب ہی سکندر کے دھاڑنے کی آواز آئی تھی۔

"آپ سب خاموش ہوجائیں۔" یکدم خاموشی چھا گئی پھر قدرے توقف سے سکندر نے کہا تھا۔
"یہ سب عالیہ کی وجہ سے ہوا ہے جب سے اس کی شادی ہوئی ہے ایک دن اپنے گھر میں ٹک کر نہیں بیٹھی اگر یہیں رہنا تھا تو شادی کا ڈھونگ رچانے کی کیا ضرورت تھی اور آپ بجائے اسے سمجھانے کے الٹا اس کی سائیڈ لے رہی ہیں۔"
"تو تمہیں بھی بہن کا آنا بُرا لگتا ہے۔"
"ہاں لگتا ہے یہ اپنے ساتھ میرا گھر بھی خراب کررہی ہے اور یہ میں برداشت نہیں کرسکتا۔" وہ غصہ سے کہہ کر اپنے کمرے میں آیا تھا اور اس کی سہمی شکل دیکھ کر بھی اسی انداز میں بولا۔
"چلو۔"
"کہاں......؟" وہ حیران ہوئی لیکن اس نے کوئی توجہ نہیں دی۔
"جلدی سے چینج کر کے آجاؤ میں انتظار کررہا ہوں۔" وہ کہہ کر چلا گیا تو وہ اپنے آپ میں الجھتے ہوئے پانچ منٹ میں تیار ہوکر اس کے پیچھے بھاگی آئی تھی۔
"آپ ناراض ہیں؟" اس کے سنجیدہ چہرے کو دیکھ کر وہ پوچھنے لگی۔
"تم سے......کیوں؟"
"میں دو دن سے آپ کا خیال جو نہیں کررہی۔" اس نے مجرمانہ انداز میں گویا اپنے جرم کا اعتراف کیا تو وہ ذرا سی تاسف بھری ہنسی کے ساتھ بولا۔
"صرف دو دن میرے حساب سے تمہیں پہلے یہ سب کچھ کرنا چاہیے تھا۔"
"آپ کے خیال میں میں ٹھیک کررہی ہوں۔"
"نہیں......لیکن غلط بھی نہیں کہہ سکتا' تمہیں کیا لگ رہا ہے؟" اس نے پوچھا تو وہ آزردگی سے بولی۔
"میں ایسا نہیں چاہتی آپ کو پریشان بھی نہیں کرنا چاہتی۔"
"ہوں......" وہ جانے کیا سوچنے لگا' وہ وقفے وقفے سے گردن موڑ کر اسے دیکھتی رہی لیکن ٹوکا نہیں۔ جب وہ اسے ریسٹورنٹ میں لے آیا تب بھی پہلے کھانے کا آرڈر دیا پھر اسے دیکھ کر مسکرایا تو وہ پوچھنے لگی۔
"آپ کو بھوک لگ رہی ہے؟"
"کیوں تمہیں نہیں لگ رہی' کیا کھایا تھا دن میں؟" وہ خاموش رہی تو پوچھنے لگا۔
"ایسا کب تک چلے گا؟"
"بس آج آخری دن تھا صبح میں......"
"نہیں......" وہ ٹوک کر بولا۔ "تم صرف میرا اور اپنا کام کروگی اور بس' ہما اور فروا کو سر چڑھانے کی ضرورت نہیں ہے سمجھیں۔" اس نے سر ہلانے پر اکتفا کیا تھا۔
اگلی صبح وہ معمول کے مطابق اٹھ گئی اور سکندر کو ہلا کر کچن میں آئی تو پہلے کی طرح ادھر اس نے چولہا جلایا اُدھر گھر میں چہل پہل شروع ہوئی لیکن اس نے توجہ نہیں دی اور آرام سے سکندر اور اپنے لیے ناشتا بنا کر ٹرے اپنے کمرے میں لے آئی۔ سکندر آفس جانے کے لیے تیار ہوچکا تھا' بغیر کوئی تبصرہ کیے اس کے ساتھ ناشتا کیا پھر جاتے جاتے اچانک یاد آنے پر رک کر کہنے لگا۔
"سنو آج ایک دوست کی شادی میں جانا ہے' تیاری رکھنا۔"
"اچھی بات ہے۔" وہ اسے سی آف کرنے باہر تک آ گئی پھر واپس آئی تو لاؤنج میں عالیہ اور ہما ناشتا بنانے پر الجھ رہی تھیں جبکہ فروا صوفے پر پاؤں پسارے لیٹی تھی۔
"ایسا کرو عالیہ آج ناشتا تم بنالو۔" ہما نے کہا تو عالیہ کا جواب سننے کے لیے قصداً اپنے قدم سست کرلیے تھے۔
"میں......؟" عالیہ اچھلی تھی۔ "مجھے اگر ناشتا بنانا ہوتا تو میں یہاں کیوں آتی۔"
"تو تم یہاں ناشتا کرنے آتی ہو؟"
"یہی سمجھ لو۔" عالیہ نے کندھے اچکا کر کہا تو ہما اٹھتے ہوئے بولی۔
"ٹھیک ہے میں ناشتا بنادیتی ہوں لیکن دوپہر کا کھانا تم بناؤ گی۔"
"مجھ سے امید مت رکھنا یوں بھی میں مہمان ہوں۔"
"مہمان......" ہما اور فروا چیخی تھیں اور وہ کسی طرح اپنی ہنسی نہیں روک سکی تو جلدی سے کمرے میں آ گئی۔

❁......❁......❁

اجنبی لوگوں میں کسی شناسا چہرے کی تلاش میں اس کی نظریں مسلسل بھٹک رہی تھیں' سکندر بھی اسے بٹھا کر جانے کہاں چلا گیا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ وہ شادی کی تقریب میں انتہائی بور ہورہی تھی اور یہ بوریت اس کے چہرے پر بھی واضح نظر آرہی تھی' کچھ دیر بعد جب دلہن کو اسٹیج پر لایا گیا تب اس کی توجہ تھوڑی بٹ گئی اور ادھر اُدھر بھٹکتی ہوئی نظریں بھی اسی پر جا ٹھہری تھیں جو چیز اسے سب سے زیادہ اپنی طرف متوجہ کررہی تھی وہ دلہن کے ہونٹوں پر چمکتی مسکراہٹ تھی اور ابھی اس مسکراہٹ کا راز پانے جارہی تھی کہ عقب سے آواز آئی تھی۔
"رابیل......رابیل......یہاں آؤ۔"
"رابیل......" اس کی دھڑکنیں منتشر ہوگئیں کیونکہ سامنے سے وہ اسی طرف آرہا تھا' وہ کوشش کے باوجود نظروں کا زاویہ نہیں بدل سکی اور سماعت کے در بند کرنا تو اور بھی مشکل تھا۔
"میں کتنی دیر سے تمہیں ڈھونڈ رہی ہوں' کہاں تھے؟" وہ جو کوئی بھی تھی جارحانہ حقوق کے ساتھ پوچھ رہی تھی۔
"یہیں تو تھا۔" اسے رابیل کے ہونٹوں کی مسکراہٹ محسوس ہوئی تھی۔
"یہیں تھے تو نظر کیوں نہیں آئے؟"
"تم نے دل کی آنکھ سے نہیں دیکھا ناں۔" بڑا دلفریب انداز تھا اس نے ذرا سی گردن موڑ کر اس لڑکی کو دیکھنا چاہا لیکن نظریں رابیل کی پشت سے ٹکرا کر رہ گئیں۔
"دل کی آنکھ سے کیسے دیکھا جاتا ہے؟" وہ اب اٹھلا کر پوچھ رہی تھی' وہ رابیل کا جواب سننا چاہتی تھی لیکن سکندر کے پکارنے پر چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگی تو وہ بیٹھتے ہوئے بولا۔
"تم شاید بور ہوگئیں۔"
"ہاں......چلیں۔" اس نے چلیں کے ساتھ ہی اٹھنا بھی چاہا تو سکندر نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔
"ابھی کون جانے دے گا۔"
"کیا مطلب؟"
"کھانا لگ چکا ہے' تمہارے لیے یہیں لے آؤں یا......" وہ سکندر کی بات پوری ہونے سے پہلے اٹھ کھڑی ہوئی پھر اس کے اشارے پر جس طرف خواتین جارہی تھیں وہ بھی اسی طرف آ گئی' پلیٹ میں بریانی نکال کر جیسے ہی پلٹی' رابیل سامنے آ گیا اور گہری مسکراہٹ کے ساتھ پوچھنے لگا۔
"کیسی ہو؟"
"بالکل ٹھیک۔" اس کے منہ سے بلاارادہ ہی نکلا تھا اور پھر وہ اسی کو سچ ثابت کرنے کے لیے ہنس کر پوچھنے لگی۔
"تم کیسے ہو؟"
"اگر میں کہوں تم بن ادھورا تو......" اس کے ہونٹوں پر ابھی بھی مسکراہٹ تھی لیکن لہجے میں بلا کی حسرت' وہ یوں محسوس نہیں کرسکی کہ ساری توجہ خود کو سنبھالنے میں تھی۔
"ہاہاہا......" وہ قصداً استہزائیہ ہنسی تو وہ بات بدل گیا۔
"تمہارے ساتھ کون ہے؟ تمہارا شوہر......"
"وہی ہیں۔" وہ تائید کے ساتھ پلیٹ پر جھک گئی تو چند لمحے توقف سے وہ پوچھنے لگا۔
"خوش ہو؟" اس نے پہلے چمچ منہ میں ڈالا پھر اثبات میں سر ہلا کر بولی۔
"ہوں' بہت۔"
"اچھی بات ہے۔" وہ جانے لگا پھر ایک دم رک کر بولا تھا۔ "تم ساڑھی میں اچھی لگ رہی ہو۔"
"تھینک یو۔" وہ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر ہنسی تو وہ رک گیا۔
"یوں مت ہنسا کرو۔" اس کی ہنسی یکلخت غائب ہوگئی اور وہ بھی فوراً ہی دوسری سمت نکل گیا تھا۔ کتنی دیر بعد اس نے گردن موڑ کر اسے دیکھنا چاہا لیکن وہ اب کہیں نظر نہیں آیا تب وہ پلیٹ رکھ کر سکندر کے پاس آئی تو میک اپ کے باوجود اس کا چہرہ پھیکا لگ رہا تھا۔
"کیا بات ہے؟" سکندر نے فوراً ٹوکا لیکن وہ کچھ بول نہیں سکی۔
"چلو چلتے ہیں۔ ٹھہرو...... میں ذیشان سے کہہ آؤں۔" وہ کہہ کر اسٹیج کی طرف بڑھ گیا لیکن پھر درمیان ہی میں کسی لڑکی کے پاس کھڑا ہوگیا تھا غالباً اسے ہی اپنے جانے کا بتا رہا تھا پھر اسے لیے اس کے قریب آ گیا۔
"یہ زوبیہ ہے میری وائف۔" لڑکی نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا جسے تھامتے ہوئے وہ سوالیہ نظروں سے سکندر کو دیکھنے لگی۔
"یہ ذیشان کی بہن شمائلہ ہے۔" سکندر نے اس کا

تعارف کرایا تو اس نے مسکرانے پر اکتفا کیا۔
"ٹھیک ہے شمائلہ ہم چلتے ہیں۔" سکندر نے اس سے کہا تو وہ پوچھنے لگی۔
"کل آؤ گے ناں؟"
"دیکھو۔"
"ضرور آنا کل تو گھر کی تقریب ہے۔" اس کے اصرار پر سکندر نے اثبات میں سر ہلایا پھر اسے دیکھا تو وہ چلنے کا اشارہ کر کے چل پڑی تھی۔
گھر آتے ہی وہ ہلکا سا شلوار سوٹ نکال کر واش روم میں بند ہوگئی اور پہلے ساڑھی سے نجات حاصل کی پھر منہ ہاتھ دھو کر نکلی تو سکندر دونوں ہاتھ سر کے نیچے رکھے جانے کن سوچوں میں گم تھا۔ اس نے پہلے سرسری نظر اس پر ڈالی پھر ساڑھی ہینگر کرتے ہوئے بار بار اسے دیکھا لیکن وہ متوجہ نہیں ہوا تب وہ سوئچ بورڈ کے قریب جا کر پوچھنے لگی۔
"لائٹ آف کردوں؟"
"ہیں......" وہ بُری طرح چونکا تھا۔ "کچھ کہا تم نے؟"
"لائٹ آف کردوں......" اس نے کچھ ٹھٹک کر اپنی بات دہرائی تھی۔
"ہاں......" وہ آنکھیں بند کر گیا تو وہ لائٹ آف کر کے اپنی جگہ پر آلیٹی اور اس وقت وہ سوچنا کچھ اور چاہتی تھی لیکن اس کا ذہن سکندر کی سوچوں پر الجھنے لگا تھا۔
صبح اس کے آفس جانے کے بعد وہ ناشتے کی ٹرے کچن میں رکھنے آئی تو ہما اسے سنا کر بولی۔
"آج عالیہ نہیں آئی؟"
"عالیہ نہیں آئی؟" اس نے برملا حیرت کا اظہار کیا تو اب ہما براہ راست اسے دیکھ کر بولی۔
"تم خوش ہوں گی۔" وہ مصلحتاً خاموش رہی اور پیٹھ موڑ کر سنک میں رکھے برتن دھونے لگی تو قدرے رک کر ہما پوچھنے لگی۔
"تم رات ذیشان بھائی کی شادی میں گئی تھیں؟"
"ہاں۔" اس نے مصروف انداز میں جواب دیا۔
"شمائلہ سے بھی ملیں؟"
"شمائلہ؟" اس نے نل بند کر کے ہما کو دیکھا تو وہ فوراً بولی۔
"ذیشان بھائی کی بہن۔"
"ہاں آتے ہوئے ملاقات ہوئی تھی اس سے۔" اس نے بتایا تو اب ہما معنی خیز انداز میں پوچھنے لگی۔
"کیسی ہے؟"
"ٹھیک ہے۔"
"میں اس کی طبیعت نہیں پوچھ رہی۔" ہما نے ٹوکا تو وہ سمجھی نہیں۔
"کیا مطلب؟"
"خوب صورت ہے نا۔" ہما ہنسی اور اس کے ایسے ہی نا سمجھنے والے انداز میں دیکھتے رہنے پر کہنے لگی۔
"سکندر بھائی اس سے شادی کرنا چاہتے تھے۔"
"اچھا......" اس نے پھیکی ہنسی کے ساتھ پوچھا۔ "پھر کی کیوں نہیں۔"
"تم جو درمیان میں آگئیں۔" ہما نے آرام سے اسے الزام دے ڈالا۔
"میں......؟" وہ حیران ہوگئی۔ "میں کب آئی میں تو سمیر بھائی کا رشتہ لے کر آئی تھی پھر بدلے کی شرط تو یہاں سے رکھی گئی۔"
"ہاں بس عالیہ۔" ہما جانے کیا کہنے جارہی تھی کہ ایک دم بات ادھوری چھوڑ کر کچن سے نکل گئی اور وہ کوشش کے باوجود سر نہیں جھٹک سکی اور سارا دن وقفے وقفے سے اس کا ذہن مختلف باتوں میں الجھتا رہا اسے یہ بھی یاد آیا کہ اس نے خود سکندر کو فون کیا تھا کہ وہ شادی سے منع کردے لیکن اس نے اس سلسلے میں کچھ نہیں کہا تھا اور پھر اوپن شب بات اس پر ڈال دی تھی یہ کہہ کر میں چاہتا تھا تم اپنی جنگ خود لڑو۔
"ہما جھوٹ کہتی ہے۔" بہت الجھنے کے بعد آخر میں اس نے سوچا تھا یا خود کو تسلی دی تھی لیکن پھر خیال آیا کہ رات شادی کی تقریب میں سکندر اسے بٹھا کر خود ہی غائب ہوگیا تھا اور اس نکتے پر سوچتے ہوئے وہ پھر الجھ گئی تھی۔
شام میں سکندر معمول سے بہت پہلے آگیا اور کچھ دیر آرام کے بعد ذیشان کے ولیمے میں جانے کی تیاری کرنے لگا تو وہ اس کے آس پاس منڈلاتے ہوئے انتظار کرنے لگی کہ وہ اسے بھی تیار ہونے کا کہے گا لیکن وہ پتا نہیں اسے لے جانا نہیں چاہتا تھا یا اپنا سوٹ پریس کرنے

میں کچھ زیادہ ہی مگن تھا کہ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوا تب اندر ہی اندر جزبز ہوتی وہ خود ہی ایک ساڑھی نکال کر اس سے پوچھنے لگی۔

"میں یہ پہن لوں؟"

"ہیں، تم بھی چلو گی؟" اس نے چونک کر دیکھتے ہوئے کہا پھر خود ہی جیسے اپنی بات سنبھالنے لگا۔ "میرا مطلب ہے کل تم بور ہوگئی تھیں۔"

"ہاں۔" اس نے ساڑھی واپس الماری میں ڈال دی۔

"میرا خیال ہے میں نہیں جاتی۔"

"نہیں اگر چلنا چاہو تو......!"

"نہیں، آپ چلے جائیں البتہ مجھے اگر امی کے گھر چھوڑ دیں تو۔"

"ہاں یہ ٹھیک ہے پھر واپسی میں تمہیں لیتا آؤں گا۔" وہ فوراً اس کے پروگرام سے متفق ہوگیا تھا۔

وہ امی کے گھر آ تو گئی تھی لیکن اب اسے افسوس ہو رہا تھا کیونکہ بارہ بج چکے تھے اور سکندر ابھی تک نہیں آیا تھا۔ ابو کافی دیر اس کے پاس بیٹھ کر اپنے کمرے میں جاچکے تھے اور امی بھی اس کی وجہ سے بیٹھی ہوئی تھیں۔ جبکہ سمیر بھائی اور عالیہ گھر پر نہیں تھے۔ امی نے عالیہ کے بارے میں بتایا تھا کہ آج سارا دن وہ اپنے کمرے میں بند رہی تھی پھر جیسے ہی سمیر آفس سے آیا اسے ساتھ لے کر نکل گیا تو اب تک وہ نہیں لوٹے تھے۔ اس نے قصداً ان دونوں کے بارے میں کچھ کہنے سے گریز کیا۔ یوں بھی اس وقت اسے اپنی پوزیشن آکورڈ سی لگ رہی تھی۔

"آپ سو جائیں امی، سکندر آئیں گے تو میں چلی جاؤں گی۔" اس نے امی کی نیند سے بوجھل آنکھیں دیکھ کر کہا۔

"نہیں کوئی بات نہیں، سمیر اور عالیہ کے آنے تک میں بیٹھی ہوں۔"

"وہ لوگ کون سا مجھے کمپنی دیں گے۔ میں امبر کے پاس چلی جاتی ہوں۔" وہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"وہ سوگئی ہوگی۔" امی نے کہا لیکن اس نے ان سنی کر کے اوپر کی بیل بجادی تو فوراً ہی امبر بھاگی آئی تھی اور اسے دیکھ کر حیرت سے پوچھنے لگی۔

"تم اس وقت آئی ہو؟"

"نہیں، شام کو آئی تھی لیکن تمہارا خیال ابھی آیا ہے۔" اس نے ہنس کر کہا تو امبر نے برا نہیں مانا۔

"شکر آیا تو......"

"چلیں امی اب آپ سو جائیں امبر ہے میرے پاس۔" اس نے زبردستی امی کو اٹھادیا پھر امبر کے ساتھ بیٹھ کر کہنے لگی۔ "اصل میں سکندر اپنے دوست کی شادی میں گئے ہوئے ہیں۔"

"تم نہیں گئیں؟" امبر نے فوراً پوچھا۔

"میں کل گئی تھی بہت بور ہوئی۔" پھر اچانک یاد آنے پر امبر کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر سرگوشی میں بولی۔

"سنو، وہاں وہ بھی تھا ابیل۔"

"ہیں، تمہاری ملاقات ہوئی اس سے؟" امبر نے متجسس ہو کر پوچھا تو وہ ناگواری سے بولی۔

"ہاں آیا تھا میرے پاس۔"

"کیا کہہ رہا تھا؟" امبر کا تجسس ہنوز تھا۔

"بس یہی باتیں، کیسی ہو خوش ہو ساڑھی میں اچھی لگ رہی ہو وغیرہ وغیرہ۔" اس نے بتایا تو امبر اس کا ہاتھ دبا کر پوچھنے لگی۔

"تم کیسی باتیں کرنا چاہتی تھیں۔"

"کیسی بھی نہیں وہ خود ہی سامنے آگیا تھا فضول آدمی۔" اس نے کہہ کر سر جھٹکا تو امبر اس کے بازو میں چٹکی کاٹ کر بولی۔

"اب وہ فضول ہوگیا۔"

"شروع سے تھا میں نے ہی اسے سمجھنے میں غلطی کی۔ لیکن اب شکر کرتی ہوں کہ......!" ڈور بیل سے وہ بات ادھوری چھوڑ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"شاید سکندر آگئے چلو تم گیٹ بند کر لینا۔"

"مجھے اس لیے بلایا تھا۔" امبر نے خفگی سے ٹوکا۔

"ہاں۔" وہ ہنسی پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے باہر تک لے آئی پہلے اس کا سکندر سے تعارف کرایا پھر خدا حافظ کہہ کر گاڑی میں آ بیٹھی اور بلا ارادہ کہہ گئی۔

"بہت دیر کردی؟"

"شادیوں میں تو دیر ہو ہی جاتی ہے۔" سکندر کے انداز میں بے پروائی محسوس کر کے وہ خاموش ہو رہی تھی۔

❀......❀......❀

پھر کتنے سارے دن گزر گئے وہ اب اس گھر میں رچ بس جانا چاہتی تھی اور اس کے لیے اس نے اپنا محاسبہ کیا تو اپنی بہت ساری غلطیاں سامنے آئیں۔ جیسے شروع دن سے ہما اور فروا اس سے دور دور تھیں تو اس نے بھی خود کو الگ تھلگ کرلیا تھا اور ساس کو بھی اپنی ساس سمجھ کر سمجھوتہ کرلیا تھا۔ اس کے برعکس اگر وہ ان کے معاملات اور دوسری باتوں میں دلچسپی لیتی اور اپنے معاملات میں ان سے مشورہ کرتی تو اس کے خیال میں اجنبیت کی دیوار گرسکتی تھی۔ ابھی بھی اتنی دیر نہیں ہوئی تھی۔ وہ ان باتوں پر عمل کرسکتی تھی۔ البتہ عالیہ کے ساتھ وہ رعایت برتنے کو تیار نہیں تھی۔ وہ اگر طریقے سے آئے گی تو اسے اہمیت دی جائے گی ورنہ نہیں یہ بھی اس نے غیر جانبداری سے سوچا تھا اور پھر یہ نہیں کہ وہ یہ ساری باتیں سوچ کر رہ جاتی بلکہ اسی دن سے عمل بھی شروع کردیا تھا اور کچھ ہی دنوں میں وہ گھر کے کام یوں تقسیم کرنے میں کامیاب ہوئی کہ ہما اور فروا اپنے حصے کے کام بغیر کہے خود ہی کرنے لگی تھیں۔ جبکہ ساس کے کمرے کی جھاڑ پونچھ اور دوسرے چھوٹے موٹے کام بھی اس نے اپنے ذمہ لے لیے تھے۔ مزید فارغ وقت میں وہ ان کے پاس بیٹھنے بھی لگی تھی اور ایسے میں وہ خود کو بالکل فراموش کر کے صرف انہیں اہمیت دیتی تو پھر بہت جلدی وہ اس پر کھلنے لگی تھیں۔ بالکل اسی طرح جیسے کوئی دوست، ہمدرد مل جائے۔ بہر حال ان دنوں وہ ہما کے لیے بہت پریشان تھیں یعنی اس کی شادی کے لیے۔ رشتے آتے تو تھے لیکن بات نہیں بنتی تھی۔

"پتا نہیں کب نصیب کھلیں گے اس لڑکی کے۔" اس وقت وہ آہ بھر کر بولیں تو وہ انہیں تسلی دینے لگی۔

"آپ کیوں پریشان ہوتی ہیں۔ جب اللہ کو منظور ہوگا ہوجائے گی اس کی شادی۔"

"اے سنو، تمہارے میکے میں کوئی نہیں ہے۔ چچیرے، ممیرے، بھائی۔" انہوں نے پوچھا تو وہ سوچتے ہوئے بولی۔

"میری خالہ کے چار بیٹے ہیں صرف ایک کی شادی ہوئی ہے۔"

"باقی تین تو کنوارے ہیں نا، کیا کرتے ہیں؟" وہ اس کے قریب کھسک آئی تھیں۔

"ماشاء اللہ پڑھے لکھے برسرِ روزگار ہیں۔" اس نے بتایا تو وہ فوراً بولیں۔

"تو اپنی ہما کے لیے بات چلاؤ نا۔"

"میں...... میں امی سے کہوں گی۔" وہ کہہ کر پچھتائی تو نہیں لیکن پھنس ضرور گئی تھی کہ شام میں سکندر کے آتے ہی وہ اس سے میکے جانے پر اصرار کرنے لگیں اور اسے تو کیا اعتراض ہوسکتا تھا لیکن اس وقت سکندر نے تھکن کے باعث منع کردیا تو پھر اگلے دن وہ دو دن رہنے کا پروگرام بنا کر امی کے گھر آئی تھی۔ پہلے کی طرح سکندر صبح آفس جاتے ہوئے اسے چھوڑ کر چلا گیا تھا اور وہ ابھی امی کے پاس بیٹھی ہی تھی کہ سمیر کے کمرے سے پہلے سمیر کی پھر عالیہ کے چیخنے چلانے کی آوازیں آنے لگیں۔ اس نے کچھ پریشان ہو کر امی کو دیکھا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"روزانہ کا معمول ہے تم چلو میرے کمرے میں۔" امی اسے وہاں سے اٹھا کر اپنے کمرے میں لے آئیں لیکن اس کا دھیان اسی طرف تھا۔

"کیوں امی کیوں لڑتے ہیں دونوں؟"

"کیا بتاؤں اس لڑکی نے زندگی اجیرن کردی ہے گھرداری کی طرف تو آتی ہی نہیں۔ نہ ناشتا کھانا دیتی ہے نہ اسے کپڑے تیار ملتے ہیں۔ اسی بات پر جھگڑا ہو رہا ہے اور شام میں تو اور ہنگامہ کرتی ہے روز کہیں نہ کہیں جانے کے لیے تیار۔" امی بولنے پر آئیں تو بولتی چلی گئیں۔ وہ دم سادھے سن رہی تھی پھر شاید امی کو خود ہی احساس ہوا تو سر جھٹک کر بولیں۔

"چھوڑ میں بھی کیا باتیں لے کر بیٹھ گئی۔"

"لیکن امی ایسا کب تک چلے گا۔" وہ واقعی پریشان ہوگئی تھی۔

"میں کیا کہہ سکتی ہوں۔"

"ویسے غلطی بھیا کی ہے۔ شروع میں ہی اسے اتنا سر چڑھالیا کہ اب وہ......!" عالیہ کو آتے دیکھ کر وہ نا صرف خاموش ہوئی بلکہ اپنی جگہ سے کھڑی بھی ہوگئی تھی اور ابھی سلام اس کے ہونٹوں میں تھا عالیہ کہنے لگی۔

"اچھا ہوا تم یہیں ہو اور اب یہیں رہنا، وہاں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟" اس نے پہلے ایک نظر امی پر ڈالی تھی۔

"میں جا رہی ہوں تمہارے بھائی پر اور گھر پر لعنت بھیج کر، اونہہ۔" وہ غصے سے کہہ کر اسی انداز میں واپس پلٹ گئی تو اس کے ساتھ امی بھی اس کے پیچھے بھاگی آئیں۔

"عالیہ...... عالیہ رکو تو...... کہاں جا رہی ہو؟"

"اس جہنم سے دور۔" وہ رکے بغیر بولی تھی۔

"سنو سمیر کہاں ہے...... سمیر۔" امی اسے روکنے کے ساتھ سمیر کو پکارنے لگیں لیکن وہ شاید آفس کے لیے نکل چکے تھے۔ جب ہی ادھر سے کوئی جواب نہیں آیا اور اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کیا کرے۔

"سمیر بھائی چلے گئے شاید۔" اس نے امی کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر خود کو سہارا دیا تھا۔

"ہیں......؟" امی نے اسے دیکھا تو ٹھٹک گئیں۔ چہرہ سفید لٹھے کی مانند ہو رہا تھا ہاتھوں میں بھی لرزش تھی تب امی نے جلدی سے اسے بٹھایا اور جا کر پانی لے آئیں۔

"تم کیوں پریشان ہو رہی ہو؟"

"پریشانی کی بات نہیں ہے کیا؟ آپ نے سنا نہیں وہ کیا کہہ گئی ہے کہ تمہیں وہاں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔" اس نے کہا تو امی اسے تسلی دیتے ہوئے کہنے لگیں۔

"اس کے کہنے سے کیا ہوتا ہے اور کوئی ہم نے تھوڑی نکالا ہے اسے خود گئی ہے۔" پھر قدرے رک کر پوچھنے لگیں۔ "شام میں سکندر ادھر ہی آئے گا نا۔"

"نہیں، آج تو نہیں آئیں گے میرا مطلب ہے میں دو دن رہنے کے ارادے سے آئی تھی۔" وہ بتا کر یوں دیکھنے لگی جیسے اسے رہنا چاہیے یا نہیں۔

"شوق سے رہو، دو کیا چار دن رہو۔" امی نے اس کی نظروں کا سوال پڑھ کر کہا تھا۔

"نہیں امی، اس طرح تو بات خراب ہو جائے گی۔"

"تو پھر ایسا کرو، سکندر کو فون کر کے شام میں ادھر ہی بلا لو پھر جیسا وہ کہے۔" امی نے کہا تو کچھ دیر سوچنے کے بعد وہ انہیں دیکھ کر بولی۔

"میرا خیال ہے پہلے آپ سمیر بھائی کو فون کر کے عالیہ کے جانے کا بتائیں اور دیکھیں وہ کیا کہتے ہیں۔ ہو سکتا ہے آفس سے واپسی پر وہ اسے لیتے ہوئے آئیں۔" آخر میں اس نے قیاس بھی کیا۔

"ہاں...... یہ بھی ممکن ہے میں فون کرتی ہوں سمیر کو۔" امی اٹھ کر چلی گئیں۔ تو اس نے صوفے کی پشت پر سر ٹکا لیا۔ اچانک اسے بہت کمزوری محسوس ہونے لگی تھی۔ یوں جیسے جسم میں جان ہی نہ ہو جبکہ ذہن ماؤف ہو رہا تھا پھر بھی وہ امی کے آنے کی منتظر تھی۔ جاننا چاہتی تھی کہ سمیر بھائی کیا کہتے ہیں اور سمیر نے صاف انکار کر دیا تھا عالیہ کو لے کر آنا تو دور کی بات۔ ان کا کہنا تھا کہ اب وہ کبھی اس کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتے اور اگر ان کے ساتھ اس کا معاملہ نہ جڑا ہوتا وہ شاید امی انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیتیں لیکن اب وہ بھی پریشان ہو گئی تھیں۔

"تم سکندر کو فون کرو۔" امی کا اصرار تھا۔

"نہیں جب میرا کوئی جھگڑا نہیں تو میں کیوں خوامخواہ کی صفائیاں پیش کروں۔" اس نے اچانک سکندر کو فون کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ ورنہ تھوڑی دیر پہلے وہ بھی یہی سوچ رہی تھی۔

"صفائیاں پیش کرنے کی کیا بات ہے۔ صرف اسے صورت حال بتا دو ورنہ اس کی ماں نہیں......!"

"آپ فکر نہیں کریں وہ اتنے کانوں کے کچے نہیں ہیں۔" اس نے امی کی بات کاٹ دی اور انہیں مزید اطمینان بھی دلایا لیکن خود اندر سے متوحش تھی۔

پھر سارا دن وہ متضاد کیفیات میں گھری رہی۔ کبھی وہ امی ابو کے فیصلے کو نئے سرے سے غلط قرار دیتے ہوئے اس پر کڑھتی کبھی اسے سمیر بھائی پر افسوس ہوتا جنہوں نے پہلے بھی اپنی خوشی کے حصول کی خاطر اسے نظر انداز کیا تھا اور ابھی بھی اس کا خیال نہیں کر رہے تھے اور وہ کبھی اپنے مقدر سے شاکی ہوتی کہ اسی کے ساتھ ایسا کیوں ہوا۔ وہ تو اس گھر میں رچ بس جانا چاہتی تھی اور ایمانداری سے سب کو اپنا بنانے کی تگ و دو میں لگی تھی اب پتا نہیں اس کے ساتھ کیا ہونے والا تھا۔ وہ سوچ سوچ کر پریشان تھی۔

شام میں سمیر آئے تو امی نے انہیں بری طرح لتاڑا۔ اس کا احساس دلانے کی خاطر بھی جانے کیا کچھ کہا جس کا ان پر پتا نہیں اثر ہوا یا نہیں کیونکہ وہ کچھ بولے ہی نہیں۔ امی کی ساری باتیں خاموش بت بنے سن کر اپنے کمرے میں بند ہو گئے تھے۔ پھر ابو آئے تو اس سے پہلے کہ امی ان

کے سامنے شروع ہوتیں وہ اٹھ کر اپنے سابقہ کمرے میں آ بیٹھی لیکن لاشعوری طور پر منتظر تھی کہ ساری روداد سن کر ابو اس کے پاس ضرور آئیں گے جب ہی دروازے پر آہٹ محسوس ہوئی تو وہ بے اختیار ادھر متوجہ ہوتے ہی حیران ہو گئی۔

"مانا کہ مجھے پرسوں آنا تھا لیکن اس وقت آنے پر تم نے کوئی پابندی تو نہیں لگائی تھی یا لگائی تھی؟" سکندر نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے مسکرا کر کہا تو وہ بوکھلا گئی۔

"نہیں۔"

"پھر اتنی حیران کیوں ہو رہی ہو؟" وہ آرام سے بیٹھ گیا تو بلا ارادہ پوچھا۔

"آپ آفس سے آ رہے ہیں؟"

"نہیں، گھر سے۔" وہ اس کی کیفیت سمجھ رہا تھا پھر بھی انجان بنا اس کا ہاتھ کھینچ کر اپنے پاس بٹھا لیا۔

"جانتی ہو، میں اس وقت کیوں آیا ہوں۔" اس نے آہستہ سے نفی میں سر ہلایا تو وہ چند لمحے اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

"کیونکہ میں تمہیں دو دن اس خوف میں مبتلا نہیں رکھنا چاہتا تھا کہ عالیہ اور سمیر کے جھگڑے کے بعد تمہارا کیا ہوگا۔ اسی لیے میں اس وقت آ گیا اور اگر تم چاہو تو ابھی میرے ساتھ چل سکتی ہو چلو گی؟"

"جیسا آپ کہیں۔" وہ سر جھکا کر بولی۔

"تمہارا کیا دل چاہ رہا ہے۔"

"کل...... کل چلوں گی۔" اس نے کہا تو وہ مسکرا کر بولا۔

"ٹھیک ہے میں کل آ جاؤں گا۔"

"تھینک یو۔" وہ اب کھل کر مسکرائی تھی۔ دل سے بھاری بوجھ جو سرک گیا تھا۔

❁......❁......❁

صبح ناشتے کی میز پر سمیر مجرمانہ انداز میں سر جھکائے بیٹھے تھے اور امی بار بار ابو کو اشارے کر رہی تھیں کہ انہیں سمجھائیں لیکن ابو ایک نظر ان پر ڈال کر انجان بن جاتے پھر اچانک اس سے پوچھنے لگے۔

"رات سکندر کیا کہہ رہا تھا؟"

"جی۔" وہ چونک کر متوجہ ہوئی تھی۔ "کچھ نہیں، ایسے ہی آئے تھے۔"

"عالیہ کے متعلق کچھ کہا؟" ابو نے پھر پوچھا۔

"نہیں......"

"سمجھدار لڑکا ہے میں نے بھی ذکر کرنا چاہا تو اس نے فوراً روک دیا کہ یہ ان کا معاملہ ہے اور ان کے معاملے سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔" ابو نے سمیر کی طرف اشارہ کر کے کہا پھر انہیں مخاطب کیا۔

"کیوں سمیر! تم نے کیا سوچا ہے؟"

"کچھ نہیں۔" سمیر بھائی غالباً اس موضوع پر بات نہیں کرنا چاہتے تھے۔ جب ہی اس قدر کہہ کر اٹھ کر چلے گئے تو ابو اسے دیکھ کر کہنے لگے۔

"بیٹا ان کے لڑائی جھگڑوں سے تم پریشان مت ہونا اور نہ ہی گھر جا کر عالیہ سے الجھنا۔ اس کی کوشش تو یہی ہوگی کہ تمہیں بھی میکے بٹھا دے لیکن تم تحمل سے کام لینا اور جیسا تمہارا شوہر کہے ویسے کرنا، سمجھیں۔"

"جی۔"

"اور تمہیں بھی سمیر کے لیے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ دو چار دن گزریں گے تو خود ہی لے آئے گا بیوی کو۔" ابو امی سے کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے تو وہ بھی ناشتے کے برتن سمیٹ کر کچن میں آ گئی پھر جب تک امی اس طرف آئیں وہ برتن دھو چکی تھی۔ اس کے بعد وہ امی کے ساتھ لاؤنج میں آ بیٹھی اور جب انہیں بتایا کہ اس کی ساس نے ہما کے رشتے کے سلسلے میں اسے یہاں بھیجا تھا تو امی نے صاف انکار کر دیا۔

"نا بھئی، میں تو تمہاری خالہ سے بات نہیں کروں گی اور نہ میں تمہیں کرنے دوں گی۔"

"کیوں؟"

"کیوں کا کیا مطلب ایک کو بھگت رہی ہوں نا میں اور پھر تمہاری خالہ کہیں گی کہ جانے کس دشمنی کا بدلہ لیا ہے۔" امی نے ہاتھ جوڑ کر کہا تو وہ جزبز ہو کر بولی۔

"لیکن امی، ہما ایسی نہیں ہے۔"

"کیوں۔ تمہارے ساتھ کون سا اچھا سلوک کیا انہوں نے نوکرانی بنا کر رکھ دیا تمہیں۔"

"ہاں لیکن اب۔"

"بس مجھے اپنی بہن کے سامنے شرمندہ نہیں ہونا۔"

امی اسے ٹوک کر چلی گئیں تو وہ اپنے آپ پر کڑھتے ہوئے دکھ سے سوچنے لگی۔

"میری کوئی اہمیت کوئی حیثیت نہیں ان کی نظر میں نہ میرا احساس ہے پہلے سمیر بھائی کا خیال تھا اب اپنی بہن کا خیال آخر مجھے کیوں نظر انداز کردیا جاتا ہے یہ بھی تو سوچا جاسکتا تھا کہ اس طرح میرے سر سے ایک بلا ٹلے گی یا اس طرح سسرال میں میری حیثیت کچھ مضبوط ہوجائے گی۔ میرا کیوں نہیں سوچتیں امی۔ مجھے بوجھ سمجھ کر اتار کیوں پھینکا نے اگر سکندر اپنی بہن کا بدلہ لینے کے لیے مجھے یہاں چھوڑ جاتے تو۔" فون کی بیل سے اس کی سوچیں منتشر ہوگئیں۔

"ہیلو۔" منفی سوچوں کے باعث اس کی آواز میں مایوسی اور شکستگی تھی پھر بھی پہچاننے والا پہچان کر بولا۔

"مجھے رات معلوم ہوا کہ تم یہاں ہو تو میں نے سوچا ٹرائی کروں شاید قسمت یاوری کرجائے۔"

"رابیل۔" اس کے ہونٹوں نے بے آواز جنبش کی تھی۔

"ہیلو زوبیہ۔" چند لمحے انتظار کے بعد اس نے پکارا تو وہ سنبھلنے کی سعی کرتے ہوئے بولی۔

"میرا تم سے کوئی تعلق نہیں۔"

"میں جانتا ہوں اور میں تمہیں ڈسٹرب بھی نہیں کرنا چاہتا۔ بس ایک بار تم سے ملنا چاہتا ہوں۔" اس کے لہجے میں جانے کیا تھا کہ وہ کسی طرح بھی اپنے لہجے میں ناگواری نہیں سمو سکی۔

"کیوں؟"

"یہ میں نہیں جانتا بس ایک بار۔" اس کا عاجزانہ اصرار تھا۔

"نہیں، میں تو اتفاقاً سامنا بھی نہیں چاہتی کہاں تم ملنے کی بات کررہے ہو اور ہاں تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں یہاں ہوں کیا تم میری جاسوسی کرتے ہو اس نے ایک خیال آنے پر پوچھنے کے ساتھ ٹوک بھی دیا تو وہ آزردگی سے بولا تھا۔

"ایسی بات مت کرو جو مجھے اپنی ہی نظروں میں گرا دے۔"

"پھر؟"

"تم شاید بھول گئیں ذیشان کی شادی میں ہماری ملاقات ہوئی تھی۔ ذیشان میرا سیکنڈ کزن ہے اور رات تمہارے میاں وہاں آئے ہوئے تھے۔ اتفاق سے میں بھی وہیں موجود تھا۔"

"اور میرے میاں نے تمہیں بتایا کہ میں یہاں ہوں۔" وہ طنزیہ بول پڑی تھی۔

"مجھے نہیں شمائلہ کو بتارہے تھے۔" جواباً اس نے بھی کچھ باور کرانے کی کوشش کی تھی اور وہ بس اس قدر کہہ سکی۔

"پھر؟"

"پھر یہ کہ تمہیں ہوشیار رہنا چاہیے۔" اس نے کہہ کر فون بند کردیا تھا اور وہ ٹھٹکی تو شمائلہ کے نام پر ہی تھی مزید متوحش ہوکر کتنی دیر اس کی بات سوچنے اور سمجھنے کی کوشش کرتی رہی۔ لیکن پھر سکندر کا رویہ سوچ کر وہ کافی مطمئن ہوگئی البتہ رابیل سے مزید متنفر کہ وہ ضرور اسے پریشان کرنا چاہتا ہے۔

پھر شام کو سکندر آیا تو وہ اس کے ساتھ جانے کے لیے پہلے سے تیار بیٹھی تھی۔ امی نے کہا بھی کہ رات کا کھانا کھا کر جانا لیکن وہ نہیں رکی اور بہت عجلت میں سکندر کے ساتھ نکل آئی تھی۔ اصل میں وہ یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ عالیہ کے یہاں سے جانے کے بعد اس کی ساس نندیں اب اس کے ساتھ کیا سلوک کرتی ہیں۔ اتنی دقتوں سے تو وہ آپس کی کشیدگی دور کرپائی تھی اب جانے کیا ہو۔ تمام راستہ وہ یہ سوچتی آئی تھی اور جب سکندر کے ساتھ گھر میں داخل ہوئی تو پہلے مرحلے پر ہی عالیہ سے سامنے ہوگیا۔ وہ اسے دیکھتے ہی آپے سے باہر ہوگئی۔

"اسے کیوں لے آئے۔ میں اس کا گھر چھوڑ آئی ہوں۔ یہ بھی یہاں نہیں رہ سکتی نکالو اسے۔" اس نے خائف نظروں سے سکندر کو دیکھا تو اس نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھنے لگا تھا کہ عالیہ کی تیز آواز سن کر ہما، فروا کے ساتھ اماں بھی آگئیں۔

"کیا ہوا؟"

"یہ یہاں نہیں رہے گی۔ مجھے نہیں بسنے دیا اس کے ماں باپ نے آپ بھی اسے چلتا کریں۔" عالیہ ماں کے گلے میں بانہیں ڈال کر باقاعدہ اونچی آواز میں یوں رونے لگی جیسے اس پر بہت ظلم ہوا ہو۔

"بس بند کرو یہ مکاری۔" سکندر زور سے دھاڑا تھا۔ "تم خود نہیں بسنا چاہتیں دوسروں کو الزام کیوں دیتی ہو اور اماں آپ کو اس سے ہمدردی کی ضرورت نہیں ہے آپ اچھی طرح جانتی ہیں اسے۔"

"ہاں جانتی ہیں میری ماں ہیں ان سے زیادہ کون جانے گا مجھے۔ تم انہیں میرے خلاف نہیں بہکا سکتے۔" عالیہ انتہائی بدتمیزی سے بولی تھی۔

"میں تمہارے منہ نہیں لگنا چاہتا اور تمہیں بھی یہاں رہنا ہے تو تمیز سے رہنا ورنہ......!"

"کیا کرلو گے تم۔" عالیہ اماں سے یوں الگ ہوئی جیسے ابھی سکندر پر جھپٹ پڑے گی اور ادھر سکندر کا ہاتھ اٹھا تھا کہ وہ چیخ پڑی۔

"نہیں...... سکندر۔" اس کے ساتھ ہی وہ اس کا بازو تھام کر کھینچتے ہوئے کمرے میں لے آئی تھی اور پھر اس کے خلاف باقاعدہ محاذ کھل گیا۔ عالیہ نے گویا طے کرلیا تھا کہ اسے یہاں سے نکال کر دم لے گی اور اماں ہما اور فروا کو بھی اس نے اپنے ساتھ ملالیا تھا۔ سکندر تو صبح کا گیا شام میں آتا اور سارا دن وہ اکیلی ان ماں بیٹیوں کے ستم کا نشانہ بنتی۔ عالیہ تو یوں حکم چلاتی جیسے وہ سچ مچ نوکرانی ہو۔ مزید اس کے ماں باپ اور بھائی کو گالیاں اور کوسنے بھی دیتی تھی اور وہ سب سننے اور سہنے پر مجبور یوں تھی کہ ابو نے پہلے ہی تنبیہ کردی تھی کہ اسے عالیہ سے الجھنے کی ضرورت نہیں ہے اور ادھر سکندر بھی صبر اور تحمل کی تلقین کررہا تھا۔

"آخر کب تک؟" اس وقت وہ بہت عاجز تھی۔

"میں کیا کہوں، اپنے بھائی سے پوچھو آخر اس نے کیا سوچا ہے۔" سکندر بڑے آرام سے خود بری الذمہ ہوگیا تو وہ بہت دل گرفتہ سی اس کے پاس سے ہٹ گئی لیکن پھر اسے لگا سکندر ٹھیک کہہ رہا ہے اتنے دن ہوگئے تھے عالیہ کو یہاں آئے ہوئے اور ادھر سے کوئی پیش رفت نہیں ہوئی تھی امی نے بھی فون نہیں کیا تھا خیریت معلوم کرنے کے لیے ہی فون کرلیں۔ اس نے سوچا شاید انہیں میری خیریت مطلوب ہی نہیں ہے۔ اس نے دکھ سے سوچا اور اگلے دن خود ہی انہیں فون کر ڈالا۔

"کیسی ہو؟" امی نے پوچھا تو وہ اکتا کر کہنے لگی۔

"ان باتوں کو چھوڑیں اور یہ بتائیں سمیر بھائی نے کیا سوچا ہے۔"

"وہ میری کچھ سنتا ہی نہیں ہر بات کے جواب میں بس یہی کہتا ہے کہ میں نے عالیہ کو نہیں نکالا وہ خود گئی ہے اگر آنا چاہے تو خود ہی آجائے۔ میں لینے نہیں جاؤں گا۔" امی نے بتایا تو وہ چیخ کر بولی۔

"یہ تو وہ بھول جائیں کہ عالیہ خود سے جائے گی۔"

"پھر بیٹا میں کیا کروں؟"

"آپ کچھ نہیں کرسکتیں۔" اس نے فون بند کردیا۔

❁......❁......❁

اسے اچانک غیر معمولی خاموشی کا احساس ہوا تو وہ یہی سمجھی کہ تینوں بہنیں کہیں سر جوڑے بیٹھی ہوں گی لیکن جب کچن سے نکل کر آئی تو نہیں کسی کی موجودگی کے آثار نظر نہیں آئے کچھ دیر لاؤنج میں رک کر اس نے کوئی آواز سننے کی کوشش کی پھر اپنی ساس کے کمرے میں جھانکا اور انہیں اکیلے بیٹھے دیکھ کر اندر چلی گئی۔

"کیا بات ہے؟" ساس نے بے تاثر لہجے میں پوچھا تو وہ جز بز ہوکر بولی۔

"کچھ نہیں۔" پھر ہمت کرکے ان کے سامنے آبیٹھی تو وہ سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگیں۔

"سب لوگ کہاں ہیں؟" اس نے یونہی بات کرنے کی غرض سے پوچھ لیا۔

"بازار گئی ہیں تم نے کھانا کھالیا؟"

"جی آپ کے لیے لاؤں؟"

"نہیں، لڑکیاں آجائیں پھر کھاؤں گی۔" وہ ان کے نروٹھے انداز پر کچھ دیر خاموش انہیں دیکھتی رہی پھر انہیں متوجہ کرکے پوچھنے لگی۔

"اماں، ایسا کب تک چلے گا۔"

"کیسا؟"

"دیکھیں نا، آپ کو ابھی ہما اور فروا کی شادی بھی کرنی ہے اگر عالیہ اس طرح گھر چھوڑ کر بیٹھ گئی تو ان دونوں کے لیے مشکل ہوگی۔" اس نے سمجھاتے ہوئے کہا تو ان کے چہرے کا تناؤ کچھ کم ہوگیا۔

"یہی میں کہتی ہوں لیکن عالیہ کو میں کیا کوئی نہیں سمجھا سکتا۔ پھر تمہارے گھر سے بھی تو کوئی نہیں آیا۔"

"سمیر بھائی کہتے ہیں وہ خود گئی ہے خود آئے۔" اس

نے خفیف انداز میں کہا تو وہ آہ بھر کر بولیں۔
"پھر تو یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا۔"
"لیکن اماں، ہما اور......!" وہ پھر ہما، فروا کا احساس دلا کر انہیں گرفت میں لینا چاہتی تھی لیکن ان تینوں کی آمد پے دل مسوس کر رہ گئی۔ جبکہ اماں ان کی طرف متوجہ ہوگئی تھیں۔
"کیا کیا خرید لائیں؟"
"لان کے سوٹ ہیں دیکھیں۔" عالیہ شاپرز میں سے سوٹ نکال نکال کر اماں کے سامنے ڈالنے لگی پھر کن اکھیوں سے اسے دیکھ کر ہما سے کہنے لگی۔
"وہ سوٹ دکھاؤ جو شائلہ نے پسند کیا تھا۔"
"شائلہ بھی ساتھ گئی تھی کیا؟" اماں نے سوٹ دیکھتے ہوئے پوچھا۔
"نہیں، وہیں بازار میں مل گئی تھی اور اماں اس کی ابھی شادی نہیں ہوئی میں تو کہتی ہوں سکندر کے لیے چلی جائیں۔" عالیہ نے کہا تو اماں بے اختیار اسے دیکھنے لگیں۔
"ایسے کیا دیکھ رہی ہیں۔ یہ زیادہ دن یہاں نہیں ٹکے گی۔"
"میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔" وہ ضبط کرتے کرتے بھی کہہ کر کھڑی ہوئی تھی کہ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا وہ پیشانی پر ہاتھ رکھ کر سر جھٹکنے لگی۔
"بس یہ ایکٹنگ اپنے گھر جا کر کرنا۔" عالیہ نے اسے دھکا دے کر کمرے سے باہر نکال دیا تو اس کی آنکھیں مزید دھندلا گئیں۔ بمشکل خود کو گھسیٹتے ہوئے اپنے کمرے تک آئی تھی۔
"کیوں؟ میں کیوں یہ سب برداشت کر رہی ہوں۔ کس کے لیے میرے میکے میں ایسی کوئی مجبوری نہیں ہے جو مجھے ستم سہنے پر مجبور کرے۔ پھر میرے ماں باپ کون سا میرا خیال کر رہے ہیں جو میں ان کی لاج رکھنے کا سوچوں اور سکندر وہ جانے کس مجبوری کے تحت یہ بندھن نباہ رہے ہیں۔" وہ سوچ سوچ کر روتی رہی۔ شام میں سکندر آیا تو وہ نڈھال پڑی تھی پھر بھی اسے دیکھتے ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔
"سکندر میں اب یہاں نہیں رہ سکتی۔"
"پھر۔" اس کے سرسری انداز پر وہ مزید سلگ گئی لیکن بہت ضبط کرتے ہوئے بولی۔
"یا تو میرے لیے علیحدہ گھر کا انتظام کریں یا پھر مجھے میرے میکے چھوڑ آئیں۔"
"اگر میں کہوں یہ دونوں باتیں ممکن نہیں تو؟" وہ اب بہت توجہ سے اسے دیکھنے لگا تھا۔
"تیسرا کوئی راستہ نہیں ہے؟" اس کے حتمی انداز پر وہ کچھ دیر اسے دیکھتا رہا پھر خود کو صوفے پر گراتا ہوا بولا۔
"علیحدہ گھر تو میں افورڈ نہیں کرسکتا۔"
"ٹھیک ہے پھر مجھے میکے چھوڑ آئیں۔" اس نے کہہ کر بیڈ کے پیچھے سے سوٹ کیس کھینچ لیا تو اب وہ ٹھٹکا تھا۔
"تو تم نے پہلے ہی سے تیاری کر رکھی تھی۔ ویسے آج ایسی کیا بات ہوئی ہے جو۔"
"آج میری برداشت کی حد ختم ہوگئی ہے۔" وہ اس کی بات کاٹ گئی تو وہ اٹھتے ہوئے بولا۔
"سوچ لو۔"
"مجھے اب کچھ نہیں سوچنا۔" وہ واقعی سوچنے کیا سننے پر بھی تیار نہیں تھی۔ جب ہی سکندر نے مزید کچھ نہیں کہا اور سوٹ کیس اٹھا کر اسے چلنے کا اشارہ کیا تھا۔

❁......❁......❁

"جب وہ سوٹ کیس اٹھائے گھر میں داخل ہوئی تو بوجھل شام رخصت ہوچکی تھی۔ امی ابو دونوں لاؤنج میں بیٹھے تھے۔ اس کے ہاتھ میں سوٹ کیس دیکھ کر فوری طور پر وہ کچھ نہیں بول سکے اور پہلے خاموش نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا پھر اسے۔
"میں نے بہت کوشش کی کہ میں اس گھر میں بس جاؤں لیکن......" وہ رونا نہیں چاہتی تھی لیکن اس کی آواز بھرا گئی تب امی اٹھ کھڑی ہوئیں اور اسے بازوؤں میں لے کر اپنے ساتھ بٹھا لیا تو وہ ان کے کندھے پر پیشانی رکھ کر رو پڑی۔
"میں جانتا تھا سمیر کی ضد اسے بھی لے ڈوبے گی کس کے ساتھ آئی ہو؟" ابو نے کہہ کر اس سے پوچھا۔
"سکندر۔" وہ اسی قدر کہہ سکی۔
"کیا کہہ کر چھوڑ گیا ہے؟" ابو نے پھر پوچھا تو اس نے پہلے آنسو صاف کیے پھر کہنے لگی۔
"انہوں نے کچھ نہیں کہا میں خود آئی ہوں کیونکہ ان کی

بہنوں نے میرا جینا دوبھر کر دیا تھا اور سکندر میرا دفاع نہیں کر رہے تھے۔ شاید اس لیے کہ ادھر سے عالیہ کو منانے کی کوشش نہیں کی گئی۔"
"لیکن اس روز تو وہ کہہ رہا تھا کہ عالیہ اور سمیر کے جھگڑے سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔" امی نے کہا تو وہ دکھ سے بولی۔
"مجھے بھی یہی کہا تھا لیکن پھر وہ مجھ سے لاتعلق ہوگئے۔"
"تم رومت میں خود سکندر سے بات کروں گا۔" ابو نے اسے تسلی دینے کے ساتھ امی کو اشارہ بھی کیا تو وہ اسے اٹھا کر اس کے کمرے میں لے آئیں۔
"سکندر نے اپنے منہ سے نہیں کہا لیکن شاید وہ چاہتے یہی تھے کہ میں یہاں آجاؤں۔ جب ہی انہوں نے مجھے روکنے کی کوشش نہیں کی اور اب میرا خیال ہے ادھر سے یہی کہا جائے گا کہ پہلے عالیہ کو لے کر جائیں۔" وہ اب امی کے ساتھ سہولت سے بات کرنے لگی تھی۔
"ہاں یہی مقصد ہوگا ان کا۔" امی تائید کے ساتھ کہنے لگیں۔
"اللہ سمیر کو عقل دے اپنا نہیں تو تمہارا ہی احساس کرے۔"
"کیا کہتے ہیں سمیر بھائی۔"
"بس وہی ضد ہے خود گئی ہے خود آئے میں لینے نہیں جاؤں گا خیر تم فکر نہیں کرو، وہ نہیں گیا تو تمہارے ابو اور میں جا کر لے آئیں گے عالیہ کو۔" امی نے اسے تسلی دی لیکن وہ مایوسی سے سر ہلانے لگی۔
"وہ لڑکی سدھرنے والی نہیں ہے۔"
"اب چاہے جیسی بھی ہے تمہاری خاطر برداشت تو کرنا پڑے گا۔" امی نے گہری سانس کھینچی پھر اٹھتے ہوئے بولیں۔ "چلو تم منہ ہاتھ دھولو۔ میں کھانا لگاتی ہوں۔"
"آپ لوگ کھالیں مجھے ابھی بھوک نہیں ہے۔" وہ کہہ کر واش روم میں چلی گئی۔ پھر امی ابو نے اس سلسلے میں فوراً کوئی اقدام نہیں کیا صرف اس لیے کہ کہیں اسے یہ نہ سننا پڑے کہ ماں باپ ایک دن اسے اپنے پاس نہ رکھ سکے۔ پھر تھوڑی بہت یہ امید تھی کہ اسے یوں دیکھ کر شاید سمیر کو احساس ہو لیکن سمیر جانے کس مٹی کے بنے تھے

غزل

غزل کی کتاب دے گیا ہے
رتجگوں کے عذاب دے گیا ہے
میرے بے ربط سے سوالوں کے
وہ موثر جواب دے گیا ہے
اب کدورت نہیں اسے مجھ سے
اب وہ مجھ کو گلاب دے گیا ہے
اک نظر دیکھ کر میری جانب
وہ دوبارہ شباب دے گیا ہے
مسکرایا وہ اس ادا کے ساتھ
خامشی کے رباب دے گیا ہے
میری آنکھوں کے واسطے انصر
وہ غموں کے سحاب دے گیا ہے

نعیم انصر ہاشمی...... جھنگ صدر

اسے دیکھ کر یوں بن جاتے جیسے دیکھا ہی نہ ہو۔ اس وقت بھی اسے یکسر نظر انداز کرتے وہ امی سے چائے کا کہہ کر اپنے کمرے میں جانے لگے تھے کہ امی نے پکار لیا۔
"سمیر۔"
"جی۔" وہ پلٹ کر سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے تو امی اس کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگیں۔
"تمہاری بہن کتنے دنوں سے آئی ہوئی ہے تم نے ایک بار بھی نہیں پوچھا کہ یہ یہاں کیوں ہے؟"
"کیوں ہے؟" وہ نہ ٹھٹکے نہ چونکے بلکہ امی کے ٹوکنے پر ہی پوچھا تھا۔
"تمہاری وجہ سے تم اپنی بیوی کو لے آؤ تو یہ بھی اپنے گھر جانے والی بنے۔" امی نے کہا تو اب وہ اسے دیکھ کر بولے تھے۔
"اگر ایسی بات ہے تو میں عالیہ کو طلاق دے دوں گا۔"
"سمیر۔" امی نے ٹوکا تو وہ سر جھٹک کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا جبکہ وہ سناٹے میں بیٹھی تھیں۔
"دماغ خراب ہے اس کا تمہارے ابو آجائیں پھر ہم ابھی جا کر لے آئیں گے عالیہ کو۔" امی نے کہتے ہوئے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا کر تو اس نے خالی خالی نظروں

نے خفیف انداز میں کہا تو وہ آہ بھر کر بولیں۔
"پھر تو یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا۔"
"لیکن اماں، ہما اور......!" وہ پھر ہما، فروا کا احساس دلا کر انہیں گرفت میں لینا چاہتی تھی لیکن ان تینوں کی آمد پہ دل مسوس کر رہ گئی۔ جبکہ اماں ان کی طرف متوجہ ہوگئی تھیں۔
"کیا کیا خرید لائیں؟"
"لان کے سوٹ ہیں دیکھیں۔" عالیہ شاپرز میں سے سوٹ نکال نکال کر اماں کے سامنے ڈالنے لگی پھر کن اکھیوں سے اسے دیکھ کر ہما سے کہنے لگی۔
"وہ سوٹ دکھاؤ جو شمائلہ نے پسند کیا تھا۔"
"شمائلہ بھی ساتھ گئی تھی کیا؟" اماں نے سوٹ دیکھتے ہوئے پوچھا۔
"نہیں، وہیں بازار میں مل گئی تھی اور اماں اس کی ابھی شادی نہیں ہوئی میں تو کہتی ہوں سکندر کے لیے چلی جائیں۔" عالیہ نے کہا تو اماں بے اختیار اسے دیکھنے لگیں۔
"ایسے کیا دیکھ رہی ہیں۔ یہ زیادہ دن یہاں نہیں ٹکے گی۔"
"میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔" وہ ضبط کرتے کرتے بھی کہہ کر کھڑی ہوئی تھی کہ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا وہ پیشانی پر ہاتھ رکھ کر سر جھٹکنے لگی۔
"بس یہ ایکٹنگ اپنے گھر جا کر کرنا۔" عالیہ نے اسے دھکا دے کر کمرے سے باہر نکال دیا تو اس کی آنکھیں مزید دھندلا گئیں۔ بمشکل خود کو گھسیٹتے ہوئے اپنے کمرے تک آئی تھی۔
"کیوں؟ میں کیوں یہ سب برداشت کر رہی ہوں۔ کس کے لیے میرے میکے میں ایسی کوئی مجبوری نہیں ہے جو مجھے ستم سہنے پر مجبور کرے۔ پھر میرے ماں باپ کون سا میرا خیال کر رہے ہیں جو میں ان کی لاج رکھنے کا سوچوں اور سکندر وہ جانے کس مجبوری کے تحت یہ بندھن نباہ رہے ہیں۔" وہ سوچ سوچ کر روتی رہی۔ شام میں سکندر آیا تو وہ نڈھال پڑی تھی پھر بھی اسے دیکھتے ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔
"سکندر میں اب یہاں نہیں رہ سکتی۔"
"پھر۔" اس کے سرسری انداز پر وہ مزید سلگ گئی لیکن بہت ضبط کرتے ہوئے بولی۔
"یا تو میرے لیے علیحدہ گھر کا انتظام کریں یا پھر مجھے میرے میکے چھوڑ آئیں۔"
"اگر میں کہوں یہ دونوں باتیں ممکن نہیں تو؟" وہ اب بہت توجہ سے اسے دیکھنے لگا تھا۔
"تیسرا کوئی راستہ نہیں ہے؟" اس کے حتمی انداز پر وہ کچھ دیر اسے دیکھتا رہا پھر خود کو صوفے پر گراتا ہوا بولا۔
"علیحدہ گھر تو میں افورڈ نہیں کر سکتا۔"
"ٹھیک ہے پھر مجھے میکے چھوڑ آئیں۔" اس نے کہہ کر بیڈ کے پیچھے سے سوٹ کیس کھینچ لیا تو اب وہ ٹھٹکا تھا۔
"تو تم نے پہلے ہی سے تیاری کر رکھی تھی۔ ویسے آج ایسی کیا بات ہوئی ہے جو۔"
"آج میری برداشت کی حد ختم ہوگئی ہے۔" وہ اس کی بات کاٹ گئی تو وہ اٹھتے ہوئے بولا۔
"سوچ لو۔"
"مجھے اب کچھ نہیں سوچنا۔" وہ واقعی سوچنے کیا سننے پر بھی تیار نہیں تھی۔ جب ہی سکندر نے مزید کچھ نہیں کہا اور سوٹ کیس اٹھا کر اسے چلنے کا اشارہ کیا تھا۔

❁......❁......❁

"جب وہ سوٹ کیس اٹھائے گھر میں داخل ہوئی تو بوجھل شام رخصت ہوچکی تھی۔ امی ابو دونوں لاؤنج میں بیٹھے تھے۔ اس کے ہاتھ میں سوٹ کیس دیکھ کر فوری طور پر وہ کچھ نہیں بول سکے اور پہلے خاموش نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا پھر اسے۔
"میں نے بہت کوشش کی کہ میں اس گھر میں بس جاؤں لیکن......" وہ رونا نہیں چاہتی تھی لیکن اس کی آواز بھرا گئی تب امی اٹھ کھڑی ہوئیں اور اسے بازوؤں میں لے کر اپنے ساتھ بٹھا لیا تو وہ ان کے کندھے پر پیشانی رکھ کر رو پڑی۔
"میں جانتا تھا سمیر کی ضد اسے بھی لے ڈوبے گی کس کے ساتھ آئی ہو؟" ابو نے کہہ کر اس سے پوچھا۔
"سکندر۔" وہ اسی قدر کہہ سکی۔
"کیا کہہ کر چھوڑ گیا ہے؟" ابو نے پھر پوچھا تو اس نے پہلے آنسو صاف کیے پھر کہنے لگی۔
"انہوں نے کچھ نہیں کہا میں خود آئی ہوں کیونکہ ان کی بہنوں نے میرا جینا دوبھر کر دیا تھا اور سکندر میرا دفاع نہیں کر رہے تھے۔ شاید اس لیے کہ ادھر سے عالیہ کو منانے کی کوشش نہیں کی گئی۔"
"لیکن اس روز تو وہ کہہ رہا تھا کہ عالیہ اور سمیر کے جھگڑے سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔" امی نے کہا تو وہ دکھ سے بولی۔
"مجھے بھی یہی کہا تھا لیکن پھر وہ مجھ سے لاتعلق ہوگئے۔"
"تم رومت میں خود سکندر سے بات کروں گا۔" ابو نے اسے تسلی دینے کے ساتھ امی کو اشارہ بھی کیا تو وہ اسے اٹھا کر اس کے کمرے میں لے آئیں۔
"سکندر نے اپنے منہ سے نہیں کہا لیکن شاید وہ چاہتے یہی تھے کہ میں یہاں آجاؤں۔ جب ہی انہوں نے مجھے روکنے کی کوشش نہیں کی اور اب میرا خیال ہے ادھر سے یہی کہا جائے گا کہ پہلے عالیہ کو لے کر جائیں۔" وہ اب امی کے ساتھ سہولت سے بات کرنے لگی تھی۔
"ہاں، یہی مقصد ہوگا ان کا۔" امی تائید کے ساتھ کہنے لگیں۔
"اللہ سمیر کو عقل دے اپنا نہیں تو تمہارا ہی احساس کرے۔"
"کیا کہتے ہیں سمیر بھائی۔"
"بس وہی ضد ہے خود گئی ہے خود آئے میں لینے نہیں جاؤں گا خیر تم فکر نہیں کرو، وہ نہیں گیا تو تمہارے ابو اور میں جا کر لے آئیں گے عالیہ کو۔" امی نے اسے تسلی دی لیکن وہ مایوسی سے سر ہلانے لگی۔
"وہ لڑکی سدھرنے والی نہیں ہے۔"
"اب چاہے جیسی بھی ہے تمہاری خاطر برداشت تو کرنا پڑے گا۔" امی نے گہری سانس کھینچی پھر اٹھتے ہوئے بولیں۔ "چلو تم منہ ہاتھ دھولو۔ میں کھانا لگاتی ہوں۔"
"آپ لوگ کھالیں مجھے ابھی بھوک نہیں ہے۔" وہ کہہ کر واش روم میں چلی گئی۔ پھر امی ابو نے اس سلسلے میں فوراً کوئی اقدام نہیں کیا صرف اس لیے کہ کہیں اسے یہ نہ سننا پڑے کہ ماں باپ ایک دن اسے اپنے پاس نہ رکھ سکے۔ پھر تھوڑی بہت یہ امید تھی کہ اسے یوں دیکھ کر شاید سمیر کو احساس ہو لیکن سمیر جانے کس مٹی کے بنے تھے

غزل

غزل کی کتاب دے گیا ہے
رتجگوں کے عذاب دے گیا ہے
میرے بے ربط سے سوالوں کے
وہ موثر جواب دے گیا ہے
اب کدورت نہیں اسے مجھ سے
اب وہ مجھ کو گلاب دے گیا ہے
اک نظر دیکھ کر میری جانب
وہ دوبارہ شباب دے گیا ہے
مسکرایا وہ اس ادا کے ساتھ
خامشی کے رباب دے گیا ہے
میری آنکھوں کے واسطے انصر
وہ غموں کے سحاب دے گیا ہے

نعیم انصر ہاشمی...... جھنگ صدر

اسے دیکھ کر یوں بن جاتے جیسے دیکھا ہی نہ ہو۔ اس وقت بھی اسے یکسر نظر انداز کرتے وہ امی سے چائے کا کہہ کر اپنے کمرے میں جانے لگے تھے کہ امی نے پکار لیا۔
"سمیر۔"
"جی۔" وہ پلٹ کر سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے تو امی اس کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگیں۔
"تمہاری بہن کتنے دنوں سے آئی ہوئی ہے تم نے ایک بار بھی نہیں پوچھا کہ یہ یہاں کیوں ہے؟"
"کیوں ہے؟" وہ نہ ٹھٹکے نہ چونکے بلکہ امی کے ٹوکنے پر ہی پوچھا تھا۔
"تمہاری وجہ سے تم اپنی بیوی کو لے آؤ تو یہ بھی اپنے گھر جانے والی بنے۔" امی نے کہا تو اب وہ اسے دیکھ کر بولے تھے۔
"اگر ایسی بات ہے تو میں عالیہ کو طلاق دے دوں گا۔"
"سمیر۔" امی نے ٹوکا تو وہ سر جھٹک کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا جبکہ وہ سناٹے میں بیٹھی تھیں۔
"دماغ خراب ہے اس کا تمہارے ابو آجائیں پھر ہم ابھی جا کر لے آئیں گے عالیہ کو۔" امی نے کہتے ہوئے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا کر تو اس نے خالی خالی نظروں

سے انہیں دیکھا پھر آہستہ سے ان کا ہاتھ ہٹا کر اٹھی تھی کہ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا۔

"امی۔" اس نے پکارا تھا۔

"کیا ہوا بیٹا۔" امی نے اٹھ کر اسے کندھوں سے تھام لیا۔ "تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے۔"

"پتا نہیں...... پتا نہیں مجھے کیا ہو رہا ہے۔" وہ صوفے پر گر کر سر پٹخنے لگی تو انتہائی پریشان ہو کر امی نے وہیں سے سمیر کو پکارا اور ان کے آنے پر گاڑی نکلانے کا کہہ کر اسے اٹھانے لگیں۔

"چلو، چلو بیٹا ڈاکٹر کے پاس۔" وہ امی کے سہارے خود کو گھسیٹتے ہوئے گاڑی تک آئی تھی۔

❀......❀......❀
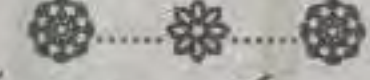
ڈاکٹر نے چیک اپ کے بعد جہاں اس کے ماں بننے کی نوید دی وہاں اس کی صحت کی طرف سے تشویش بھی ظاہر کی۔

"بہت کمزور ہے اچھی خوراک اور مکمل آرام بہت ضروری ہے کوئی ٹینشن بھی نہیں لینی۔ یہ دوائیں پابندی سے استعمال کرائیں۔" ڈاکٹر نے پرچا امی کے ہاتھ میں تھما دیا۔

امی اس کے لیے فکر مند ہوتی کچھ نہ کچھ بولے جا رہی تھیں اس نے سیٹ کی پشت گاہ سے سر ٹکا لیا اور آنکھیں بند کرلیں۔ دل چاہ رہا تھا کسی موڑ پر گاڑی رکے اور وہ اتر کر بھاگتی ہوئی کہیں دور نکل جائے معاً گاڑی رکی تھی۔

"کیا ہوا؟" امی نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھا تو وہ چونکنے کے ساتھ ہی چہرہ موڑ کر شیشے سے باہر دیکھنے لگی۔ ٹریفک جام ہونے کے باعث گاڑیاں دھیرے دھیرے رینگ رہی تھیں۔ سمیر بھائی جانے کیوں بریک پر پاؤں رکھ کر بھول گئے تھے پھر ان کی نظروں کے تعاقب میں اس کی نظریں بھی ٹھہر گئی تھیں۔ سامنے کوئی کمپلیکس تھا جس کے مین گیٹ پر سکندر کے ساتھ شمائلہ تھی۔ سمیر بھی ان ہی دونوں کو دیکھ رہے تھے اور صورتحال اس کے لیے زیادہ پریشان کن تھی۔

"چلیں نا بھائی۔" اس نے گھبرا کر کہا تب سمیر نے سر جھٹک کر گاڑی آگے بڑھا دی لیکن وہ ان کی طرح سر نہیں جھٹک سکی۔

"تو سکندر نے اس لیے مجھے رکنے پر اصرار نہیں کیا تھا۔" تکیے پر سر رکھتے ہی اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔ پھر اس نے لاکھ خود کو بہلایا مگر حقیقت نہیں جھٹلا سکی اور ہما نے بھی کہا تھا کہ سکندر شمائلہ کو پسند کرنے کے ساتھ اس سے شادی کرنا چاہتے تھے۔ گزشتہ بار جب وہ یہاں آئی تھی تب رابیل نے بھی شاید صرف اسے خبردار کرنے کے لیے فون کیا تھا۔

"رابیل بھی جانتا ہے۔ اف میں تو ہر جگہ رسوا ہو گئی۔ جھوٹا بھرم رکھنے کے قابل بھی نہیں رہی۔" یونہی روتے اور کڑھتے ہوئے وہ جانے کب سوئی تھی۔

کافی دن چڑھ آیا تھا جب شور کی آواز پر اس کی آنکھ کھلی تھی پہلے تو کچھ دیر سمجھنے کی کوشش کرتی رہی پھر اٹھ کر کمرے سے نکل آئی۔ لاؤنج میں امی ابو کے سامنے سمیر بھائی اونچی آواز میں بول رہے تھے۔

"مانتا ہوں میں نے غلطی کی لیکن اس غلطی کا خمیازہ میں ساری زندگی نہیں بھگت سکتا۔ میں عالیہ کو طلاق دے دوں گا۔"

"اور زوبیہ کا کیا ہوگا؟" ابو نے غصے سے پوچھا تھا۔

"کیا ہوگا آپ یہ غلط سمجھ رہے ہیں کہ میری وجہ سے زوبیہ کی زندگی متاثر ہوگی۔ اس کا میاں تو پہلے ہی......!" وہ سمیر کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی واپس کمرے میں آ گئی۔ بے شک وہ حقیقت بیان کرنے جا رہے تھے لیکن جس طرح وہ خود کو بری الذمہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے تھے اس پر انہیں غصہ آ رہا تھا کیونکہ سکندر خواہ کیسا بھی ہو وہ بہرحال سمیر بھائی کی خوشی پر قربان کی گئی تھی اور اس وقت وہ جس حال میں تھی اس کا ذمہ دار وہ سمیر بھائی کو سمجھنے میں حق بجانب بھی تھی۔

"کتنے آرام سے کہہ رہے ہیں کہ غلطی کا خمیازہ نہیں بھگت سکتا تو اور کون بھگتے گا۔" وہ انتہائی تنفر سے بڑبڑا رہی تھی کہ امبر نے آ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ چونک کر اسے گھورنے لگی۔

"کس سے باتیں کر رہی تھیں؟" وہ روٹھے لہجے میں بولی۔

"اپنے آپ سے۔"

"اچھا چلو پہلے ناشتا کرو، آنٹی کہہ گئی ہیں تمہیں اپنی

نگرانی میں ناشتا کراؤں۔" امبر نے اس کا ہاتھ کھینچ کر اٹھاتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب امی کہاں گئی ہیں؟" اس نے حیران ہو کر پوچھا۔

"تمہارے سسرال، بتا رہی تھیں عالیہ بھابی کو لینے جا رہی ہیں۔" امبر نے بتایا تو وہ مزید حیران ہوئی۔

"سمیر بھائی بھی گئے ہیں؟"

"نہیں آنٹی اور انکل جا رہے تھے۔ سمیر بھائی کو تو میں نے نہیں دیکھا اور یہ تم اتنی حیران کیوں ہو؟"

ناشتے کے دوران اس نے صاف گوئی سے امبر کو تمام حالات کہہ سنائے یہاں تک کہ شمائلہ کے بارے میں بھی بتا دیا پھر آخر میں کہنے لگی۔

"میں مانتی ہوں میرے ساتھ شروع دن سے اچھا نہیں ہو رہا لیکن پھر بھی میں واپس پلٹنا نہیں چاہتی کیونکہ اب میں اکیلی نہیں ہوں۔ سکندر کے بچے کی ماں بننے والی ہوں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن شمائلہ کے چکر سے سکندر کو کیسے نکالو گی؟" امبر نے پوچھا تو وہ بے بسی سے بولی۔

"یہی تو میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔ تم بتاؤ کیا کروں پھر؟"

"انکل آنٹی کو آنے دو ہو سکتا ہے عالیہ ان کے ساتھ آ جائے اور سکندر بھی۔" امبر نے کہا تو وہ گہری سانس کھینچ کر رہ گئی۔

اس کے لیے اب صرف سسرال کا مسئلہ نہیں تھا اس سے زیادہ شمائلہ کا معاملہ سنگین لگ رہا تھا۔ اس وقت اس کا ذہن اسی نکتے پر آ کر اٹک گیا تھا کہ ابو امی آ گئے تو ان کی مایوس شکلیں دیکھ کر اس نے کچھ پوچھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی اور بہت خاموشی سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گئی کچھ دیر بعد امی اس کے پاس آ بیٹھیں اور خود ہی بتانے لگیں۔

"عالیہ آنے پر تیار ہی نہیں ہوئی۔ ہر بات پر یہی کہتی رہی کہ ایسے دقیانوسی شخص کے ساتھ میرا گزارا نہیں ہے۔"

"دقیانوسی؟" وہ سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

"ہاں میں نے بھی وضاحت طلب کی تو کہنے لگی سمیر کو بچے چاہیں اور مجھے تو بچے زہر لگتے ہیں۔ مر کر بھی سمیر کی یہ خواہش پوری نہیں کر سکتی۔"

"اس کی اماں نے کچھ نہیں کہا۔" اس نے پوچھا۔

"نہیں وہ تو بیٹی کے سامنے بے بس لگ رہی تھیں۔" امی نے بتایا تو وہ قدرے رک کر پوچھنے لگی۔

"اور سکندر......"

"وہ گھر پر نہیں تھا ہوتا بھی تو کیا کر لیتا۔ وہ تو اپنے سامنے کسی کو کچھ سمجھتی ہی نہیں اور مجھے تو اپنے سمیر پر حیرت کے ساتھ افسوس بھی ہے کہ صرف صورت دیکھ کر مر مٹا تھا اور دیکھو ظاہری خوب صورتی کا جادو کتنا عرصہ چلتا ہے۔"

"یہ سب تو ٹھیک ہے امی لیکن سمیر بھائی کو ایک دم آپے سے باہر نہیں ہونا چاہیے تحمل سے کام لیں اور بچے کے لیے جلدی مچانے کی کیا ضرورت ہے۔ سال دو سال بعد بھی ہو سکتا ہے۔" اس نے کہا تو امی مایوسی سے بولیں۔

مہکتی کلیاں

+ میں اپنے حریفوں میں اکثر اس لیے غالب آتا ہوں کہ وہ چار منٹ کی کچھ حقیقت نہیں سمجھتے لیکن میں اس تھوڑے وقت کی قدر و قیمت اور اہمیت سے بخوبی واقف ہوں (نپولین)۔

+ جس کے پاس مضبوط قوتِ ارادی ہے وہ دنیا کو اپنی مرضی کے مطابق بناتا ہے۔ (گوئٹے)۔

+ آدمی کی زندگی کا بہتر حصہ وہ ہے جس میں وہ اچھے کام کر کے بھول چکا ہوتا ہے۔ (ورڈز ورتھ)۔

+ ایک کنجوس آدمی کی ذخیرہ اندوزی کا وہی حال ہوتا ہے جو شہد کی مکھیوں کے چھتے کا، محنت مکھیاں کرتی ہیں جبکہ شہد آدمی حاصل کرتا ہے۔

+ غصہ ہمیشہ حماقتوں سے شروع ہوتا ہے اور ندامتوں پر ختم۔ (ارسطو)۔

+ خاموش رہنا اور بے وقوف شمار ہونا' بول کر تمام شبہات کو دور کرنے سے بہتر ہے۔ (برناڈ شاہ)۔

+ ماں کا دل ایک ایسا بینک ہے جہاں ہم اپنی تمام پریشانیاں اور دکھ جمع کرا دیتے ہیں۔ (ڈی وٹ ٹالبج)۔

مسز نگہت غفار...... کراچی:

"مجھے تو نہیں امید۔"

"امید تو مجھے بھی نہیں ہے کیونکہ وہ بہت ضدی ہے اور خودسر لڑکی ہے اس کے باوجود میری خاطر آپ کو سمیر بھائی کو یہی سمجھانا ہے۔" اس نے کہا تو امی چونک کر اسے دیکھنے لگیں۔

"ہاں میری خاطر۔" اس نے زور دے کر ایک طرح سے جتایا تھا کہ ان کی خاطر میرے دل کا خون بھی تو کیا تھا امی اس کا مطلب سمجھ کر کچھ دیر تک سوچتی رہی پھر اسے دیکھ کر پوچھنے لگیں۔

"تم سکندر سے کیا امید رکھتی ہو؟"

"سکندر جیسا بھی ہے میں اس کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں کیونکہ میرے نزدیک شادی کھیل نہیں کہ آج اس سے تو کل اس سے۔ مجھے سکندر سے شکایت ضرور ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اسے ناتا ہی توڑ لوں۔" چند لمحے رک کر نفی میں سر ہلاتے ہوئے پھر کہنے لگی۔

"میں اس سے ناتا نہیں توڑوں گی لیکن میں اس گھر میں بھی نہیں جاؤں گی اور یہ میں سکندر سے کہہ کر آئی تھی کہ وہ میرے لیے علیحدہ گھر کا انتظام کرے اور میرا مطالبہ ناجائز نہیں ہے اگر وہ غیر جانبداری سے سوچے گا تو ضرور مان لے گا۔"

"اسے سوچنے کی فرصت ملے گی تب نا۔ سمیر تو اس کے بارے میں کچھ اور بتا رہا تھا۔" امی کا اشارہ شمائلہ کی طرف تھا اور وہ سمجھ کر بھی انجان بن گئی۔

"دوا ابھی وقت پر لینا۔" امی تاکید کرتے ہوئے چلی گئیں۔

❀......❀......❀

پھر کتنے دن گزر گئے۔ اسے یہاں آئے ہوئے ایک مہینہ ہونے والا تھا اور اس دوران سکندر نے فون بھی نہیں کیا تھا جبکہ وہ شدت سے منتظر تھی۔ کیونکہ اس کے خیال کے مطابق اس کا سکندر سے کوئی جھگڑا نہیں ہوا تھا اور نہ ہی اسے یہاں چھوڑ کر جاتے ہوئے اس نے یہ کہا تھا کہ وہ پھر آئے گا لیکن کسی وقت اسے اپنا یہ انتظار خود بھی بڑا عجیب لگتا کیونکہ آس کا کوئی دیا اس کے ہاتھ میں نہیں تھا۔

"میں کیا کروں؟" اس وقت وہ امبر کے سامنے رو پڑی۔ "مجھے میکے میں اس طرح رہنا اچھا نہیں لگتا۔"

"تو تم خود کیوں نہیں سکندر کو فون کر لیتیں۔" امبر نے کہا تو وہ رندھی آواز میں بولی۔

"مجھے ڈر لگتا ہے۔"

"کس بات سے؟" امبر نے حیرت سے پوچھا۔

"کہیں وہ سمیر بھائی اور عالیہ کا حوالہ دے کر یہ نہ کہہ دیں کہ میرا ابھی تم سے کوئی تعلق نہیں۔" اس نے صاف گوئی سے اپنا خدشہ بیان کر دیا۔

"ہاں ایسا بھی ہو سکتا ہے۔" امبر نے پرسوچ انداز میں تائید کی تو وہ مزید پریشان ہو گئی۔

"پھر اب میں کیا کروں؟"

"دیکھو برا مت ماننا تم حقیقت سے نظریں چرا رہی ہو۔"

"کیا مطلب۔" وہ اپنے رخسار سے اس کا ہاتھ ہٹا کر سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

"مطلب یہ ہے کہ جب سکندر تمہارے ساتھ فیئر ہی نہیں ہے تو پھر تم کیوں اس کے لیے ہلکان ہو رہی ہو۔ دوسری بات یہ کہ بدلے کی شادیوں میں یہ تو ہوتا ہے پھر تم کیوں آس لگائے بیٹھی ہو اس کے برعکس میں تو کہوں گی تم ذہنی طور پر خود کو تیار کر لو کہ کسی بھی وقت تمہارا فیصلہ ہو سکتا ہے۔ اگر عالیہ کی وجہ سے نہیں تو شمائلہ کی وجہ سے۔" امبر اچانک کسی خیال کے تحت اس کا ہاتھ کھینچ کر بولی۔ "تم شمائلہ سے بات کرو۔"

"شمائلہ سے۔" وہ سوچ میں پڑ گئی۔

"کیا سوچ رہی ہو۔" امبر نے اسے متوجہ کیا تو اس کے سینے سے آپ ہی آپ گہری سانس خارج ہوئی پھر اسے دیکھ کر بولی۔

"شمائلہ سے نہیں میں رابیل سے بات کرتی ہوں۔"

"رابیل سے۔"

"ہاں وہ شمائلہ کا کزن ہے۔" وہ کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

❀......❀......❀

وہ گزشتہ دو تین دن سے رابیل کے نمبر پر ٹرائی کر رہی تھی اور اس وقت جب اس کی آواز سنائی دی تو جیسے وہ عاجز کھڑی تھی اسی انداز میں بے اختیار کہہ گئی۔

"کہاں ہو تم میں کب سے تمہیں......!" اچانک احساس ہونے پر خاموش ہو گئی تو ادھر وہ جو اس کے انداز پر حیران ہو رہا تھا ٹوک گیا۔

"ہاں کہو۔"

"مجھے تم سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔" اس نے سنبھلنے کی سعی کرتے ہوئے کہا تو اب وہ بے اختیار بولا تھا۔

"شمائلہ کے بارے میں۔"

"جب جانتے ہو تو سمجھاتے کیوں نہیں اسے، کیوں میرا گھر خراب کر رہی ہے۔" وہ چیخ کر اس پر بگڑنے لگی تو وہ بھی ناگواری سے بولا۔

"اسے کیوں الزام دے رہی ہو، قصور تمہارا اپنا ہے تم نے کیوں گھر چھوڑا۔"

"یہ میرا مسئلہ ہے۔" وہ جزبز ہو گئی تھی۔

"اور شمائلہ۔" رابیل نے فوراً پوچھا تھا۔

"تمہاری کزن ہے۔"

"اس سے مجھے انکار نہیں لیکن اس کی ذاتی زندگی میں، میں کیسے مداخلت کر سکتا ہوں۔" اس نے ایک طرح سے معذوری ظاہر کی تھی۔

"بہر حال وہ اچھا نہیں کر رہی۔" وہ کہہ کر فون رکھنے لگی تھی کہ اس نے پکار لیا۔

"سنو، بس یہی کہنا تھا اور کچھ نہیں کہو گی۔"

"مثلاً کیا۔" وہ نا چاہتے ہوئے بھی پوچھ گئی۔

"یہی کہ ان حالات میں تمہیں اس شخص کا خیال آتا ہے جو تمہیں دیکھ کر جی اٹھتا تھا۔" اس کے لہجے میں بڑی آس تھی کہ وہ ڈگمگا گئی اور بڑی دقتوں سے بولی۔

"نہیں، میں پلٹ کر دیکھنے والوں سے میں سے نہیں ہوں۔"

"اچھی بات ہے میری نیک خواہشات تمہارے ساتھ ہیں۔"

"تھینک یو۔" وہ فون رکھ کر اپنے کمرے میں آئی تو کوئی دبے پاؤں ساتھ چلا آیا وہ چونک کر پلٹی اور گھبرا کر دروازہ بند کر دیا لیکن آنے والا آ چکا تھا جس کی سرگوشیوں میں وہ بہک رہی تھی۔

"ریت کے گھروندے بھی کہیں پائیدار ہوتے ہیں۔ یہ تو ہوا کے جھونکوں سے بکھر جاتے ہیں کہاں میں آندھی طوفانوں سے بچانے کی سعی میں ہلکان ہوئی جا رہی ہوں۔ امبر ٹھیک کہہ رہی تھی کسی بھی وقت میرا فیصلہ ہو سکتا ہے اور اب کیا رہ گیا ہے جس کا فیصلہ ہونا باقی ہے۔ سمیر بھائی کو بچے چاہیے جبکہ عالیہ کو بچے پسند نہیں اور سکندر...... وہ اپنی پرانی محبت کی طرف لوٹ چکا ہے پھر میں کس کے انتظار میں ہوں مجھے بھی پلٹ کر دیکھنا چاہیے۔ رابیل" ہونٹوں نے بے آواز جنبش کی ساتھ اس نے آنکھیں بند کی تھیں کہ فوراً گھبرا کر سیدھی ہو بیٹھی کیونکہ رابیل کے ساتھ اس لڑکی کا خیال آ گیا تھا جسے اس نے ریسٹورنٹ میں دیکھا تھا۔

"جھوٹے مکار کیوں مجھے ورغلانے آ گئے ہو جاؤ چلے جاؤ۔" وہ ڈپریشن کا شکار ہو کر چلاتے ہوئے بھاگی اور امی کی گود میں سر رکھ کر رونے لگی۔

"زوبیہ......زوبیہ......!" امی کے جھنجوڑنے سے اس

مہکتی کلیاں

+ میں اپنے حریفوں میں اکثر اس لیے غالب آتا ہوں کہ وہ چار منٹ کی کچھ حقیقت نہیں سمجھتے لیکن میں اس تھوڑے وقت کی قدر و قیمت اور اہمیت سے بخوبی واقف ہوں (نپولین)۔

+ جس کے پاس مضبوط قوتِ ارادی ہے وہ دنیا کو اپنی مرضی کے مطابق بناتا ہے۔ (گوئٹے)۔

+ آدمی کی زندگی کا بہتر حصہ وہ ہے جس میں وہ اچھے کام کر کے بھول چکا ہوتا ہے۔ (ورڈز ورتھ)۔

+ ایک کنجوس آدمی کی ذخیرہ اندوزی کا وہی حال ہوتا ہے جو شہد کی مکھیوں کے چھتے کا محنت مکھیاں کرتی ہیں جبکہ شہد آدمی حاصل کرتا ہے۔

+ غصہ ہمیشہ حماقتوں سے شروع ہوتا ہے اور ندامتوں پر ختم۔ (ارسطو)۔

+ خاموش رہنا اور بے وقوف شمار ہونا بول کر تمام شبہات کو دور کرنے سے بہتر ہے۔ (برناڈ شاہ)۔

+ ماں کا دل ایک ایسا بینک ہے جہاں ہم اپنی تمام پریشانیاں اور دکھ جمع کرا دیتے ہیں۔ (ڈی وٹ ٹالیج)۔

مسز نگہت غفار...... کراچی

"مجھے تو نہیں امید۔"

"امید تو مجھے بھی نہیں ہے کیونکہ وہ بہت ضدی ہے اور خودسر لڑکی ہے اس کے باوجود میری خاطر آپ کو سمیر بھائی کو یہی سمجھانا ہے۔" اس نے کہا تو امی چونک کر اسے دیکھنے لگیں۔

"ہاں میری خاطر۔" اس نے زور دے کر ایک طرح سے جتایا تھا کہ ان کی خاطر میرے دل کا خون بھی تو کیا تھا امی اس کا مطلب سمجھ کر کچھ دیر تک سوچتی رہی پھر اسے دیکھ کر پوچھنے لگیں۔

"تم سکندر سے کیا امید رکھتی ہو؟"

"سکندر جیسا بھی ہے میں اس کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں کیونکہ میرے نزدیک شادی کھیل نہیں کہ آج اس سے تو کل اس سے۔ مجھے سکندر سے شکایت ضرور ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اسے ناتا ہی توڑ لوں۔" چند لمحے رک کر نفی میں سر ہلاتے ہوئے پھر کہنے لگی۔

"میں اس سے ناتا نہیں توڑوں گی لیکن میں اس گھر میں بھی نہیں جاؤں گی اور یہ میں سکندر سے کہہ کر آئی بھی کہ وہ میرے لیے علیحدہ گھر کا انتظام کرے اور میرا مطالبہ ناجائز نہیں ہے اگر وہ غیر جانبداری سے سوچے گا تو ضرور مان لے گا۔"

"اسے سوچنے کی فرصت ملے گی تب نا۔ سمیر تو اس کے بارے میں کچھ اور بتا رہا تھا۔" امی کا اشارہ شمائلہ کی طرف تھا اور وہ سمجھ کر بھی انجان بن گئی۔

"دوا ابھی وقت پر لینا۔" امی تاکید کرتے ہوئے چلی گئیں۔

❀……❀……❀

پھر کتنے دن گزر گئے۔ اسے یہاں آئے ہوئے ایک مہینہ ہونے والا تھا اور اس دوران سکندر نے فون بھی نہیں کیا تھا جبکہ وہ شدت سے منتظر تھی۔ کیونکہ اس کے خیال کے مطابق اس کا سکندر سے کوئی جھگڑا نہیں ہوا تھا اور نہ ہی اسے یہاں چھوڑ کر جاتے ہوئے اس نے یہ کہا تھا کہ وہ پھر آئے گا لیکن کسی کسی وقت اسے اپنا یہ انتظار خود بھی بڑا عجیب لگتا کیونکہ آس کا کوئی دیا اس کے ہاتھ میں نہیں تھا۔

"میں کیا کروں؟" اس وقت وہ امبر کے سامنے رو پڑی۔ "مجھے میکے میں اس طرح رہنا اچھا نہیں لگتا۔"

"تو تم خود کیوں نہیں سکندر کو فون کر لیتیں۔" امبر نے کہا تو وہ رندھی آواز میں بولی۔

"مجھے ڈر لگتا ہے۔"

"کس بات سے؟" امبر نے حیرت سے پوچھا۔

"کہیں وہ سمیر بھائی اور عالیہ کا حوالہ دے کر یہ نہ کہہ دیں کہ میرا ابھی تم سے کوئی تعلق نہیں۔" اس نے صاف گوئی سے اپنا خدشہ بیان کر دیا۔

"ہاں ایسا بھی ہو سکتا ہے۔" امبر نے پرسوچ انداز میں تائید کی تو وہ مزید پریشان ہوگئی۔

"پھر اب میں کیا کروں؟"

"دیکھو برا مت ماننا تم حقیقت سے نظریں چرا رہی ہو۔"

"کیا مطلب۔" وہ اپنے رخسار سے اس کا ہاتھ ہٹا کر سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

"مطلب یہ ہے کہ جب سکندر تمہارے ساتھ فیئر ہی نہیں ہے تو پھر تم کیوں اس کے لیے ہلکان ہو رہی ہو۔ دوسری بات یہ کہ بدلے کی شادیوں میں یہ تو ہوتا ہے پھر تم کیوں آس لگائے بیٹھی ہو۔ اس کے برعکس میں تو کہوں گی تم ذہنی طور پر خود کو تیار کر لو کہ کسی بھی وقت تمہارا فیصلہ ہو سکتا ہے۔ اگر عالیہ کی وجہ سے نہیں تو شمائلہ کی وجہ سے۔" امبر اچانک کسی خیال کے تحت اس کا ہاتھ کھینچ کر بولی۔ "تم شمائلہ سے بات کرو۔"

"شمائلہ سے۔" وہ سوچ میں پڑ گئی۔

"کیا سوچ رہی ہو۔" امبر نے اسے متوجہ کیا تو اس کے سینے سے آپ ہی آپ گہری سانس خارج ہوئی پھر اسے دیکھ کر بولی۔

"شمائلہ سے نہیں میں رابیل سے بات کرتی ہوں۔"

"رابیل سے۔"

"ہاں وہ شمائلہ کا کزن ہے۔" وہ کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

❀……❀……❀

وہ گزشتہ دو تین دن سے رابیل کے نمبر پر ٹرائی کر رہی تھی اور اس وقت جب اس کی آواز سنائی دی تو جیسے وہ عاجز کھڑی تھی اسی انداز میں بے اختیار کہہ گئی۔

"کہاں ہو تم میں کب سے تمہیں……!" اچانک احساس ہونے پر خاموش ہوگئی تو ادھر وہ جو اس کے انداز پر حیران ہو رہا تھا ٹوک گیا۔

"ہاں کہو۔"

"مجھے تم سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔" اس نے سنبھلنے کی سعی کرتے ہوئے کہا تو اب وہ بے اختیار بولا تھا۔

"شمائلہ کے بارے میں۔"

"جب جانتے ہو تو سمجھاتے کیوں نہیں اسے، کیوں میرا گھر خراب کر رہی ہے۔" وہ چیخ کر اس پر بگڑنے لگی تو وہ بھی ناگواری سے بولا۔

"اسے کیوں الزام دے رہی ہو، قصور تمہارا اپنا ہے تم نے کیوں گھر چھوڑا۔"

"یہ میرا مسئلہ ہے۔" وہ جزبز ہوگئی تھی۔

"اور شمائلہ۔" رابیل نے فوراً پوچھا تھا۔

"تمہاری کزن ہے۔"

"اس سے مجھے انکار نہیں لیکن اس کی ذاتی زندگی میں میں کیسے مداخلت کر سکتا ہوں۔" اس نے ایک طرح سے معذوری ظاہر کی تھی۔

"بہرحال وہ اچھا نہیں کر رہی۔" وہ کہہ کر فون رکھنے لگی تھی کہ اس نے پکار لیا۔

"سنو، بس یہی کہنا تھا اور کچھ نہیں کہو گی۔"

"مثلاً کیا۔" وہ نا چاہتے ہوئے بھی پوچھ گئی۔

"یہی کہ ان حالات میں تمہیں اس شخص کا خیال آتا ہے جو تمہیں دیکھ کر جی اٹھتا تھا۔" اس کے لہجے میں بڑی آس تھی کہ وہ ڈگمگا گئی اور بڑی دقتوں سے بولی۔

"نہیں، میں پلٹ کر دیکھنے والوں سے میں سے نہیں ہوں۔"

"اچھی بات ہے میری نیک خواہشات تمہارے ساتھ ہیں۔"

"تھینک یو۔" وہ فون رکھ کر اپنے کمرے میں آئی تو کوئی دبے پاؤں ساتھ چلا آیا وہ چونک کر پلٹی اور گھبرا کر دروازہ بند کر دیا لیکن آنے والا آ چکا تھا جس کی سرگوشیوں میں وہ بہک رہی تھی۔

"ریت کے گھروندے بھی کہیں پائیدار ہوتے ہیں۔ یہ تو ہوا کے جھونکوں سے بکھر جاتے ہیں کہاں میں آندھی طوفانوں سے بچانے کی سعی میں ہلکان ہوئی جا رہی ہوں۔ امبر ٹھیک کہہ رہی تھی کسی بھی وقت میرا فیصلہ ہو سکتا ہے اور اب کیا رہ گیا ہے جس کا فیصلہ ہونا باقی ہے۔ سمیر بھائی کو بچے چاہیے جبکہ عالیہ کو بچے پسند نہیں اور سکندر…… وہ اپنی پرانی محبت کی طرف لوٹ چکا ہے پھر میں کس کے انتظار میں ہوں مجھے بھی پلٹ کر دیکھنا چاہیے۔ رابیل" ہونٹوں نے بے آواز جنبش کی ساتھ اس نے آنکھیں بند کی تھیں کہ فوراً گھبرا کر سیدھی ہو بیٹھی کیونکہ رابیل کے ساتھ اس لڑکی کا خیال آ گیا تھا جسے اس نے ریسٹورنٹ میں دیکھا تھا۔

"جھوٹے مکار کیوں مجھے ورغلانے آ گئے ہو جاؤ چلے جاؤ۔" وہ ڈپریشن کا شکار ہو کر چلاتے ہوئے بھاگی اور امی کی گود میں سر رکھ کر رونے لگی۔

"زوبیہ……زوبیہ……!" امی کے جھنجوڑنے سے اس

مہکتی کلیاں

+ میں اپنے حریفوں میں اکثر اس لیے غالب آتا ہوں کہ وہ چار منٹ کی کچھ حقیقت نہیں سمجھتے لیکن میں اس تھوڑے وقت کی قدر و قیمت اور اہمیت سے بخوبی واقف ہوں (نپولین)۔

+ جس کے پاس مضبوط قوتِ ارادی ہے وہ دنیا کو اپنی مرضی کے مطابق بناتا ہے۔ (گوئٹے)۔

+ آدمی کی زندگی کا بہتر حصہ وہ ہے جس میں وہ اچھے کام کر کے بھول چکا ہوتا ہے۔ (ورڈز ورتھ)۔

+ ایک کنجوس آدمی کی ذخیرہ اندوزی کا وہی حال ہوتا ہے جو شہد کی مکھیوں کے چھتے کا' محنت مکھیاں کرتی ہیں جبکہ شہد آدمی حاصل کرتا ہے۔

+ غصہ ہمیشہ حماقتوں سے شروع ہوتا ہے اور ندامتوں پر ختم۔ (ارسطو)۔

+ خاموش رہنا اور بے وقوف شمار ہونا' بول کر تمام شبہات کو دور کرنے سے بہتر ہے۔ (برناڈ شاہ)۔

+ ماں کا دل ایک ایسا بینک ہے جہاں ہم اپنی تمام پریشانیاں اور دکھ جمع کرا دیتے ہیں۔ (ڈی وٹ ٹاپج)۔

مسز نگہت غفار……کراچی

کی چیخیں اور بلند ہونے لگیں تب گھبرا کر امی اٹھ کھڑی ہوئیں اور پہلے ابو کو آفس فون کیا پھر پڑوس میں کہہ کر ٹیکسی منگوائی اور اسے کلینک لے گئیں۔

”کیا پریشانی ہے اسے؟“ ڈاکٹر نے اسے ڈرپ لگاتے ہوئے پوچھا۔

”بس کچھ کھاتی پیتی نہیں ہے۔“ امی یہی کہہ سکیں۔

”یہ تو بہت غلط بات ہے۔“ ڈاکٹر اپنے پیشہ ورانہ انداز میں بولتی رہی پھر نرسز کو ڈرپ میں انجکشن ڈالنے کا کہہ کر چلی گئی۔

”کیوں اتنا ٹینشن لیتی ہو‘ سکندر اگر تمہیں لے جانا نہیں چاہتا تو ہم اسے مجبور تو نہیں کر سکتے۔“ ڈاکٹر کے جانے کے بعد امی شروع ہوئی تو وہ آنکھیں بند کرتی ہوئی بولی۔

”مجھے نیند آ رہی ہے۔“

”ہاں سو جاؤ‘ میں تمہارے ابو کو فون کر کے آتی ہوں۔“ امی نے کہا تو وہ فوراً پوچھنے لگی۔

”ابو سے کیا کہیں گی؟“

”یہی کہ ہم یہاں ہیں اور تمہیں ڈرپ لگی ہوئی ہے۔“ امی کہتی ہوئی چلی گئیں تو ان کے پیچھے دیکھتے ہوئے وہ چونک گئی زرینہ کھڑی تھی۔

”سنو تم زوبیہ ہو نا؟“ وہ لڑکی اب اندر آ کر پوچھ رہی تھی۔ وہ آنکھیں کھول کر سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

”میں زرینہ ہوں تم نے مجھے پہچانا نہیں۔“ زرینہ نے اپنا نام بتانے کے ساتھ شکوہ بھی کیا تو وہ افسردگی سے مسکرائی۔

”اتنی جلدی بھول گئیں۔“ زرینہ ہنوز شاکی تھی۔

”بھولنا اپنے اختیار میں کب ہوتا ہے۔“ اس کے لہجے میں دکھ تھا۔

”تمہاری شادی ہوگئی ہے نا؟“ زرینہ شاید تصدیق کے لیے پوچھ رہی تھی۔ اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”بھائی تو شادی کا نام ہی نہیں سننا چاہتے‘ جب اماں بہت زور دیتی ہیں تو کہتا ہے زوبیہ جیسی کوئی ہو ہی نہیں سکتی‘ وہ نہیں تو کوئی نہیں۔“

”کیا......؟“ اس کے اندر ابال اٹھنے لگا تھا۔ ”دماغ خراب ہے تمہارے بھائی کا۔ وہ تم لوگوں کو چکر دے رہا ہے ورنہ میں نے خود اسے ایک نہیں کئی لڑکیوں کے ساتھ دیکھا ہے۔“

”نہیں باجی‘ میرا بھائی چکر باز نہیں ہے۔ لڑکیاں خود اس کے پیچھے بھاگی آتی ہیں گھر بھی آتی ہیں لیکن میرا بھائی کہتا ہے کہ کوئی بھی زوبی جیسی نہیں وہ تمہیں بھولتا ہی نہیں۔“ زرینہ اپنے بھائی کی صفائی میں بولے جا رہی تھی۔ پھر شاید اس کی اماں نے پکارا تھا کہ پہلے گردن موڑ کر پیچھے دیکھا پھر جاتے ہوئے بولی تھی۔

”تم بہت بری ہو۔“

”میں بری ہوں۔“ وہ آنکھیں بند کر کے سوچنے لگی۔ ”نہیں‘ میرا نصیب برا ہے۔ جب ہی تو ساری تدبیریں ناکام ہوگئی تھیں جبکہ سکندر بھی شمائلہ کو پسند کرتا تھا۔ پھر بھی اس نے میری بات کو کوئی اہمیت نہیں دی تھی۔“

”کیوں؟ وہ الجھنے لگی سکندر کے ساتھ کیا مجبوری تھی وہ آرام سے انکار کر کے شمائلہ کے ساتھ شادی کر سکتا تھا اب بھی تو......!“

”سو گئیں......؟“ امی کی آواز پر وہ آنکھیں کھول کر غائب دماغی سے انہیں دیکھنے لگی۔

”کچھ کھاؤ گی؟“ امی نے پوچھا تو وہ نفی میں سر ہلا کر ڈرپ کو دیکھ کر بولی۔

”پتا نہیں یہ کب ختم ہوگی۔“

”ہو جائے گی‘ جلدی کیا ہے۔“ امی نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

”میں تھک گئی ہوں اور مجھے یہاں گھبراہٹ ہو رہی ہے‘ گھر چلیں۔“

”تم اتنی جلدی پریشان کیوں ہو جاتی ہو۔ صبر نہیں ہے تم میں۔ گھر جا کر کیا کرو گی۔ وہاں بھی تو لیٹنا ہی ہے۔“ امی کچھ خفگی سے بولنے لگیں تو اس نے آنکھوں پر بازو رکھ لیا۔

”کیا بات ہے ایسے کیوں کرتی ہو۔“ قدرے رک کر امی اس کے پاس آ بیٹھیں اور اس کا بازو ہلایا تو اس نے ان کا ہاتھ پکڑ کر آنکھوں پر رکھ لیا۔

”رو رہی ہو۔“ امی کو اس کے آنسوؤں کی نمی محسوس ہوئی تھی۔ ”رونے سے مسئلے حل نہیں ہوتے بیٹا؟“

”پھر کیسے حل ہوتے ہیں؟“ وہ دھندلائی آنکھوں

سے انہیں دیکھنے لگی۔

”صبر سے اچھے وقت کا انتظار کرو۔“ امی جز بز ہو کر بولیں۔

”ایک بات بتائیں امی! اگر سمیر بھائی اور عالیہ صلح پر آمادہ نہ ہوئے تو میرا کیا ہوگا۔ کیا میں اس طرح بیٹھی رہوں گی۔“ اس نے کسی خیال کے تحت پوچھا تھا اور امی کے پاس غالباً جواب نہیں تھا جب ہی آہ بھر کر رہ گئی تھیں۔

❁......❁......❁

اس نے خود کہا تھا کہ وہ پلٹ کر دیکھنے والوں میں نہیں ہے لیکن حالات کی ستم ظریفی کہ اپنی بات کا بھرم رکھنا بھی مشکل ہو رہا تھا۔ مزید زرینہ کی باتوں سے وہ اور پگھل رہی تھی۔

”بھائی کہتا ہے کوئی زوبیہ جیسی نہیں ملتی۔ وہ تمہیں نہیں بھولتا۔“

”اب کیوں بھول گیا ہے۔“ وہ اس کے فون کے انتظار میں ٹوٹ رہی تھی۔ کیونکہ عہد کر چکی تھی کہ خود سے رابطہ نہیں کرے گی۔ ان دنوں وہ مکمل طور پر گئے دنوں کی گرفت میں تھی کہ خود سے رابطہ نہیں کرے گی اور جیسے امی نے کہا تھا کہ صبر سے اچھے وقت کا انتظار کرو تو اسے لگتا جیسے گئے دن لوٹ کر آنے والے ہیں۔ اس وقت وہ ان ہی دنوں میں کھو کر سوچ رہی تھی۔

”زرینہ نے اسے بتایا تو ہوگا کہ میں اسپتال میں ہوں پھر اس نے فون کیوں نہیں کیا۔ میری طبیعت پوچھنے کے بہانے ہی......“

”زوبیہ۔“ امی اسے پکارنے کے ساتھ کمرے میں آئیں تو وہ چونک کر انہیں دیکھنے لگی۔

”یہ دیکھو‘ عالیہ نے......“ امی نے سفید رنگ کا لفافہ اس کی طرف بڑھایا تو وہ ایک نظر اس پر ڈال پوچھنے لگی۔

”کیا ہے اس میں؟“

”خلع کا نوٹس بھجوایا ہے اس نے۔“ امی نے بتایا تو اب اس نے لفافہ لے لیا اور اس میں سے پیپر نکال کر دیکھنے لگی اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں ابھرا تھا اور ایسے ہی اس کے اندر بھی خاموشی تھی۔

”بتاؤ بھلا‘ یہاں کیا تکلیف تھی اسے اپنی مرضی سے سونی جاتی‘ کھاتی پیتی تھی پھر نندوں کا بکھیڑا بھی نہیں ہے یہاں جیسا تمہارے ساتھ ہے۔“ امی اپنا بولے جا رہی تھیں اس نے ان کی باتوں پر کوئی تبصرہ نہیں کیا اور خاموشی سے لفافہ واپس ان کے ہاتھ میں تھما دیا۔

”مجھے تمہاری فکر ہو رہی ہے اگر سمیر نے بھی غصے میں آ کر اسے طلاق بھجوا دی تو......“

”تو کیا ہوگا۔“ وہ بول پڑی۔ ”بدلے میں سکندر بھی یہی کریں گے ایسی شادیوں میں یہی ہوتا ہے نا۔ دونوں کامیاب یا پھر دونوں ناکام۔ کبھی آپ نے یہ بھی سنا کہ......“

”بس کرو۔“ امی قدرے سختی سے ٹوک مزید کچھ کہنا چاہتی تھیں کہ ڈور بیل کی آواز پر بڑبڑاتے ہوئے اٹھ کر چلی گئیں۔

کھنکارنے کی آواز پر فوراً ادھر متوجہ ہوتے ہی حیرت میں گھر گئی۔

غزل

میری دشمنی تو ہوا سے تھی سو ہوا نے مجھ کو بجھا دیا
میں اداس شب کا چراغ تھا مجھے آندھیوں سے ملا دیا
میں اداس راتوں کا چاند تھا تری کھڑکیوں پر کھڑا رہا
تجھے اپنے خواب عزیز تھے تجھے کس نے آ کر جگا دیا
کبھی وہ بھی دن تھے کہ ہاتھ پر جو لکھا تو خوں سے لکھا کبھی
ترا نام دل کی کتاب پر کبھی جگنوؤں سے سجا دیا
جو مرے مزاج سے آشنا وہی شخص مجھ سے ہے بے خبر
میں تو اب بھی اس کا غلام ہوں مجھے جس نے دل سے بھلا دیا
تیری زندگی کا چراغ تھا جو جلا رہا تو جلا رہا
تھا ہوا کی مرضی پر منحصر جو بجھا دیا تو بجھا دیا
یہ دعا ہے ربّ کریم سے اسے کوئی غم بھی نہ چھو سکے
اسے اتنی خوشیاں نصیب ہوں مجھے جس نے آخر دغا دیا
یہ تری محبت بھی دیکھ لی مجھے چھوڑ کر تم چلے گئے
مرے دشمنوں کو نوید ہو مجھے ہمسفر نے مٹا دیا
تجھے چھوڑ جانا ہی ٹھیک تھا وہیں شب کی کالی گھٹاؤں میں
جہاں تجھ کو راشد ترین نے ترے راستوں کا پتا دیا

راشد ترین...... مظفر گڑھ

"سکندر۔"

"میری آمد غیر متوقع ہے کیا؟" سکندر نے سامنے آ کر اس کی آنکھوں میں جھانکا تو اس نے پہلے نظروں کا زاویہ بدلا پھر سر جھکا لیا۔

"مایوس ہو گئی تھیں؟" سکندر نے اس کے پاس بیٹھ کر پوچھا اور وہ ابھی بھی خاموش رہی۔

"ناراض ہو؟" اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"ادھر دیکھو میری طرف، کیا ہو گیا ہے تمہیں؟"

"کچھ نہیں میں وہ...... ابھی عالیہ کا بھجوایا ہوا نوٹس دیکھ رہی تھی اور اس کے بارے میں سوچ رہی تھی۔" اس نے بات بناتے ہوئے کہا۔ تو وہ فوراً پوچھنے لگا۔

"اس کے علاوہ اور کیا سوچ رہی تھی؟"

"اور......!" وہ اس کا چہرہ دیکھ کر جاننے کی کوشش کرنے لگی کہ وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔

"عالیہ کے ساتھ اپنے آپ کو کبھی مت سوچنا۔ وہ سر پھری ضدی لڑکی ہے اور اپنے ہر عمل کی خود ذمہ دار سمجھیں۔" سکندر نے کہتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام لیا تو جز بز ہو کر بولی۔

"ہے تو آپ کی بہن۔"

"ہاں لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ میں غلط فیصلوں میں بھی اس کا ساتھ دوں۔"

"آپ کے گھر والے تو یہی چاہتے ہوں گے۔" وہ اپنے ناخن دیکھتے ہوئے بولی۔

"گھر والوں کو چھوڑو، تمہیں مجھ پر بھروسہ ہونا چاہیے میں تمہیں لینے آیا ہوں اور میں چاہتا ہوں تم سارے خدشات سے نکل کر میرے ساتھ چلو۔" اس نے کہا تو وہ اسے دیکھنے لگی بولی کچھ نہیں۔

"کیا بات ہے، کچھ غلط کہہ گیا ہوں میں؟" اس نے ٹوک کر پوچھا تو وہ نفی میں سر ہلا کر کہنے لگی۔

"نہیں غلط تو نہیں بس ایک بات رہ گئی۔"

"کون سی؟"

"شمائلہ...... میرا مطلب ہے جب آپ شمائلہ کو پسند کرتے تھے تو پھر مجھ سے شادی کیوں کی، کیا مجبوری تھی آپ کے ساتھ؟" اس نے کھوجتی نظریں اس کے چہرے پر جما دی تھیں۔
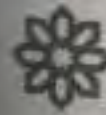
"عالیہ......" سکندر کے سینے سے گہری سانس خارج ہوئی تھی پھر قدرے رک کر کہنے لگا۔

"عالیہ کی ضد اور خود سر طبیعت کے باعث اماں کو خدشہ تھا کہ وہ اپنے گھر نہیں بس سکے گی۔ یعنی اس کے سسرال والے اسے زیادہ عرصہ برداشت نہیں کریں گے اور یوں سمجھو۔ اس کا مستقبل محفوظ کرنے کے لیے اماں نے مجھ سے یہ قربانی مانگی تھی کہ اس طرح سمیر پابند ہو جائے گا یعنی اپنی بہن کی خاطر عالیہ کی عادت سے سمجھوتا کرے گا لیکن یہاں تو الٹا ہی معاملہ ہو گیا۔"

"اونہہ انسان کیا کیا تدبیریں کرتا ہے لیکن تقدیر سے نہیں لڑ سکتا۔" اس کے لہجے میں دکھ سمٹ آیا تھا۔

"بہر حال میں محبت کی قربانی دے چکا ہوں لیکن بیوی کی قربانی نہیں دے سکتا کیونکہ میں پلٹ کر دیکھنے والوں میں سے نہیں ہوں۔" اس نے کہا تو وہ بری طرح چونکی لیکن فوراً سنبھل کر بولی تھی۔

"میں نے ابھی کچھ دن پہلے آپ کو شمائلہ کے ساتھ دیکھا تھا۔"

"ضرور دیکھا ہو گا۔ اصل میں مجھے گھر کی تلاش تھی اور وہ اسی سلسلے میں میری مدد کر رہی تھی۔ اس کی دوست کا اپارٹمنٹ خالی تھا۔ میں اس کے ساتھ وہی دیکھنے گیا تھا۔ شاید تم نے وہیں کہیں دیکھا ہو گا۔"

"وہ صاف گوئی سے بتا کر مسکرایا تو وہ نظریں چرا گئیں۔"

"بس یا کچھ اور بلکہ میرا خیال ہے باقی باتیں اپنے گھر جا کر۔ اپارٹمنٹ ہے تو چھوٹا لیکن ابھی ہم بھی تو دو ہی ہیں جب تین، چار، پانچ ہوں گے تب کوئی اور گھر دیکھ لیں گے، ٹھیک۔" وہ اس کا ہاتھ دبا کر اقرار چاہ رہا تھا۔ اس نے مسکرانے سے پہلے دل میں عہد کیا تھا کہ اب کبھی پلٹ کر نہیں دیکھے گی۔

❁

بھیگی پلکوں پر

اقرا صغیر احمد

قسط نمبر 33

سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر

میں تجھ کو چاہ کے کیسے کسی کی چاہ کروں
تجھے نباہ کے کیوں کر کوئی نباہ کروں
تو زندگی ہی نہیں میری بندگی بھی ہے
کسی کو سوچ کے کیسے کوئی گناہ کروں

گزشتہ قسط کا خلاصہ

طغرل کا والہانہ انداز اور سنسان رستوں کو دیکھ کر پری نہایت خوف کا شکار ہوجاتی ہے۔ طغرل کی طرف سے انتہائی بدگمانی لیے وہ بغیر دیکھے روڈ پر بھاگنا شروع کردیتی ہے جبکہ طغرل اسے روکنے اور سمجھانے کی کوشش کرتا ہے اور اسے گرنے سے بچانے کی خاطر اپنی پروا کیے بغیر اسے تھام لیتا ہے۔ اس عمل میں دونوں کو شدید چوٹیں آتی ہیں۔ پری کے سر سے خون بہتے دیکھ کر طغرل کے اوسان مزید خطا ہوجاتے ہیں اور وہ اپنی چوٹوں کی پروا کیے بغیر بمشکل اسے گاڑی تک لاتا ہے اور اسپتال پہنچاتا ہے معید کو جیسے ہی اس بات کا علم ہوتا ہے وہ طغرل کے پاس پہنچتا ہے اور تمام صورتحال جان کر افسوس کا اظہار کرتا ہے۔ ماہ رخ اپنے والدین کی وفات کا سن کا ایک بار پھر سے بکھر جاتی ہے اور وہ اعوان کے ہمراہ اپنے گھر آتی ہے لیکن گزرے ماہ وسال نے وہاں سب کچھ بدل ڈالا تھا گلفام بھی اب یہ جگہ چھوڑ کر چلا گیا تھا کہاں یہ کسی کے علم میں نہیں تھا۔ اعوان اسے ڈھونڈنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے لیکن اس کا کچھ پتا نہیں چلتا۔ دوسری طرف ماہ رخ کا شادی سے انکار سن کر اعوان شدید دکھ سے دوچار ہوجاتا ہے۔ جبکہ ماہ رخ اسے اپنے قابل نہیں سمجھتی کیونکہ وہ آج بھی خود کو گناہ گار تصور کرتی ہے اور ان گناہوں کا مداوا کرنا چاہتی ہے۔ پری کو کچھ دیر بعد ہوش آجاتا ہے تو وہ گھر آجاتی ہے۔ معید اور طغرل گھر والوں کو تمام صورتحال سے بےخبر رکھتے ہیں۔ صرف عائزہ کے علم میں یہ بات ہوتی ہے اور وہی پری کا خیال بھی رکھتی ہے۔ جبکہ پری کے اس رویے اور بدگمانی کو جان کر عائزہ اسے ملامت کرتی ہے کہ وہ طغرل کے خلاف اس قدر منفی سوچ رکھتی ہے۔ عائزہ کی زبانی ہی پری کو معلوم ہوتا ہے کہ طغرل اسے اپنے نئے گھر لے جانا چاہ رہا تھا یہ سب سن کر پری سخت شرمندگی محسوس کرتی ہے۔ اس کا طغرل پر اعتبار نہ کرنا اپنے والدین کے رویوں کے سبب ہوتا ہے ہر پل اسے یہی خدشہ لاحق رہتا ہے کہ طغرل بھی ایک دن ان تمام محبتوں کو بھلا کر اسے تنہا کردے گا جس طرح اس کے باپ نے کیا تھا جبکہ طغرل ان تمام باتوں کو جان کر اسے یقین دلانے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے آخرکار وہ طغرل کی محبت کے آگے سر تسلیم خم کردیتی ہے۔ عابدی کے رویے پر شیری انتہائی بےعزتی محسوس کرتا ہے اور گھر چھوڑنے کی دھمکی دیتا ہے ایسے میں مسز عابدی اسے سمجھاتی ہیں لیکن وہ کسی طور پر بھی عادلہ کے لیے خود کو تیار نہیں کرپاتا۔ فاخر عائزہ کو لے کر کسی نتیجے پر نہیں پہنچ پاتا۔ دوسری طرف رمشا کی اصلیت بھی اس پر کھل جاتی ہے کہ وہ دھوکے باز عورت ہے۔ ایسے میں وہ عائزہ کو سچے دل سے اپنانے کے لیے بخوشی آمادہ ہوجاتا ہے اور اللہ کا مشکور ہوتا ہے کہ اس نے درست فیصلے کی طرف رہنمائی کی۔ دادی جان طغرل اور پری کے صحتیاب ہونے کی خوشی میں شاندار ڈنر کا اہتمام کرتی ہیں۔ اسی چھوٹی سی تقریب میں طغرل اپنے نام کی انگوٹھی پری کو پہناتا ہے۔ اسی ہوٹل میں موجود شیری یہ سب منظر دیکھ کر خود پر قابو نہیں رکھ پاتا۔

(اب آگے پڑھیے)

❁ ❁ ❁

ایک برق تھی جو چمن دل کو خاکستر کرگئی تھی ایک آگ تھی جو رگ و پے میں پھیلتی جارہی تھی وہ متوحش نگاہوں سے پری کے چہرے کو دیکھ رہا تھا جس پر قوس وقزح کے سارے رنگ بکھرے ہوئے تھے سرخ عارضوں پر سیاہ دراز پلکیں لرز رہی تھیں۔

یاقوتی لبوں پر حیا کی دھیمی سی لرزش تھی اس کی نگاہیں جھکی ہوئی تھیں لیکن وہ جو سوچ رہا تھا کہ شاید اس کے ساتھ زبردستی کی گئی ہو اس کی منشا کے بنا یہ فیصلہ صادر ہوا یہ صرف اس کی سوچ ہی ثابت ہوئی تھی وہ دیکھ رہا تھا اور پوری شدت سے محسوس کررہا تھا کہ پری کے انداز میں رضامندی تھی گو کہ اس کا چہرہ بالکل سنجیدہ تھا یہ اس کا اقرار ہی تھا جو اس کا ہاتھ طغرل کے ہاتھ میں تھا رنگ پہنانے کے بعد بھی وہ اس کا ہاتھ تھامے بےحد مسرور نظر آرہا تھا مسرت اس کے وجیہہ چہرے کو جگمگا رہی تھی فتح یاب ہونے کا نشہ اس کے انگ انگ سے چھلک رہا تھا۔ اس کی وہ راحت وسرفرازی اسے کسی سانپ کی طرح ڈسنے لگی تھی۔

وہ تمام لوگ ہی بےحد خوش تھے مسکراہٹیں اور قہقہے تھے شوخ نظروں اور فقروں کی بوچھاڑ تھی اس دوران ہی عائزہ نے بڑی مشکل سے پری کا ہاتھ طغرل کے ہاتھ سے چھڑایا تھا۔

"میں تجھے جان سے ماردوں گا حرام زادے!" اس نے وحشت کی انتہاؤں کو چھوتے ہوئے شرٹ کے نیچے بیلٹ کے ساتھ باندھے گئے ریوالور کو نکالنا ہی چاہا تھا معاً وہاں آتے ویٹر کو دیکھ کر وہ گویا حواسوں میں لوٹ آیا تھا۔

"جی سر! آپ کچھ لیں گے؟" ویٹر مودبانہ لہجے میں گویا ہوا۔

"کچھ نہیں۔" عین کلائمکس پر ویٹر کی آمد بری لگی تھی اسے۔

"کیا آپ ٹھیک ہیں سر؟" اس کا چہرہ آگ کی مانند سرخ تھا تنفس بھی قدرے تیز اور وہ پسینے میں شرابور وحشت زدہ دکھائی دے رہا تھا اس کی اندر کی کیفیت باہر دکھائی دے رہی تھی جب ہی ویٹر کو اس کی طرف متوجہ کرگئی تھی اور وہ استفسار کر بیٹھا تھا۔

"دفع ہوجاؤ یہاں سے کچھ نہیں چاہیے۔" وہ بگڑے تیوروں سے اس سے مخاطب ہوا تھا اژدھوں جیسی پھنکار تھی اس کے لہجے میں ویٹر خوفزدہ انداز میں تیزی سے چلا گیا۔ اس نے خونخوار نظروں سے پھر اس خوشگوار ہنگامے کو دیکھا جہاں اب دادی کے اصرار پر فیاض طغرل کی انگلی میں انگوٹھی پہنا رہے تھے پھر مٹھائی کھلا کر انہوں نے اسے سینے سے لگالیا تھا۔

ریوالور کی طرف جاتا ہوا اس کا ہاتھ رک گیا اس نے خونی نگاہوں سے پری کی طرف دیکھا اور کئی لمحوں تک دیکھتا ہی رہا۔ وہاں ویٹرز ڈنر سرو کررہے تھے مبارک باد کے تبادلے جاری تھے۔ سب لوگ بےحد خوش تھے صرف ایک چہرہ ان میں ایسا تھا جس کے مسکراتے لبوں کا ساتھ اس کی آنکھیں نہیں دے رہی تھیں وہ عادلہ تھی جس کی بھیگی آنکھوں پر اس کی نگاہیں ٹھہر گئی تھیں وہ بیرونی گیٹ سے باہر نکل گیا۔

❁ ❁ ❁

"ماہ رخ! تنہا عورت ہر معاشرے میں غیر محفوظ ہوتی ہے تم دیکھ چکی ہو عورت اگر بےسہارا و بےبس ہو تو مردوں کے لیے مال غنیمت بن جاتی ہے۔ ہر مرد اس پر اپنا حق جتاتا ہے اپنے مقصد کے لیے استعمال کرتا ہے عورت کو محفوظ صرف رشتے بناتے ہیں کوئی معتبر سہارا ہی اس کو عزت وتوقیر بخشتا ہے۔" اس کے شادی کے بار بار انکار کے باوجود بھی اعوان اسے سمجھانے کی سعی میں مگن تھا۔ وہ اس کو پھر سے بھٹکتے دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔

"اب مجھے کسی رشتے کسی سہارے کی قطعی ضرورت ہے اور نہ ہی تمنا رہی ہے اور رہی بات گدھ نما مردوں کی تو ان مردوں کو میں ہینڈل کرنا جانتی ہوں تم میری فکر نہیں کرو میں اپنی حفاظت کرسکتی ہوں۔" اس کے لہجے میں مضبوطی واعتماد تھا۔

اعوان یک ٹک اسے دیکھے گیا فیروزی جارجٹ کے ملٹی کڑھائی والے سوٹ میں وہ آزردہ سی بیٹھی تھی ریشمی بال بے

ترتیب انداز میں بکھرے ہوئے تھے اس کی کندن رنگت میں حزن شامل ہوگیا تھا وہ جب سے والدین کی موت سے باخبر ہوئی تھی تب سے بہت بجھی بجھی اور خود سے غافل رہنے لگی تھی اور اس کی اس اداسی میں بھی سحر انگیزی تھی۔ اعوان کا دل اس کی محبت میں اسیر تھا وہ اسے پانے کی جستجو میں مگن تھا۔

"اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو اعوان؟" وہ اس کی نگاہوں کی حدت محسوس کرکے اس کے قریب جاکر کھڑی ہوئی۔

"تم نے نہ سہی...... مگر میں نے تم سے محبت کی ہے ماہ رخ!" اس کی آواز میں یاسیت بھری ہوئی تھی۔

"میں تمہیں پھر سے اس بے رحم دنیا کے سہارے نہیں چھوڑ سکتا' تم پلیز اپنے مستقبل کے متعلق سوچو' کہاں جاؤ گی' کس کا سہارا تلاش کرو گی؟" اس کا لہجہ التجائیہ تھا۔

"مجھ جیسی بے سہارا عورتوں کے لیے ٹرسٹ ہیں یہاں پر' میں وہاں چلی جاؤں گی اور آخری سانس تک گلفام کا انتظار کروں گی۔"

"ان اداروں میں تو بڑے پیمانوں پر غیر اخلاقی سرگرمیاں ہوتی ہیں' احمر غفران سے بھی زیادہ بڑے مگرمچھ یہاں موجود ہیں۔ جو ایسی غیر قانونی سرگرمیاں مکمل قانونی انداز میں کرتے ہیں۔"

"سب جگہوں پر ایسا نہیں ہوتا ہوگا اعوان!"

"آف کورس...... سب ہی لوگ کرپٹ نہیں ہوتے' کچھ اچھے نیک وایمان دار لوگ پوری دیانت داری سے یہ فریضہ انجام دے رہے ہیں مگر ایسے لوگ کہاں ہیں' یہ نہیں معلوم۔"

"اعوان ایک بات بالکل سچ سچ بتاؤ گے؟" وہ اس کی جانب دیکھتے ہوئے بولی تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تم نے شادی نہیں کی؟"

"یہ کیوں پوچھ رہی ہو' کیا جاننا چاہتی ہو میرے بارے میں؟"

"یہی کہ تم نے شادی کی ہے یا نہیں......" اس کو بغور دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی' اعوان نے چند لمحے توقف کے بعد آہستگی سے کہا۔

"دراصل بات یہ ہے کہ ممی پپا کے از حد باؤپر مجھے شادی کرنی پڑی تھی' تم تو جانتی ہو نا میں اکلوتا بیٹا ہوں اپنے والدین کا ان کی ساری توقعات وخواہشات کا واحد مرکز میری ذات ہے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے' ہم جیسے لوگ اپنی چاہت کے برعکس ایسے لوگوں سے کمپرومائز کرلیتے ہیں جو ہمارے نام کے ساتھ تو جڑ جاتے ہیں مگر دل سے وہ ہمیشہ ہی فاصلوں پر رہتے ہیں' دل سے کبھی نہیں جڑ پاتے۔" اس کا لہجہ شکستہ تھا' وہ نگاہیں چرائے آہستگی سے اعتراف جرم کے انداز میں گفتگو کررہا تھا ایک بار بھی اس دوران اس نے نگاہ نہ اٹھائی تھی۔

"سات سال ہوگئے ہیں ہماری شادی کو ایک کیوٹ سا بیٹا بھی ہے' بیٹے سے بے حد محبت کرتا ہوں میں۔ لیکن رعنا سے کبھی وہ انسیت فیل ہی نہیں ہوئی مجھے جو ایک محبت کرنے والی بیوی سے ہونی چاہیے۔"

"کیوں...... جب بیٹے سے محبت ہے' بہت چاہتے ہو اسے تو پھر بیوی سے محبت کیوں نہیں کرتے اعوان۔" اس کا لہجہ پرسکون وپراعتماد تھا۔

"شاید اس لیے کہ ہم سفر کے لیے میرا آئیڈیل تم تھیں' میں نے تصور میں تم کو ہی شریک سفر دیکھا تھا' رعنا تمہاری جگہ کبھی بھی نہیں لے سکتی۔" آخری لفظ کہتے ہوئے وہ جذباتی ہوگیا تھا۔

"یہ تم زیادتی کررہے ہو اعوان! جب عورت بیوی بنتی ہے تو وہ اپنی تمام کشتیاں جلا کر مرد سے منسوب ہوتی ہے اور اگر مرد اس سے بے وفائی کرجائے تو اس کی واپسی صرف اور صرف چار کاندھوں پر ہوتی ہے اور تم رعنا سے بے وفائی کیوں

خوش بخت

بہارو پھول برساؤ...... ارے محبوب نہیں بلکہ مابدولت آنچل کی رنگوں سے بھرپور دنیا میں شرکت کرنے کے لیے پرتول رہی ہیں اور میری یہ محنت کارگر ثابت ہوئی ہے میرا نام خوش بخت ہے اور سب گھر والے مجھے خوشی کہتے ہیں۔ ہم چھ بہن بھائی ہیں جن میں دو بہنیں شامل ہیں' میرے دو بھائیوں کی شادی ہوچکی ہے اور اب میری فیملی میری آپو (طیبہ) کی شادی کے لیے پرتول رہے ہیں۔ میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے کررہی ہوں اور ہم حافظ آباد کے ایک قریبی گاؤں میں رہتے ہیں' دنیا میں موجود ہر چیز پسند ہے۔ میں آنچل کی خاموش قاری ہوں' میری فیورٹ رائٹرز میں نازیہ کنول نازی' سمیرا آپی اور دوسری بہت سی بہنیں ہیں۔ اب اجازت دیں' اللہ حافظ۔

کررہے ہو؟ وہ صرف تمہاری بیوی ہی نہیں تمہارے بیٹے کی ماں ہے۔ تمہارے خاندان کو وارث دینے والی ایک معتبر عورت ہے' تم اس کا حق مجھے کس طرح دے سکتے ہو؟ یہ ایک بیوی' ایک ماں اور ایک عورت کے ساتھ سراسر زیادتی ہے۔"

"پلیز ماہ رخ! میری بات کو سمجھنے کی کوشش کرو' میں رعنا کے ساتھ بالکل بھی زیادتی نہیں کررہا آج بھی اسے سارے حقوق حاصل ہیں اور ہمیشہ رہیں گے' میں اس کا حق نہیں مار رہا۔ میرا مذہب مجھے چار شادیوں کی اجازت دیتا ہے اور جو شرائط عائد ہیں دوسری شادی کے لیے میں وہ افورڈ کرنے کی حیثیت رکھتا ہے' تم یقین کرو میں رعنا کو کسی شکایت کا موقع نہیں دوں گا اور تم آخری سانس تک میری محبت رہو گی۔" وہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھتا ہوا پر یقین لہجے میں گویا ہوا۔

"اعوان! محبت میں ملن ضروری تو نہیں ہوتا۔"

"ملن کے بغیر بھی محبت کبھی مکمل ہوئی ہے؟"

"مرد ہوتا آخر' مطلب پر تم کو مذہب بھی یاد آجاتا ہے اور مقصد برادری کے لیے سنت بھی ازبر ہوجاتی ہے۔ دراصل مرد کے اندر کہیں تاریک گوشے میں ایک عیاش شکاری چھپا ہوتا ہے اور وہ موقع ملتے ہی شکار کو جال میں پھنسانے سے باز نہیں آتا اور تم بھی ایک ایسے ہی شکاری ہو اعوان!"

❁......❁......❁
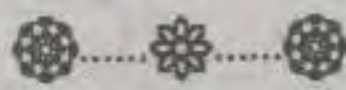
آنسوؤں کا ایک سمندر
ٹھاٹھیں مار رہا ہے من کے اندر
آمدِ طوفان ہے
غم کا بحر بیکراں ہے
رونا چاہتی ہوں
درد بھلا کر کچھ دیر سونا چاہتی ہوں
رکھ کر سر تیرے کاندھے پر
کچھ نہیں اور طلب دل کو
فقط تیرا محبت بھرا لہجہ
اور ایک شانہ چاہیے

دل تھا کہ بھرے بادلوں کی طرح جل تھل ہورہا تھا اور وہ روئے جارہی تھیں' ہر سو سناٹا وخاموشی چھائی ہوئی تھی اور اس سکوت میں ان کے رونے اور سسکیوں کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ وہ بیڈ پر دوپٹے میں منہ چھپائے آنسو بہا رہی تھیں تب

ہی دروازہ کھلا تھا۔

"اوہ آپی! کیا ہوا خیریت تو ہے نا سب؟" زینی ان کو اس شد و مد سے روتے دیکھ کر چند لمحے ہک دک رہ گئی پھر ہاتھ میں پکڑا بیگ اس نے ٹیبل پر رکھا اور صباحت کے قریب بیٹھتے ہوئے پوچھا تو صباحت روتی ہوئی اس کے گلے لگ گئی تھیں۔

"خدا کے واسطے آپی! بتائیں تو سہی کیا بات ہے؟ آپ کیوں رو رہی ہیں اور گھر والے کہاں گئے ہیں، کوئی بھی نہیں پلیز جلدی بتائیں کیا ہوا ہے؟" زینی بھی روہانسی لہجے میں گھبرا کر پوچھ رہی تھی۔

"تم پریشان مت ہو، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" وہ اس سے علیحدہ ہوتی گلوگیر لہجے میں گویا ہوئیں۔

"مجھ سے مت چھپائیں کوئی بات ضرور ہے جو آپ مجھ سے چھپا رہی ہیں، ورنہ میں نے آپ کو کبھی لائف میں اس طرح روتے ہوئے نہیں دیکھا۔" اس کے لہجے میں بے اعتباری و تشویش تھی۔

"آج طغرل اور پری کی منگنی ہے، سب لوگ ہوٹل گئے ہوئے ہیں۔" انہوں نے چہرہ صاف کرتے ہوئے دھیمے سے مسکرا کر بتایا۔

"اوہ...... اچھا آپ اس بات پر رو رہی تھیں آپی؟" بہن کی خود پسند و حاسدانہ مزاج پر اسے بے حد رنج ہوا تھا۔

"اتنا کچھ ہونے کے بعد بھی آپ پری کی طرف سے اپنا دل صاف نہیں کر سکی ہیں، میں سمجھ رہی تھی عائزہ اور عادلہ کے طرز عمل سے ملنے والے صدموں سے آپ کا دل پری کے لیے موم ہو گیا ہوگا۔"

"کہہ سکتی ہو تم، یہ ساری کڑوی باتیں و نا قابل برداشت ہتک آمیز رویہ میری بہن ہی کیا سب لوگ مجھ سے بدگمان ہو گئے ہیں۔ میرا انداز میری عادت و مزاج سے سب ہی واقف ہیں، میرا نام لوگوں کے لیے ناپسندیدہ ہے، میں ہوں ہی اسی قابل زینی کہ لوگ میرے چہرے پر تھوک دیں، نفرت کریں مجھ سے، میں اسی قابل ہوں۔" وہ رو رہی تھیں ان کے آنسوؤں میں پچھتاوے و ندامت تھی سیاہ و زرد رنگ کے امتزاج والے پرنٹڈ سوٹ میں سیاہ دوپٹے کو سر پر ڈالے وہ سادہ اور بدلی ہوئی لگ رہی تھیں۔ شدت گریہ وزاری سے آنکھیں سوج گئی تھیں اس نے پہلی بار بہن کی آنکھوں میں حقیقی دکھ دیکھا تھا، زینی اس سے لپٹ کر روتے ہوئے گویا ہوئی۔

"شکر ہے آپی! آپ کی واپسی ان راستوں پر تو ہوئی، یہ راستے آپ کے کب سے منتظر ہیں۔"

"ہاں زینی! ان راستوں پر ہی چل کر مجھے فیاض کے دل کے دروازے پر بھی دستک دینی ہوگی، اتنے قیمتی ماہ و سال میں نے شک کی آگ میں جلتے ہوئے گزار دیئے اور بدلے میں صرف تباہی میری اور میری بچیوں کی زندگی میں پھیلتی چلی گئی، اب جتنی زندگی بچی ہے اس وقت کو میں فیاض کی محبت میں گزارنا چاہتی ہوں۔" اس سے علیحدہ ہوتے ہوئے وہ پُرعزم لہجے میں گویا ہوئی۔

"میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں آپی! مجھے یقین ہے فیاض بھائی آپ کی محبت کا جواب محبت سے ضرور دیں گے۔ وہ درگزر کرنے والے شخص ہیں آپ کی غلطیاں وہ زیادہ دنوں تک یاد نہیں رکھ سکیں گے۔"

"وہ بے حد ضدی بھی ہیں، دیکھ لو آج فقط ایک بار مجھ سے سرسری لہجے میں ساتھ چلنے کو کہا میں نے تکلفاً انکار کیا تو فوراً چلے گئے اور اماں تک کو مجھ سے اصرار کرنے کو منع کر دیا تھا۔"

"اس کی وجہ جانتی ہیں آپ آپی! پھر کیوں دل جلا رہی ہیں۔"

"میں شرمندہ ہوں، کسی سے نگاہیں ملانے کی ہمت نہیں ہے۔ مجھ میں اور پارس کی تو پرچھائیں سے بھی میں کبھی نگاہ نہ ملا پاؤں گی، جب کبھی بھی میں نے اسے ماں ہونے کی خوشی نہ دی تو اب کس منہ سے اس کی خوشیوں میں شریک ہو سکتی ہوں؟"

"اب سب اچھا ہو جائے گا آپی! ہمارے معاملات کا دارومدار ہماری نیت پر ہوتا ہے آپ کی نیت اچھی ہے تب ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کی پریشانیوں کو ختم کرنا شروع کر دیا ہے۔ میں ایک بہت بڑی خوشخبری لے کر آئی ہوں آپ کے پاس، سنیں گی تو خوش ہو جائیں گی۔"

"خوشخبری لے کر آئی ہو تم؟ پروردگار اس قدر مہربان ہے ابھی میں نے توبہ کی ہے اور رب نے مجھے اپنی رحمتوں سے نوازنا بھی شروع کر دیا۔"

"فاخر کراچی آ گیا ہے، وہ عائزہ کو ساتھ لے جانا چاہتا ہے۔"

❀......❀......❀
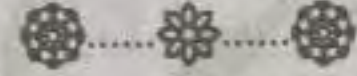
دادی کے سرپرائز نے ان دونوں کو ہی سرپرائز کر ڈالا تھا، انہوں نے چپکے چپکے نا صرف منگنی کی تیاریاں کی تھیں بلکہ ایک ہوٹل میں بڑی شاندار پارٹی کی ارینجمنٹ بھی کروائی تھی اور پہلی بار اپنی روایات سے ہٹ کر انہوں نے اس طرح کی تقریب کی تھی، جس میں ان کی ہی خواہش پر طغرل نے پری کو انگوٹھی پہنائی تھی۔

ان کی بوڑھی دھندلائی آنکھوں میں مسرت سچے موتیوں کی مانند چمک رہی تھی، پری ان سب کی موجودگی خصوصاً باپ کی موجودگی کے باعث سمٹ کر رہ گئی تھی۔ طغرل پُراعتماد تھا اور آج اس کی من کی مراد بر آئی تھی، خوشی سے اس کی باچھیں کھلی جا رہی تھیں۔ گاہے بگاہے پری کو وہ ترچھی نگاہوں سے دیکھ رہا ہے اور جب دادی کے کہنے پر انگوٹھی پہنائی تو کئی لمحوں تک اس کا ہاتھ تھامے رہا تھا، اس کے گداز ہاتھوں کی لرزش اسے مسرور کر رہی تھی۔ وہ اتنی نروس تھی کہ اس کے دل کی دھڑکنوں کی صدا وہ برابر میں بیٹھا مزے سے سن رہا تھا۔

"نانی جان سے جوتے کھا کر ہی تم ہوش میں آؤ گے یار!" معید نے اس کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے پری کو آزاد کروایا تھا۔

"تم سے برداشت نہیں ہوتی ہے میری خوشی، جل ککڑ کہیں کے۔" وہ معید کو گھورتے ہوئے بولا اور پھر دادی کے حکم پر فیاض صاحب نے طغرل کو انگوٹھی پہنائی تھی پھر مبارک سلامت کا شور اٹھا۔

طغرل کو انہوں نے سینے سے لگالیا تھا پھر کانپتا ہاتھ پری کے سر پر رکھا تو ان کی آنکھیں نم ہونے لگیں وہ امڈتے آنسوؤں پر قابو پاتے کرسی پر بیٹھ گئے، انہوں نے اچٹتی نگاہ سے دیکھا تھا۔ پری کی جھکی گردن مزید جھک گئی تھی اور کئی قطرے خاموشی سے رخساروں سے پھسل کر اس کی گود میں جذب ہو گئے تھے۔ ان کا شدت سے دل چاہا کہ اٹھ کر اسے سینے سے لگالیں اور اتنا پیار کریں کہ عمر بھر کی تمام تشنگی دور ہو جائے مگر پھر وہی جھجک اور تکلف راہ میں حائل ہو گیا جو ایک عرصے سے چلا آ رہا تھا۔ دادی نے کئی نوٹ ان پر سے وار کر ویٹرز کو دیئے تھے اور پھر شاندار ڈنر کا آغاز ہو گیا تھا۔

ڈنر کے بعد آصفہ، عامرہ اپنی فیملیز کے ساتھ گھر کے لیے روانہ ہو چکی تھیں، فیاض کسی دوست کی عیادت کو چلے گئے تھے تب عادلہ اور عائزہ کی موجودگی میں اماں نے طغرل سے کہا۔

"طغرل! میں عادلہ اور عائزہ کو لے کر گھر جا رہی ہوں، تم پری کو اس کی ماں سے ملوا کر لے آؤ، اس خوشی کے موقع پر وہ کیوں اس کی شکل دیکھنے سے محروم رہے۔ اس کا بھی اس پر اتنا ہی حق ہے جتنا فیاض کا ہے۔"

"دادی جان! میں ابھی آپ کے ساتھ گھر جانا چاہتی ہوں، مما کے ہاں کل شوفر کے ساتھ چلی جاؤں گی۔" اس وقت اس کے ساتھ تنہائی کے خیال سے ہی وہ حواس باختہ ہو رہی تھی۔

"کل کے انتظار میں، میں اس خوشی کو باسی کرنا نہیں چاہتی پھر وہ ڈرائیور بھی نیا ہے رات کو میں اس کے ساتھ تمہیں اس طرح تنہا نہیں بھیج سکتی، تمہاری نانو کا گھر بھی بہت دور ہے، طغرل کے ساتھ جانا ہی بہتر ہے تم اسی کے ساتھ جاؤ۔" گو کہ وہ بالکل شرافت بھرے انداز میں نگاہیں جھکائے کھڑا تھا مگر پری کو اندازہ تھا وہ دل ہی دل میں خوش ہو رہا ہوگا۔

"دادی جان! اگر اس کو اعتراض ہے میرے ساتھ جانے پر تو آئی ڈونٹ کیئر' کل دن میں آپ اس کو شوفر کے ساتھ بھیج دیجیے گا۔" اس نے خاصے بُرا ماننے والے انداز میں کہا۔

"ارے جب تم ہو تو پھر ڈرائیور کو کیوں بھیجوں اس کے ساتھ؟" ان کی سادگی بے ساختہ تھی' عادلہ اور عائزہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

"آپ کا مطلب ہے میں ڈرائیور ہوں پارس کا؟" دادی کی بات پر وہ بھی مسکرا کر استفسار کرنے لگا۔

"لو بھلا یہ کیا بات ہوئی' گھر کے مرد یہ کام کریں تو ڈرائیور بن جاتے ہیں اگر بن بھی جائیں تو کیا ہوا یہ کام بُرا نہیں ہے۔" حسب عادت وہ تینوں کو آنکھیں دکھاتی ہوئی گویا ہوئی۔

"پری! گھبراؤ نہیں چلی جاؤ طغرل کے ساتھ' میں کہہ رہی ہوں اور ہاں اگر یہ تمہیں تنگ کرے تو مجھے بتانا پھر انجام دیکھنا اس کا۔" وہ حواس باختہ پری سے نرمی سے مخاطب ہوئی تھیں۔

❀......❀......❀

شاور سے گرتی تیز بوندیں بھی اس کے اندر بھڑکتی آگ کو ٹھنڈا نہیں کر پا رہی تھیں وہ کئی گھنٹوں سے شاور کے نیچے کھڑا تھا' تصور میں بار بار کئی مناظر گھوم رہے تھے اور اس کے اندر کی آگ بھڑک رہی تھی۔ دل چاہ رہا تھا ہر سو آگ لگا دے ہر ایک کو قتل کر ڈالے اپنی راہ میں آنے والی ہر شے کو نیست و نابود کر دے۔

"شیری...... شیری...... باہر آئیں بیٹا!" دروازے پر ہونے والی زوردار دستک اور ممی کی پریشان کن آواز سن کر وہ حواسوں میں لوٹا تھا۔

"تھینکس گاڈ' آپ ٹھیک ہیں' میں تو گھنٹوں سے آپ کو باتھ روم میں لاکڈ دیکھ کر گھبرا ہی گئی تھی۔" اسے صحیح سلامت باہر آتے دیکھ کر وہ تشکر بھرے انداز میں بولیں۔

"آپ کیا سمجھیں ممی! میں نے خودکشی کر لی ہے۔" وہ ٹاول سے بال رگڑتا ہوا استہزائیہ انداز میں گویا ہوا۔

"ارے کیسی باتیں کرتے ہیں بابا! خودکشی کریں آپ کے دشمن۔" وہ بُری طرح خوفزدہ ہو کر گویا ہوئی۔

"بالکل...... میں مجبور کر دوں گا اپنے دشمنوں کو خودکشی کرنے کے لیے' میرے دشمنوں کو زندہ رہنے کا حق حاصل نہیں ہے۔"

"یہ...... یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ کون دشمن؟ کس کی بات کر رہے ہیں آپ؟" اس کا خونخوار انداز مسز عابدی کو پریشان کر گیا تھا۔

"وہی دشمن جن کو آپ نے کہا ہے' میرے دشمن خودکشی کریں۔" لمحے کے ہزارویں حصے میں اس نے خود کو سنبھالا اور مسکرا کر شوخ ہوا۔

"خیر میں تو مثال کے طور پر کہہ رہی تھی بابا!" ان کی پریشانی ابھی بھی رفع نہیں ہوئی تھی۔

"ممی پلیز اتنا اسٹریس مت لیا کریں' میں بھی مذاق کر رہا تھا' ایم سوری اب بھی مذاق نہیں کروں گا آپ سے۔" اس نے ٹاول سائیڈ میں اچھالا اور ان کو قریب بیٹھاتے ہوئے بولا۔

"کوئی کام تھا آپ کو مجھ سے؟"

"جی ڈنر کے لیے رجب بابا کئی بار یہاں آپ کو بلانے آئے تو معلوم ہوا آپ باتھ لے رہے ہیں لیکن تین گھنٹے بعد بھی آپ باہر نہیں آئے تو میں گھبرا کر یہاں آ گئی تھی۔"

"سوری آپ پریشان ہوئیں' دراصل میں بہت سستی و تھکن فیل کر رہا تھا۔"

"آپ سچ کہہ رہے ہیں...... کوئی اور بات تو نہیں ہے شیری!" وہ بیٹے کے وجیہہ چہرے پر کچھ اضطراب و بے چینی

محسوس کر رہی تھی۔

"کچھ خاص نہیں ممی! کوئی ایسی بات نہیں ہے۔" اس نے سوچتے ہوئے عام لہجے میں کہا۔

"یہ کیسے ہوسکتا ہے میرا بیٹا کوئی بات سوچے اور وہ بات خاص نہ ہو کیا بات ہے مجھے بھی بتائیں۔" وہ ہمہ تن گوش تھیں۔

"ممی! ڈیڈی کی ناراضگی بڑھتی ہی جارہی ہے اب وہ مجھ سے بات کرنا بھی پسند نہیں کرتے ہیں ایسا کب تک چلے گا؟"

"عابدی کی اصول پرست طبیعت کبھی نہیں بدلے گی جب تک ان کی بات نہیں مانی جائے گی ان کا رویہ بد سے بدتر ہوتا جائے گا۔" وہ افسردہ لہجے میں اس کی طرف دیکھتی ہوئی گویا ہوئی تھیں۔

"ممی! یہ ڈکٹیٹر شپ ہے ڈیڈی صرف اپنی منوانا چاہتے ہیں۔"

"آپ جو بھی سمجھیں شیری! میں کچھ نہیں کہہ سکتی مجبور ہوں۔"

"میں نے فیصلہ کرلیا ہے ممی!" وہ کھڑا ہو کر سنجیدگی سے بولا۔

"کیسا فیصلہ شیری!" وہ بھی کھڑی ہوگئی تھیں۔

"ڈیڈ کی بات ماننے کا......" اس کے انداز میں پُراسراریت تھی۔

"ریئلی شیری!" وہ گومگو کی کیفیت میں مبتلا تھیں۔

"یس آف کورس ریئلی ممی! میں عادلہ سے شادی کے لیے تیار ہوں۔" اس نے بازو کے گھیرے میں ان کو لیتے ہوئے مسکرا کر کہا تھا۔

"اوہ...... میری جان! میرے بیٹے یہ کوئی مذاق تو نہیں ہے نا؟ کیا آپ اپنے دل سے یہ فیصلہ کر رہے ہیں...... عابدی کی خاطر تو نہیں؟"

"میں اپنی خوشی سے فیصلہ کر رہا ہوں عادلہ کو میں دیر سے سمجھ پایا ہوں وہ بہت اچھی لڑکی ہے۔"

"خوش رہو شیری! بہت عرصے بعد میرے دل کو خوشی نصیب ہوئی ہے میں ابھی عابدی کو یہ خوش خبری سناتی ہوں۔"

❁......❁......❁
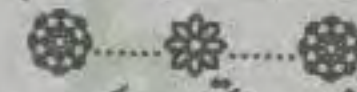
اعوان نے اسے وہاں سے جانے کی اجازت نہیں دی تھی اس کی زور زبردستی منت سماجت کچھ بھی کام نہیں آئی تھی اور بہت متانت سے وہ گویا ہوا تھا۔

"تم فکر کیوں کرتی ہو ماہ رخ! یہ اپارٹمنٹ میں تمہارے نام کردوں گا اور اگر تم مجھ پر اعتبار نہیں کر پارہی ہو تو میں یہاں پر نہیں آؤں گا مگر تمہاری ضروریات سے غافل نہیں رہوں گا۔ میں تمہارے اکاؤنٹ میں خطیر رقم جمع کردوں گا جس کو تم اپنی مرضی سے استعمال کرسکتی ہو۔"

"کیوں......؟ میں یہی جاننا چاہتی ہوں تم مجھ پر اتنے مہربان کیوں ہو رہے ہو جبکہ میں تم پر اپنے دل کا بھید عیاں کرچکی ہوں بتاچکی ہوں میں تم سے محبت نہیں کرتی میں گلفام کے نام پر زندگی گزارنا چاہتی ہوں آخری وقت تک اس کا انتظار کروں گی میں سب جاننے کے بعد بھی تمہاری یہ مہربانیاں میں سمجھ نہیں پارہی ہوں۔" اس کے لہجے میں پنہاں بے اعتباری و الجھن کئی معنی رکھتی تھی۔

اعوان نے اس کی شک آمیز گفتگو خاصے انہماک سے سنی تھی اس دوران وہ اس کے چہرے کے زاویے و لہجے کے اتار چڑھاؤ کا جائزہ لیتا رہا تھا اور اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ وہ اس پر اعتماد و یقین نہیں کر پارہی ہے۔

"اچھا...... تم میری مہربانیوں کو سمجھ نہیں پارہی ہو تمہارے نزدیک میری ان مہربانیوں کے پیچھے کیا غرض ہے؟ کیا چاہتا ہوں میں تم سے۔"

اقوال زریں

+ انسان اپنی توہین معاف تو کرسکتا ہے مگر بھول نہیں سکتا۔
+ کسی کو اتنا دکھ مت دو کہ اسے جینے سے نفرت ہوجائے۔
+ جن لوگوں کو آپ کی موت غم دے سکتی ہیں انہیں زندگی میں خوشی ضرور دیں۔
+ کچھ خوابوں کو پانے کے لیے کچھ خوابوں سے دستبردار ہونا پڑتا ہے۔
+ دوست وہ ہے جو تمہارے مزاج کے ہر موسم کو ہنس کر سہہ جائے۔
+ ہوا اور خوشبو جیسے بن جاؤ کہ جب اور جہاں جاؤ اپنا تعارف خود کراؤ۔
+ کچھ لوگ ہمیں اتنے عزیز ہوتے ہیں کہ ان کے لیے سب کچھ چھوڑ دینا بھی کم لگتا ہے۔

نبیلہ ملک...... چوٹالہ

"کیا چاہو گے تم مجھ سے ہونہہ...... مجھ جیسی عورت سے مرد کیا چاہ سکتا ہے یہ بتانے کی ضرورت ہرگز نہیں ہے اعوان!" وہ سخت بدظن و تنفر بھرے لہجے میں گویا ہوئی۔

"کتنی بے رحمی سے تم مجھ کو یہ الزام دے کر بری الذمہ ہو رہی ہو ماہ رخ!" وہ گھائل نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ کر گویا ہوا۔

"اگر مجھے تم سے ناجائز تعلقات کی چاہ ہوتی تو احمر غفران نے چند ہزار درہم کے عوض تم کو مجھے سونپ دیا تھا مجھے اس وقت تمہیں حاصل کرنے سے کون روک سکتا تھا؟ پھر میں تمہیں یہاں لانے کے جتن کیوں کرتا؟ تمہیں شادی کی پیشکش کیوں کرتا ماہ رخ! سوچو دماغ پر زور ڈالو اپنے ذہن میں شک و وہم کے بیٹھے ہوئے ناگ کو مار ڈالو میں وہ کروں گا جو تم کہو گی تمہیں مجھ سے کوئی خطرہ نہیں ہونا چاہیے۔"

❁......❁......❁
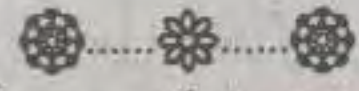
"اس خوب صورت ترین دن بھی تم اپنی بداعتمادی والی حرکت سے باز نہیں رہ سکی نا دادی جان پر میرا امپریشن خراب کروادیا تم نے۔" وہ ہوٹل سے خاصے دور نکل آئے تو وہ پری سے گویا ہوا۔

"مائنڈ اٹ میں نے ایسی کوئی بات نہیں کی دادی جان سے جو آپ کو بری لگ رہی ہے۔" اس نے فوراً صفائی پیش کی۔

"تمہیں کیا ضرورت تھی یہ کہنے کی کہ ممّا کے ہاں کل شوفر کے ساتھ چلی جاؤں گی تم کو مجھ پر اب بھی اعتبار نہیں ہے کیا؟" اس کے بھاری لہجے میں پرسوز دلگرفتگی تھی پری نے بے اختیار دیکھا ہنستا مسکراتا وجیہہ چہرہ بے حد سنجیدہ ہوگیا تھا۔ کچھ دیر قبل وہ بات بے بات مسکرا رہا تھا کزنز کی چھیڑ چھاڑ کے جواب شوخ انداز میں دے رہا تھا اس کا لہجہ اس کے شوخ قہقہے اس کی بے تحاشہ خوشی کے مظہر تھے اب وہ بالکل سنجیدہ دکھائی دے رہا تھا۔

"میرا یہ مطلب تو نہیں تھا جو آپ مائنڈ کر گئے ہیں۔"

"چھوڑو یار! تم نے میری ساری خوشی کرکری کر کے رکھ دی نا معلوم کس قسم کی بے اعتمادی تم میں بھری ہوئی ہے جو تم مجھ پر بھروسہ کرنے کو تیار نہیں ہو اس طرح ہماری زندگی کس طرح گزرے گی؟" چند لمحے بوجھل خاموشی کے ساتھ سرک گئے پھر وہ بولا۔

"کب تک تم پارس! یہ اعتبار و بے اعتمادی کے بھنور میں خود بھی چکراتی رہو گی اور مجھے بھی جکڑے رکھو گی محبت کی پرکھ کب کرنا سیکھو گی؟ میں تمہارا محافظ ہوں لٹیرا نہیں۔ تمہاری انا تمہاری عزت تمہاری خودداری اپنی جان سے بڑھ کر عزیز ہے مجھے۔"

"میرا ماضی میرا گزرا ہوا کل میرا پیچھا نہیں چھوڑتا ہے طغرل! میں کیا کروں پاپا ممی کی ناکام زندگی میں بھولتی نہیں

ہوں۔" وہ رندھی ہوئی آواز میں اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر گویا ہوئی تھی۔

"کیا تم ایسا نہیں کرسکتی ہو کہ ماضی کو بھول جاؤ اور خوش رہنے کی کوشش کرو آخر وہ بھی لوگ ہوتے ہیں جن کے والدین مرجاتے ہیں ایسے لوگ بھی تو صبر کرکے خوش رہتے ہیں۔" اس نے نرمی سے اس کا ہاتھ شانے سے ہٹاتے ہوئے سمجھایا۔

"کہتے ہیں مرنے والوں کا صبر اللہ دے دیتا ہے لیکن ایسے رشتوں کا صبر نہیں آتا ہے جس طرح مجھے نہیں آرہا ہے۔"

"ماضی سے باہر نکل کر دیکھو حال تمہاری راہوں میں خوشیوں کی کہکشاں بکھرائے کھڑا ہے۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں میری زندگی میں تم خوش رہوگی میں دکھ کا ایک آنسو تمہاری آنکھوں میں برداشت نہیں کرسکتا اور جس دن تم روئیں وہ میری زندگی کا آخری دن ہوگا۔" اس کا انداز جذباتی اور پُریقین تھا پری نے گھبرا کر اس کی طرف دیکھا تھا۔

"آپ سے پہلے میں مرجاؤں گی۔"

❁......❁......❁
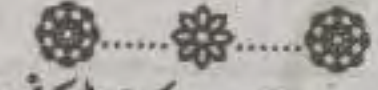
"شکر ہے بدھولوٹ کر گھر تو آیا یہی ہوتا ہے جب تک مرد کو خود ٹھوکر نہیں لگتی وہ عورت کو گراہوا سمجھتا ہے غلطی سے کی گئی بھول کو بھی معاف کرنا اپنی مردانگی کی توہین سمجھتا ہے۔" فاخر کے متعلق جان کر وہ رنجیدہ لہجے میں گویا ہوئی تھیں۔

"خیر جانے دو آپی! جو ہوا اچھا ہوا اس طرح دھوکہ کھا کر وہ کم از کم عائزہ کی جانب پلٹ تو آیا ہے ورنہ...... رمشہ کو چھوڑ کر وہ کہاں آنے والا تھا یہ تو کوئی نیکی ہی کام آئی ہے۔"

"یہ بات تو سچ ہے نہ رمشہ کی مکاری کھلتی نہ میری عائزہ کے سوئے مقدر جاگتے" لیکن عائزہ کا اب ردعمل کیا ہوگا؟ وہ فاخر کے ساتھ کس طرح پیش آئے گی معلوم نہیں؟"

"پھر بھی کوئی آئیڈیا تو ہوگا آپ کو اس کے موڈ کا وہ کوئی بات کرتی ہوگی فاخر کے متعلق؟ کچھ کہتی تو ہوگی نہ......؟"

"نہیں اس معاملے میں اس نے منہ پر مہر لگائی ہوئی ہے اور کبھی میں نے خود بات کرنے کی کوشش بھی کی تو اس نے یہی کہا کہ میں نے اپنا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیا ہے جو اللہ فیصلہ کرے گا وہ منظور ہوگا۔"

"اور اللہ نے کتنا اچھا فیصلہ کیا ہے اور یہ بھی اچھا ہی ہوا کے عائزہ نے پہلی رات فاخر کو سب سچ سچ بتادیا تھا فاخر کا کوئی کولیگ اس بلڈنگ کے فلیٹ میں رہتا تھا اس نے بتایا تھا کہ راحیل کو اس کی پاگل ماں نے لوہے کی سلاخ مار مار کر قتل کردیا تھا اور خود بھی مرگئی تھی کئی دنوں تک ان کی لاشیں وہاں سڑتی رہیں جب تعفن پھیلا تو لوگوں کو خبر ہوئی اور پھر پولیس نے لاشیں اٹھائیں۔"

"اچھا...... اوہ کہیں کسی نے عائزہ کو وہاں سے آتے یا جاتے نہیں دیکھا پھر یہ کس طرح معلوم ہوا راحیل کی ماں نے اسے مارا ہے؟" صباحت کے چہرے پر کئی رنگ پھیل گئے تھے۔

"پوسٹ مارٹم رپورٹ اور پھر سلاخ پر اس کی انگلیوں کے نشان سے ثابت ہوا اور ڈرو نہیں عائزہ کا کوئی ذکر نہیں تھا حالانکہ فاخر نے اس لڑکے سے خاصی تفصیل سے یہ واقعہ سنا تھا۔"

"یہ سب میرے پروردگار کی کرم نوازیاں ہیں زینی! رب نے کس طرح میری بیٹی کی بے گناہی و پاک دامنی کو فاخر کے سامنے ظاہر کروایا اس کا کولیگ ایک عام سی بات کررہا تھا انجانے میں وہ کتنی خاصی بات کی گواہی دے گیا بہت بڑی نیکی سمیٹ گیا وہ۔"

"اسی وجہ سے فاخر کا سارا شک و وہم دور ہوا ہے اب آپ بتاؤ میں عائزہ کو اسے لینے کب بھیجوں؟ وہ جلدی واپس جائے گا۔"

"وہ تمہاری بات مانتی ہے تم خود اس سے بات کرو تم اچھے سے سمجھا سکتی ہو اس کو میں تو چاہتی ہوں وہ اپنے گھر میں

غزل

جب ترے حسن پر لکھا تو سرِ عام لکھا
ہم نے ہر پھول کے چہرے پر ترا نام لکھا
جان جاتی ہے مگر ہاتھ نہیں آتا کچھ
کسی کافر نے محبت کا یہ انجام لکھا
ترے رخسار کا غازہ ہے مری آنکھ کا نور
ڈوبتے چاند کی کرنوں نے یہ پیغام لکھا
زندگی ہم نے گزاری ہے مسافر کی طرح
اپنی قسمت میں ازل سے نہیں آرام لکھا
چاند پھر دیکھا نہیں ہم نے کبھی اس کے بعد
جب ستاروں نے ترا نام سرِشام لکھا
یاد آیا ہے جوانی کا زمانہ ہم کو
جب کبھی ہم نے محبت سے ترا نام لکھا

حکیم خان حکیم...... اٹک

خوش رہے۔"

"اچھا آپ اس کو کچھ بھی مت بتائیے گا کل میرے پاس گھر بھیج دیں عائزہ کو میں خود اس سے بات کرلوں گی۔"

"ہوں...... میں اس کو فاخر کے آنے کا بھی نہیں بتاؤں گی۔"

"آپی! عادلہ کا کیا حال ہے شیری کی طرف سے کوئی امید بندھی یا وہ ابھی بھی اسی طرح انکار کررہا ہے؟" وہ اٹھتے اٹھتے یاد آنے پر پھر سے بیٹھتے ہوئے بولیں۔

"اس نے پلٹ کر دیکھا بھی نہیں میں سوچ رہی ہوں مسز عابدی کے سامنے جاکر سارا معاملہ رکھوں۔"

"یہ عادلہ کی بے عزتی ہے آپی! وہ اس طرح کبھی بھی ان کے دل میں جگہ نہیں بناپائے گی۔"

❁......❁......❁
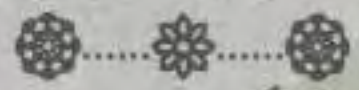
نامعلوم یہ خواب تھا یا حقیقت یا...... تصورات کا کوئی شاندار بہروپ؟

آف وہائٹ شلوار سوٹ پر بلیک واسکٹ زیب تن کیے نفاست سے بال سنوارے خوشبوؤں میں بسا لبوں پر شفیق مسکراہٹ سجائے آنسو بھری آنکھوں سے وہ یک ٹک اسے دیکھ رہا تھا۔

چند لمحے خواب کی کیفیت میں وہ اسے دیکھتی رہی وہ کھویا کھویا اسے تک رہا تھا پھر اس نے پلکیں جھپکی تھیں خواب کی کیفیت سے بیدار ہوئی تھیں اور آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگی تھی۔

نہ وہ وہم تھا...... نہ ہی فریب تھا...... نہ ہی تصورات کا کوئی جھوٹا کرشمہ...... وہ جیتا جاگتا گلفام تھا جو اس کی خوشبو پاکر اس تک آگیا تھا۔

"گل...... فام......" قریب جاکر اس کے لب پھڑپھڑا کر رہ گئے۔

"ماہ...... رخ...... شکر ہے تم واپس آگئی ہو۔" وہ ایک لمحے کے لیے اس کے قریب جارکی تھی اور دوسرے لمحے وہ اس کے سینے سے لگ کر رو رہی تھی اس کی آواز اس پورے اپارٹمنٹ میں گونج رہی تھی وہ چیخ چیخ کر رو رہی تھی سارے دکھ تمام

پچھتاوے حسرتیں وصدمے اپنوں کو کھونے کا غم خود کو گنوانے کا رنج صدمہ در صدمہ تھا دل تھا کہ پھٹے جا رہا تھا ایک آگ تھی جو جلا رہی تھی ایک درد تھا جو تڑپا رہا تھا وہ بکھر رہی تھی ٹوٹ رہی تھی دل کو کسی طرح قرار نہ تھا۔

گلفام کے آنسو بھی خاموشی سے بہہ رہے تھے حالت اس کی بھی ایسی ہی تھی اس کی جدائی کے درد میں وہ بھی اسی طرح تڑپا تھا اس کی جدائی کی آگ اسے بھی راکھ کرتی رہی تھی مگر وہ مرد تھا بہادر و ہمت اس کی طرح حوصلہ نہیں توڑ سکتا تھا سو اس کے بکھرے وجود کو وہ سنبھال رہا تھا سہارا دے رہا تھا۔

''بس اب چپ جاؤ ماہ رخ! دکھ کی سیاہ رات بیت چکی ہے اب تو سکھ کا روشن سویرا پھیلنے کو ہے ہماری تقدیر کا سورج اب مسرتوں کی کرنیں لے کر نمودار ہونے والا ہے۔'' وہ اسے علیحدہ کرتے ہوئے پیار بھرے لہجے میں گویا ہوا۔

''میں تم سے یہ نہیں کہہ سکتی گلفام! مجھے معاف کردو جو میں نے کیا وہ معاف کرنے کے لائق نہیں ہے اس کی سزا تو میری روح کو بھی بھگتنی پڑے گی میں نے بیٹی کی ناموس کو ہی داغدار کردیا ہے۔'' وہ خود کو سنبھالتے ہوئے رنجیدہ لہجے میں گویا ہوئی تھی۔

''میں نے جو کیا وہ ناقابل معافی ہے بہت بُری ہوں میں......'' گلفام اس کی بات کاٹ کر اپنائیت بھرے لہجے میں گویا ہوا۔

''پلیز......رخ! تم پر جو گزری ہے وہ سب مجھے اعوان صاحب بتا چکے ہیں مجھے بے حد افسوس ہے تم کو اپنے کیے کی سزا بہت زیادہ ملی ہے۔''

''مجھے معلوم تھا تم ابھی بھی ایسے ہی ہوگے نرم خو گداز دل درگزر کرنے والے بنا کسی کے معافی مانگے معاف کردینے والے لیکن مجھے معاف نہیں کرو میرا جرم بہت بڑا ہے۔''

''مت دہراؤ بار بار ان باتوں کو ماہ رخ! جب میں ان باتوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتا تو تم کیوں سوچ رہی ہو؟'' اس نے بے پروا انداز میں کہا تھا۔

❁......❁......❁
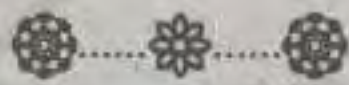
نانو اور ممی اس سے از حد محبت سے ملی تھیں طغرل کی بھی کشادہ دلی سے پذیرائی کی تھی وہ ان کے اصرار پر کافی پینے کے لیے رک گیا تھا اس دوران خوشگوار ماحول میں باتیں ہوتی رہی تھیں۔

''اوہ...... ٹائم زیادہ ہوگیا ہے نانو! آنٹی اجازت دیں مجھے دادی جان انتظار کر رہی ہوں گی۔'' وہ مؤدب لہجے میں ان کو دیکھتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا تو ان کو بھی اٹھنا پڑا تھا۔

''جی ٹائم تیزی سے گزر گیا اور پتا ہی نہیں چلا اس ویک اینڈ پر صفدر پاکستان آ رہے ہیں ان کے آنے پر ہم گرینڈ پارٹی دیں گے آپ کی منگنی کی خوشی میں تیار رہیے گا آپ۔'' مثنیٰ نے اس کی پیشانی چومتے ہوئے کہا تھا۔

''کیوں نہیں آنٹی! آپ انوائٹ کریں گی تو میں ضرور شرکت کروں گا۔''

''وہ پارٹی ہوگی ہی آپ کے اور پری کے آنر میں بیٹا! آپ دونوں کی موجودگی ضروری ہے اس میں اور اگر آپ کسی کو لانا چاہیں تو شوق سے لے کر آئیے گا ہمیں خوشی ہوگی۔'' عشرت جہاں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے شفقت سے کہا۔

''جی ضرور۔'' وہ ان سے اجازت لے کر آگے بڑھا تو مثنیٰ نے خاموش بیٹھی پری سے کہا کہ وہ طغرل کو گیٹ تک چھوڑ کر آئے وہ جھینپی جھینپی سی اس کے ساتھ چلی آئی تھی۔ وسیع وعریض لان عبور کرکے وہ پورٹیکو تک پہنچنے والے ہی تھے کہ طغرل نے رک کر اس کا بازو تھام کر کہا۔

''تمہاری بولتی کیوں بند ہوگئی ہے یہاں آتے ہی؟'' وہ خاصا ڈسٹرب لگ رہا تھا اس کی خاموشی سے۔

”اب میں نانو اور ممی کے سامنے کیا بولتی بھلا آپ کی باتیں سن رہی تھی اور آپ اپنے آگے کسی کو بولنے کا موقع کب دیتے ہیں۔“ وہ شوخی سے گویا ہوئی تھی جبکہ طغرل اس کی ہنسی پر مبہوت سا رہ گیا تھا۔

”ارے کیا ہوا ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں؟“ اسے اس طرح مسلسل اپنی طرف دیکھتا پا کر وہ نروس ہوگئی تھی۔

”دیکھ رہا ہوں، تم ہنستی ہوئی کتنی کیوٹ لگتی ہو پارس! ہنستی رہا کرو، تمہاری ہنسی، دلکش مسکراہٹ میری سانسوں کو تازہ کر گئی ہے۔“ وہ ایک جذب کے عالم میں اس کا ہاتھ تھامے کہہ رہا تھا۔ وہ سچ مچ شرما کر رہ گئی تھی۔

آج اس کی قربت سے اسے وحشت نہیں ہو رہی تھی، تنہائی کسی وسوسہ میں مبتلا نہیں کر رہی تھی وہ لان میں اس کے اتنی قریب کھڑی تھی کہ اس کی سانسیں اس کے چہرے کو چھو رہی تھیں۔

”ایک بات پوچھوں سچ سچ بتائیں گے آپ؟“ وہ ایک دم سنجیدگی سے گویا ہوئی تھی۔

”ہوں...... پوچھو، سچ بتاؤں گا۔“ وہ چونکا تھا۔

”یہ بات پہلے آپ نے کتنی لڑکیوں سے کہی ہے؟“ وہ مسکراتی شوخی سے گویا ہوئی۔

”سچ سنو گی، بتاؤں تمہیں......؟“ وہ سنجیدہ ہو کر اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

”ہوں......“ اس کا دل دھڑک اٹھا، وہ یہی کہہ سکی۔

”قسم سے یہ بات آج اور ابھی میری لائف میں آنے والی پہلی اور آخری لڑکی سے کہی ہے، تم یقین کرتی ہو پارس۔“ وہ مسکراتے ہوئے بوجھل لہجے میں بولا اور اس کی رکی ہوئی سانس بحال ہوئی تھی، وہ بلش ہو کر رہ گئی۔

”بتاؤ نہ، تمہیں میری محبت پر، میرے جذبوں پر یقین ہے یا اب بھی تم مجھے ایسا ویسا گرا ہوا انسان سمجھتی ہو؟“

”میں آپ کے پاس ہوں، آپ کے ساتھ ہوں، میری انگلی میں آپ کے نام کی انگوٹھی ہے، یہ ثبوت نہیں ہے کیا میرے اعتبار کا؟ اور کیا چاہتے ہیں آپ، کس قسم کا اقرار چاہتے ہیں آپ؟“ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اپنے جذبات کا کھل کر اظہار کر گئی تھی اور طغرل یہی چاہتا تھا اس کے لبوں پر شریر مسکراہٹ دیکھ کر اسے ہوش آیا کہ کیا کہہ گئی ہے پھر وہ فوراً ہی وہاں سے بھاگ گئی تھی۔ طغرل کے قہقہے نے دور تک اس کا پیچھا کیا تھا۔

❁......❁......❁
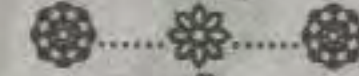
”رمشہ ایک خوب صورت عورت تھی اور اپنی خوب صورتی کے جال میں دوسرے مردوں کو پھنسا کر لوٹنا اس کی ہابی تھی اور فاخر جو خود اس وقت ریزہ ریزہ تھا وہ اس مکار عورت کے لیے اچھا شکار تھا، اس نے چند دنوں میں ہی اپنی چکنی چپڑی باتوں اور اداؤں سے اسے ایسا اسیر کرلیا کہ فاخر تو چند دنوں کی دوستی میں ہی اس پر اتنا لٹو ہوا کہ نکاح کرنے کے لیے تیار ہوگیا تھا۔“

”جی، بتایا تھا ان دنوں فاخر نے مجھے کال کر کے کہ ان کو ایک پر خلوص، شریف و با کردار عورت مل گئی ہے۔ جس کی زندگی میں آنے والے وہ پہلے مرد ہیں، وہ پہلا پیار ہیں رمشہ کا۔“ عائزہ جو زینی کے سامنے بیٹھی ان کی زبانی فاخر کی آپ بیتی سن رہی تھی بے ساختہ گویا ہوئی تھی۔

”ارے بڑی چلتر باز، جھوٹی، مکار ان عورت تھی نا معلوم کتنے مرد اس سے پہلے اس کی زندگی میں آئے پھر وہ شادی شدہ عورت تھی دو شادیاں پہلے کر چکی تھی، نکاح پر نکاح کیا تھا اس نے اور تیسری شادی فاخر سے رچانے کی پوری تیاری کر چکی تھی۔“

”کیا فاخر نے شادی نہیں کی تھی رمشہ سے؟“

”شادی سے ایک دن پہلے شاپنگ سینٹر میں اس کا دوسرا خاوند مل گیا اور اس کے ساتھ دو بچے بھی تھے، خاوند کو اس نے پہچاننے سے ہی انکار کر دیا تھا مگر دونوں بیٹیاں مما مما کہتی ہوئی اس سے لپٹ گئیں تو فاخر کو اس کے جھوٹ پر یقین آیا، اس

بختاور بلوچ

السلام علیکم ما بدولت کو بختاور بلوچ کہتے ہیں، میرا تعلق سندھ کے چھوٹے سے علاقے عادل پور سے ہے میں 7 اکتوبر کو اس دنیا میں تشریف لائی، میرا اسٹار میزان ہے ہم تین بہنیں، پانچ بھائی ہیں، میرا نمبر پانچواں ہے۔ شاعری بہت پسند ہے خاص کر احمد فراز، محسن نقوی اور وصی شاہ کی۔ فرینڈز بنانا اچھا لگتا ہے۔ میری بہت سی فرینڈز ہیں ان کے نام حمیرا، کلثوم، سدرہ، روبینہ، خالدہ اور رضیہ تو میری جان ہے۔ میرا فیورٹ کلر گلابی ہے مجھے اپنے امی ابو، بھائی بہن، دوستوں اور دنیا کی ہر ایک چیز سے پیار ہے اور آپ سے ایک بات کہنا چاہتی ہوں کہ کسی پر اعتبار نہیں کرنا چاہیے، کچھ لوگوں نے ایسا اعتبار توڑا ہے کہ اس کی کرچیاں اب بھی درد دیتی ہیں، لوگوں کی پہچان نہیں کر پاتی، جی بھر کے محنت نہیں کرتی، شرارتیں کرتی تھی مگر اب تو زندگی نے مجھ سے شرارت کر ڈالی کہ اپنا سب کچھ کھو بیٹھی ہوں۔ میری طرف سے اتنا ہی، اللہ حافظ۔

نے اسی وقت اس سے تعلق توڑ لیا تھا حالانکہ اس نے خود کو سچا ثابت کرنے کی بہت کوشش کی، منت سماجت، دھونس دھمکیاں ہر ہتھکنڈا آزمایا مگر...... تم تو فاخر کی ضد جانتی ہو ناں وہ ٹھوکر مار کر آگیا اس کو اور ملازمت سے بھی دستبردار کر دیا تھا۔“

”یہ تو عورت کا مقدر ہوتا ہے آنٹی! سچ کہے یا دھوکہ دے دونوں صورتوں میں اسے ٹھوکر کھانی پڑتی ہے سزا و جزاء کا اختیار ایسا لگتا ہے مرد کے ہاتھوں میں آچکا ہے۔“ وہ دھیمے سے بولی۔

”عائزہ یہ دنیا کا اصول ہے جیسا کرو ویسا بھرو یہاں اپنا بویا کاٹنا پڑتا ہے بیٹا! تم نے بھی اپنی نادانی کی سزا بھگت لی، فاخر نے بھی من مانی کا مزہ چکھ لیا، اب وہ تمہارے ساتھ زندگی کی شروعات نئے سرے سے کرنا چاہتا ہے تم اپنا فیصلہ سناؤ؟“ انہوں نے اسے قریب کرتے ہوئے محبت سے دریافت کیا۔

”زندگی بن ساتھی کے ادھوری ہوتی ہے فاخر کی غلطی کو بھول جاؤ، تم نے اول دن سے فراخدلی دکھائی ہے عائزہ! اب بھی سب بھول کر معاف کر دو اسے، وہ بے حد شرمندہ ہے۔ تمہارا سامنا نہیں کر پا رہا ہے، اس نے جو تمہارے ساتھ کیا اس کی سزا قدرت کی طرف سے اس کو مل گئی ہے۔“

”مجھے ان چند ماہ میں احساس ہوا ہے لڑکیاں شادی کے بعد کیسا بوجھ بن جاتی ہیں، ہر نگاہ میں، ہر زبان پر یہی سوال ہوتا ہے کیا ہوا تم ابھی تک اپنے گھر نہیں گئیں؟ کب سے یہاں رہ رہی ہو، سسرال میں دل نہیں لگتا؟ فاخر سے کوئی ان بن ہوگئی ہے۔ شادی کو ابھی دن ہی کتنے ہوئے اور تم میکے آکر بیٹھ گئی ہو۔ ان سوالات نے مجھے چھلنی کر دیا ہے آنٹی!“

”شادی کے بعد لڑکیاں اپنے گھروں میں ہی اچھی لگتی ہیں، تم فکر مت کرو، فاخر کے خوب کان کھینچے ہیں میں نے، وہ تمہیں اُف نہیں کہہ سکتا ہے۔“

❁......❁......❁

مسز عابدی پھلوں و مٹھائیوں کے ٹوکروں کے ہمراہ وہاں پہنچی تھیں اور ان کو اس طرح آتے دیکھ کر جہاں گھر کے دوسرے افراد کو حیرانی ہو رہی تھی، وہاں صباحت بیگم اور عادلہ پر شادی مرگ جیسی کیفیت طاری تھی۔ ان کی آرزو بر آئی تھی، خواب کو تعبیر مل گئی تھی۔ دونوں ماں بیٹی بے حد خوش تھیں مگر اماں اور فیاض کی وجہ سے کھل کر اپنی خوشی کا اظہار کرنے سے قاصر تھیں۔ اماں کو ان کا اس طرح فروٹ مٹھائی لانا بھایا نہیں تھا۔

”یہ رشتہ لانے کا کوئی طریقہ نہیں ہوا نور جہاں بیگم! پہلے رشتہ بھیجتیں اور ہاں کا انتظار کرتیں اگر ہاں ہوتی تو پھر تمہارا حق تھا یہ سب لانے کا، تم تو رشتے کے ساتھ ہی یہ نیگ بھی لے کر آگئیں، ہمیں سوچنے سمجھنے کا ٹائم تو دو۔“

"خالہ جان! یہ روایتی باتیں اب کہاں ہوتی ہیں پھر یہ تمام تکلفات وہاں ہوتے ہیں جہاں اجنبیت ہو ایک دوسرے سے شناسائی نہ ہو ہمارے اور آپ کے تعلقات کو مستحکم ہوئے عرصہ بیت گیا ہے اب ہم میں ایسی کوئی بات بیگانگی کی نہیں ہے۔ یہ گھر بھی ہمارا ہے اور آپ لوگ بھی ہمارے ہیں عادلہ کو اپنی بہو بنا کر ہم تو اس رشتے کو اور بھی زیادہ مضبوط کرنے آئے ہیں۔" عابدی صاحب نے مسکرا کر اماں کے اعتراضات پر کہا تھا۔

"بھئی واہ ماشاءاللہ...... عابدی بیٹے! پہلی مرتبہ میں تم کو اتنا بولتے ہوئے دیکھ رہی ہوں۔ وگرنہ میں نے تمہیں ہوں ہاں جی جی بہتر ہے سے زیادہ کچھ کہتے نہیں سنا ہے۔" وہ قدرے اچنبھے سے مسکرا کر گویا ہوئیں۔

"اس بات سے اندازہ لگالیں آپ اماں جان! میں کتنا خوش ہوں۔ اس رشتے سے آپ لوگوں سے تعلق جوڑنا میری خوش نصیبی ہے۔ فیاض کی بیٹی میری بہو بن کر آئے گی میرے گھر میں اجالا ہو جائے گا۔ فیاض! آج تم میری طرف سے خالہ جان سے سفارش کرو یار! شہریار کو اپنی فرزندگی میں لے لیجیے اماں جان آپ۔" وہ بات کرتے کرتے قریب بیٹھے فیاض سے مخاطب ہوئے جو فقط مسکرا کر رہ گئے تھے کہ کیا کہتے وہ۔

"خالہ جان! آپ شیری کو اچھی طرح جانتی ہیں آپ سے بہت زیادہ بے تکلف ہے وہ آپ کو اس میں کوئی خامی دکھائی دیتی ہے؟ کیا وہ سچ مچ آپ کا داماد بننے کے قابل نہیں ہے؟" مسز عابدی نے ان کو ٹس سے مس نہ ہوتے دیکھ کر سنجیدگی سے کہا۔

"خیر ایسی تو کوئی بات نہیں ہے کچھ جذباتی ولا ابالی سا لڑکا ہے وہ دماغ سے کم دل سے زیادہ فیصلہ کرنے والا ہے اور یہ کوئی ایسی معیوب باتیں نہیں ہیں جن پر گرفت کی جائے جب اس پر ذمہ داریاں عائد ہوں گی تو از خود ہی سمجھ دار اور سیانا ہو جائے گا۔" اماں کے تسلی آمیز لہجے پر مسز عابدی نے مسکرا کر عابدی صاحب کی طرف دیکھا اور انہوں نے فیاض صاحب کی طرف دیکھا تھا۔

"اماں جان! طغرل آفس سے آتا ہو گا آپ اس سے مشورہ کر کے عابدی بھائی کو جواب دیجیے گا۔" وہ اپنا پہلو بچا گئے تھے۔

"جی یہ بھی اچھی بات ہے پھر اب تو طغرل سے آپ کا دہرا رشتہ ہو گیا ہے ان سے رائے لینا اچھی بات ہے۔" مسز عابدی اس بات کو سراہتی ہوئی گویا ہوئیں۔

"ارے وہ بچہ ہے ابھی بھلا اس کو ان باتوں کا کہاں تجربہ ہے یہ باتیں تو وقت کے ساتھ ساتھ انسان سیکھتا ہے جب عمر ہو گی وہ بھی سیکھ جائے گا۔ فیاض بیٹا! تم اپنی رائے بتاؤ مجھ سے زیادہ تمہارا حق ہے عادلہ پر اور صباحت تم بھی کہو عادلہ کے لیے شیری کا رشتہ منظور ہے تم دونوں کو؟"

"اماں جان جو آپ کا اور فیاض کا فیصلہ ہے وہ میرا بھی ہے ویسے اس رشتے پر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ شیری دیکھا بھالا بچہ ہے اس میں وہ ساری خصوصیات ہیں جو ایک اچھے انسان میں ہوتی ہیں۔" صباحت نے واضح طور پر اپنی مرضی ظاہر کر دی تھی اعتراض تو اماں جان کو بھی نہ تھا۔

شیری کو وہ بھی پسند کرتی تھیں مگر دل میں کچھ انجانی سی کیفیت تھی جس کے سبب وہ فوری طور پر اقرار نہ کر سکی تھیں۔ سب کو راضی دیکھ کر انہوں نے اس پرپوزل کو منظور کر لیا تھا مسز عابدی مارے خوشی کے ان سے لپٹ گئی تھیں۔ کھڑکی کے پیچھے کھڑی عادلہ خود کو ہواؤں میں محسوس کرنے لگی تھی۔

❀......❀......❀
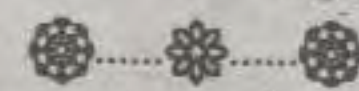
اعوان نے محبت کے پرچم کو سر بلند رکھا تھا اور ثابت کر دیا تھا کہ محبت جسموں کے ملاپ کا نہیں جذبوں کے احترام کا نام ہے جس عورت کی وجہ سے وہ بھٹکا تھا۔

اس عورت کی وجہ سے ہی وہ راہ راست پر گامزن ہوا تھا۔ ماہ رخ کے صاف انکار کے بعد اس کے محبت بھرے دل کو شدید چوٹ لگی تھی لیکن اس چوٹ کو اس نے انتقام نہیں بنایا تھا بلکہ برداشت کر کے پہلے سے بھی زیادہ شدت سے گلفام کی تلاش میں لگ گیا پھر نیوز پیپرز میں اس کے تلاش گمشدہ کے اشتہار دے دیئے تھے یہ سب اس نے ماہ رخ کی لاعلمی میں کیا تھا کہ اگر گلفام کا پتا نہ چلا تو وہ پریشان نہ ہو۔ نا معلوم ماہ رخ کی لگن سچی تھی یا اعوان کا خلوص بے لوث تھا ایک ہفتہ بعد وہ نیوز پیپرز کے ذریعے اس کے آفس پہنچ گیا تھا اور اس نے بلا آخر ماہ رخ کی زندگی کا ایک ایک باب کھول کر رکھ دیا تھا واپسی کے بعد اس کی خواہش بھی بیان کر دی تھی۔ گلفام اس کی توقع سے بڑھ کر حوصلہ مند و صبر و تحمل پسند شخص ثابت ہوا تھا اس نے اسی وقت اسے اپنانے کا فیصلہ کر لیا تھا (حالانکہ اس کو یہ فیصلہ کرنے کے لیے کئی ہفتے لگے تھے) اس صلح جو نیک فطرت بندے کو ماہ رخ کے ماضی سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ وہ اس کو ابھی بھی پھولوں کی طرح پاکیزہ سمجھتا تھا وہ اس کی ہر لغزش کو دل سے معاف کر چکا تھا۔ ایک دن وہ اعوان کا مہمان رہا پھر دوسرے دن ماہ رخ سمیت وہاں سے جانے کی اجازت لی تو وہ گویا ہوا۔

"ایسی بھی کیا جلدی ہے یار! ابھی کچھ دن اور ٹھہر جائیں۔"

"بے حد نوازش اعوان صاحب! میرے پاس اب بالکل بھی ٹائم نہیں ہے در اصل میں سندھ کے ایک گاؤں میں مسجد اور مدرسہ تعمیر کروا رہا ہوں اس ہفتے سے ہی تعمیر کا کام شروع ہوا ہے وہاں مجھے سارا وقت دینا ہو گا اور ہر کام میں جب تک دیانت داری و ایمانداری شامل نہ کی جائے وہ کام ایسا ہی ہوتا ہے جیسے بغیر نمک کے روٹی۔"

"آپ کی دیانت داری و ایمان داری پر مجھے پورا بھروسہ ہے گلفام صاحب! آپ نے ایسی نیک سعادت کی بات کی ہے میں آپ کو روکنا بھی گناہ سمجھوں گا ہاں اگر میرے لائق کوئی خدمت ہو تو ضرور بتائیے گا بلکہ اس نیک کام میں میں بھی آپ کی کچھ مدد کرنا چاہوں گا۔" وہ اس کی پُر وقار شخصیت سے متاثر ہوا تھا۔

"جزاک اللہ اعوان صاحب در اصل وہ مسجد اور مدرسہ میں اپنے مرحومین کے ایصال ثواب کے لیے بنوا رہا ہوں زمین و گھر فروخت کر کے جو مجھے رقم ملی تھی اس رقم کا آدھا حصہ میں نے مسجد و مدرسہ کے لیے مختص کر دیا ہے اگر مجھے کبھی رقم کی ضرورت پڑی تو میں آپ سے رابطہ ضرور کروں گا۔"

"ہاں ضرور میں منتظر رہوں گا۔" وہ ایک چھوٹا بیگ ہاتھ میں اٹھائے سیاہ کڑھائی والی شال لپیٹے کمرے سے نکل کر ان کے قریب آئی تھی گلفام نے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے وہ ٹریول بیگ لے لیا تھا۔

"میں جا رہی ہوں اعوان!" وہ چہرہ جھکا کر بولی تھی۔

"میں نے تمہارا دل دکھایا ہے مجھے معاف کر دینا تم نے میرے لیے اتنا کچھ کیا اس جہنم سے آزاد کروایا اور......"

"پلیز اسٹاپ اٹ ماہ رخ! کچھ مت کہو کچھ نہیں کیا میں نے تمہارے لیے سب میں نے اپنے لیے کیا میری وجہ سے شاہ رخ تم تک پہنچا اور میری وجہ سے تمہاری زندگی اس نے تباہ کی۔" وہ آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا۔

"تمہارا اصل مجرم میں ہوں کیوں ملوایا میں نے تمہیں اس خبیث سے؟ نہ تم کو اس سے ملواتا اور نہ یہ سب ہوتا جو ہوا۔"

"اعوان صاحب! ماضی کی راکھ کو کریدنا فضول ہے آپ اس کو جتنا چھیڑو گے اس میں دبی چنگاریاں اتنی بھڑکیں گی بہتر یہی ہے برائیوں کو اچھائیوں سے بدلنے کی کوشش کریں۔" اس کو جذباتی ہوتا دیکھ کر گلفام نے متانت سے سمجھایا اور پھر اجازت لے کر ماہ رخ کے ہمراہ وہاں سے نکل گیا تھا۔

اعوان نے اس کے جانے تک نظریں جھکائے رکھی تھیں اور اس کے جانے کے بعد نگاہیں اوپر کیں تو آنسوؤں کی جھڑی لگ ہوئی تھی ہر طرف ویرانی سی چھا گئی تھی دل کی بستی اجڑ چکی تھی۔

"ہیلو سویٹ ہارٹ! کیسا لگا سرپرائز؟" دوسری طرف سے کال ریسیو ہوتے ہی وہ چہکا۔
"اٹس سو ونڈر فل! میں تو بہت خوش ہوں آج آنٹی مجھے انگوٹھی پہنا کر گئی ہیں مٹھائی بھی کھلائی ہے۔" دوسری جانب عادلہ اپنی انگلی میں پہنائی گئی انگوٹھی کو چومتی ہوئی سرشار لہجے میں گویا ہوئی تھی۔
"اوہ..... آئی سی۔ اب تم کب آرہی ہو میرا منہ میٹھا کرنے کے لیے۔"
"کیا مطلب ہے؟" اس کا لہجہ عجیب سا تھا۔
"بہت دن ہو گئے ہیں ہمیں ملے ہوئے کل آجاؤ۔"
"سوری شیری! میں اب تمہاری باتوں میں آنے والی نہیں ہوں۔" وہ بے حد سنجیدہ و پُراعتماد لہجے میں گویا ہوئی۔
"کیا تم میری بات سے انکار کرو گی بات نہیں مانو گی؟" وہ خونخوار انداز میں غرایا تھا دوسری طرف سیل فون کان سے لگائے عادلہ خوف سے کانپ اٹھی تھی۔
"پلیز شیری! سمجھنے کی کوشش کرو۔"
"گوٹو ہیل..... پھر تم نہیں آؤ گی کل.....؟" اس کا انداز پہلے سے زیادہ سخت و پتھریلا ہو گیا تھا۔
"میں کس طرح سمجھاؤں تمہیں پہلے ممی کی اجازت تھی مگر اب وہ بالکل بدل گئی ہیں وہ مجھے اب تم سے تنہائی میں ملنے کی اجازت ہرگز نہیں دیں گی۔" وہ اسے سمجھاتے ہوئے رو پڑی تھی۔
"مجھے پروا نہیں ہے کسی کی۔"
"شیری کیا ہو گیا ہے تمہیں؟"
"تم آرہی ہو یا نہیں صرف کنفرم کرو۔" وہ سخت بے حس بنا ہوا تھا۔
"اگر تم نہیں آئیں تو میں منگنی ختم کروا دوں گا اور تمہاری ساری تصویریں اور ویڈیوز فیاض انکل اور دادی......"
"پلیز ایسا مت کرنا میں کل آجاؤں گی۔"
"جب گھی سیدھی انگلی سے نہ نکلے تو انگلی ٹیڑھی کرنی پڑتی ہے۔" اس کی ہنسی مکروہ تھی۔

❀.....❀.....❀
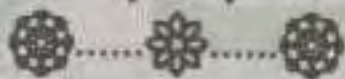
"چائے بنا رہی ہو یا پائے؟ مجھے دیر ہو رہی ہے میٹنگ ہے میری۔" وہ کف لنگ لگاتا ہوا اس سے آکر کچن میں بولا تھا۔
"ارے آپ نے چائے کا منع کر دیا تھا میں دادی کے لیے دلیہ تیار کرنے لگ گئی اچھا ابھی دو منٹ میں بنا دیتی ہوں۔" وہ اس کو سر پر کھڑے دیکھ کر حسب عادت گھبرا کر کہہ اٹھی۔
"رہنے دو دیر ہو رہی ہے آکر پیوں گا تم ذرا یہ کالر کا بٹن بند کر دو مجھ سے بند نہیں ہو رہا ہے۔" وہ قریب آکر بولا۔ اس کی نگاہوں کی تپش ملبوس سے اٹھتی دلآویز مہک پری کے دل کی دھڑکنیں منتشر ہونے لگی تھیں۔ ہاتھ بے جان سے ہو گئے تھے
"تم پھر مجھ پر یعنی میری نیت پر شک کر رہی ہو؟" وہ سنجیدگی سے گویا ہوا تھا۔
"نہیں..... ایسی بات..... نہیں ہے۔" وہ دور ہو کر پھر قریب ہوئی تھی اور اس کے کالر کی طرف بڑھتے ہاتھوں میں پھر لرزش سی پیدا ہو گئی تھی۔
"کانپ کیوں رہی ہو ڈر رہی ہو مجھ سے؟" اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کے ہاتھوں کو تھام لیا تھا۔ کچھ شرافت کے موڈ میں تھا یا اس کی سفید پڑتی رنگ پر ترس آگیا تھا جو بہت آہستگی سے اس کا ہاتھ چھوڑ کر خود نے ہی کالر کا بٹن لگا لیا تھا وہ نگاہیں جھکائے کھڑی تھی۔

"دیکھو مجھے ایسی بزدل اور اعتماد سے محروم لڑکیاں کبھی بھی پسند نہیں رہی ہیں' اگر میری گڈ بک میں اپنا نام دیکھنا چاہتی ہو تو بہادر بنو' اعتماد و حوصلہ پیدا کرو اپنے اندر۔" لیمن اور وائٹ جارجٹ کے سوٹ میں وہ دل میں اترتی جارہی تھی' شاید وہ نہا کر بال سلجھا کر یہاں آ گئی تھی۔ سیاہ گھنے بال کچھ شانوں پر بکھرے ہوئے تھے اور کچھ پشت پر پڑے تھے اور اس کے حسن کو مزید نکھار رہے تھے۔ وہ بے اختیار آگے بڑھا تھا اور پشت پر پھیلے بالوں کو ہاتھ میں لے کر لبوں تک لے گیا تھا صرف ایک لمحے میں یہ ہوا تھا اور دوسرے لمحے وہ تیزی سے وہاں سے نکل گیا تھا' وہ شاکڈ رہ گئی تھی۔

❀......❀......❀
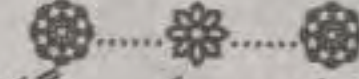
صباحت نے بے نیازی سے نیم دراز فیاض کو دیکھا جوان کی موجودگی کو نظر انداز کیے بڑے انہماک سے ٹی وی پر کوئی ٹاک شو دیکھ رہے تھے' وہ ان کے قریب بیٹھ کر استفسار کرنے لگیں۔

"کیا غلطی ہوئی ہے مجھ سے فیاض! آپ کتنے دنوں سے مجھ سے ڈھنگ سے بات نہیں کر رہے ہیں' میری موجودگی میں بھی آپ چپ رہتے ہیں۔"

"بات کرتا تو ہوں اور کس طرح بات کروں بتاؤ مجھے؟" انہوں نے ان کی طرف دیکھے بغیر ہی لٹھ مار انداز میں جواب دیا۔

"پرسوں بھی آپ مجھے گھر میں ہی چھوڑ گئے پری کی منگنی کے موقع پر۔"

"تم سے کہا تو تھا اب تم نہیں مانی تو تمہارے پاؤں پکڑ کر کہتا؟"

"اگر میری جگہ مثنیٰ ہوتی پھر بھی آپ کا یہی رویہ ہوتا؟"

"کیا......" انہوں نے شدید غصے میں ہاتھ میں پکڑا ریموٹ پھینکا تھا۔

"مثنیٰ...... مثنیٰ...... مثنیٰ! مثنیٰ گئی کب ہے یہاں سے؟ تم نے اسے جانے ہی کہاں دیا ہے نہ اس گھر سے' نہ میرے دل سے اور نہ میری یادوں سے' چوبیس گھنٹوں میں چار سو بار تم یہ نام لیتی ہو نہ خود بھولتی ہو اور نہ مجھے بھولنے دیتی ہو آخر تم کیسی عورت ہو؟" صباحت ہک دک کھڑی ان کی اشتعال انگیزی دیکھ رہی تھیں۔

"مجھ سے شکوہ کرتی ہو ساتھ نہ لے جانے کا لیکن اپنے رویئے پر بھی غور کیا ہے؟ نہ تم کبھی پری کو ماں کا پیار دے سکیں اور نہ کبھی بیوی بن کر میرے دل سے مثنیٰ کا نام مٹانے کی سعی کی۔"

"کیا وہ نام آپ مجھے مٹانے دیتے فیاض!"

"جب وہ مجھے چھوڑ کر گئی تھی تب میں شکستہ و کمزور ہو گیا تھا' تم چاہتیں تو آسانی سے مجھے اپنا بنا سکتی تھیں' پری کو ماں کا پیار دے کر مجھ کو بے مول خرید سکتی تھیں مگر تم میرے مخالف سمت چلتی رہیں۔ پری کو دشمن سمجھنے لگیں اور اسی وجہ سے اماں سے بھی دور ہو گئیں کہ وہ پری سے پیار کرتی تھیں' میرے دل میں جھانکنے کی تم نے کبھی زحمت ہی نہیں کی اور طلاق ہونے کے بعد بھی اس کو مجھ سے جوڑے رکھا' خود کبھی اس کی جگہ لینے کی جستجو نہیں کی ایک عورت کا دکھ دوسری عورت بھلاتی ہے۔ ایک عورت کی جگہ دوسری عورت ہی پُر کرتی ہے۔"

"سارا الزام آپ مجھے ہی کیوں دے رہے ہیں فیاض! آپ نے کبھی کوشش کی مجھے مسیحا بنانے کی' میری ہر حرکت آپ کے لیے ناپسندیدہ تھی' میرا ہنسنا سنورنا بولنا' چلنا پھرنا کچھ بھی تو آپ کو پسند نہ تھا باہر اپنے ساتھ لے جانا پسند نہیں کرتے تھے۔"

"کیا فضول بحث لے کر بیٹھ گئی ہو اس وقت تم۔" وہ اکتائے ہوئے لہجے میں کہتے ہوئے لیٹ گئے تھے۔

"فیاض......" وہ ان کے قدموں کے پاس بیٹھ کر پست لہجے میں بولیں۔

"میں بہت شرمندہ ہوں اپنی کوتاہیوں پر مجھے نہیں معلوم تھا آپ کو پانے کے چکر میں الٹا آپ کو کھو رہی ہوں۔"

"او کے چلو آ کر سو جاؤ' رات گہری ہو رہی ہے۔" انہوں نے نرم لہجے میں کروٹ بدل کر کہا تھا۔

"میری اتنی بڑی زیادتیوں کو آپ نے اتنی جلدی معاف کر دیا؟"

"صباحت معاف کرنا سیکھو' جب کسی کو معاف کرتے ہیں تو ہمارے اندر ایسا سکون اترتا ہے کہ ہم تمام تکالیف و دکھوں کو بھلا کر ایک خوب صورت جہاں کی سیر کرتے ہیں۔"

❀......❀......❀
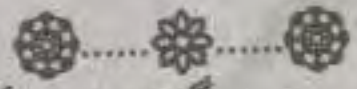
"اوہ توبہ اب ایسا بھی کیا اعتراض کرنا' تم گھبرانا چھوڑ دو گی' طغرل بھائی تمہیں چھیڑنا چھوڑ دیں گے' وہ یہ ساری حرکتیں تمہیں چڑانے کی خاطر ہی کرتے ہیں اور کوئی وجہ نہیں ہے۔"

"تم یہ اتنی سی باتیں کہہ رہی ہو حد ہوتی ہے بھئی' بے شرمی و ڈھیٹ پن کی بھی' مجھے وہ سب پسند نہیں ہے۔"

"اوفوہ...... چھوڑو بھی اب تم کہہ رہی تھیں انہوں نے میسج بھیجا تھا' معافی کا پھر کیوں بھڑک رہی ہو۔ ایک خوشخبری سنو فاخر آ گئے ہیں مجھے لینے کے لیے' میں اسی ہفتے چلی جاؤں گی۔"

"اور عائلہ مگر وہ ان کی شادی......"

"وہ شادی نہیں ہوئی تھی۔" اس نے ساری بات بتاتے ہوئے کہا۔

"ارے یہ تو بہت اچھی خبر ہے آؤ دادی کو سناتے ہیں۔" وہ مسکراتی ہوئی آگے بڑھی تھی۔

"ایک بات ہے پری! منگنی کے بعد تم میں بہت چینج آیا ہے' ہنسنا مسکرانا سیکھ گئی ہو اور اچھی بھی لگتی ہو۔"

❀......❀......❀

قسمت عادلہ پر مہربان تھی صباحت زینب کے ہاں گئی تھیں عائزہ کے ہمراہ۔ وہ خود بھی دادی اور پری کے سامنے ان کے پیچھے اس طرح نکلی تھی جیسے کسی وجہ سے پیچھے رہ گئی ہو تو جب وہ روڈ پر آئی تھی ان کی کار وہاں سے جا چکی تھی' وہاں سے ٹیکسی لے کر وہ شیری کے گھر روانہ ہو گئی تھی۔ شیری کے جارحانہ رویئے نے اس کی ساری خوشی کافور کر دی تھی' وہ تہیہ کر چکی تھی کہ تنہائی میں اس سے نہیں ملے گی' سیدھی جا کر وہ آنٹی کے پاس بیٹھے گی اور وہیں سے اٹھ کر گھر واپس آئے گی۔ وہاں جا کر معلوم ہوا مسز عابدی گھر پر نہیں تھیں البتہ شیری اپنے روم میں موجود تھا اور کہیں جانے کی تیاری کر رہا تھا' وہ کہاں جا رہا تھا یہ اسے معلوم تھا ملازمہ کو ٹال کر وہ تیزی سے کوریڈور سے گزر رہی تھی معاً بھاری قدموں کی دھمک سے فضا گونج اٹھی تھی اور ابھی وہ سوچ بھی نہ پائی تھی کہ کیا کرے؟ کس طرح اس سے خود کو چھپائے وہ اس کے سر پر پہنچ گیا۔

"تم...... میں نے تمہیں یہاں تو نہیں بلایا تھا پھر تم کیوں آئی ہو یہاں پر کس کی اجازت سے بتاؤ؟" اس نے بُری طرح اس کے بازو میں انگلیاں گڑاتے ہوئے سخت تند لہجے میں کہا۔

"میں...... میں آنٹی سے ملنے آئی تھی یہاں۔" وہ درد سے کراہ کر رہ گئی۔

"ممی سے ملنے یا میرے ہی گھر میں مجھ سے چھپنے آئی تھیں۔"

"شیری...... کیا ہو گیا ہے تمہیں' چھوڑو درد ہو رہا ہے۔" اس نے خود کو چھڑانے کی سعی کی لیکن ناکام رہی۔

"درد...... بتاتا ہوں ابھی تمہیں درد کیسا ہوتا ہے۔" وہ اسے گھسیٹتا ہوا کوریڈور سے ملحقہ کمرے میں لے گیا اور اندر لے جا کر اسے کسی بے جان شے کی طرح اچھال دیا تھا وہ چیختی ہوئی دیوار سے ٹکرا کر کارپٹ پر گری تھی۔

"سالی...... مجھ سے شادی کے خواب دیکھ رہی ہے' میں شادی کروں گا تجھ جیسی گھٹیا لڑکی سے۔" وہ اس وقت حواسوں سے باہر سخت وحشی و جنونی انداز میں کارپٹ پر گری عادلہ کو جوتوں کی ٹھوکریں مارتے ہوئے نفرت بھرے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"آہ..... آہ..... شیری مت مارو مجھے..... مت مارو۔" عادلہ مچھلی کی مانند تڑپ رہی تھی، چیخ رہی تھی لیکن اس کے جنون میں کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا وہ مارتا جا رہا تھا، کہتا جا رہا تھا۔

"کمینی..... کل میرے سامنے گر گئی تھی، آج کسی اور کے ساتھ تو کل کسی کے سامنے پھر مجھے آ کر کہے گی میں تمہارے بچے کی ماں بننے والی ہوں۔ آخ تھو..... تجھ جیسی لڑکی پر میں کبھی یقین نہ کروں، نامعلوم کس کس کے ساتھ منہ کالا کرنے والی لڑکی ہے تو۔" اس کے منہ سے کراہیں نکل رہی تھیں وہ نیم بے ہوش ہو گئی تھی۔

شیری کا پھولا ہوا سانس نارمل ہونے لگا تھا اس کی آگ کی مانند تپتی رنگت سفید ہونے لگی، آنکھوں کی وحشت کم ہوتے ہوئے غائب ہو گئی تھی، وہ واش روم میں گھس گیا، واش بیسن کا نل کھول کر چہرے پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مارتا رہا پھر ٹاول سے ہاتھ منہ صاف کر کے کمرے میں آ گیا، ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے ہو کر بالوں میں برش کرنے کے ساتھ ساتھ کارپٹ پر حرکت کرتے وجود کو بھی دیکھتا رہا تھا، وہ سسکتی، کراہتی اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس نے برش رکھا پرفیوم کی بوتل اٹھا کر اسپرے کیا پھر نارمل سے انداز میں مسکراتا ہوا اس کے قریب بیٹھ کر اٹھنے میں اس کی مدد کرنے لگا وہ خوف زدہ انداز میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔

"عادلہ ڈارلنگ! ڈرو نہیں آرام سے بیٹھو، ریلیکس ریلیکس۔"

"تم نے مجھے اتنی بے رحمی سے کیوں مارا ہے؟" وہ روتے ہوئے بولی۔

"شش..... چپ، روؤ نہیں۔" وہ ہونٹوں پر انگلی رکھ کر بولا۔ وہ بمشکل اٹھ کر بیٹھی تھی ایک دم سہم کر چپ ہو گئی۔

"شاباش گڈ گرل! اسی طرح میرا کہنا مانو گی تو میں تمہیں نہیں ماروں گا اور اگر تم نے میری بات نہیں مانی، چالاکی دکھانے کی کوشش کی تو تمہارا وہ حال کروں گا جو تم سوچ بھی نہیں سکتی۔" اس کا لہجہ و انداز پھر وحشی و جنونی ہو گیا وہ تڑپ کر بولی۔

"نہیں نہیں..... میں تمہاری ہر بات مانوں گی، تم جو کہو گے وہ کروں گی۔"

"ویری نائس، گڈ..... ویری گڈ۔ اسی طرح تعاون کرو گی تو میں تمہیں بے حد پیار کروں گا، بہت چاہوں گا تمہیں۔" وہ محبت سے اس کے رخسار تھپتھپاتا ہوا گویا ہوا۔

"میں اب جاؤں گھر، تم جب بلاؤ گے تو آ جاؤں گی۔" وہ ڈرتے ڈرتے بولی اس کا یہ جلاد صفت روپ بالکل نیا تھا۔

"پہلے میری بات سنو ایک کام کرنا ہے تمہیں میرے لیے۔" وہ جھکا آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا۔

"کام..... کیسا کام.....؟" وہ خوف سے اسے دیکھنے لگی۔

"پہلے میری بات سنو ابھی میں نے تمہیں بہت پیار سے مارا ہے، دیکھو تمہارے چہرے کو چھوا تک نہیں ہے میں نے۔ تمہارے ہاتھ بھی میری ٹھوکروں سے محفوظ رہے ہیں اگر تم میری بات مانو گی تو میں تمہیں پیار کروں گا ورنہ..... مانو گی نہ.....؟"

"میں نے کہا نہ مانوں گی، بولو کیا کام ہے؟"

"وہ ایسا ہے کہ تمہیں پری کو میرے پاس لانا ہے آج رات کو..... لاؤ گی نہ بولو..... بولو..... بولو؟"

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر

عمر کی لاحاصلی سے مل لیے
چلتے چلتے زندگی سے مل لیے
ایک ادھوری داستانِ غم کوئی
نامکمل ایک خوشی سے مل لیے

خاموشی سے آنسو بہانے کے بعد اس نے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے اور باہر برآمدے میں آ گئی۔ بے بے نے بوری سے آلو نکالتے ہوئے بظاہر سرسری سی نظر اس پر ڈالی مگر فیضو کو گھور کے دیکھا۔

"اوئے بہتا لاڈ پیار نہ کیا کر اس مہارانی سے۔" فیض محمد نے ماں کی غصیلی نظروں کا مطلب بھانپتے ہوئے کہا۔

"بد بخت، ابھی اسے یہاں آئے کتنے دن ہوئے ہیں۔" بے بے نے لتاڑا۔

"بس..... بس رہن دے، ماسی نے اسے بٹن لگانے بھی نہیں سکھائے یہ دیکھ کیسا بٹن لگایا ہے، لوگ ہنسیں گے مجھ پر۔" فیض محمد نے گریبان چیر چیر کر دکھایا۔ وہ دور کھڑی ندامت سے ہونٹ چبانے لگی جبکہ بے بے نے بوری میں تھوڑے رہ جانے والے آلو ریڑھی پر الٹتے ہوئے کہا۔

"ہاں..... تو نے تو جا کر افسر کی کرسی پر بیٹھنا ہے سبزی کی ریڑھی ہی تو کھینچنی ہے نا۔"

"اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس حلیے میں جاؤں، اسے سمجھا دے۔" فیض محمد نے ٹماٹر ٹوکری میں جماتے ہوئے کہا۔

"رضیہ ادھر آ جا ناشتا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔" بے بے نے اسے مخاطب کیا۔

اس نے قدم اٹھائے ہی تھے کہ فیض محمد نے پھر تیر چھوڑا۔

"دیکھتا ہوں کب تک بے بے تو اس کو برداشت کرے گی۔"

"اچھا..... اچھا اب جا صبح صبح ایسی باتیں نہیں کرتے۔"

"ہنہہ....." فیض محمد پھنکارا۔ ترازو بٹے رکھے اور ریڑھی دروازے سے باہر نکالی۔

اس نے سکھ کا سانس لیا۔ نیم ٹھنڈا پراٹھا اور نیم سرد چائے سے پیٹ کی آگ بجھائی۔ بے بے کو بیٹے کے رویے کا سخت قلق رہتا تھا۔ انہیں صابر شاکر سی رضیہ اچھی لگتی تھی۔ بہو کی تلاش میں بیٹے کو چالیس سال کا کرنے کے

بعد دور پار کی جان پہچان والی بختو نے عبدالحکیم لے جاکر رضیہ دکھائی تب جاکر وہ خوشی خوشی اسے بیاہ لائیں۔ ان کے خیال میں فیض محمد کا اور رضیہ کا کوئی جوڑ نہیں تھا وہ ایم اے پاس تھی۔ فیض محمد کی قسمت تو سدا کی پھوٹی کہاں رضیہ اور کہاں انگوٹھا ٹیک فیضو......

فیض محمد نے نور بخش سبزی فروش کے گھر آنکھ کھولی تو سبزیوں کے موسم بھاؤ تاؤ اور تازہ باسی کی باتیں سنیں۔ اس نے بھول کر بھی اسکول نہیں دیکھا مگر قسمت کا دھنی نکلا اتنی پڑھی لکھی خوب صورت بیوی ملی تھی مگر اس کے دل میں پیوست ایک پھانس سے زیادہ جگہ نہیں تھی۔ نہ وہ اس کے حسن و جوانی سے متاثر ہوا تھا اور نہ اس کی تعلیم سے مرعوب ہوا تھا وہ اس کا اعتراف گھونگھٹ اٹھاتے ہی کر بیٹھا تھا۔

''اپنے جہیز کے سامان میں سے وہ کاغذ کے ٹکڑے گھر واپس بھیج دینا۔'' اس کی سپاٹ کرخت آواز نے شرم و حیا سے بند پلکوں کو چار سو چالیس کا جھٹکا لگایا تو روبرو بیٹھے فیض محمد کو اس نے پہلی بار کھلی آنکھوں سے دیکھا۔ وہ ماچس کی تیلی سے دانتوں میں پھنسے گوشت کے ریشے نکالنے کی کوشش میں مصروف تھا۔

''گوشت تو اچھا پکوانا تھا کہاں سے پکی عمر کے جانور لیے تھے۔ دانتوں میں پھنس کے رہ گیا۔'' وہ بڑبڑایا تو اسے زبان کھولنی پڑی۔

''مرغی کا گوشت تھا۔''

''او...... اچھا اچھا زیادہ رعب ڈالنے کی ضرورت نہیں اسی لیے تو کہا ہے کہ سب سے پہلے میرے گھر سے وہ کاغذ کے ٹکڑے نکال اور پھر دماغ سے یہ خناس بھی نکال۔'' اسے بہت برا لگا تھا اس لیے زور سے بولا۔

''کون سے کاغذ؟'' اس نے دھیرے سے پوچھا۔

''وہی جو لینے کے لیے تم لوگ شہروں کے دھکے کھاتے ہو۔''

''اچھا اب سمجھی۔'' اس نے افسردگی سے کہا۔

''ہنہہ...... چل اٹھ ذرا میری ٹانگیں تو دبا۔'' وہ تیلی پھینک کر آنکھیں بند کر کے لیٹتے ہوئے بولا۔ اس کے اندر ارمانوں کے محل کا بچا کچا حصہ بھی ملبے کی مانند گر گیا۔ سانس کی نالی میں جیسے ڈھیروں مٹی پھنس گئی۔ پھر آنکھوں سے گرتی بوندوں نے مٹی جما دی۔ وہ اٹھی اور لباس تبدیل کرنے چلی گئی۔

پہلی رات ہی اس پر یہ آشکار ہوگیا تھا کہ اسے اماں نے اپنے کہنے کے مطابق بھاڑ میں ہی جھونکا تھا۔

''رجو...... میری بلا سے تو بھاڑ میں جائے بس میرا بوجھ اترے۔'' اس کے کانوں میں اماں کا جملہ مستقل رہائش پذیر تھا۔ اس لیے اس نے ہونٹوں پر صبر کی سیل لگا دی۔ اگلے دن اماں اس سے ملنے آئیں تب اس کا خیال تھا کہ اماں اس سے بے تابی سے ملیں گی ساتھ لے جانا چاہیں گی مگر ایسا کچھ نہ ہوا انہوں نے موقع دیکھ کر دھیرے سے کہا۔

''بس یہاں دل لگاؤ بڑی مشکل سے لوگوں کا منہ بند ہوا ہے۔ میں پھر ہفتے دس دن میں چکر لگا جاؤں گی۔'' وہ ساکت نظروں سے اماں کو دیکھتی رہ گئی۔

پھر کئی ہفتے گزر گئے وہ صرف چک اٹھاسی تک محدود ہو کر رہ گئی۔ اسے کچھ معلوم نہیں تھا کہ اماں کا بوڑھے دادا کا کیا حال ہے گھر کیسا ہے؟ اس کی پیاری سہیلی شمشاد کا کیا حال ہے؟ اندر ہی اندر اداسی گھن کی طرح لگ گئی تھی۔ ایک شام فیض محمد جلدی ریڑھی لے کر گھر آ گیا تو اس نے پانی کا گلاس دیتے ہوئے کہا۔

''ایک دو روز کے لیے گھر بھجوا دو۔''

''گھر...... اوئے ترا دماغ ٹھیک اے ابھی سے گھر جب گھر جانے کا وقت آئے گا تو بھیج دوں گا ابھی چک اٹھاسی کے بارے سوچا کر۔'' بے بے کو رحم آیا تو کہہ دیا۔

''جانے دے میکے کی یاد آتی ہے دو چار دیہاڑے رہ آئے گی۔''

''بے بے تو لت نہ اڑایا کر یہی گھر ہے اس کا۔'' وہ کہہ کر سوتا بن گیا۔

اس نے پھر دوبارہ زبان پر گھر کا لفظ نہیں آنے دیا۔ سب بھول بھال کر فیض محمد کے گھر میں جی لگا رہی تھی مگر وہ تو خوش ہوتا ہی نہیں تھا۔

''رضیہ تو دل کو نہ لگایا کر فیض محمد کی عادت ہی ایسی ہے یہ کون سا عطر، تیل کا کام کرتا ہے یا پھول بیچتا ہے جو اس سے خوشبو آئے۔'' بے بے نے اتنی گہری مثال دی کہ اسے لگا بے بے نے پی ایچ ڈی کر رکھی ہے۔ وہ حیرت زدہ سی انہیں دیکھ رہی تھی کہ انہوں نے لمحے بھر میں اس کی آنکھوں کا مطلب بھی جانچ لیا۔

''میں تیری طرح پڑھی لکھی نہیں ہوں یہی سوچ رہی ہے نا۔''

''ہوں۔'' وہ بمشکل بولی۔

''اللہ جنت نصیب کرے میری ماں کہتی تھی کہ عورت ایک بچہ پیدا کر لے تو سمجھو بڑی ڈگری لے لی۔ مجھے تو فیض محمد نے خوب پڑھا دیا ہے۔'' وہ مزید اس کی حیرت میں اضافہ کرتے ناشتے کے گندے برتن سمیٹنے لگیں۔ وہ بھی اٹھی صحن میں پڑی جھاڑو اٹھائی اور کمرے کی طرف چل دی۔

اس کے اندر ایک خاموشی بے آواز کرب تھا جو جھاڑو کی گرد تلے دبتا چلا گیا۔ صفائی کے بعد منہ پر پانی کے چھینٹے مارنے کے لیے آئی تو ایک دم گلی سڑی بدبو کا بھبکا اس کے سوئے کرب کو جھنجوڑ گیا۔ ابکائی سی آئی بے بے نے لیس دار پالک کو بڑے سے سلور کے دیگچے میں بھگو رکھا تھا۔

''بے بے...... یہ بدبو اس پالک کی ہے یہ کیا کرنا ہے یہ خراب ہے۔'' اپنی دانست میں اس نے انہیں آگاہ کیا مگر وہ دونوں ہاتھوں سے پالک کو دھونے میں اور دیگچے کا گندا پانی بدلنے میں مصروف رہیں۔

''یہ خراب پالک ماسی جنت کی بکری کے آگے ڈال دو۔'' اس نے کہا تو وہ پالک کو پانی سے نکال کر چھنے میں رکھتے ہوئے پوچھنے لگیں۔

''اور ہم کیا کھائیں گے؟''

''تو یہ خراب سبزی ہم کھائیں گے۔'' اس نے پہلی بار یہ منظر دیکھا تھا۔

''تیرا تو مجھے نہیں پتا البتہ میں اور فیض محمد تو کھائیں گے۔'' وہ نرمی سے بولیں۔

''مگر یہ تو بیماری ہے۔'' اس نے کچھ جھنجلا کر کہا۔

''تجھے اس گھر میں آئے ایک مہینہ بارہ دن ہو گئے ہیں تو نے میری یا فیض محمد کی آنکھ بھی دکھتی دیکھی کیا اور تو بھی زندہ ہے۔'' انہوں نے ہاتھ میں لوہے کی تیز چھری اٹھائی اور پالک کترنا شروع کر دیا۔

''یعنی اتنی خراب گلی سڑی سبزی ہم کھاتے ہیں جو پھینکنے کے لائق ہے۔''

''جھلی ایک بچہ پیدا کر لے پھر سب سمجھ میں آ جائے گا باسی خراب پھل، سبزی گھر ہی کو آتی ہے۔ یہی ہمارا نقصان ہے اور یہی ہماری بچت۔'' اس کی سمجھ میں بے بے کا فلسفہ نہیں آیا تو ذرا سا دور جا کر بیٹھ گئی۔ بے بے کی اچٹتی نگاہیں گاہے بگاہے اس کا جائزہ لیتی رہیں۔

اس دن اس نے کچھ نہیں کھایا بے بے نے ہزار طریقوں سے کہا۔ مگر بھوک نہ ہونے کا بہانہ کر کے ٹالتی رہی۔ برابر سوئے فیض محمد کو قطعاً احساس تک نہ ہوا البتہ بے بے کو پرسکون نیند نہیں آئی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ صبح ریڑھی لگواتے ہوئے انہوں نے صاف ستھرے آلو اور ادھے ادھے بینگن اٹھا کر چولہے کے پاس رکھنے چاہے تو فیض محمد چلا اٹھا۔

''کیا ہے بے بے بونی تو خراب نہ کر۔''

''چل وہم نہ کر رضیہ کی وجہ سے لیے ہیں۔'' بے بے نے منت بھرے انداز میں بیٹے کو سمجھایا مگر وہ بتے سے اکھڑ گیا۔

''کیوں وہ لاٹ صاحب ہے؟ رات جو بھنڈی بچا کر لایا ہوں وہ پھینکنے کی ہے کیا؟''

''ارے سمجھا کر پڑھی لکھی ہے باسی سبزی کے ہزار عیب گنوائے ہیں اس نے۔'' بے بے نے بہت بے چارگی سے کہا۔

''اسی لیے تو اس کی پڑھائی لکھائی پر مجھے غصہ آتا ہے۔ زیادہ دماغ خراب نہ کیا کر ادھر لا میں بونی خراب نہیں کروں گا۔'' وہ تاؤ کھا کر آگے بڑھا اور بے بے کے لیے ہوئے آلو بینگن اٹھا لایا۔

''فیض محمد تو کیوں ضد کرتا ہے؟''

''میرا ٹیم خراب نہ کر وہ اسے کھانی ہے تو کھائے ورنہ جائے اپنا کام کرے۔'' فیض محمد نے ریڑھی پر مکمل سامان رکھ کر دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ بے بے چپ سی کمرے کے دروازے سے لگی رضیہ کو دیکھ کر شرمندہ سی ہو گئیں۔ فیض محمد چلا گیا بے بے نے چولہے کا رخ کیا تو رضیہ ان کے پاس آ گئی۔

''فیض محمد کا کچھ پتا نہیں چلتا پل میں کچھ اور پل میں کچھ، سمجھ جائے گا۔''

''ورنہ مجھے باہر اٹھا کر تو پھینک ہی دے گا۔''

''ارے یہ کیوں کرے گا؟''

''میری قسمت ہی ایسی ہے میری ساتھ تو میری ماں نے یہی کیا۔'' وہ افسردگی سے بولی۔

"چل چھوڑ اٹھ آٹا چھان اور گوندھ دے میں گرم پراٹھا بنا کر دیتی ہوں۔"

اس نے چپ چاپ حکم کی تعمیل کی۔ سلور کی پرات میں آٹا چھانتے ہوئے بھی وہ اپنی بدقسمتی کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ یونیورسٹی پہنچنے تک کتنے خواب دیکھے تھے۔ نمبردار کا بیٹا جب محبت پاش نگاہوں سے دیکھتا تھا تو اس کی آنکھوں میں کتنے رنگ اتر آئے تھے۔ بس یقین سا تھا کہ پڑھائی کے بل بوتے پر ہی اسے پَر لگ جائیں گے مگر ایسا کچھ نہ ہوسکا۔ پانی آنکھوں میں بھر آیا بے بے نے چولہے میں لکڑیاں لگاتے ہوئے اس کو دیکھا تو بولیں۔

"تیری ماں نے ویسے ترے ساتھ برا کیا ہمارا کیا تھا ہم لاکھ آئے وہ ہمیں دھتکار دیتی۔ اپنی ہیرا جیسی بیٹی کو فیض محمد سے بچالیتی۔"

"میں خوش ہوں۔" اس نے اداکاری کی۔

"خوش تو رہنا پڑے گا۔ میری زندگی میں ہی خوش رہنا سیکھ لے۔" انہوں نے توا چولہے پر رکھا اور دائیں ہاتھ رکھے پرانے گھی کے خالی ڈبے سے ٹٹول کر ایک انڈا نکالا۔

"بول تجھے انڈا کیسے اچھا لگتا ہے۔"

"جیسے بھی بنالو۔" اسے ان کی محبت پر سچ مچ پیار آیا وہ نہ ہوتیں تو کیا ہوتا۔

"آج میں گوشت لے کر آؤں گی پھر بھون دوں گی۔"

"بے بے اس فضول خرچی کی ضرورت نہیں میں تو سب کچھ کھا لیتی ہوں خراب چیزیں بیمار کرتی ہیں اس لیے کہہ دیا۔" اس نے وضاحت دینی چاہی۔

"بیٹا! جب تک انسان زندہ ہے اس کا سو چیز کو دل چاہتا ہے فیض محمد تو جانے کیوں بنیا بن گیا ہے۔" بے بے نے ایک بار پھر فیض محمد کو برا بھلا کہا۔

اس کے لیے اتنا بھی غنیمت تھا کہ بے بے تو اس کا خیال رکھتی تھیں۔ انہوں نے اس سے چھوٹی موٹی ضرورت کی چیزوں کی فہرست بنوائی اور شہر لینے چلی گئیں۔ ان کی عدم موجودگی میں اس نے گھر کی صفائی ستھرائی کی کچھ کپڑے دھوئے اپنے لیے ایک ہلکا سا کڑھائی والا سوٹ نکالا نہا کر پہنا بال سنوار رہی تھی کہ فیض محمد آ گیا خالی ریڑھی لاتے ہوئے اس نے گھور کر اسے دیکھا۔

"آج جلدی آ گئے؟"

"تجھے برا لگا، تری تیاری دیکھ لی کس نے آنا تھا؟" تیر چلاتا ہوا صحن میں پڑی چارپائی پر بیٹھ گیا۔

"کس نے آنا تھا؟"

"اپنے آپ سے پوچھ۔"

"کسی نے بھی نہیں۔" وہ اس کے لیے پانی کا گلاس بھر لائی۔

"بے بے...... بے بے۔" اس نے آواز دی۔

"بے بے تو بازار گئی ہیں۔"

"کون سا بازار...... تجھے چھوڑ کر اور کیا کرنے گئی ہیں؟"

"کچھ چیزیں لانی تھیں گوشت وغیرہ۔" وہ ڈرتے ڈرتے بولی۔

"یہ تری فرمائش ہوگی بے بے تو بازار نہیں جاتی تیرے دماغ میں ڈگریوں کا خناس بھرا ہے۔" وہ غصے سے بولا۔

"وہ...... میں۔"

"بکواس بند کر، اسی لیے میں تجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتا تھا۔" اس نے جملہ کاٹ کر زہر انڈیلا تو وہ بول ہی پڑی۔

"کیوں...... کیوں نہیں کرنا چاہتے تھے کون سا خوف تھا؟"

"چٹاخ......" اس نے اٹھ کر دائیں ہاتھ سے تھپڑ مارا تو وہ لڑکھڑا کر گر گئی۔

"یہ زبان جو لگتی ہے اس کی وجہ سے دو لفظ پڑھ کر خاوند کو سبق پڑھاتی ہے اس لیے مگر بے بے کو تجھ میں سرخاب کے پر نظر آرہے تھے۔ چک اٹھاسی میں اسے کوئی پسند نہیں آئی۔" وہ دل کی بھڑاس نکال کر گھر سے باہر چلا گیا۔ تو وہ ذلت برداشت کرکے اٹھی اور کمرے میں آ گئی۔

بے بے کو بھی فیض محمد نے کڑوی کسیلی سنائیں۔ وہ خاموش رہیں اس کی نظر بچا کر سامان والا تھیلا چھپا دیا۔ رضیہ کی سرخ آنکھیں دیکھ کر وہ سمجھ گئیں مگر کچھ نہ کہہ سکیں۔ رضیہ نے ہانڈی چڑھائی، بے بے نے مرچ مصالحے خود ڈالے۔ وہ لہسن پیاز چھیلنے لگی۔ فیض محمد اپنے بٹوے سے سبزیوں کی خریداری کی پرچیاں نکال کر دیکھنے لگا۔

اسی وقت زینب بھٹیارن کی بہو سکینہ آ گئی۔ فیض محمد سے ذرا کترا کر وہ بے بے اور رضیہ کے قریب پیڑھی پر

بیٹھ گئی۔

"کیسے آنا ہوا؟" بے بے نے پوچھا۔

"بے بے میں تری نوح کے پاس آئی ہوں میرا ببلو سارا دن گلیوں میں پھرتا ہے اسکول سے آ کر جو بستا پھینکتا ہے تو اگلے دن اٹھاتا ہے۔ اماں نے کہا کہ بے بے کی نوح پڑھی لکھی ہے اس کے پاس پڑھنے ڈال دے۔" سکینہ نے تیز تیز بتایا۔

"کیوں یہ اسکول ہے؟" فیض محمد نے بھنوئیں چڑھا کر پوچھا۔

"بھا فیض محمد، سو دو سو روپے دے دیا کروں گی میں۔" سکینہ نے جلدی سے فاخرانہ پیشکش کی جس کی وجہ سے فیض محمد مزید جل بھن گیا۔

"ترے سو دو سو سے میں ہٹی ڈال لوں گا۔"

"فیض محمد ہمسایوں کا حق ہوتا ہے سکینہ کوئی غیر تو نہیں ببلو آ جایا کرے گا تو ہمارا بھی دل لگا رہے گا۔" بے بے نے جلدی سے کہا۔

"بلکہ اچھا ہے اور بچے بھی آ جایا کریں تو۔"

"تو اپنی زبان بند رکھ یہ ڈرامہ یہاں نہیں چلے گا۔ بھابی سکینہ یہ نہیں پڑھائے گی۔" اس نے دو ٹوک فیصلہ سنا کر سب کو چپ کرا دیا۔ سکینہ اپنا سا منہ لے کر چلی گئی۔ بے بے کچھ دیر بڑبڑاتی رہیں پھر چپ کر گئیں۔

رضیہ نے صبر شکر کے ساتھ حالات کے سامنے ہتھیار ڈال دیے تھے۔ وقت گزر رہا تھا اماں کو اس کی بھولی بسری یاد آئی تو وہ دو دن کے لیے ملنے آ گئی۔ اس کی کملائی صورت دیکھ کر کچھ غمزدہ ہوئیں مگر کچھ بولی نہیں، فیض محمد کے طور اطوار دیکھ کر بھی اسے صدمہ ہوا جس کا اظہار اس نے جاتے ہوئے رضیہ سے کیا۔

"خود سوچ، کیا میں نے تیرے لیے ایسا چاہا تھا تو نے اب گزارا کرنا ہے۔" اماں یہ نہ بھی کہتی تب بھی وہ گزارا کر ہی رہی تھی۔ اس نے قسمت کا لکھا قبول کرلیا تھا۔ حالات ٹھیک کہاں ہونے تھے فیض محمد کے طعنوں میں کمی ہونے کے بجائے اضافہ ہی ہو رہا تھا۔ بے بے کی نظریں آسمان پر لگی تھیں کہ اللہ جلد رضیہ کو بچہ دے کر فیض محمد کی سختی سے بچا لے مگر چھ ماہ گزر گئے تھے اب تک یہ انتظار صرف انتظار ہی تھا۔ کسی نے بے بے کو ایک حکیم کا بتایا تو وہ اس کے لیے وہاں سے دوا لے آئیں۔ چار ہفتے دوائیں کھانے کے بعد رضیہ نے دکھ سے کہا۔

"بے بے...... دواؤں کے اثر کے لیے محبت بھی چاہیے ہوتی ہے۔ فیض محمد سے سڑی گلی سبزیوں کی بساند آتی ہے محبت نہیں۔"

کچھ دنوں سے منڈی میں سبزیوں کا بھاؤ چڑھ گیا تھا۔ فیض محمد نے ریڑھی کے حساب سے تھوڑی اور چند ایک سبزیاں رکھنی شروع کیں۔ لیکن پھر بھی مال کے پیسے پورے ہونے مشکل ہو رہے تھے۔ کسی دوست نے شہر جا کر کام کرنے کو کہا تو وہ کسی حد تک راضی ہوگیا لیکن رقم کی ضرورت تھی۔ تب رضیہ نے اپنا ڈیڑھ تولہ سونے کا سیٹ اس کے سامنے رکھ دیا۔ وہ ابرو چڑھا کر بولا۔

"مجھے ان سہاروں کی ضرورت نہیں، جیسے تیسے یہ وقت گزر جائے گا۔" رضیہ نے کچھ نہ کہا خاموش ہوگئی۔ اس نے شہر جانے کا ارادہ ترک کر دیا بس جیسے بھی ممکن ہوا ریڑھی کھینچتا رہا۔ باسی سبزیاں کھاتے کھاتے طبیعت بھر سی گئی تھی بے بے کے پیٹ میں درد ہوا تو اس نے فیض محمد سے کہہ دیا۔

"بے بے کے پیٹ میں درد باسی سبزیوں سے ہوا ہے۔" فیض محمد تو جیسے ادھار کھائے بیٹھا تھا اس پر جھپٹ پڑا۔

"میرے پاس منڈی کے آڑھتیوں کا قرض چڑھ رہا ہے مہنگی سبزی کوئی غریب خرید نہیں رہا۔ یہ باسی سبزی بھی بھاری قرض چڑھا رہی ہے۔ تجھے ہر وقت باسی سبزیوں کی تکلیف ہے جا اپنی ماں کے گھر۔"

"بگڑتے کیوں ہو میرا یہ مطلب تو نہیں تھا۔"

"بس بس چار جماعتیں پڑھ کر دماغ میں یہ کیڑا آ جاتا ہے۔ تری ماں نے جانے کیوں مجھ جیسے کے ساتھ بیاہ دیا۔" وہ مزید گرجا۔ وہ صبر سے آنکھوں میں آئے آنسو چھپا کر دوسری طرف چلی گئی۔ بے بے نے اسے حوصلہ دیا۔

"اصل میں پیسے پورے نہیں ہو رہے چڑچڑا ہوگیا ہے۔"

"مجھے علم ہے بے بے۔" اس نے دھیرے سے کہا اور ان کے سر میں تیل کی مالش کرنے لگی۔

بارشوں کا موسم شروع ہوا تو ہفتہ بھر گھر میں ریڑھی کھڑی

رہی۔ پیسے ختم ہوگئے۔ سبزیاں بھی پکانے کے لیے نہ رہیں تو فیض محمد مزید بد مزاج ہوگیا۔ لیکن جانے کیسے اس کی دوسری مرتبہ زیور دینے کی پیش کش قبول کرلی۔ چک اٹھاسی کے سنار نے فیض محمد کی مجبوری سے فائدہ اٹھایا اور جو رقم تھمائی وہ لے آیا۔

رضیہ کچھ مطمئن ہوگئی۔ پہلی بار فیض محمد نے اس کی بات سنی تھی۔ وہ کچھ پیسوں کا راشن لے آیا تھا۔ بے بے نے دال پکنے کے لیے رکھ دی۔ فیض محمد نے شہر جانا تھا اس نے کپڑے نکال کردیے جب وہ تیار ہوکر باہر نکلا تو بے بے نے روٹی کھا کر جانے کو کہا۔

"نہیں، موسم کا پتا نہیں، میں نے آلو ٹماٹر کا بھاؤ پتا کیا ہے وہ ابھی لے آتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ بے بے کو بیٹے کے لہجے کی تبدیلی نے بڑی خوشی دی۔

"اللہ روزی میں برکت دے جس روز بچت نہیں ہوتی اس دن اچھے اچھے دل جگر والے مرد جھاگ اڑانے لگتے ہیں۔ فیضو بالکل ٹھیک ہوجائے گا بس قرض اتر جائے اور بچت ہونے لگے۔" وہ خاموشی سے ان کی بات سن کر گردن ہلاتی رہی۔

اسے بے بے کی باتوں پر بھروسہ ہو چلا تھا وہ سچ کہہ رہی تھیں۔ رات گئے فیض محمد آیا اڈے سے جلیبیاں لے کر آیا تھا۔ اس نے جلدی سے چولہا جلایا۔ دال گرم کی توا چڑھایا۔ وہ آلو کی بوریاں اور ٹماٹر کی پیٹیاں گھر کے اندر لانے کے بعد چولہے کے پاس ہی آ بیٹھا۔ آگ کی چمک۔ میں رضیہ کے چہرے کو پہلی بار غور سے دیکھا تو کہہ بیٹھا۔

"تو...... تو بہت خوب صورت ہے۔"

"ہنہہ......" وہ چونکی۔

"کچھ نہیں، بس دعا کر قرض اتر جائے اور پیسے بچنے لگیں۔ پھر ترا زیور لا دوں گا۔" وہ بڑی نرمی سے بولا اور گرم روٹی کا نوالہ توڑتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔ وہ ہولے سے مسکرائی۔ وہ رات اس کی زندگی میں آنے والی شادی کی رات سے بڑھ کر سکون والی تھی۔ رات کے پیار کا خمار تھا کہ وہ دیر تک سوئی رہی۔ بے بے نے اسے ناشتا دے کر ریڑھی سمیت بھیج دیا تب وہ بھرپور انگڑائی لے کر اٹھی۔ بے بے نے اس کی پیشانی چومی تو وہ شرما کر بولی۔

"بے بے! آپ کو اب کسی حکیم کے پاس جانے کی ضرورت نہیں پڑے گی میں نے فیض محمد کو پالیا ہے۔" بے بے کی بوڑھی آنکھوں میں امید کے جگنو جھلملا اٹھے۔

لیکن وہ یہ بھول گئی تھی کہ جگنو دن میں روشنی نہیں دیتے دن چڑھے صرف سورج سر پر آتا ہے اور وہ ہر روشنی کو مٹا دیتا ہے۔ دروازہ زور زور سے دھڑ دھڑایا تو بال سلجھاتی رضیہ کا دل کانپ اٹھا۔ بے بے نے جلدی سے دروازہ کھولا۔

فیض محمد نے خالی ریڑھی اندر کی۔ خالی ریڑھی پر خالی پیٹیاں اور خالی ٹوکریاں دیکھ کر بے بے کے چہرے پر خوشی چھا گئی۔ مگر فیض محمد کے چہرے پر خوشی کیوں نہیں تھی؟ یہ بھانپ کر وہ پریشان سی آگے بڑھیں۔

"خیر تو ہے آج اتنی جلدی آگئے؟" اس کی نگاہوں سے کتراتے ہوئے پوچھا۔

"مال بک گیا سارے کا سارا۔" بے بے نے خوشی سے کہا۔

"نہیں، باسی مال رہ گیا۔" وہ بڑبڑایا۔ ٹماٹر کی پیٹی سے داغی مال بچ گیا۔

"کیا مطلب؟" وہ بولی۔

"یہ...... یہ مال یہ سبزی، باسی سبزی بچ گئی۔" اس نے اپنی جیب سے اخبار کا ٹکڑا نکال کر اس کے سامنے کردیا۔

"یہ کیا ہے؟" بے بے نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے پوچھا۔

"بے بے اس میں تری رضیہ ہے پڑھی لکھی رضیہ، جو باسی ہوئی تو یونیورسٹی والوں نے گھر بھیج دیا اور یہ باسی سبزی تو اپنے گھر اٹھا لائی۔ دیکھ دیکھ اس کی اور اس کی سہیلی کی رنگین فوٹو ہیں۔" فیض محمد نے بے بے کی آنکھوں کے سامنے اخبار کا ٹکڑا نچایا۔ رضیہ نے ہاتھ بڑھا کر تھام لیا۔ جلی حروف میں اس کی اور شمشاد کی تصویر کے نیچے لکھا تھا رات کو ہاسٹل سے بنا اطلاع کے جانے والی طالبات کو یونیورسٹی سے نکال دیا گیا۔ اس کی آنکھوں کے آگے سیاہ پردہ آ گیا۔

فیض محمد نے کمرے سے اس کے کپڑے باہر پھینکے تو چونکی صحن میں وہ اکیلی کھڑی تھی۔ نہ گناہ تھا اور نہ بے گناہی۔

جب بھی تجھے بھولنا چاہا تو خیال آتا ہے
کبھی دھڑکن بھی کسی دل سے جدا ہوتی ہے
اپنی جانب میں بڑھا ہاتھ کوئی، تھام تو لوں
ایسا کرنے ہی سے توہین وفا ہوتی ہے

گزشتہ قسط کا خلاصہ

آفس میں فاروقی صاحب رابعہ سے فائل طلب کرتے ہیں جبکہ وہ فائل رابعہ گھر بھول آتی ہے جس پر انہیں مجبوراً پہلے گھر جانا پڑتا ہے اور وہیں سے وہ میٹنگ اٹینڈ کرنے کی غرض سے جاتے ہیں۔ وہیں عادلہ ہوٹل میں انہیں دیکھ کر خاصی برہمی کا اظہار کرتی ہے وہ رابعہ پر عباس کے حوالے سے الزام عائد کرتی ہے جس پر رابعہ کا ضبط جواب دے جاتا ہے۔ وہ ان تمام باتوں کا مقصد سمجھ نہیں پاتی۔ ایاز والے معاملے کو لے کر عبدالقیوم اور ان کی بیگم خاصی متفکر ہوتی ہیں لیکن اس کی ضمانت کسی طور پر نہیں ہو پاتی۔ وہ عادلہ کو واپسی کے لیے کہتے ہیں تاکہ وہ آفاق کو بھی حاصل کر سکے لیکن عادلہ اس معاملے میں صاف انکار کر دیتی ہے ویسے بھی اسے آفاق سے کوئی دلچسپی نہیں۔ امجد خان لارخ کے حوالے سے عبدالقیوم کو جو دھمکی دیتا ہے اسی کو لے کر وہ خاصے پریشان رہتے ہیں۔ لائبہ بھابی شہوار سے مصطفیٰ کو لے کر بات کرتی ہیں لیکن وہ انہیں کوئی تسلی بخش جواب دیے بغیر خود کو دیگر کاموں میں مشغول کر لیتی ہے۔ عائشہ کی زبانی جب اسے علم ہوتا ہے کہ زیر تصرف موبائل مصطفیٰ کا ہے تو وہ شدید غصے کے عالم میں اس کا فون واپس اس کے کمرے میں رکھ آتی ہے۔ ولید انا کے اضطراب اور پل پل بدلتے رویوں کو سمجھ نہیں پاتا اسی موضوع پر وہ اس سے بات کرنا چاہتا ہے لیکن انا لاتعلقی اختیار کر لیتی ہے اسی دوران ضیاء صاحب ولید کو اندر بلاتے ہیں اور انا کے بارے میں اس کی حتمی رائے جاننا چاہتے ہیں ان کا ارادہ روشانے کی مہندی کے فنکشن میں ہی دونوں کی منگنی کا ہوتا ہے جبکہ یہ سب سن کر ولید خاصا الجھ جاتا ہے۔ لیکن ضیاء صاحب کے اصرار پر وہ بالآخر اس فیصلے پر اپنی رضامندی کا اظہار کر دیتا ہے۔ دوسری طرف رابعہ اپنے ماموں فیضان صاحب کو سہیل کی کال اور دوست کے ایکسیڈنٹ کی خبر سناتی ہے جس پر وہ خاصے فکر مند نظر آتے ہیں اور وہاں اس کے لیے پیسوں کا بھی انتظام کرتے ہیں جس پر رابعہ خاصی الجھ جاتی ہے کہ وہ بیرون ملک یہ سب انتظامات کیسے کروا پائیں گے اسی بارے میں وہ ان سے پوچھ گچھ بھی کرتی ہیں لیکن وہ اسے نظر انداز کرتے باہر آ جاتے ہیں۔ ولید کے نمبر پر کاشفہ کی کال آ جاتی ہے وہ بے دلی سے جواب دینے پر مجبور ہوتا ہے اس کی ساری توجہ انا پر مرکوز ہوتی ہے جو کہ شادی کے ہنگامے میں مصروف تھی۔ ولید اپنی بہن کی شادی کا ذکر اور مصروفیت کا حوالہ دیتے فون بند کرنا چاہتا ہے جس پر کاشفہ بھی شادی میں شریک ہونے کا کہتی ہے اور آخرکار ولید اس کے ہاں کارڈ بھجوانے کا کہہ کر فون بند کر دیتا ہے کاشفہ کے بارے میں سوچتے وہ نیچے جانے کے بجائے اپنے کمرے میں آ جاتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

❀ .... ❀ .... ❀

شہوار تیار ہو کر کمرے سے نکلی تو ملازمہ راستے میں ہی مل گئی۔

”ناشتا کر لیں، بیگم صاحبہ کہہ رہی ہیں کہ جلدی آئیں صاحب لیٹ ہو رہے ہیں۔“

”کون صاحب؟“ وہ چونکی۔

”مصطفیٰ صاحب آپ پہلے بھی تو ان کے ساتھ ہی جاتی تھیں۔“ رخشندہ ان کے نکاح سے باخبر تھی اپنی طرف سے اس نے مسکرا کر کہتے شرارت کرنا چاہی۔

”مگر میں اب نہیں جا رہی۔“ رخشندہ کی مسکراہٹ تھی یا صبح صبح مصطفیٰ کا ذکر تھا وہ ایک دم اسے غصے سے کہتی آگے بڑھ گئی۔ وہ ڈائننگ روم میں آئی تو وہاں سبھی موجود تھے ماسوائے عباس اور سجاد کے۔

”میں آپ کو کہہ چکا ہوں کہ میرے پاس بالکل بھی وقت نہیں ہے۔ ڈرائیور کس مرض کی دوا ہے۔ ابھی دو گھنٹے پہلے ہی تو آپ کے سامنے گھر آیا ہوں۔ اب پھر ضروری کام سے جانا ہے۔ آپ کسی اور کو کہہ دیں۔“ دودھ کا گلاس ختم کرکے مصطفیٰ نے کہا تو شہوار دہلیز پر ہی رک گئی۔ یقیناً یہ اسی کا ذکر ہو رہا تھا۔

”مصطفیٰ میں دیکھ رہا ہوں کہ جب سے یہ نکاح ہوا ہے تمہارا رویہ شہوار کے ساتھ بالکل بھی اچھا نہیں ہے۔ وہ اس گھر کی بہو ہے پہلے میں سمجھا تھا کہ شہوار محض اپنے پس منظر کو لے کر انکاری ہے مگر اب محسوس ہو رہا ہے کہ اس کے انکار کے پیچھے تمہارا رویہ بھی وجہ بنا ہوگا۔“ ناشتے کی ٹیبل پر صبح صبح بحث چل رہی تھی۔ مصطفیٰ نے ایک دم گلاس ٹیبل پر رکھا۔

”آپ زیادتی کر رہے ہیں بابا جان، میں نے ایک بار بھی اس نکاح کو لے کر آپ کے سامنے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ نہ پہلے اور نہ اب۔ مجھے موردِ الزام ٹھہرانے سے پہلے آپ مہربانی فرما کر دوسری طرف کی صورتِ حال پر بھی غور کر لیں تو بہتر ہوگا۔“

”وہ بھی تمہارے ہی کسی رویے پر انکاری ہوگی۔ ورنہ وہ ہمارے سامنے پلی بڑھی ہے، ہم اس کو تم سے بہتر سمجھتے ہیں۔“ ان کا انداز دوٹوک تھا۔

”اچھا.......!“ مصطفیٰ غصے سے مسکرایا تو ماں جی فوراً بولیں۔

”کیا ہو گیا ہے آپ دونوں کو...... مصطفیٰ کے پاس ٹائم نہیں ہوگا شہوار کسی اور کے ساتھ چلی جائے گی۔“ انہوں نے معاملہ رفع دفع کرنا چاہا تھا۔

”عباس اور سجاد جا چکے ہیں مجھے بھی ایک کام سے ابھی نکلنا ہے ڈرائیور کے ساتھ نہیں بھیجوں گا میں، اب اس کو لے جاتے ہوئے کیا پریشانی ہے اسی طرف سے تو ہو کر جانا ہے اس نے۔“ بابا نے غصے سے کہتے ہاتھ میں پکڑا نیپکن ٹیبل پر ڈال رکھ دیا۔

”اتنا بڑا حادثہ ہوتے ہوتے رہ گیا، ایسے عالم میں ڈرائیور پر چھوڑ کر کوئی رسک نہیں لے سکتا۔ یہ نکاح عجلت میں اسی لیے کیا گیا تھا شہوار ہماری ذمہ داری ہے مکمل طور پر اور نکاح کے بعد اب اس کی......؟“ بابا کا انداز قطعی تھا۔

”ابھی صرف نکاح ہوا ہے، رخصتی باقی ہے۔ ایسے عالم میں وہ محترمہ ابھی میری مکمل ذمہ داری قرار نہیں دی جا سکتیں۔“ مصطفیٰ کا وہی دوٹوک انداز تھا مسلسل بحث کو ہوا دیتا ہوا۔

”یہ تم کس لہجے میں شہوار کا ذکر کر رہے ہو، رخصتی جیسی فرسودہ رسمیں اس نکاح کے سامنے بے معنی ہیں۔ میں چاہوں تو کل ہی رخصت کروا دوں۔“

”اوکے...... جب رخصتی ہوگی تو میں لے بھی جاؤں گا اس وقت تو اجازت دیں کہ میں جا سکوں، خوامخواہ مجھے لیٹ کروا رہے ہیں۔“

”مصطفیٰ......“ مصطفیٰ اٹھا تو بابا نے بہت سختی سے ٹوکا۔ شہوار کو لگا کہ وہ یقیناً کچھ سخت کہنے لگے ہیں وہ گھبرا کر فوراً اندر بڑھ گئی۔

”السلام علیکم!“ مصطفیٰ کی طرف دیکھے بغیر اس نے سب کو مشترکہ سلام کیا۔

مصطفیٰ نے پلٹ کر اسے دیکھا اور پھر باقی لوگ بھی متوجہ ہوئے۔
"وعلیکم السلام..... آؤ ناشتا کرو۔" ماں جی نے فوراً ماحول کی کشیدگی کم کرنا چاہی تھی۔
شہوار محض سر ہلا کر بھابی کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔ دوسری طرف مصطفیٰ کھڑا تھا۔ مصطفیٰ نے بڑی سلگتی نگاہوں سے شہوار کو دیکھا تھا۔
"شہوار کو ڈراپ کرتے جانا' سنا تم نے.....!" مصطفیٰ وہاں سے جانے لگا تو شاہزیب صاحب نے پھر کہا۔
"بابا میں لیٹ ہو رہا ہوں۔" مصطفیٰ نے زچ ہو کر کہا۔ ماں جی نے شہوار کے سامنے دودھ انڈہ اور دیگر لوازمات رکھتے مصطفیٰ کو دیکھا۔
"مگر شہوار کو ڈراپ کرنا اس سے زیادہ اہم ہے' تم جا کر اپنی گاڑی نکالو شہوار ناشتا کر کے آتی ہے۔" بابا کا انداز فیصلہ کن تھا۔
"مگر بابا.....!" مصطفیٰ نے بولنا چاہا۔
"مصطفیٰ میں نے جو کہا ہے وہ کرو۔" بابا نے اس کی بات کاٹ دی تھی۔ مصطفیٰ بہت غصے سے پلٹا تھا۔ شہوار کو بھی کے سامنے شدید سبکی کا احساس ہوا۔
"انکل میں ڈرائیور کے ساتھ چلی جاتی۔ اس میں کوئی اتنا بڑا مسئلہ تو نہیں ہے۔" شہوار نے شاہزیب صاحب کو بھی اٹھتے دیکھ کر کہا۔
"آپ کل ڈرائیور کے ساتھ اکیلی کالج گئیں اور واپس آئی تھیں مجھے ابھی تک اس بات پر بہت غصہ ہے۔ ایاز کی کسی بھی وقت ضمانت ہو سکتی ہے اور میں کوئی رسک نہیں لے سکتا۔ آپ ہماری ذمہ داری ہو بیٹا اور ہم اپنی طرف سے کوئی کوتاہی نہیں برتنا چاہتے۔ آپ ناشتا کر لیں مصطفیٰ آپ کو چھوڑ آئے گا۔ واپسی پر میں خود پک کروں گا۔" ان کا انداز حتمی اور دوٹوک تھا۔ شہوار نے لب دانتوں تلے دبا لیے۔
"میں کمرے میں جا رہا ہوں آپ شہوار کو خود گاڑی تک چھوڑ کر آئیں اور مصطفیٰ کو بھی اچھی طرح سمجھا دیں کہ آئندہ میں ایسی بے معنی بحث برداشت نہیں کروں گا۔" بابا ماں جی سے کہہ کر کمرے سے نکل گئے تھے۔ شہوار ان کو جاتا دیکھتی رہی۔
"ناشتہ کر لو..... مصطفیٰ کو دیر ہو رہی ہے۔" اسے اس طرح ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے دیکھ کر لائبہ بھابی نے ٹوکا۔
"موڈ نہیں ہو رہا۔" اس نے ٹرے پیچھے کر دی۔
"تو یہ دودھ ہی پی لو اور انڈہ لے لو۔" ماں جی نے کہا اور گلاس اٹھا کر اسے تھمایا تو اس نے خاموشی سے تھام لیا۔ کبھی کبھی وہ ان کی محبتوں کے آگے بے بس ہو جاتی تھی۔ دودھ پی کر انڈہ اور سلائس کھا کر وہ جب باہر نکلی تو ماں جی اس کے ہمراہ ہی تھیں۔ مصطفیٰ پاتھ وے پر گاڑی لیے منتظر تھا اور مسلسل ہارن پر ہارن دیے جا رہا تھا۔
"توبہ! تم نے تو گھر سر پر ہی اٹھا لیا ہے۔ آ گئے ہیں ہم اب اٹھا لو ہاتھ۔" ماں جی نے قریب آ کر کہا تو شہوار نے بہت کوفت سے گاڑی کو دیکھا جو اسٹارٹ تھی۔
"مجھے دیر ہو رہی ہے ماں جی۔" مصطفیٰ نے اسے یکسر نظر انداز کر دیا تھا۔
"ناشتا کر رہی تھی بچی' عجلت میں تو کچھ کھایا بھی نہیں۔ اب دروازہ تو کھولو۔" وہ جو پچھلے دروازے کی طرف بڑھی تھی ماں جی نے آگے بڑھ کر اس کا راستہ روک لیا اور مصطفیٰ کو دروازہ کھولنے کو کہا۔
مصطفیٰ نے پتا نہیں نوٹ کیا تھا کہ نہیں مگر فرنٹ ڈور کھول دیا اور ماں جی کے اشارہ کرنے پر شہوار اپنے اوپر ضبط کرتی سیٹ پر بیٹھ گئی تو ماں جی نے مسکرا کر دونوں کو دیکھتے دروازہ بند کر دیا۔

"واپسی پر تمہارے بابا شہوار کو پک کر لیں گے۔ شہوار ان کو وقت پر بتا دینا۔" ماں جی نے دونوں کو کہا تو شہوار نے سر ہلا دیا۔ مصطفیٰ نے فوراً گاڑی آگے بڑھا دی تھی۔
مصطفیٰ نے بہت ہی ریش انداز میں گاڑی گیٹ سے نکالی تھی انداز اس قدر جارحانہ تھا کہ شہوار نے سختی سے ڈیش بورڈ پر ہاتھ رکھ کر خود کو گرنے سے بچائے رکھا۔
"یہ کیا بدتمیزی ہے آپ گاڑی نارمل اسپیڈ میں نہیں چلا سکتے؟" وہ ضبط کیے بیٹھی رہی تھی مگر مین روڈ پر آ کر بھی گاڑی کی اسپیڈ جوں کی توں برقرار رہی تو وہ کہے بغیر نہ رہ سکی۔ مصطفیٰ نے سر گھما کر اسے دیکھا۔
"شکر نہیں کسی کا کہ نا کسی کے حکم کا پابند ہوں۔" انداز بیان اس سے زیادہ جارحانہ تھا۔
"تو پھر مجھے یہاں اتار دیں میں خود جا سکتی ہوں۔" وہ کون سا سکون سے بیٹھی تھی ایک دم بدلحاظی پر اتر آئی۔
"آپ کی یہ جسارت میرے لیے تو عین خوشی کا مقام ہوگا کہ ایک ناپسندیدہ بوجھ سے جان چھوٹے گی۔" وہ تو سیر کو سوا سیر ثابت ہو رہا تھا۔ شہوار کا ضبط سے برا حال ہونے لگا۔ اس نے بہت غصہ سے مصطفیٰ کو دیکھا۔
"مجھے قطعی اندازہ نہیں تھا کہ آپ اتنے روڈ انسان ہیں۔"
"مجھے بھی قطعی اندازہ نہیں تھا کہ آپ جیسی بظاہر بے ضرر دکھنے والی لڑکی اندر سے مکمل طور پر احساس کمتری کی ماری ہوئی ہوگی۔" دوسری طرف سے فوراً جوابی کارروائی ہوئی۔
"آپ فوراً گاڑی روکیں مجھے آپ کے ساتھ قطعی نہیں جانا کہیں۔" مصطفیٰ کے الفاظ نے گویا شہوار کے اندر آگ بھڑکا دی تھی۔
"میں کسی کے حکم کا پابند نہیں ہوں۔ اگر میرے ساتھ سفر کرنا اتنا ہی اذیت ناک مرحلہ لگ رہا ہے تو بابا کے سامنے انکار کیا ہوتا پھر میں دیکھتا کہ ایک ناپسندیدہ بوجھ کیسے میرے سر پر سوار ہوتا؟" وہ کون سا کم تھا فوراً دوٹوک جواب دیا۔
"میں انکل کو آج ہی منع کر دوں گی مجھے بھی کسی کے سر پر مسلط ہونے کا کوئی شوق نہیں۔"
"آہا..... اس صدی کا سب سے نایاب جھوٹ۔" مصطفیٰ استہزائیہ ہنسا تو وہ غصے سے کھڑکی کی طرف رخ موڑ گئی۔
"آپ محترمہ مجھ پر احسان عظیم فرمائیں گی اگر بابا کو منع کرنے میں کامیاب ہو گئیں تو.....!" شہوار نے ضبط سے لب بھینچ لیے۔ اسے لگا کہ جیسے اس قدر احساس توہین پر ضبط سے اس کی آنکھیں جلنے لگی ہوں۔
"اور موبائل واپس کرنے کا کیا قصہ ہے اگر اتنا ہی ناگوار لگ رہا تھا تو پہلے دن ہی واپس کر دیا ہوتا اتنے دن بعد واپس کرنے کی ضرورت خوامخواہ پیش آ گئی؟" شہوار نے بہت چونک کر اسے دیکھا۔
اسے لگا کہ آج کا یہ سارا غصہ صرف اور صرف اس کی موبائل واپس کمرے میں رکھ کر آنے والی حرکت کی وجہ سے ہوا ہے۔ مصطفیٰ کے اعصاب تنے ہوئے تھے اور وہ سامنے دیکھ کر ڈرائیور کر رہا تھا۔
"میں نے موبائل یوز نہیں کیا اور نہ ہی کل سے پہلے مجھے علم تھا کہ یہ آپ کا موبائل ہے۔" مصطفیٰ نے پلٹ کر اسے دیکھا۔
"اور پھر ایک دم اچانک الہام ہو گیا تھا کہ یہ میرا موبائل ہے۔" مصطفیٰ کا انداز ایک دم طنزیہ تھا۔
"میں اس سلسلے میں آپ سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔"
"مگر میں کرنا چاہتا ہوں۔" مصطفیٰ کا انداز دوٹوک تھا۔
"جب تک ساری بات کلیئر نہیں ہوگی یہ گاڑی اپنی جگہ سے نہیں ہلے گی۔" مصطفیٰ نے بہت برہم انداز میں کہتے گاڑی سائیڈ میں روک دی تھی۔ شہوار تو حیرت زدہ رہ گئی۔
"یہ کیا بدتمیزی ہے؟" وہ غصے سے بولی۔

"اب آپ کو دیر نہیں ہوگی؟" اس نے کوفت سے کہا۔

"میں اپنے والدین کے سامنے مزید کوئی الزام افورڈ نہیں کرسکتا۔ آپ محترمہ مجھے صاف اور واضح بتائیں کہ آپ کیا ارادہ رکھتی ہیں۔" اس نے فوراً دوٹوک بات کرنا چاہی۔

"میں کیا چاہتی تھی آپ لوگ قطعی بے خبر نہ تھے۔ اب میں کچھ بھی سوچوں آپ لوگوں کو میرے ارادوں کی کیا پروا؟" شہوار نے سابقہ انداز میں کہا تو مصطفیٰ مکمل طور پر اس کی طرف پلٹا۔

"میں ہر چیز برداشت کرسکتا ہوں مگر اپنی فیملی کی بے اعتباری نہیں' یہ نکاح تمہاری مجبوری تھا میری نہیں۔" شہوار احساس توہین سے سلگ کر رہ گئی۔

"میں نے صاف انکار کیا تھا۔" شہوار نے مصطفیٰ کے الفاظ پر ایک دم غصے سے کہا تو مصطفیٰ نے بہت ضبط سے اسے دیکھا۔

"اور اب کیا چاہتی ہو؟" مصطفیٰ نے کچھ توقف کے بعد کہا تو وہ ہونٹ بھینچ گئی۔

"شہوار میں کچھ پوچھ رہا ہوں۔"

"میں کوئی بحث نہیں کرنا چاہتی' مجھے دیر ہو رہی ہے۔"

"مگر جب تک یہ بات فائنل نہیں ہوگی تم کہیں نہیں جاؤ گی۔" مصطفیٰ بہت ریلیکس ہو کر بیٹھا تھا۔ شہوار اضطراب کا شکار ہوئی اس نے گھڑی دیکھی نو بج رہے تھے وہ دونوں ہی لیٹ ہو رہے تھے۔

"یہ رشتہ میرے بڑے کرنا چاہتے تھے اس میں میری فیملی' بابا صاحب اور تابندہ بوا سب کی رضامندی شامل تھی اور میں نے اس کو دلی آمادگی کے ساتھ قبول کیا اور اب تمہارا رویہ میں قطعی برداشت نہیں کروں گا اور جس قسم کی کمپلیکس کا تم شکار ہو میرے نزدیک ان کی تو قطعی کوئی اہمیت ہی نہیں۔ اگر مجھے کوئی چیز متاثر کر رہی ہے تو وہ بابا جان کا رویہ ہے۔ تم صاف اور واضح الفاظ میں بابا جان کو اپنا ارادہ بتاؤ ورنہ اس کے بعد جو میں کروں گا اس سب کی ذمہ دار تم ہوں گی۔"

"میں کیوں ہوں گی ذمہ دار جب میں نے صاف اور واضح الفاظ میں آپ کے سامنے انکار کیا تھا تب تو آپ کو کوئی فرق نہیں پڑا تھا میرے انکار کو کوئی اہمیت نہیں دی گئی تھی اب انکل کچھ بھی سمجھیں میں کیوں صفائیاں پیش کرتی پھروں اپنے رویوں کی؟ میں کسی سے کوئی بات نہیں کروں گی آپ گاڑی چلانا چاہتے ہیں تو ٹھیک ورنہ مجھے یہیں ڈراپ کردیں میں اب ایک لفظ بھی نہیں سننا چاہتی۔"

"تم...... تم......!" مصطفیٰ نے ایک دم غصے سے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔

"کیا سمجھتی ہو تم خود کو' کوئی اعلیٰ وارفع شے مافوق الفطرت ہستی یا کوئی سپر لیڈی...... میں عورت کی بہت عزت کرتا ہوں مگر صرف اس کی جو عزت کروانا جانتی ہو' آئندہ مجھ سے اس انداز و لہجے میں بات کی تو حشر نشر کردوں گا میں تمہارا' یہ مت بھولو کہ تم میری بیوی ہو بھلے تم نے جن حالات میں اقرار کیا تھا مگر ایک مجمع گواہ ہے کہ تمہارے سر پر کوئی گن لے کر نہیں کھڑا تھا۔" مصطفیٰ نے اس کا نازک بازو اپنے آہنی شکنجے میں جکڑا تو وہ مارے تکلیف کے سلگ اٹھی۔

"مصطفیٰ پلیز...... چھوڑیں مجھے...... کیا بدتمیزی ہے یہ۔"

"آئندہ تم نے میرے ساتھ کوئی بدتمیزی کی تو بہت بری طرح پیش آؤں گا میں۔" مصطفیٰ کا یہ کوئی نیا ہی روپ تھا۔ شہوار کے لیے بالکل نیا اور قطعی انجان۔ مصطفیٰ کی سخت گرفت میں اس کا بازو بری طرح مسلا گیا تھا۔ مارے تکلیف کے اس کے آنسو بہہ نکلے۔

"چھوڑیں مجھے' نہائی بدتمیز انسان ہیں آپ میں انکل سے شکایت کروں گی۔" مصطفیٰ کا یہ روپ وہ پہلی بار دیکھ رہی تھی۔

"کیا کہو گی تم اپنے انکل جی کو۔" اس کے آنسوؤں سے قطعی متاثر ہوئے بغیر مصطفیٰ نے کہا تو وہ دوسرا ہاتھ چہرے پر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"بس یہیں تک تھی تمہاری ہمت' لگی تھیں مجھ سے محترمہ بدتمیزی کرنے۔" اس کے رونے کا اثر ہوا تھا مصطفیٰ نے ایک قہر آلود نگاہ ڈال کر اس کا بازو چھوڑ دیا۔

"انتہائی زہر لگتی ہیں مجھے وہ خواتین جو ہر طرح کے سود و ضیاع سے بے پروا ہو کر غلطی کرتی ہیں اور پھر رونے دھونے بیٹھ جاتی ہیں۔" مصطفیٰ نے برہمی سے کہا تو اس کے بے اختیار بہتے آنسو ٹھہر سے گئے۔

"میں اب تک بہت لحاظ و مروت سے پیش آ رہا تھا ورنہ تم جیسی خر دماغ خواتین کا دماغ مجھے سیدھا کرنا آتا ہے۔" شہوار نے لب دانتوں تلے دبا کر اپنی سسکیاں روکیں۔

"تم سے نکاح صرف میرے بڑوں کا فیصلہ تھا' تم بار بار انکار کا لفظ استعمال کر کے یہ سمجھ رہی ہو کہ تم میری توہین کر رہی ہو تو مائی فٹ' میں اب تک تمہیں بہت زیادہ رعایت دے چکا ہوں اب نہیں، میں سب برداشت کرسکتا ہوں مگر اپنی توہین نہیں۔" انتہائی غصے سے کہتے مصطفیٰ نے گاڑی اسٹارٹ کی۔

"آئندہ میرے ساتھ بات کرتے' ہمارے درمیان موجود رشتے کا خیال رکھنا میں صرف اس عورت کی عزت کرتا ہوں جو عزت دینا اور لینا جانتی ہو، نہ میں ایسے بدتمیزانہ لہجوں کا عادی ہوں اور نہ ہی رویوں کا۔ اتنے دنوں سے برداشت کر رہا تھا تو یہ میری شرافت تھی۔ آئندہ مجھ سے کلام کرتے ہوئے یہ کبھی فراموش نہیں کرنا کہ ہمارے درمیان کیا رشتہ ہے۔ ورنہ کسی دن تمہارا یہ رویہ میری ضد بن گیا تو تم اس رشتے کو لے کر بہت پچھتاؤ گی۔" مصطفیٰ بری طرح گرج رہا تھا اور وہ حیرت سے گنگ بیٹھی رہی۔

اب تک وہ اسے ایک مہربان اور متحمل مزاج انسان کے روپ میں دیکھتی آئی تھی مگر اب مصطفیٰ کے اس روپ نے اسے سہما کر رکھ دیا تھا۔

"انکار کرنے کے بھی کچھ فطری اصول ہوتے ہیں مگر تم تو سب کچھ فراموش کیے محض میری ذات کو جھٹلانے پر تلی ہوئی ہو۔" مصطفیٰ نے اسٹیئرنگ پر ہاتھ مارے تو شہوار مزید خوفزدہ ہوگئی۔ آج تک اس کے ساتھ کسی نے بھی اس انداز اور لہجے میں بات نہ کی تھی۔ اسے تو بھرپور عزت اور تحفظ دیا گیا تھا۔ حویلی میں خاص حیثیت اور مقام حاصل تھا اور اب ایک دم مصطفیٰ کا یہ اس قدر لاتعلقی سے بھرپور انجان رویہ...... وہ سسک کر رہ گئی۔

دل ہی دل میں اس نے پکا تہیہ کرلیا کہ آئندہ مصطفیٰ کے ساتھ کہیں بھی نہیں آئے جائے گی چاہے کچھ بھی ہو جائے۔ دل میں پکا ارادہ باندھ کر اس نے چہرہ کھڑکی کی طرف موڑ لیا۔

❀......◉......❀

ڈھولک کا پروگرام کافی دیر تک چلا تھا۔ بارہ بجے کے قریب جا کر آنے والے مہمان اور دوست احباب رخصت ہوئے تو وہ روشی کے ساتھ مل کر دیگر کاموں میں لگی رہی تھی۔ رات دیر سے سوئی تو صبح وقت پر آنکھ نہیں کھلی۔ منہ ہاتھ دھو کر اس نے سب سے پہلے شہوار کا نمبر ملایا مگر وہ ہنوز بند تھا۔

"اف...... پتا نہیں یہ لڑکی کب نمبر آن کرے گی۔ میں نے چھٹی کرنی ہے اب پتا نہیں کہ محترمہ کالج بھی گئی ہیں یا نہیں۔" وہ سوچتی ہوئی باہر آ گئی تھی۔ بھوک لگ رہی تھی تو وہ سیدھا کچن کی طرف آئی۔ کچن میں ماما موجود تھیں۔

"بہت دیر تک سوئیں تم؟" ماما نے کہا تو وہ مسکرا دی۔

"جی بس کل سارا دن کالج کی تھکن اور پھر رات گئے تک ڈھولک وغیرہ اسی سے تھکن ہوگئی تھی۔"

"ہوں...... کالج بھی نہیں گئیں تم؟"

"ہاں اب شادی تک آف کرنے کا موڈ ہے آپ بھی بوتیک نہیں گئیں؟" فریج کھول کر چیک کرتے اس نے ماما سے کہا۔

"ہاں چکر لگاؤں گی بس ایک دو گھنٹے کے لیے گھر میں اتنے کام ہیں روشی کو تو میں نے صاف منع کردیا ہے کہ اب وہ کسی کام کو ہاتھ نہیں لگائے گی۔ بلکہ آج تم اسے لے کر پارلر چلی جانا۔ اپائنمنٹ میں لے چکی ہوں۔"

"جی اچھا۔" وہ سلائس، جیم، انڈہ نکال کر چولہے کے پاس آ کھڑی ہوئی تھی۔

"پارلر سے واپسی پر مجھ سے ضرور ملنا۔ مجھے تم سے ایک بہت ضروری بات بھی کرنی ہے۔" کچن سے باہر نکلتے ہوئے ماما نے کہا تو وہ پلٹی۔

"خیریت...... کیا بات کرنی ہے؟"

"کافی تفصیلی بات ہے تم آرام سے ناشتا کرلو اور پھر روشی کو لے کر پارلر چلی جانا جب ٹائم ہوگا تو کریں گے۔" ماما نے کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"آج کوئی خاص کام ہے تو بتادیں میں کرلوں گی۔" وہ تمام اشیاء لے کر ٹیبل پر آ بیٹھی تھی۔

"تم آرام سے ناشتا کرو بعد میں بات ہوگی۔" ماما کہہ کر باہر نکلی تو وہ کندھے اچکا کر ناشتہ کرنے لگی۔ ناشتے سے فارغ ہو کر وہ روشی کے پاس آ گئی۔ ماما روشی کو بھی تیار رہنے کا کہہ چکی تھیں سو وہ تیار ہی ملی تھی اسے دیکھ کر چونکی۔

"تم نے چینج نہیں کیا یا موڈ بدل گیا ہے؟"

"نہیں موڈ تو نہیں بدلا مگر کچھ ٹھہر کر نکلتے ہیں۔" وہ اس کے بستر پر آ بیٹھی تھی۔

"رات تم نے انجوائے کیا؟" اس نے روشی سے پوچھا۔

"بہت زیادہ، ساری زندگی باہر رہے ہیں ایسی انجوائے منٹ دیکھی اور نہ سنی پہلی بار دیکھ رہی ہوں بہت مزہ آیا۔"

"ہوں......"

"وہ پھپھو کی دوست قدسیہ آنٹی تم پر کچھ خاص مہربان نظر آرہی تھیں۔" روشی نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ چونکی۔

"مجھ پر...... مطلب؟"

"بابا بتا رہے تھے کہ وہ خاتون تمہارے لیے اپنے بیٹے کا رشتہ لائی ہیں۔" روشی نے بتایا تو وہ ایک دم سیدھی ہو بیٹھی۔

"کب؟"

"کل جب تم کالج گئی ہوئی تھیں تو وہ آئی تھیں اپنی بیٹی کے ساتھ۔ جنید نام ہے لڑکے کا۔" روشی نے مسکرا کر مزید بتایا تو وہ ہونٹ کچلنے لگی۔

"قدسیہ آنٹی کو تو میں بہت اچھی طرح جانتی ہوں ماما کی بیسٹ فرینڈ ہیں اور اکثر ان کے ہاں آنا جانا رہتا ہے۔ سبھی فیملی ممبرز سے متعارف ہوں اور جنید تو ان کا سب سے چھوٹا بیٹا ہے۔ باقی سب بچوں کی شادیاں ہوچکی ہیں۔"

"کیسا ہے وہ لڑکا؟" روشی بھی قریب آ بیٹھی۔

"اچھا ہے گڈ لکنگ، ہینڈسم بھی ہے۔" انا نے سادگی سے کہا۔

"مطلب کہ تمہیں کوئی اعتراض نہیں؟" روشی نے مسکرا کر پوچھا۔

"نہیں اب ایسا بھی نہیں کہا میں نے۔" وہ فوراً سنجیدہ ہوئی۔ روشی ہنس دی۔

"ممانے کیا کہا قدسیہ آنٹی کو پھر؟" انا نے پھر پوچھا۔

"انہوں نے سوچ کر جواب دینے کو کہا ہے۔"

"ہوں......" انا کو یاد آیا کہ ماما نے کچھ دیر قبل اس سے ضروری بات کرنے کو کہا تھا۔ تو کیا ماما اسی سلسلے میں کچھ کہنا چاہتی ہیں۔ وہ ایک دم شدید اضطراب کا شکار ہوگئی تھی۔

"پھپھو تو سنجیدہ ہیں اور انہوں نے بابا سے بھی ذکر کیا تھا مشورہ مانگا تھا میں پاس ہی تھی۔" انا نے ایک دم خوفزدہ انداز میں اسے دیکھا۔

"مگر ماما نے مجھ سے ایسا کچھ خاص ذکر نہیں کیا۔"

"ہوسکتا ہے کہ آج کل میں کریں۔" روشی نے پرسکون انداز میں کہا تو وہ متوحش انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ویسے تمہاری کیا رائے ہے اس رشتے کے بارے میں؟" روشی پوچھ رہی تھی۔

"میں چینج کرلوں پھر پارلر چلتے ہیں۔" وہ روشی کو کہہ کر اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔

"کیا واقعی ماما سنجیدہ ہیں؟ رشتے تو پہلے بھی کئی بار آتے رہیں ہیں۔" الماری میں سے لباس نکالتے وہ سخت ٹینشن میں تھی۔

"اگر ماما نے واقعی ہاں کہہ دی تو؟" انا کو اپنے ہاتھ پاؤں یخ ہوتے محسوس ہورہے تھے۔

"قدسیہ آنٹی تو ماما کی بیسٹ فرینڈ ہیں اور ان کی فیملی سے تو ماما بہت امپریس بھی ہیں۔" انا نے اپنا سر پکڑلیا۔

"مگر رات ولید کا جو رویہ تھا وہ ایسا کیوں تھا؟" اسے رہ رہ کر ولید کا رویہ یاد آنے لگا وہ ریلنگ کے پاس کھڑے ہو کر دیکھنا پھر اس کے متوجہ ہونے پر مسکرا دینا۔ روشی سے ولید اور کیتھی کے بارے میں مکمل تفصیل سن لینے کے بعد تو اس نے واضح طور پر طے کرلیا تھا کہ اب اسے ولید کے بارے میں قطعی نہیں سوچنا اور وہ کل سے اس سلسلے میں کافی کوششیں بھی کرچکی تھی۔

"نہیں مجھے اب کمزور نہیں پڑنا۔ اگر ماما نے جنید کو اہمیت دی تو میں ان کی بات مان لوں گی۔" اس نے خود کو سمجھایا۔

"قدسیہ آنٹی تو بہت اچھی خاتون ہیں وہ مجھ سے شروع سے ہی بہت محبت کرتی ہیں۔" اس نے اپنے آپ کو بہلانا چاہا مگر آنکھوں میں ایک دم ڈھیر ساری نمی آ ٹھہری۔ جسے وہ ہاتھوں کی پشت سے صاف کرتے باتھ روم میں گھس گئی۔ لباس بدل کر وہ باہر نکلی تو روشی تیار تھی تو وہ خاموشی سے روشی کے ساتھ گاڑی میں آ بیٹھی۔ پارلر میں انہیں کافی ٹائم لگ گیا تھا۔ وہاں سے نکلتے نکلتے دو بج گئے تھے۔

"بہت بھوک لگی ہے کچھ کھا پی نہ لیا جائے۔" روشی ٹریٹمنٹ کے بعد بہت ہی پیاری اور فریش لگ رہی تھی۔ وہ کسی ہوٹل میں جانے کے بجائے کے ایف سی آ گئی تھیں۔ سینڈوچ چپس اور کوک لے کر وہ دونوں ٹیبل پر آ بیٹھی تھیں۔

"شہوار شادی پر آئے گی نا؟" روشی نے پوچھا تو اس نے سر ہلا دیا۔

"ہاں کہہ تو رہی تھی۔ ظاہر ہے ولید نے مصطفیٰ بھائی کی فیملی کو انوائٹ کیا ہے اگر وہ لوگ آئیں گے تو وہ بھی ساتھ ہوگی۔"

"ہوں۔" دونوں باتوں کے ساتھ ساتھ کھا بھی رہی تھیں جب کوئی ان کی ٹیبل کے پاس آ رکا۔

"السلام علیکم۔" دونوں نے چونک کر آنے والے کو دیکھا۔ جانا پہچانا چہرہ تھا انا پہچان نہ پائی۔

"وعلیکم السلام۔" دونوں نے الجھ کر سر ہلایا۔

"کیسی ہیں آپ؟" آنے والا بظاہر دونوں سے ہی مخاطب تھا مگر اس نے دیکھا انا کو تھا۔

"میں حماد ہوں۔ مصطفیٰ بھائی کا کزن۔" دونوں کی الجھن دیکھ کر اس نے فوراً تعارف کروایا تو انا نے ایک گہرا سانس لیا۔ وہ شہوار کے نکاح کے اور ان کی حویلی میں اس شخص کو دیکھ چکی تھی۔

"جی الحمدللہ بالکل ٹھیک ٹھاک ہیں۔ آپ کے گھر والے کیسے ہیں؟" روشی خاموش تھی انا نے ہی پوچھا۔

"جی سبھی ٹھیک ٹھاک ہیں سسٹرز اور بھابی اکثر آپ کا ذکر کرتی ہیں۔ میں نے آپ کو دیکھا تو ادھر چلا آیا۔ آپ نے مائنڈ تو نہیں کیا نا؟" وہ شخص کافی شائستگی سے مخاطب تھا انا محض مسکرا دی۔

"نو اٹس او کے۔"

"آپ بیٹھیں نا پلیز۔" انا نے اخلاقاً کہا تو وہ نفی میں سر ہلا گیا۔

"نہیں میں فرینڈز کے ساتھ آیا ہوا تھا آپ کو دیکھ کر رک گیا۔ چلتا ہوں۔ نائس ٹو میٹ یو۔" انا نے محض سر ہلا دیا۔ وہ چلا گیا تو اس نے روشی کو دیکھا۔

"حیرت ہے اس شخص کو ہم سب یاد تھے میں تو بھول بھال گئی تھی سب۔"

"سب نہیں مگر لگتا ہے صرف تم ہی یاد تھیں۔" روشی نے کہا تو وہ چونکی۔

"مطلب......"

"وہ مکمل طور پر صرف تم سے ہی مخاطب رہا ہے۔ ویسے یہ شخص مصطفیٰ بھائی کا کس حساب سے کزن لگتا ہے؟"

"زیادہ ڈیٹیل تو مجھے بھی نہیں پتا شاید پھپو زاد ہے۔ شہوار کے نکاح کے دوران ایک دو بار سامنا ہوا تھا اور ایک بار اس نے خود اپنا تعارف بھی کروایا تھا تو پتا چلا تھا کہ یہ مصطفیٰ بھائی کا کزن ہے۔"

"اوہ..........."

"ویسے یادداشت کمال کی ہے۔ وہ محض رسمی سی ملاقات اس شخص کو اچھی طرح یاد ہے۔" انا نے کہا تو روشی مسکرا دی۔

"مگر لڑکا ہے گڈ لکنگ۔" روشی نے شرارت سے کہا۔

"تو ہمیں کیا؟" انا نے نخوت سے کہا۔

"مگر احسن اور ولید بھائی کے مقابل کا پھر بھی نہیں۔" روشی نے مزید کہا تو انا نے اب کے بغور دیکھا۔

"تم اس شخص کا ذکر بار بار کیوں کر رہی ہو؟ وہ کچھ بھی ہو ہمیں کیا؟"

"وہ اس لیے کہ اس شخص کے انداز مجھے کچھ چونکا گئے ہیں۔" کوک کے سپ لیتے اس نے مسکرا کر کہا۔

"وضاحت کرو۔" انا نے سنجیدگی سے کہا۔

"مجھے محسوس ہوا کہ وہ لڑکا تم سے خاصا امپریس ہوا ہے۔ ورنہ جس سے ہمارا ٹھیک سے تعارف بھی نہیں ہوا تھا۔ اس نے نا صرف ہمیں یاد رکھا بلکہ اب یوں اچانک دیکھ کر سلام دعا کرنے بھی آ پہنچا اور مخاطب بھی تمہی سے ہوا۔"

"اف...... اندھے کو اندھیرے میں دور کی سوجھی۔" انا نے منہ بنایا تو روشی کھل کر ہنس دی۔

"نہ مانو مگر میں نے ایک نظر میں ہی اندازہ لگا لیا تھا۔"

"اب بس کرو کسی اور سے قطعی ذکر نہ کرنا ورنہ مذاق بن جائے گا مصطفیٰ بھائی ماشاء اللہ سے اتنے نائس انسان ہیں ان کے نکاح پر ان کے سارے گھرانے سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے۔ کوئی بھی غیر مہذب اور نظر باز انسان نہیں لگا۔ سبھی مہذب تھے۔" انا نے اپنا سینڈوچ ختم کرنے کے بعد کہا۔

"تم سے امپریس ہونا کیا غیر مہذب ہونے کی علامت ہے؟" روشی بھی سینڈوچ ختم کر چکی تھی اب چپس اور کوک سے نبرد آزما تھی۔

"میں نے یہ بھی نہیں کہا؟" انا نے کوک کا سپ لیا۔

"تو تم کس قسم کے انسان کو اپنا لائف پارٹنر پسند کرتی ہو؟" روشی نے اب قدرے سنجیدگی سے پوچھا تھا۔ انا نے بغور اسے دیکھا۔

"ہم ایک چھوٹی سی بات کو کچھ زیادہ ہی ڈیپلی نہیں ڈسکس کرنے لگے۔"

"مجھے تو ایسا فیل نہیں ہوا۔"

"او کے...... پلیز ختم کرو اس بات کو، کوئی اور بات کرو۔"

"مسٹر جنید کے بارے میں کیا خیال ہے تمہارا؟"

"ماما نے مجھے ابھی اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ جب بتائیں گی تو دیکھوں گی۔"

"اور ولید بھائی کے بارے میں کیا خیال ہے؟" اس نے مسکرا کر پوچھا۔ انا کوک کا سپ لے رہی تھی اسے ایک دم اچھو لگ گیا۔ وہ بری طرح کھانسنے لگی۔

"کیا ہو گیا؟ یہ ٹشو لو۔" روشی نے ایک دم اپنے بیگ سے ٹشو کا پیکٹ نکال کر اسے تھمایا۔ بار بار کھنکار کر گلہ صاف کرتے انا اپنی آنکھیں بھی صاف کر رہی تھی۔ روشی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"کافی دیر ہو گئی ہے چلیں اب؟" آنکھیں صاف کر کے اس نے روشی کو دیکھا۔

"ہوں......"

"میں کوک بہت کم پیتی ہوں، گلے میں چبھنے لگتی ہے۔"

"تم میری بات کو ٹال رہی ہو۔" روشی کی بات پر اس نے سنجیدگی سے دیکھا۔

"کون سی بات؟"

"پھپو نے کل بابا کو جنید والے پروپوزل کا بتایا تھا تو بابا نے ان کے سامنے ولید بھائی کا بھی پروپوزل رکھا ہے۔" روشی نے سنجیدگی سے بتایا تو انا حیرت سے منہ کھولے روشی کو دیکھنے لگی۔

"ولید کا پروپوزل......؟" اسے لگا کہ جیسے اسے سننے میں غلطی ہو۔

"بالکل...... اور میرا نہیں خیال کہ تم ولید بھائی کو ناپسند کرتی ہو۔ اصل میں بابا کی تو بہت عرصہ سے یہ مرضی تھی مگر ولید بھائی کوئی رسپانس نہیں دے رہے تھے تو وہ پھپو سے بات نہیں کر رہے تھے کل پھپو نے جنید والے پروپوزل کا ذکر کیا تو انہوں نے بھی فوراً رشتہ مانگ لیا۔"

"کیا......؟" انا حیرت زدہ سی رہ گئی۔

"تم میرے ساتھ مذاق کر رہی ہو؟" انا ابھی بھی بے یقینی تھی۔

"مذاق کیوں؟ پھپو اور بابا میں تو یہ شروع سے ہی طے تھا۔ احسن اور میرے رشتے کے بعد تم دونوں کا رشتہ طے کرنا ہم تو امریکا سے یہ ڈیسائیڈ کر کے ہی لوٹے تھے۔" انا بے یقینی سے دیکھنے لگی تو روشی نے مسکرا کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"کیا تمہیں واقعی علم نہ تھا کہ بڑے کیا چاہ رہے ہیں۔"

"نہیں۔" انا نے نفی میں سر ہلایا۔

"پھپو نے اس سلسلے میں کبھی بھی تم سے کوئی بات نہیں کی تھی کیا؟" انا نے پھر نفی میں سر ہلا دیا۔

"ہمارے گھر میں ہمیشہ تمہارے اور احسن بھائی کے پروپوزل کی بات چلی تھی کسی اور تا یک بر کبھی بات ہی نہ ہوئی۔"

"اوہ...... پتا نہیں بعض اوقات مجھے بڑی شدت سے محسوس ہوتا ہے کہ تم ولید بھائی کو پسند کرتی ہو مگر تم سے کبھی ذکر نہ کیا کہ کہیں تم برا نہ مان جاؤ۔" انا اب کے از حد حیرانگی سے روشی کو دیکھے گئی۔

"تمہیں کس نے کہا کہ میں ولی کو پسند کرتی ہوں۔"

"تمہارے رویوں، انداز و اطوار نے۔" روشی نے مسکرا کر کہا تو وہ کئی ثانیے تک اسے دیکھے گئی۔

"اور کیا ولی اس رشتے والی بات سے باخبر ہے؟"

"بالکل...... وہ تو شروع سے ہی باخبر تھے۔ بلکہ بابا نے شروع سے ہی ہم دونوں کو یہ اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ ہم وہاں امریکا میں جیسی بھی لائف گزار لیں واپس پلٹ کر ہمیں پاکستان ہی آنا ہے۔ سو ہم نے ہمیشہ بابا کے وضع کردہ اصولوں

کے تحت زندگی گزاری۔ تو پھر بتاؤ نا کہ تمہیں ولی بھائی کے پرپوزل سے کوئی انکار تو نہیں نا۔" وہ بتانے کے فوراً بعد پوچھنے لگی۔ انا نے سختی سے لب دانتوں تلے دبا لیے۔

ولید شروع سے ہی اس رشتے والی بات سے باخبر تھا، یہ بات اس کے اعصاب شل کردینے والی تھی۔ وہ پچھلے ایک عرصے سے سخت اذیت و تکلیف میں جھلس رہی تھی۔ اپنے جذبات و احساسات سے لڑ رہی تھی اور ولید اس کا تماشا دیکھتا رہا۔ اسے سخت ذلت کا احساس ہونے لگا۔ اس کا جی چاہا کہ خوب روئے روشی اگر اس کے احساسات سمجھ گئی تھی تو ولید جیسا شارپ انسان کیسے بے خبر رہ سکتا تھا؟ اسے شدید توہین کا احساس ہونے لگا۔ انا کا جی چاہا کہ وہ جادو کے زور سے کہیں غائب ہوجائے۔

"تم نے بتایا نہیں۔" روشی نے اپنا سوال دہرایا تو اس نے بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھا۔

"ہاں باحیثیت کزن میں ولید کو ضرور پسند کرتی ہوں باقی معاملات کا نہ مجھے علم ہے اور نہ ہی کبھی سوچا۔" اس نے کافی سنجیدگی سے کہا۔

"مگر پھر مجھے ایسا کیوں لگا کہ تم ولید بھائی کو پسند کرتی ہو؟"

"غلط فہمی ہوگئی ہوگی۔" اس نے اب کے قدرے رکھائی سے کہا۔

"تو کیا تم کسی اور کو پسند کرتی ہو۔"

"تم یہ کیوں پوچھ رہی ہو؟" وہ الجھ کر متوجہ ہوئی تھی۔

"ولید بھائی کو لگا تھا کہ تم کسی اور میں انوالو ہو انہوں نے ایک بار مجھے تم سے ڈسکس کرنے کا بھی کہا تھا میں نے کئی بار سوچا کہ تم سے بات کروں مگر نجانے تمہارا کیا ری ایکشن ہوتا سو میں چپ کر جاتی تھی۔"

"مائی گاڈ......" روشی کے الفاظ پر انا نے اپنا سر تھام لیا۔

"ولی نے خود تم سے یہ سب کہا میرے بارے میں؟" وہ بے یقین تھی۔

"ہوں...... انہیں لگتا تھا کہ تمہارے اس روز بروز بدلتے موڈز کے پیچھے تمہاری کسی کے ساتھ انوالمنٹ ہوسکتی ہے۔" انا نے لب بھینچ لیے۔

وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ولید اس کے بارے میں ایسا بھی سوچتا ہوگا۔

"تم بتاؤ نا ولی بھائی تمہیں کیسے لگتے ہیں؟" روشی نے پھر پوچھا۔

"بھئی میرا خیال ہے کہ ہمیں کافی دیر ہوگئی ہے اب واپس چلنا چاہیے ماما ویٹ کر رہی ہوں گی۔" وہ روشی کے سوال کو نظر انداز کرتے اٹھ کھڑی ہوئی۔

روشی نے اسے بغور دیکھا۔ اس نے کچھ کہنا چاہا مگر انا کو دیکھ کر لب دانتوں تلے دبا لیے۔

"ہاں کافی دیر ہوگئی ہے، پھپھو واقعی ویٹ کر رہی ہوں گی۔" وہ دونوں باہر نکل آئی تھیں ڈرائیور ان کا منتظر تھا۔

❀......✹......❀
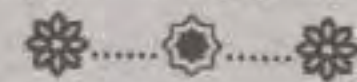
وہ آفس میں کام میں مصروف تھی جب کال آئی۔

"السلام علیکم!" مصروفیت کے عالم میں اس نے ریسیور اٹھایا تھا۔

"مجھے مسٹر عباس سے بات کرنی ہے ان سے بات کراؤ۔" دوسری طرف کافی نخوت بھرے انداز میں کہا گیا تو وہ فوراً متوجہ ہوئی۔

"آپ کون؟" اس نے پوچھا۔

"مسز عباس۔" رابعہ کو ایک پل لگا سمجھنے میں۔

"ہولڈ کریں۔" اس نے پرسکون انداز میں کہا اور انٹر کام پر عباس سے رابطہ کیا۔

"سر آپ کی مسز آپ سے بات کرنا چاہ رہی ہیں۔" اس نے کہا۔

"ان سے کہہ دیں مجھے ان سے کوئی بات نہیں کرنی۔" دوسری طرف سے کافی تلخی سے کہا گیا تھا۔

"جی سر۔" اس نے انٹر کام رکھ کر دوبارہ دوسرا ریسیور اٹھا لیا تھا۔

"سوری میم سر بات نہیں کرنا چاہتے۔" اس نے رسانیت سے کہا۔

"مائی فٹ وہ سمجھتا ہے کیا ہے خود کو۔ صبح سے اس کے موبائل پر کالز کر رہی ہوں اسے کہو وہ کال پک کرلے ورنہ نتائج کا ذمہ دار خود ہوگا۔" رابعہ نے ایک گہرا سانس لیا۔ اسے کل جھیلا جانے والا عادلہ کا رویہ یاد آنے لگا۔

"ایم سوری میڈم انہوں نے صاف انکار کردیا ہے۔"

"تم وہی ہونا جو عباس کے آفس میں کام کرتی ہو اور کل ہوٹل میں بھی تھی۔" رابعہ نے کوئی جواب دینا مناسب نہیں سمجھا اور غصے سے ریسیور پٹخ دیا۔ اسے رہ رہ کر کل اس عورت سے ہونے والی ذلت یاد آنے لگی۔ وہ ابھی دوبارہ کمپیوٹر کی طرف گھومی ہی تھی کہ دوبارہ فون بجنے لگا۔

"ہیلو۔" اس نے ریسیور اٹھایا۔

"تم خود کو سمجھتی کیا ہو تمہارے جیسی سیکڑوں میری جوتے کی نوک پر ہوتی ہیں۔ عباس سے بات کرواؤ میری۔"

"میں جو بھی ہوں، مجھے بہت اچھی طرح اپنی شناخت کا علم ہے آپ اگر اپنی شناخت فراموش کر بیٹھی ہیں تو وہ اچھی طرح یاد کرلیں کہ عباس صاحب آپ سے بات نہیں کرنا چاہتے۔" نخوت سے کہتے اس نے کال بند کردی تھی۔ اس کے بعد کال نہیں آئی۔ وہ چند منٹ تک بھنچے اعصاب لیے مونیٹر کی اسکرین کو گھورے گئی۔

"کیا بات ہے اسکرین میں سے کچھ نکل کر سامنے آنے والا ہے؟" اسی دوران ہادیہ چلی آئی تھی۔ اسے یوں ساکت بیٹھے دیکھ کر کہنے لگی تو وہ گہرا سانس لے کر سیدھی ہوئی۔

"کچھ نہیں بس ویسے ہی۔"

"شاہزیب صاحب نے ہم دونوں کو آفس میں بلایا ہے۔" ہادیہ نے کہا تو وہ اسے دیکھنے لگی۔

"کیوں...... خیریت؟"

"یہ تو وہاں جا کر ہی علم ہوگا۔" ہادیہ نے کہا۔ وہ شاہزیب صاحب کے آفس میں پہنچیں تو وہاں عباس اور سجاد بھی موجود تھے۔

"السلام علیکم سر۔" دونوں نے سلام کیا۔ شاہزیب صاحب نے سر ہلا کر دونوں کو بیٹھنے کا کہا۔ وہ دونوں سے ان کے کام پر بات چیت کر رہے تھے۔ چونکہ دونوں سجاد اور عباس کے انڈر کام کر رہی تھیں تو ساتھ ساتھ ان دونوں سے بھی ان کے کام اور کارکردگی سے متعلق سوال و جواب کر رہے تھے۔ رابعہ چونکہ شاہزیب صاحب کے سامنے ایسے سوال و جواب کی پیشی پہلی بار بھگت رہی تھی تو کچھ گھبرا رہی تھی جبکہ ہادیہ پراعتماد تھی۔ ابھی وہ سب بات چیت ہی کر رہے تھے کہ کوئی ایک دم دھماکے سے دروازہ کھول کر اندر آیا۔ سبھی چونک کر دروازے کی طرف متوجہ ہوئے۔

عادلہ کو دیکھ کر سبھی چونکے تھے۔ وہ بگڑے ہوئے تیور لیے عباس کو گھور رہی تھی۔

"یہ کیا طریقہ ہے کہیں آنے کا؟" شاہزیب صاحب نے بہت ناگواری سے اسے دیکھا۔

"میں آپ سے الجھنے یا بحث کرنے نہیں آئی اور نہ ہی طور طریقے سیکھنے مجھے عباس سے بات کرنی ہے۔" شاہزیب صاحب کے سامنے وہ ہمیشہ دھیمی پڑ جاتی تھی اب بھی کچھ دھیمے لہجے میں کہا۔

"عباس تم عادلہ کو لے کر اپنے روم میں چلے جاؤ۔" شاہزیب صاحب اس کے رویے سے سمجھ گئے کہ وہ کسی اچھے ارادے سے تو نہیں آئی ہوگی۔ انہوں نے مصلحتاً اس کے رویے کو نظر انداز کرنا چاہا۔

"مگر مجھے اس عورت سے کوئی بات نہیں کرنی آپ اس سے کہہ دیں کہ یہ یہاں سے چلی جائے۔"

"مگر میں بات کیے بغیر نہیں جاؤں گی اور بات بھی ادھر ہی کروں گی۔" وہ نخوت سے کہہ کر کرسی پر بیٹھ گئی۔

"یہ گھر نہیں ہے ہمارا آفس ہے۔ ہم یہاں کوئی بات نہیں کرنا چاہتے۔ جو بھی بات ہے آپ گھر آ کر یا کہیں باہر بیٹھ کر کریں۔" شاہزیب صاحب نے اب کے کچھ برہمی سے کہا تو وہ طنزیہ ہنسی۔

"کیوں آفس میں بات کرنے سے کیوں ڈرتے ہیں اس لیے کہ آپ لوگوں کے ایشوز لوگوں کے سامنے نہ آ جائیں۔" عادلہ نے زہر خند لہجے میں کہا تھا۔

"شٹ اپ تم کیسی گھٹیا عورت ہو تمہیں اپنی عزت ذلت کا ذرا بھی پاس نہیں۔ میں صبح سے تمہیں اگنور کر رہا ہوں تمہاری کالز ریسیو نہیں کر رہا تو اس بات کا صاف مطلب تھا کہ میں تم جیسی عورت سے بات نہیں کرنا چاہتا۔ اگر تم ایک منٹ میں یہاں سے نہ گئیں تو میں گارڈز کو بلوا کر تمہیں دھکے دے کر نکلوا دوں گا۔" عباس اس کے رویے پر ایک دم کرسی گھسیٹ کر غصے سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"عباس......" شاہزیب صاحب نے اسے ٹوکا۔

"آپ دونوں جائیں بیٹا۔" انہوں نے رابعہ اور ہادیہ سے کہا تو وہ دونوں فوراً اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"یہ کہیں نہیں جائیں گی آخر دنیا کو بھی تو پتا چلے کہ اصل میں آپ لوگوں کا اصل چہرہ کیا ہے؟" وہ فوراً دونوں کے سامنے کھڑی ہوگئی تھی۔ عباس نے بہت غصے اور زہر بھرے انداز میں اسے دیکھا۔

"تمہارے گھٹیا خاندان سے تو کئی درجے بہتر ہے ہمارا خاندان۔"

"اور تم...... تم اس سے میری بات نہیں کروا رہی تھیں اور مجھے شناخت یاد کروا کر سمجھ بیٹھی تھیں کہ تم مجھ سے بچ جاؤ گی۔" وہ عباس اور باقی سب کو نظر انداز کیے رابعہ کو دیکھ کر زہر خند لہجے میں کہنے لگی۔

"مجھے عباس صاحب نے کہا تھا کہ وہ آپ سے بات نہیں کرنا چاہتے۔ رہ گئی شناخت کی بات تو آپ کا رویہ غلط تھا میں نے تو محض جوابی کارروائی کی تھی۔"

"عادلہ......" عادلہ کو اس طرح رابعہ سے بات کرتے دیکھ کر شاہزیب صاحب نے بہت غصے سے اسے ٹوکا تھا مگر عادلہ نے توجہ نہ دی۔

"تمہیں تو تمہاری اوقات میں اب دکھاتی ہوں، تم ہو کیا میری نظر میں۔ اس شخص کے ساتھ کام کر کے تم سمجھتی ہو کہ تم بہت اعلیٰ وارفع چیز بن بیٹھی ہو میرے ساتھ زبان چلاتی ہو مجھے میری شناخت بتاتی ہو۔" عادلہ بہت غصے سے رابعہ کی طرف بڑھی تھی کچھ بعید نہ تھا کہ وہ اسے نوچ ڈالتی عباس فوراً دونوں کے درمیان آ گیا تھا۔ رابعہ سن سی کھڑی رہ گئی تھی جبکہ باقی سب ششدر۔

"کیا مسئلہ ہے تمہیں کیوں ڈرامہ کر رہی ہو؟" عباس نے بہت تنفر سے اس کا بازو جکڑا تھا۔

"تمہارا بھائی ایاز کی ضمانت نہیں ہونے دے رہا۔ اس کی ضمانت نہ ہوئی تو میں تم لوگوں کو بدنام کر دوں گی۔" وہ غصے سے پاگل ہوئے جا رہی تھی۔

"مس ہادیہ آپ رابعہ کو لے کر جائیں۔" سجاد نے کہا تو ہادیہ سن کھڑی رابعہ کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے نکل گئی تھی۔ جبکہ روم میں شاہزیب صاحب اور سجاد کے علاوہ وہ عباس اور عادلہ رہ گئے تھے۔

"ہمیں تمہاری خالی خولی دھمکیاں متاثر نہیں کرسکتیں۔ بہت اچھی طرح اندازہ ہوگیا ہے کہ کس قسم کا اور کس قماش کا ہے تمہارا خاندان۔"

"عباس تم خاموش رہو" شاہزیب صاحب بھی قریب آ کھڑے ہوئے تھے۔

"اور عادلہ ہمیں بڑی شرمندگی ہورہی ہے کہ تم ہمارے خاندان کا حصہ بنی ہو اور ابھی تک اس خاندان کی بہو کے طور پر جانی جاتی ہو۔ میں آج تک سمجھتا رہا کہ عباس کی بھی کہیں نہ کہیں کوئی غلطی ہوگی مگر اب ایک حتمی فیصلہ ہوجانا ہی بہتر ہے۔" انہوں نے بہت سرد لہجے میں کہا۔

"ایاز جیل کی سلاخوں کے پیچھے کیوں ہے تم لوگ بے خبر نہیں۔ اس پر بہت سے کیسز ہیں۔ رہ گئی اس کی ضمانت کی بات تو ہماری عزت اچھالنے کے بجائے عدالت سے رجوع کرو اور اپنے باپ کو کہو کہ مجھ سے بات کرے اگر وہ مسئلہ سلجھانا چاہتا ہے تو' دوسری صورت میں ہم تمہارے اس طرح یہاں آ کر یوں بدتمیزی کرنے پر کوئی سنگین کارروائی بھی کرسکتے ہیں اور تم جانتی ہو کہ ہمیں کوئی روکے گا بھی نہیں۔ مگر ہمیں زیب نہیں دیتا کہ ہم یوں سرعام عورت ذات کی توہین کریں مگر تم یہاں آ کر اس طرح بدتمیزی کرنے سے پہلے شاید بھول گئی تھیں کہ تم عورت ذات ہو اور ابھی تک اس خاندان کی بہو کے طور پر جانی جاتی ہو۔"

"میں لعنت بھیجتی ہوں اس خاندان پر اور اس رشتے پر۔" اس نے تنفر سے سر جھٹکا۔

"اور آپ لوگوں کی اصلیت کیا ہے ہم لوگ بھی اچھی طرح سمجھ گئے ہیں۔" اس نے مزید کہا۔

"بابا آپ اس کو یہاں سے نکالیں ورنہ میں گارڈ کو بلوالوں گا۔" عباس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ خود اس فتنہ پرور لڑکی کو اٹھا کر باہر پھینک دے۔

"اب ہم بھی اس رشتے سے متعلق ایک حتمی فیصلہ کرنے پر تیار ہیں اپنے باپ کو میرے پاس بھیجنا ہم خاندانی لوگ ہیں۔ وعدہ خلافی نہیں کریں گے۔ رہ گیا تمہارا بھائی تو اس کا فیصلہ قانون اور عدالت کرے گی۔ تمہارا باپ ضمانت کروا سکتا ہے تو کروالے۔" شاہزیب صاحب نے واضح الفاظ میں کہا چند پل کو عادلہ بالکل لاجواب ہوگئی تھی۔

"اس رشتے سے گلوخلاصی میرے لیے عین مسرت کا کام ہوگا۔ عدالت کی طرف سے نوٹس مل جائے گا آپ کو، میں بھی اب اس رشتے کو مزید برداشت نہیں کروں گی۔" بابا صاحب کو جواب دیتے تمسخرانہ نظروں سے عباس کو دیکھا تھا۔

"کورٹ کچہری کی دھمکیاں ان کو دو جو ان سے ناواقف ہوں۔" عباس نے زہریلے لہجے میں کہا تو وہ اس کی طرف پلٹی۔

"میرا خیال ہے اب تم چلی جاؤ' ہم نے تمہاری بہت سی باتیں سنیں تو یہ ہمارا ظرف تھا۔ اس سے زیادہ ہم کچھ بھی سننا پسند نہیں کریں گے۔" اس سے پہلے کہ وہ عباس سے کچھ کہتی شاہزیب صاحب نے ہاتھ اٹھا کر اسے جانے کو کہا۔

"اگر میں نہ جاؤں تو؟" اس نے چیلنجنگ انداز میں ان کو دیکھا۔

"تو پھر مجھے عباس کی بات پر عمل کرنا ہوگا اور گارڈز کو بلوانا ہوگا۔ بہرحال ہم عورت کی عزت کرتے ہیں اور میرا خیال ہے کہ تم عزت کے ساتھ یہاں سے رخصت ہونے کو ترجیح دو گی بصورت دیگر ہم بھول جائیں گے کہ ہمارا آپس میں کچھ رشتہ تھا۔" شاہزیب صاحب کا انداز سرد ہوگیا تھا۔

عادلہ نے چند پل بغور انہیں دیکھا پھر نخوت سے سر جھٹکتے وہاں سے نکل گئی تھی۔ شاہزیب صاحب نے گھنٹی بجا کر پیون کو بلایا۔

"بلا اجازت یہ خاتون اندر کیوں آئی تھیں۔ جبکہ تمہیں علم تھا کہ یہاں میں میٹنگ میں بزی ہوں۔" ان کا انداز سخت تھا۔

"سر وہ عباس صاحب کی بیگم ہیں میں بھلا ان کو کیسے روک سکتا تھا۔" شاہزیب صاحب نے اسے گھورا۔

"وہ پہلے اوپر گئی تھیں اور پھر عباس صاحب کو نہ پا کر ادھر آئی تھیں۔ مجھ سے پوچھا تھا کہ عباس صاحب اندر ہیں تو میں نے ہاں کہہ دیا پھر میں نے بتایا بھی تھا کہ اندر میٹنگ ہورہی ہے مگر وہ مجھے نظر انداز کیے اندر چلی آئیں۔" ملازم وضاحتیں دے رہا تھا۔

"اوکے..... آئندہ کوئی بھی آئے بھلے ہمارا فیملی ممبر ہی کیوں نہ ہو تم نے اندر نہیں آنے دینا پہلے اطلاع کرنی ہے۔"

"جی سر۔" شاہزیب صاحب کی ہدایت پر سر ہلاتا وہ چلا گیا تھا۔

"عادلہ نے رابعہ کے ساتھ کیوں مس بی ہیو کیا؟" انہوں نے اب کے عباس سے پوچھا تھا۔

"مجھے نہیں علم، کچھ دیر قبل آفس کے نمبر پر عادلہ کی کال آئی تھی رابعہ نے مجھے بتایا تو میں نے بات کرنے سے منع کردیا تھا اس کے بعد کا مجھے علم نہیں۔"

"بہرحال رابعہ کے ساتھ عادلہ کا رویہ بہت غلط تھا۔ عادلہ اور اس کی فیملی دن بدن اوچھی حرکتوں پر اترتی آرہی ہے۔ تم رابعہ کو بلوا کر معذرت کرلینا بہرحال اس کے ساتھ ہماری وجہ سے زیادتی ہوئی ہے۔" بابا نے کہا تو عباس نے سر ہلادیا۔

"باقی معاملات پر میں وکیل سے بات کرتا ہوں اور عادلہ کے والد سے بھی اب عادلہ کا دوبارہ ہماری فیملی میں شامل ہونا ناممکن ہوگیا ہے۔ اب اس معاملے کا حل ہوجانا ہی بہتر ہے۔" شاہزیب صاحب نے کہا تو اس نے ایک پرسکون سانس خارج کیا۔ بہرحال وہ خود بھی اب جلد از جلد اس معاملے کو حل کرلینا چاہتے تھا۔

❀......◉......❀
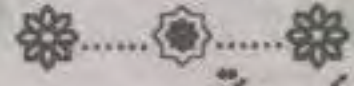
اپنے کیبن میں آ کر وہ ہاتھوں میں چہرہ چھپائی رودی تھی۔

"چھوڑو یار تمہیں عادلہ کی سائیکی کا پتا تو ہے نا جو ایک بار اس کی نظر میں آجائے وہ اس کے ساتھ ایسا ہی رویہ اختیار کرتی ہے۔ اس کی عادت بن گئی ہے ہر کسی کو اس طرح ڈیل کرنے کی۔ تم نے دیکھا نہیں کہ کیسے سر لوگوں کے ساتھ بھی بدتمیزی کررہی تھی۔" ہادیہ اسے سمجھا رہی تھی اس نے ٹشو کے ساتھ چہرہ صاف کیا۔

"بہرحال میرا اس کے ساتھ ایسا کوئی معاملہ نہیں تھا کہ وہ مجھ سے ایسے مس بی ہیو کرتی میں تو سرے سے اسے جانتی تک نہیں ہوں کل ہوٹل میں بھی وہ اتنی بدتمیزی کرگئی اور اب ادھر بھی۔"

"اچھا دفعہ کرونا' وہ مینٹلی ہے ہی ایسی...... تم کیوں پروا کرتی ہو۔" ہادیہ نے جھنجلا کر کہا اور پھر اس کو کچھ دیر تک سمجھاتی رہی تبھی انٹرکام بج اٹھا تھا۔ ہادیہ قریب تھی اس نے اٹھالیا۔

"جی سر......!"

"یس سر......!" ہادیہ نے انٹرکام رکھا تو اس نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"سر عباس تمہیں اپنے آفس میں بلا رہے ہیں۔"

"کیوں؟" وہ سیدھی ہوگئی۔

"پتا نہیں وہ اپنے آفس میں آچکے ہیں تم جاؤ، میں بھی اپنے کیبن میں جاؤں گی اب' پھر بات کریں گے۔" وہ کہہ کر چلی گئی تھی۔

وہ شش و پنج میں پڑگئی کہ کیا کرے اب؟ عباس صاحب سے تو وہ خود بھی خائف رہتی تھی۔ وہ چہرہ صاف کرتے اپنے آپ کو نارمل کرتے ان کے آفس کی طرف چلی آئی۔ دروازے پر ناک کرتے وہ اجازت ملنے پر اندر چلی آئی۔

"آئیں مس رابعہ بیٹھیں۔" انہوں نے سامنے رکھی کرسی کی طرف اشارہ کیا تو وہ بیٹھ گئی۔ عباس نے اسے سر اٹھا کر دیکھا اور پھر ٹھٹک گیا رابعہ کی آنکھوں کی سرخی واضح تھی۔

"آپ کی طبیعت ٹھیک ہے۔؟" عباس نے نرمی سے پوچھا۔

"جی سر۔" وہ اپنے آپ کو کمپوز کر چکی تھی سو مطمئن انداز میں کہا۔

"عادلہ کی جب کال آئی تھی تو اس نے آپ سے کیا کہا تھا؟"

"وہ آپ سے بات کرنا چاہتی تھیں۔"

"اور اس کے بعد؟" عباس نے اسے بغور دیکھا۔

"وہ مجھ پر آپ سے بات نہ کروانے پر خفا ہو رہی تھیں، مس بی ہیو کیا مجھے بھی غصہ آ گیا مگر ان کا رویہ زیادہ قابل مذمت تھا۔ اس دن جب وہ آپ کے آفس آئی تھیں تو میں وہاں موجود تھی۔ میرے سامنے وہ سارا واقعہ پیش آیا تھا ان کو میں اچھی طرح یاد رہ گئی تھی۔ اس بات کو لے کر وہ میرے ساتھ جتنا بھی مس بی ہیو کر لیں ان کے نزدیک وہ کم ہے۔" عباس نے ایک گہرا سانس لیا۔

"حیرت ہے اس بات کو لے کر اس طرح کا رویہ رکھا اس نے۔" عباس کو از حد افسوس ہوا کہ ان کی اندرونی چپقلش کی وجہ سے یہ لڑکی متاثر ہوئی تھی۔

"ایم سوری ہماری وجہ سے آپ کو یہ سب برداشت کرنا پڑا۔" عباس کہہ رہا تھا۔ رابعہ نے چونک کر اسے دیکھا۔ پہلے دن والی چپقلش کے بعد اس کے دل میں سر عباس کے متعلق بھی کوئی اچھی فیلنگز نہ تھیں۔ مگر اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ عباس اس بات پر ایکسکیوز کرے گا جس میں اس کا قطعی قصور نہ تھا۔

"نہیں سر آپ کیوں معذرت کر رہے ہیں۔ اس سارے قصے میں بھلا آپ کا کیا قصور۔" اس نے دل میں موجود تمام بدگمانیاں مٹا کر کہا۔

"مگر ہماری وجہ سے آپ پریشان ہوئی ہیں اور میرا خیال ہے کہ آپ روئی بھی ہیں۔" عباس نے اس کی طرف بغور دیکھتے ہوئے کہا تو وہ چونکی۔ اسے پہلی بار اس مرد میں ایک عجیب سی کشش محسوس ہوئی۔

"میں جاؤں سر۔" وہ اپنی ہی کیفیت پر گھبرا کر فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔

"جی ضرور، مگر ایک بات سن لیں، اب کوئی بھی کال آئے آپ نے کوئی بات نہیں کرنی ڈائریکٹ مجھ ملا دیں میں خود دیکھ لوں گا۔" عباس کی بات پر اس نے فوراً سر ہلا دیا تھا۔

وہ عباس صاحب کے آفس سے نکلی تو اس کا ذہن پرسکون تھا۔ وہ اپنے کیبن میں آ کر ہر بات کو ذہن سے جھٹک کر اپنے کام میں مصروف ہو گئی تھی۔

❁......❁......❁

"نواز ماموں کی دریہ آ رہی ہے۔" وہ گھر آئی تو بھابی نے اسے یہ خبر سنائی۔

"اچھا کب؟" وہ ان کے پاس ہی بیٹھ گئی تھی۔

"کل رات آٹھ بجے کی فلائٹ ہے۔" لائبہ بھابی نے بتایا۔

"اور کون کون آ رہا ہے؟" اس نے آفاق کو گود میں لیتے ہوئے پوچھا۔

"فی الحال وہ اکیلی ہی آ رہی ہے۔ نواز ماموں کا فون آیا تھا کہ وہ دریہ کی شادی پاکستان میں ہی کرنے کے خواہش مند ہیں۔ اس لیے وہ دریہ کو بھجوا رہے ہیں کہ ہم یہاں خاندان میں رشتہ دیکھیں۔ اگر خاندان میں ممکن نہیں تو پھر اپنی برادری میں کوئی لڑکا دیکھیں جو ہمارے معیار اور سلجھے ہوئے خاندان کا ہو۔"

"ہوں...... اچھی بات ہے دریہ پہلے ہی کافی پیاری اور خوبصورت ہے اسے بھلا کیا کمی ہے ایک سے بڑھ کر ایک

رشتہ موجود ہوگا اور سب سے بڑھ کر کینیڈین نیشنلٹی ہولڈرز ہے۔" شہوار نے ہنس کر کہا تو بھابی بھی ہنس دیں۔

"مگر میں دریہ کی آمد سے کچھ اتنی خوش نہیں ہوں۔" بھابی نے منہ بنا کر کہا تو وہ چونکی۔

"وہ کیوں بھلا؟"

"وہ کسی بھی طرح عادلہ بھابی کے مزاج سے کم نہیں ہے۔ دیکھا نہیں تھا کہ لاسٹ ٹائم وہ عباس بھائی کی شادی پر آئی تھی ہر کسی پر رعب جما رہی تھی حکم جمانا اور اپنے سامنے باقی سب کو حقیر سمجھنا جیسے وہ کسی ملک کی مہارانی ہو۔" بھابی نے اس قدر جلے بھنے انداز میں کہا کہ شہوار بے اختیار کھلکھلا کر ہنس دی۔

"اب ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے وہ ناز و نعم میں پلی بڑھی ہے تو کچھ نخرہ زیادہ ہے ویسے تو کافی پیاری ہے۔" شہوار نے اس کا دفاع کرنا چاہا۔

"خوب صورتی کو چاٹنا ہے ہم نے جب بات کرنے کا سلیقہ ہی نہیں، تم شاید بھول گئی ہو کہ لاسٹ بار جب وہ محترمہ آئی تھی تو اس کے بے وقت فرمودات کا سب سے زیادہ نشانہ تم ہی بنی تھی۔" بھابی نے کہا تو وہ دھیرے سے ہنس دی۔

اسے وہ سب اچھی طرح یاد تھا۔ تب اسے کوئی فرق بھی نہیں پڑتا تھا۔ اس نے خود کو اس خاندان کا فرد کبھی نہیں سمجھا تھا سو دریہ کے رویوں کو ہمیشہ ہنس کر ٹال گئی تھی کہ وہ صرف ایک ماہ کے لیے آئی تھی۔ مگر اس کے بعد عادلہ بھابی کا رویہ اسے ہمیشہ احساس کمتری میں دھکیل دیتا تھا۔ عادلہ بھابی کے ساتھ اس کا مستقل ساتھ تھا سو ان کا رویہ اس کے دل و دماغ پر حاوی ہوتا گیا تھا۔ اور اب...... اس نے سر جھٹکا۔

"ماں جی کدھر ہیں؟" وہ کچھ دیر قبل کالج سے آئی تھی۔ شاہزیب انکل نے اسے خود پک کیا تھا اور باہر سے ہی چھوڑ کر واپس چلے گئے تھے۔

"ماں جی ڈرائیور کو لے کر زاہد بھائی کے ہاں گئی ہیں۔ اسی لیے تو ڈرائیور کے بجائے ماموں تمہیں خود لینے گئے تھے۔" بھابی کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"چینج کر لو میں رخشندہ کو کہتی ہوں تمہارے لیے کھانا نکال دے۔" بھابی نے کہا تو اس نے ٹوک دیا۔

"ابھی نہیں کینٹین سے کھا لیا تھا اب نماز پڑھ کر لیٹوں گی اور آج انا بھی نہیں آئی تھی۔ ان کے گھر بھی شادی ہے تو میرا خیال ہے آج سے وہ چھٹیوں پر ہے۔" وہ بھی اپنا بیگ اور کتابیں لے کر کھڑی ہوئی۔ کالج سے آنے کے بعد وہ سیدھی بھابی کے پاس ہی آ بیٹھی تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے، سنو مصطفیٰ گھر پر ہے۔ دو بجے گھر آ گیا تھا دو تین دن مسلسل بزی رہا ہے آج اس کی طبیعت کچھ خراب تھی تو جلدی آ گیا تھا۔ شام میں اسے پھر کہیں جانا تھا کہہ رہا تھا کہ چار بجے اسے اٹھا دیں اس وقت چار بج رہے ہیں تم جاتے جاتے اسے بھی جگا دینا۔ اس نے لنچ بھی کرنا ہے ابھی۔" بھابی نے کہا تو وہ ٹھٹک گئی؟

"وہ گھر پر ہیں؟"

"ہوں...... اپنے کمرے میں ہے تم جگا دو ذرا۔" شہوار کے چہرے کے تاثرات ایک دم سنجیدہ ہو گئے تھے۔ اسے صبح ہونے والی مصطفیٰ کے ساتھ تلخ کلامی ایک دم شدت سے یاد آنے لگی۔

"آپ رخشندہ کو بھیجیں وہ اٹھا دے گی۔"

"شہوار بری بات ہے یار۔ اب اس سے تمہارا بہت گہرا تعلق ہے آخر کب تک اس طرح خفا رہو گی۔ صبح ماموں بھی مصطفیٰ پر ہی خفا ہو رہے تھے اگر تم دونوں میں آپس میں کوئی بات ہوئی بھی ہے تو خفا ہونے کے بجائے مل بیٹھ کر مسئلہ حل کر لو سمجھدار ہو اس طرح سب گھر والوں کے سامنے بات آئے گی تو بعد میں تم دونوں کو خود ہی شرمندگی ہوگی۔" بھابی نے

رسانیت سے کہا تو وہ لب دانتوں تلے دبا گئی۔

"جاؤ پلیز خود جا کر اٹھاؤ اسے میں رخشندہ کو کھانے لگانے کا کہتی ہوں۔ اس نے ابھی لنچ بھی کرنا ہے آتے ہی کمرے میں گھس گیا تھا۔" بھابی نے کہا تو وہ محض سر ہلا کر پلٹ آئی۔ پہلے اپنے کمرے میں آ کر بیگ اور بکس بستر پر رکھیں اور پھر باہر نکل آئی۔ اس کا ارادہ محض دروازہ بجا کر پلٹ آنے کا تھا۔ اس نے ابھی دروازے پر ہاتھ رکھا تھا کہ ایک دم دروازہ مکمل طور پر کھل گیا۔ وہ ٹھٹک کر پیچھے ہٹی تھی۔ اپنی رو میں کف کے بٹن بند کرتا مصطفیٰ اسے دیکھ کر رک گیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک دم حیرانی نے ڈیرہ جمایا اور پھر اگلے ہی پل اس نے شہوار کو دیکھ کر دروازہ بند کر دیا تھا۔ شہوار حیرت سے بند دروازے کو دیکھتی رہ گئی تھی۔

"حد ہے بھئی۔" اس کے اندر بھی شدید اشتعال کی لہر اٹھی تھی۔ اس نے بغیر سوچے سمجھے زور سے دروازہ پیٹ ڈالا۔

"کیا مسئلہ ہے؟" اس کی توقع کے عین مطابق ردعمل ہوا تھا۔ مصطفیٰ نے دروازہ کھول کر اسے گھورا۔

"بھابی کھانے پر بلا رہی ہیں۔" اس نے بھی غصے سے کہا۔

"یہ کام رخشندہ بھی بہتر طور پر کر سکتی تھی خوامخواہ آپ نے آنے کی زحمت اٹھائی۔" مصطفیٰ نے استہزائیہ کہا تو شہوار بھک سے اڑ گئی۔ یعنی وہ سمجھ رہا تھا کہ وہ جان بوجھ کر ادھر آئی ہے۔

"مجھے بھی کوئی شوق نہیں تھا آپ کے درشن کرنے کا۔ بھابی نے کہا تو ادھر آئی ہوں بلاوہ لے کر۔"

"اچھا......" مصطفیٰ کا انداز استہزائیہ تھا وہ جل بھن گئی۔

"دماغ خراب تھا میرا جو دل نہ چاہنے کے باوجود محض بھابی کے کہنے پر ادھر آ گئی تھی۔" وہ خود کو کوستی پلٹی۔

"اب آنے کی زحمت کر ہی لی ہے تو ایک کام تو کرتی جائیں۔" وہ ٹھٹک گئی۔ پلٹ کر مصطفیٰ کو دیکھا وہ سنجیدہ تھا۔

"کیسا کام؟" وہ وہیں کھڑی رہی۔

"محترمہ کام چل کر خود باہر نہیں آئے گا آپ کو اندر آنے کی زحمت کرنا ہوگی۔" شہوار نے اسے گھورا اور بغیر کچھ کہے اس کے قریب سے گزرتے اندر آ گئی۔ مصطفیٰ بھی اندر آ گیا۔ شہوار کمرے کا جائزہ لے رہی تھی جبکہ مصطفیٰ آئینے کے سامنے جا کھڑا ہوا تھا۔ شہوار نے دیکھا بستر پر کپڑوں کا ایک ڈھیر بکھرا پڑا تھا یوں جیسے ساری الماری بستر پر الٹا دی گئی ہو۔

"ان کپڑوں کو تہہ کر کے الماری میں سیٹ کر دیں ماں جی سے دو تین بار کہہ چکا ہوں مگر ماں جی بھی پتا نہیں کن کاموں میں بزی ہیں۔" وہ برش لے کر بال بناتے کہہ رہا تھا۔ شہوار نے ایک گہرا سانس لیا۔

مصطفیٰ اپنے روم کے معاملے میں کافی کانشس تھا اس کا کمرہ ماں جی یا بھابی اپنی نگرانی میں صاف کراتی تھیں۔ مصطفیٰ کی غیر موجودگی میں کسی ملازم کو بھی اس کے روم میں داخل ہونے کی اجازت نہ تھی۔

"اس طرف میری آفس فائلز ہیں ان کو نہیں چھیڑنا اسی وجہ سے میں کسی ملازم کو نہیں کہہ رہا تھا۔" برش واپس ٹیبل پر رکھتے وہ شہوار کی طرف پلٹا تھا جو کپڑوں کے اس ڈھیر کو دیکھ رہی تھی۔

"اسی وقت؟" اس نے مصطفیٰ کو دیکھا۔

"نہیں جب بھی آپ کو سہولت ہو بھلے اپنی نگرانی میں کسی ملازمہ سے کروالیں۔"

"او کے شام تک کرلوں گی۔" مصطفیٰ بیڈ کی سائیڈ پر رکھے اپنے موبائل اور والٹ کو اٹھانے کے جھکا تو پاس ہی پڑے دوسرے موبائل کو دیکھ کر رک گیا اس نے سر اٹھا کر شہوار کو دیکھا وہ اطراف میں کمرے کا جائزہ لے رہی تھی۔ مصطفیٰ نے تینوں چیزیں اٹھا لیں۔

"کالج سے واپسی کس طرح ہوئی؟" اس کے قریب آ کر سنجیدگی سے پوچھا تو شہوار نے کمرے کا جائزہ لینا ترک

کرتے خفگی سے اسے دیکھا۔

"آپ سے مطلب۔" اسے ابھی تک مصطفیٰ کا صبح والا رویہ نہیں بھولا تھا ایک دم تلخی سے بولی۔

"میں اس طرح کی ٹون برداشت نہیں کرتا جو پوچھا ہے وہ بتائیں۔" مصطفیٰ کا انداز بھی ایک دم تلخ ہو گیا تھا۔ شہوار نے بہت برہمی سے اسے دیکھا۔

"انکل کو فون کر کے بلوا لیا تھا میں نے۔" اسے مجبوراً بتانا پڑا۔

"موبائل تو تھا نہیں کال کہاں سے کی؟"

"دوست کے نمبر سے۔" مصطفیٰ نے چند پل اسے گھورا۔

"انا کی پاسداری اچھی چیز ہوتی ہے مگر ہر وقت جھوٹی انا کا پرچم بلند کیے رکھنا کسی اور کو تو نہیں مگر ہماری اپنی ذات کو نقصان پہنچا دیتا ہے یہ لیں موبائل اس کو یوز کریں۔ اس میں ہم نے لوکیشن ٹریس کی ہوئی ہے۔ لیاز کی ضمانت ابھی تک ہم نے نہیں ہونے دی مگر آنے والے دنوں میں ہم بہت دیر تک اس معاملے کو نہیں رکوا سکتے۔ اس کا کیس چل رہا ہے۔ ایسے میں وہ کسی بھی وقت باہر آ سکتا ہے۔ اس کے باپ سے بھی مجھے کوئی اچھی امید نہیں۔ وہ کسی بھی وقت کوئی بھی اوچھا ہتھکنڈہ استعمال کر سکتا ہے اب جبکہ ان لوگوں کو علم بھی ہو چکا ہے کہ ہم نے لیاز کو کیوں اریسٹ کیا تھا یہ موبائل پاس رکھیں کالج ٹائمنگ میں اس کا آپ کے پاس ہونا بہت ضروری ہے اس طرح ہمیں بھی سہولت رہے گی اور آپ کو بھی' کچھ سمجھ بھی آئی ہے میری بات کہ نہیں؟" ہاتھ میں پکڑا دوسرا موبائل اس کی طرف بڑھاتے ہوئے مصطفیٰ نے کہا تو وہ خاموشی سے دیکھے گئی۔

"شہوار میں قطعی لوز ٹمپرامنٹ کا مالک نہیں ہوں مگر آپ کا یہ رویہ مجھے مجبور کرتا ہے کہ میں کچھ سخت کہوں۔" اس نے اس کی چپ پر جھنجلا کر کہا۔

"آپ کو مجھ سے یا میری سیفٹی سے کوئی غرض نہیں ہونی چاہیے۔ میں جو ہوں جیسی ہوں ٹھیک ہوں۔ اگر مجھے کوئی نقصان پہنچے گا تو آپ کا کیا جائے گا۔" شہوار کا وہی انداز تھا مصطفیٰ نے بہت غصے سے اسے دیکھا۔

"اتنی نان سینس اور کم فہم ہستی میں نے آج تک نہیں دیکھی دس از ٹو مچ۔" وہ جھنجلایا۔

"آپ محترمہ شاید بھول رہی ہیں کہ میرا اور آپ کا بہت گہرا رشتہ بن چکا ہے اب۔"

"ہاں بدقسمتی سے۔" اس کی وہی ٹون تھی۔

"شہوار......" مصطفیٰ نے ڈپٹ کر کہا۔

"اس کو پکڑیں اور استعمال کریں ورنہ آپ جانتی ہیں کہ میں کس حد تک جا سکتا ہوں۔" بہرحال آپ مقابل کو خود مجبور کر رہی ہیں کہ وہ سخت اقدامات کرنے پر مجبور ہو جائے۔" مصطفیٰ نے الجھ کر اس کا ہاتھ پکڑ کر اس پر موبائل رکھتے غصے سے کہا۔

"آ...... آ...... پ......!" شہوار نے کچھ کہنا چاہا کہ مصطفیٰ نے ایک دم انگلی اٹھا کر اسے روک دیا۔

"بس...... اب ایک لفظ بھی نہیں آپ میری شرافت اور نرمی کا ناجائز فائدہ مت اٹھائیں۔ میرے پاس اس وقت بالکل بھی وقت نہیں ورنہ میں جس طرح آپ اس وقت میرے پاس میرے کمرے میں موجود ہیں تو بہت اچھی طرح اپنے رشتے کی نوعیت سمجھاتے آپ کی برین واشنگ کر سکتا ہوں۔" مصطفیٰ نے ایک دم اس کا بازو پکڑ کر قریب کرتے ہوئے کہا تو وہ سٹپٹا کر فوراً پیچھے ہوئی۔

مصطفیٰ کی ایک ذرا سی حرکت سے شہوار کے چہرے پر شرم و حیا کی سرخی ایک دم بڑھی تھی۔ مصطفیٰ سے کھینچ کر بازو بھی چھڑا لیا تھا۔ وہ ایک دم رخ بدل گئی۔ مصطفیٰ کے ہونٹوں پر ایک طنزیہ مسکراہٹ بکھر گئی۔

"میں اب کل رات میں گھر واپس آؤں گا، ماں جی آئیں تو بتا دیجیے گا۔" شہوار اپنے منتشر ہو جانے والے اعصاب کو بمشکل سنبھال رہی تھی۔

"اوکے، کل بابا کے ساتھ ہی کالج جائیے گا ان کو میں کہہ دوں گا اور خود سے قطعی نہیں آنا بابا ہی پک کرلیں گے۔" وہ شہوار کو ہدایات دے رہا تھا۔

شہوار نے اسے دیکھا۔ ٹپ ٹاپ طریقے سے تیار تھا صبح کے بعد اب اس کا رویہ مکمل طور پر چینج تھا۔ نجانے کہاں کی تیاری تھی؟ شہوار کے دیکھنے پر مصطفیٰ نے بھی اس کو دیکھا تو وہ فوراً نگاہیں پھیر گئیں۔

"اللہ حافظ۔" وہ کہہ کر کمرے سے نکل گیا تھا۔ شہوار نے خالی نظروں سے ہلتے دروازے کو دیکھا اور پھر بے بسی کے احساس سے مغلوب ہوتے بستر کے کنارے پر ہی بیٹھ گئی۔

❀……۞……❀
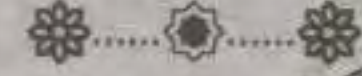
"صغراں چائے تیار کر کے سب کو دے دے گی تم ذرا میری بات سن لو۔" کل کی طرح آٹھ بجے کے بعد پھر ڈھولک کا پروگرام تھا صغراں اردگرد کی خواتین کو بلا لائی تھی وہ چائے تیار کرنے کچن میں آئی تھی جب ماما نے آ کر کہا۔

"خیریت؟"

"ہاں خیریت ہی ہے۔ تم ذرا میرے ساتھ آؤ۔" ماما نے کہا تو وہ چائے والا برتن صغراں کو تھما کر ان کے ساتھ ہی ان کے کمرے کی طرف چلی آئی۔

"مجھے تم سے ایک بہت ہی ضروری بات کرنی تھی۔" ماما اپنے بستر پر بیٹھیں تو وہ بھی ساتھ ہی ٹک گئی۔ انا کو دوپہر والی روشی کی کہی گئیں باتیں یاد آنے لگیں۔

"تمہارے لیے قدسیہ نے اپنے بیٹے جنید کا پروپوزل دیا ہے۔" ماما نے بتایا تو وہ خاموش رہی۔ اگر وہ بے خبر ہوتی تو اس وقت چونکتی مگر اب خاموش ہی رہی تھی۔

"جنید ایک اچھا اور پیارا لڑکا ہے مگر اس کے علاوہ ایک اور پروپوزل بھی تمہارے لیے ہے۔" ماما نے اسے دیکھا۔

"ولید کے لیے ضیاء بھائی کہہ رہے ہیں۔" ماما نے بتایا تو وہ سر جھکائے بیٹھی رہی۔

"ہم سب تو بہت خوش ہیں جنید اچھا لڑکا ہے مگر ولید اپنا بچہ ہے۔ تمہارے پاپا، احسن اور ہم سب کی مرضی ولید کی طرف ہے اب تم بتاؤ تم کیا کہتی ہو؟" ماما نے لگے ہاتھوں اپنے دل کی بات بھی کہہ دی تھی انا نے ایک گہرا سانس خارج کیا۔

"اور ولید کیا کہتا ہے یہ کسی نے پوچھا؟" انا نے لب کشائی کی تو کسی کام سے پھپھو کے کمرے میں داخل ہوتا ولید دروازے پر ہی رک گیا تھا۔

"بھائی صاحب نے ولید سے پوچھ کر ہی ہاں کی ہوگی بلکہ رشتہ مانگا ہوگا۔" ماما نے رسانیت سے کہا۔

"ہوسکتا ہے کہ ولید کسی اور کو پسند کرتا ہو۔" انا نے مزید کہا۔ ولید خاموشی سے وہیں کھڑا رہا۔ اس کے متعلق بات ہو رہی تھی وہ مزید سننا چاہتا تھا۔

"اگر ایسی بات ہوتی تو بھائی صاحب کبھی رشتہ نہ مانگتے۔"

"مجھے سوچنے کے لیے کچھ وقت دیں۔" اس نے کہا تو ماما نے حیرت سے اسے دیکھا۔ ان کے خیال میں تو انا کو فوراً سے پیشتر ہاں کر دینی چاہیے تھی۔

انا کو اگر وہ بہت گہرائی سے نہیں جانتی تھیں مگر بظاہر انہیں جو نظر آ رہا تھا وہ اس سے یہی اندازہ لگا پائی تھیں کہ انا ولید سے متاثر ضرور ہے۔ وہ اس کی ہر بات مانتی بھی ہے۔ تو پھر اب ایسا کیا ہوا تھا کہ وہ سوچنے کے لیے وقت مانگ رہی تھی۔

"مگر ہمارا ارادہ تو کل شام تمہاری اور ولید کی انگیجمنٹ کرنے کا تھا کل شام احسن اور روشی کی رسم تھی تو ہم نے بھی بھائی صاحب سے طے کرلیا کہ لوگوں کے سامنے بتا دیں تاکہ پھر کوئی رشتہ نہ مانگے۔"

"کیا......؟" انا کے لیے یہ ایک نئی اطلاع تھی وہ چونک کر ماما کو دیکھنے لگی۔

"آپ نے کم از کم مجھ سے پوچھا تو ہوتا؟"

"انا......!" انا کے رویے پر ماما نے ٹوکا تو وہ لب دانتوں تلے دبا گئی۔

"تمہارا ولید کی طرف جھکاؤ محسوس کرتے ہی میں نے اور باقی لوگوں نے یہ فیصلہ کیا تھا۔"

"مگر مجھ سے پوچھا تو ہوتا، بتایا تو ہوتا کم از کم۔" اس نے خفگی سے کہا تو ماما پریشان ہو گئیں۔

"کیا بات ہے انا بیٹا۔ کیوں پریشان کر رہی ہو۔ ہوا کیا ہے کیا ولید نے کچھ کہا ہے؟"

"نہیں ماما، یہ اس قدر اچانک فیصلہ کیوں کیا؟ اس طرح حتمی فیصلہ کرنے سے پہلے مجھ سے پوچھا تو ہوتا۔ کل کا دن تک طے کرلیا ہے اور مجھے اب بتایا جا رہا ہے۔"

"انا......" ماما نے حیرت سے اس کو دیکھا۔

"تم مجھے صاف صاف بتاؤ کیا بات ہے؟" کیا تمہیں ولید پسند نہیں ہے؟" ماما نے پوچھا تو وہ نفی میں سر جھکا گئی۔

"ولید اچھے ہیں، بہت اچھے، مگر میں ابھی اس فیصلے کے لیے راضی نہیں ہوں۔" اس نے آہستگی سے کہا۔

"کیوں، کیا برائی ہے؟" ماما جو اپنے فیصلے پر بہت مطمئن تھیں ایک دم پریشان ہو کر الجھ گئی تھیں کہ ولید سے انا کا رشتہ طے ہونا ان کی دلی خواہش تھی۔

"برائی کوئی نہیں، ابھی میں سنجیدگی کے ساتھ صرف اپنی ایجوکیشن کمپلیٹ کرنا چاہتی ہوں۔" اس نے ٹالنا چاہا۔

"تو ہم کون سا ابھی تمہاری رخصتی کر رہے ہیں اور ولید کون سا دور رہتا ہے ایک گھر کی ہی تو بات ہے تم ہماری نگاہوں کے سامنے رہو گی میرے دل کو بھی تسلی رہے گی۔ ویسے بھی میں نے قدسیہ کو بھی کہہ دیا تھا کہ ہمارا ارادہ آپس میں ہی تمہاری شادی کرنے کا ہے اور اس کو یہ بھی بتا دیا تھا کہ ہم کل تمہاری اور ولید کی منگنی کرنے والے ہیں۔"

"آپ قدسیہ آنٹی کو تو صاف انکار کر دیں فی الحال میرا کہیں بھی کوئی موڈ نہیں ہے۔" انا نے صاف کہا تو ماما نے اسے دیکھ کر گہرا سانس لیا۔

ولید جو ابھی تک دروازے پر ہی کھڑا تھا اسے اندر آنا مناسب نہ لگا تو وہیں سے واپس جانے کے لیے پلٹا مگر پھپھو کے اگلے الفاظ پر رک گیا۔

"تم کسی اور کو پسند کرتی ہو کیا؟"

"نہیں ماما ایسی کوئی بات نہیں اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو میں صاف اور واضح الفاظ میں آپ سے کہتی بس ابھی موڈ نہیں ہو رہا۔"

"تو موڈ کیوں نہیں ہو رہا بیٹا! جہاں تک میرا دماغ کام کرتا ہے تمہاری اور ولید کی آپس میں اچھی انڈر سٹینڈنگ ہے اور بھائی صاحب کا بھی خیال تھا کہ تم شاید ولید کو پسند بھی کرتی ہو۔"

"اُف......" انا کے چہرے پر سرخی سمٹ آئی۔

ایک تو ساری دنیا اس کی پسندیدگی سے باخبر تھی اور جسے سب سے پہلے ہونا چاہیے تھا اس کے جذبات واحسات کا اسے کوئی اندازہ ہی نہ تھا اس نے لب بھینچ لیے۔

"کیا ایسا نہیں ہے؟" ماما نے پوچھا تو وہ ان کی گود میں سر رکھ کر سسک اٹھی۔

"انا...... کیا بات ہے بیٹا! کیا پریشانی ہے؟" وہ بغیر کچھ بولے بس روتی رہی تھی۔ ولید خاموشی سے وہاں سے پلٹ

گیا تھا۔

"انا میں پریشان ہو رہی ہوں بیٹا! کچھ بتاؤ تو سہی۔" ماما نے کہا تو انا کو ایک دم احساس ہوا کہ وہ کچھ غلط کر رہی ہے۔

"کچھ بتاؤ تو سہی کیا پرابلم ہے؟" ماما نے پوچھا تو اس نے ہاتھ سے چہرہ صاف کرتے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"بس ویسے ہی دل گھبرا رہا تھا۔" اس نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی۔

"کیوں گھبرا رہا تھا؟" ماما نے بغور اسے دیکھا لاڈلی چہیتی بیٹی تھی۔ منہ سے نکالی گئی اس کی ہر خواہش پوری کی گئی تھی' بن کہے اسے سب کچھ دلایا تھا' ناز و نعم سے پالا تھا۔ اب اس کے آنسو کیسے برداشت کیے جائیں' ان کا دل کسی نے گویا مٹھی میں لے لیا تھا۔ اس کی جذباتیت ان کے دل و دماغ میں گویا آگ لگا گئی تھی۔

"بغیر کسی وجہ کے کبھی دل نہیں گھبراتا۔" انہوں نے کہا تو وہ سر جھکا گئی انہوں نے اسے چند منٹ دیکھا مگر وہ اسی طرح بیٹھی رہی۔

"تمہیں اگر ولید سے رشتہ قبول نہیں تو بتادو صاف کہہ دو میں بھائی صاحب سے معذرت کرلوں گی اگر کوئی اور بھی پسند ہے تو مجھے بتاؤ۔ تمہاری خواہش اور خوشی سے بڑھ کر ہمارے لیے کچھ اور اہم نہیں ہے۔"

"نہیں ماما ایسی کوئی بات نہیں' میری لائف میں کوئی بھی نہیں بس میں ابھی یہ سب کچھ نہیں چاہتی۔" اپنی جذباتیت کی وجہ سے وہ ماما کے سامنے شرمندہ سی ہو رہی تھی۔ ماما نے ایک گہرا اطمینان بھرا سانس لیا۔

"دیکھو بیٹا! ولید ایک سمجھدار اور سلجھا ہوا لڑکا ہے پھر وہ اپنا بچہ ہے' اس کے متعلق ہمیں کوئی ٹینشن نہیں ہوگی' نہ ہی تمہاری ایجوکیشن متاثر ہوگی پھر سب سے اہم بات یہ کہ تم ہمیشہ ہماری نظروں کے سامنے ہمارے پاس رہو گی۔" ماما نے کہا تو وہ خاموش رہی۔ ولید کا حصول تو اس کی بھی سب سے بڑی خواہش تھی مگر اب...... اس کا دل پھر دکھنے لگا۔ سب کو اندازہ ہو چکا تھا کہ اس کا رجحان ولید کی طرف ہے اور ولید...... اس کے اعصاب پھر بکھرنے لگے۔

"تم اچھی طرح سوچ لو کل تک کے لیے وقت ہے تمہارے پاس' مجھے یقین ہے کہ ولید تمہارے لیے بہت مناسب رہے گا۔ اگر تمہاری کہیں اور مرضی ہوتی یا ذہن کسی اور طرف ہوتا تو ہم سوچتے بھی مگر اس طرح محض دل نہیں مان رہا جیسی بات کو بنیاد بنا کر اس رشتے کو چھوڑ دینا حماقت ہے۔ تم خود کو سمجھاؤ اور سوچ لو زبردستی نہیں مگر یہ جان لو کہ ولید ہم سب کی شدید خواہش ہے۔" ماما نے محبت سے پیشانی چومتے کہا تو وہ خاموشی سے سر جھکا گئی۔

❁......❁......❁

روشی ولید کے روم کے پاس سے گزری تو رک گئی دروازہ کھلا تھا اور ولید کھڑکی کے پاس کھڑا تھا۔

"بھائی......" اس نے دروازے میں کھڑے ہو کر پکارا تو ولید نے پلٹ کر اسے دیکھا۔

"آؤ روشی۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"کیا بات ہے آپ ابھی تک جاگ رہے ہیں' ابھی پروگرام ختم ہوا تھا سبھی لوگ واپس گئے تھے تو وہ بھی اٹھ کر اپنے والے حصے میں آگئی تھی مگر اب ولید کو یوں کھڑے دیکھ کر رک گئی تھی۔

"ہو گیا تم لوگوں کا پروگرام ختم۔"

"ہوں...... مجھے یہ لگا کہ آپ سو گئے ہوں گے۔" وہ اندر آگئی تھی۔

"ہاں احسن اور انکل کے پاس تھا' ابھی اٹھ کر آیا ہوں۔" ولید نے بتایا تو روشی نے سر ہلا دیا۔

"اچھا تمہارا کیا پروگرام ہے کل کے لیے؟"

"میرا کیا ہے جیسا سب کہیں گے وہی ہوگا؟" وہ ولید کے بستر پر ٹک گئی۔ سادہ گلابی لباس میں وہ دمک رہی تھی ولید

نے بہت پیار سے اسے دیکھا۔

"اور باقی لوگوں کا کیا پروگرام ہے؟" اس نے سرسری سا پوچھا۔

"کیوں باقی لوگوں نے نہیں بتایا آپ کو؟" ولید بھی پاس آبیٹھا' مسکرادیا۔

"تمہیں علم تو ہے کہ احسن کی غیر موجودگی میں اب سب کچھ میں ہی دیکھ رہا ہوں' شادی وغیرہ کے معاملات کا مجھے زیادہ علم نہیں۔"

"کل کا فنکشن گھر میں ہی کریں گے' باقی سبھی فنکشنز کے لیے ہوٹل میں ریسپشن ہوگا۔"

"ہوں......" ولید نے سر ہلایا۔

"اور انا کے حوالے سے بابا نے یا پھوپو نے تم سے کوئی بات کی؟" ولید نے براہ راست پوچھا تو روشی مسکرادی۔

"اچھا اس حوالے سے کل کے فنکشن کے بارے میں پوچھ رہے تھے؟" ولید خاموش رہا' روشی ہنس دی۔

"سبھی کا ارادہ کل کے فنکشن میں آپ دونوں کی منگنی کا اعلان کرنے کا ہے۔"

"میں جانتا ہوں' بابا بتا چکے ہیں مگر تم یہ بتاؤ انا کی کیا رائے ہے؟" ولید نے کہا تو روشی نے ایک گہرا سانس لیا۔

"ایک بات کہوں ولید بھائی؟" ولید نے سوالیہ نظروں سے بہن کو دیکھا۔

"کوئی بھی بات یا معاملہ ون سائیڈ نہیں ہوتا جب ہم پاکستان آئے تھے تب انا آپ سے متاثر ہوئی تھی اس کی آپ سے بے تکلفی بڑھی تھی مگر پھر گزرتے ہر دن کے ساتھ اس کے انداز و اطوار بدلے' آپ کے معاملے میں اس کے جذبات و احساسات اس قدر واضح تھے کہ میں کیا ہر انسان فیل کرسکتا تھا کہ وہ آپ میں دلچسپی لے رہی ہے اور پھر بعد کے کئی واقعات نے یقین بھی دلادیا کہ میری ججمنٹ غلط نہیں ہے۔" روشی نے چند پل رک کر ولید کو دیکھا جو سنجیدہ تیور لیے دیکھ رہا تھا۔

"پھر......" وہ چند پل مزید خاموش رہی تو ولید کو ٹوکنا پڑا۔

"مجھے یہ لگا کہ آپ بھی واضح محسوس کرگئے ہوں گے مگر آپ نے جب ایک روز رات کو مجھ سے انا کے سلسلے میں بات کی اور کہا کہ آپ کو محسوس ہوتا ہے کہ وہ کسی اور کو پسند کرتی ہے وغیرہ وغیرہ تو مجھے بڑی حیرت ہوئی تھی تب...... آپ نے مجھ سے کہا بھی تھا کہ میں انا کے ان بدلتے رویوں کے بارے میں اس سے معلوم کروں۔ تب مجھے آپ پر بڑی حیرت ہوئی تھی مگر پھر میں نے سوچا کہ شاید آپ واقعی محسوس نہ کرپائے ہوں شاید میں ہی غلط محسوس کررہی ہوں' مگر اس کے بعد میں نے جب بھی انا کے رویوں پر غور کیا اس کی ذات کی ہر الجھن اس کے بدلے رویے کی ہر وجہ کا سرا آپ سے ہی آکر ملتا دکھائی دیا۔" روشنی نے سنجیدگی سے کہتے بھائی کو دیکھا وہ سنجیدگی سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"اور میرے یقین کو پختگی تب ملی جب مصطفیٰ بھائی کے نکاح سے واپسی پر انا کا رویہ مکمل طور پر بدلا ہوا تھا مگر اس کی وجہ بھی پتا چل گئی' جانتے ہیں انا کا رویہ آپ سے یوں ایک دم لاتعلقی والا کیونکر ہوگیا ہے؟"

"کیوں......؟" ولید نے پوچھا۔

"وہ سمجھتی ہے آپ امریکہ میں کیتھی کو پسند کرتے تھے اور اب بھی کیتھی سے رابطے میں ہیں۔" ولید کے چہرے پر استعجاب کی لہر اٹھی۔

"اسے کیتھی کے بارے میں کیسے علم ہوا؟"

"انا نے آپ کے نمبر سے کیتھی کی کال ریسیو کی تھی اور پھر مجھ سے اس کے بارے میں پوچھا تھا' میں جو اس کے رویوں سے پہلے ہی الجھی ہوئی تھی محض اپنے شک کی تصدیق کے لیے اسے کیتھی کے بارے میں سب بتادیا اور اس کے بعد اس کا رویہ میری توقع کے مطابق تھا۔ اس نے نا صرف آپ سے لاتعلقی اختیار کی بلکہ اپنے آپ کو بھی ایک طرف

ارے مسکراؤ نا......!

ایک بوڑھی عورت کسی گھر میں تعزیت کے لیے گئی' گھر سے نکلتے وقت اس کی نظر ایک کونے میں پڑے مریض پر پڑی' اسے دیکھتے ہی وہ واپس پلٹی اور گھر والوں سے بولی۔

"بڑھاپے کی وجہ سے میرے لیے چلنا پھرنا مشکل ہے' لہٰذا ان صاحب کی بھی ابھی تعزیت کردیتی ہوں۔"

نفیسہ حبیب...... بستی ڈرہ ٹہ

خواہش

زندگی میں انسان کسی چیز کی دل سے خواہش کرسکتا ہے لیکن اسے حاصل نہیں کرسکتا۔ کچھ خواہشات حسرت میں تبدیل ہوکر رہ جاتی ہیں اور یہ حسرتیں ایک گہرا زخم بن جاتی ہیں اور زندگی میں دو باتیں بڑی تکلیف دہ ہوتی ہیں' ایک جس کی خواہش ہو اس کا نہ ملنا اور دوسری جس کی خواہش نہ ہو اس کا مل جانا۔

کاش......

خواہشات جو ہم نہیں ہمارا دل کرتا وہ پوری ہوسکتی......!

پلوشہ گل...... کوٹ ادو

کرلیا۔" روشنی نے کہا تو ولید نے اسے گھورا۔

"تمہیں اسے کیتھی کے بارے میں نہیں بتانا چاہیے تھا۔" ولید نے غصے سے کہا۔

"کیوں؟" روشی نے سنجیدگی سے ولید کو دیکھا۔

"ایک بات بتائیں آپ انا کے ساتھ ایسا کیوں کررہے ہیں' میں مان ہی نہیں سکتی کہ آپ کو اس کی فیلنگز اور رویوں کے بدلاؤ کے بارے میں کچھ اندازہ ہی نہ ہوسکا ہو اور وہ جو آپ نے مجھ سے سب کہا کہ انا سے پتا کروں کہ اس کے رویوں کی کیا وجہ ہے؟ وہ سب آپ نے محض خود کو مطمئن کرنے کے لیے کہا تھا' آپ خود بھی شاید انا کے رویوں سے گھبرا گئے تھے' آپ کو اس کی قدر شدت پسندی پریشان کرنے لگی تھی اور حفظ ماتقدم کے طور پر آپ نے خود کو ان الٹے سیدھے واہموں میں الجھا کر مجھے بھی ڈبل مائنڈ کرنے کی کوشش کی تھی۔" روشی نے صاف گوئی سے سب کہا تو ولید نے اسے گھورا۔

"تم اتنے یقین سے سب کیسے کہہ سکتی ہو؟"

"اس لیے کہ ہم نے ایک ساتھ ایک وقت گزارا ہے' میں اور بابا جس قدر آپ کو جانتے ہیں اس قدر تو شاید آپ خود کو بھی نہ جانتے ہوں۔" روشی نے بہت اعتماد سے کہا تو ولید نے ایک گہرا سانس لیا۔

"تم کچھ بھی نہیں جانتی میرے بارے میں اس لیے یہ لمبی لمبی ہانکنے کی ضرورت بھی نہیں۔" ولید نے اسے ٹوک دیا تو روشی نے اسے گھورا۔

"رہ گئی انا کی پسندیدگی والی بات تو میں اب بھی یہی کہوں گا مجھے اندازہ نہیں ہوسکا تھا۔"

"بھائی آپ جھوٹ بولنے میں ماہر نہیں اس لیے کوشش بھی مت کریں' ٹھیک ہے شروع میں آپ کو اندازہ نہیں ہوا ہوگا مگر پھر اس کے بعد آپ کو اشارہ ہوگیا تھا ورنہ آپ انا کے رویوں کو لے کر مجھ سے ڈسکس نہیں کرتے اور چونکہ آپ کی ذات انوالو ہوتی تھی سو آپ نے اپنا نام لینے کی بجائے انا کی فیلنگز کو کسی اور طرف منسوب کرنے کی کوشش کی۔"

"کیا انا نے تم سے واضح بات کی ہے اس سلسلہ میں؟" اس کی بات کو مکمل طور پر نظر انداز کرتے ولید نے پوچھا۔

"یہی تو پرابلم ہے کہ وہ کسی سے کچھ کہہ نہیں رہی اور اندر ہی اندر گھل رہی ہے۔" ولید نے لب دانتوں تلے دبالیے۔

"کیا بات ہے بھائی! کیا آپ کو انا اس رشتے کے حوالے سے پسند نہیں آپ تو اس کا بہت خیال رکھتے ہیں تو پھر اس حوالے سے ایسا رویہ کیوں؟" روشی نے بہت سنجیدگی سے پوچھا تو ولید نے ایک گہرا سانس فضا میں خارج کیا۔

"وہ بہت اچھی لڑکی ہے ہر لحاظ سے آئیڈیل مگر میں خود کو اس کے قابل نہیں سمجھتا۔ اگر بابا کی مرضی ضد اور پسندیدگی کی بات نہ ہوتی تو شاید میں کبھی بھی ہاں نہ کہتا۔"

"کیوں آپ میں کیا کمی ہے جو آپ خود کو اس کے قابل نہیں سمجھتے؟" روشی کو ولید کی یہ بات پسند نہیں آئی تھی ایک دم ٹوک دیا تھا۔

"جب ہم امریکہ شفٹ ہوئے تھے تو میں تقریباً پانچ سال کا تھا اور جانتی ہو پانچ سال کا بچہ اگر اچھی ذہانت کا مالک ہو تو بہت سی باتیں اور واقعات کبھی بھول نہیں پاتا۔" ولید نے بہت سنجیدگی سے کہا تو روشنی نے الجھ کر بھائی کو دیکھا۔

"تو...... ان باتوں کا انا سے کیا تعلق؟" ولید نے اسے دیکھا وہ مکمل طور پر متوجہ تھی وہ مسکرا دیا۔

"ہاں ان باتوں کا واقعی انا سے بھلا کیا تعلق؟ اچھا تم کیا کہتی ہو کیا کروں میں؟" ولید نے موضوع بدل دیا تھا' روشنی نے گہرا سانس لیا اکثر ایسی بات کے بعد ولید خود ہی موضوع بدل دیتا تھا۔

"انا بہت ہی اچھی' پیاری اور محبت کرنے والی لڑکی ہے' یہ محض بابا کی مرضی اور ضد نہیں بلکہ میرے دل کی بھی خواہش ہے کہ وہ آپ کی دلہن بنے۔" اس نے بہت لاڈ سے ولید کے کندھے پر بازو رکھ کر کہا تھا۔

"وہ آپ کے رویوں سے ہرٹ ہو کر بدگمان ہوگئی ہے اگر وہ ایک دفعہ آپ سے منسوب ہوگئی تو اس کی ساری بدگمانیاں ختم ہو سکتی ہیں' آپ اگر اسے اس رشتے کا مان اور یقین دلائیں تو......" ولید نے خاموشی سے اسے دیکھا۔

"اچھا آپ یہ بتائیں کہ آپ یہ رشتہ محض بابا کے فیصلے کی وجہ سے قبول کر رہے ہیں یا پھر آپ کی بھی ذاتی مرضی موجود ہے اس میں؟" وہ سوال کر کے جواب کی منتظر تھی۔

"کافی رات نہیں ہوگئی' باقی سب سو گئے ہیں یا ابھی جاگ رہے ہیں؟" ولید نے اس کے سوال کو نظر انداز کرتے پوچھا تو روشی نے اسے گھورا۔

"مجھے ٹالیں مت صاف صاف بتائیں' آج سارا دن انا کا رویہ بہت مختلف رہا ہے' میں نے اسے آپ سے رشتے کے متعلق بتا دیا ہے' کل کے فنکشن کے بارے میں اسے پھپھو سے پتا چل گیا ہوگا' اس وقت بھی بالکل گم صم سب کے ساتھ موجود تھی مگر میں جانتی ہوں کہ اس کی فیلنگز اس وقت کیا ہو رہی ہوں گی۔"

"تو اسے کون کہتا ہے خاموشی اختیار کرنے کو جو دل میں ہے وہ بتائے نا...... تاکہ دوسروں کو بھی اندازہ ہو کہ وہ کیا چاہتی ہے۔"

"ہاں وہ لڑکی ہو کر سب کو بتاتی پھرے اور آپ سے ایک سوال کیا ہے اس کا تو جواب دیا نہیں۔" روشی نے خفگی سے کہا تو ولید ہنس دیا۔

"تم اس کی وکیل بن کر آئی ہو میرے پاس؟" ولید نے چھیڑا۔

"یہی سمجھ لیں' انا ہمیں بہت پیاری ہے اس کے ساتھ کوئی زیادتی ہو میں قطعی برداشت نہیں کروں گی خصوصاً آپ کی طرف سے تو بالکل بھی نہیں۔" ولید ہنس دیا۔

"اچھا بھائی بتائیں نا' انا تو ہماری اپنی ہے' ایک ساتھ رہتے کیا آپ کو اس کے متعلق ذرا بھی دلچسپی اور کشش محسوس نہیں ہوئی یا جان بوجھ کر نظر انداز کرتے رہے۔"

"روشی بعض سوال ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے جواب نہیں ہوتے' کیا تمہارے اطمینان کے لیے اتنا کافی نہیں کہ میں بابا کی پسند کو مان رہا ہوں اور کل کے فنکشن کے لیے تیار بھی ہوں۔"

اسے کہنا

تیرے خیال میں رات گزر جاتی ہے
بے بسی کے حال میں رات گزر جاتی ہے
تو مجھے یاد کرتا ہے کہ نہیں
اسی سوال میں رات گزر جاتی ہے
تیرے چہرے کا عکس ذہن میں بناتے ہیں
تصورِ ہلال میں رات گزر جاتی ہے
تمہیں چاند کہوں یا چاند جیسا کہوں
سوچوں کے جال میں رات گزر جاتی ہے
کاش کہ تو ہر وقت میرے ساتھ رہے
خواہشِ کمال میں رات گزر جاتی ہے
بغیر قسمت کے کچھ بھی نہیں ملتا
بس اسی ملال میں رات گزر جاتی ہے

فائزہ بلال' اقراء آفرین...... جام پور' پنجاب

"اور آپ کے دل کی خواہش؟" روشی نے سنجیدگی سے بھائی کو دیکھا۔

"میں ایک پریکٹیکل اپروچ رکھنے والا انسان ہوں' یہ دل کے امراض نہیں پالتا۔" ولید کا رویہ نان سیریس تھا۔

"دیکھئے گا انا آپ کے انہی رویوں کی وجہ سے کسی دن آپ سے شدید بدگمان ہو جائے گی۔" روشی نے جھنجلا کر کہا۔

"اگر اسے مجھ سے حقیقی لگاؤ ہوا تو ایسی نوبت کبھی نہیں آئے گی۔" ولید کا انداز پر اعتماد تھا' روشی نے گھورا۔

"آپ کا مطلب ہے کہ وہ محض آپ سے دل لگی کر رہی ہے؟"

"اب ایسا بھی نہیں کہا میں نے۔" ولید نے پھر ہنس کر کہا۔

"آپ کو اصل میں ہر جگہ حد سے زیادہ پذیرائی ملی ہے' لڑکیوں نے آپ کے آگے پیچھے گھوم گھوم کر آپ کا دماغ خراب کر دیا ہے۔ ایک لڑکی آپ کے لیے خوار ہو رہی ہے اور آپ کو اس کی پرواہی نہیں۔" روشی کا جلا بھنا بیان جاری ہوا تھا' ولید بے اختیار ہنس دیا۔

"اس لڑکی کے ساتھ منگنی جیسے رشتے کے لیے تیار ہو گیا ہوں کیا یہ کافی نہیں؟"

"آپ بہت زیادہ مغرور اور حد سے زیادہ خود پسند ہیں۔" روشی نے جل بھن کر کہا۔

"اچھا بیان ہے مگر پرانا ہو چکا ہے کوئی نئی بات کہتیں۔" ولید نے چھیڑا تو روشی خفا ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کسی دن پچھتائیں گے' ساری دنیا میں بھی دیوانہ وار ڈھونڈنے نکلیں تو آپ کو کبھی بھی انا جیسی پیاری محبت کرنے والی اور پر خلوص لڑکی نہیں ملے گی۔"

"تو مجھے ڈھونڈنے کی ضرورت بھی کیا ہے' بابا کی مرضی پر سر جھکا دیا ہے اب وہ کسی بھی ایسی ویسی کے پلے باندھ دیں مجبوری ہے قبول تو کرنا ہی ہے نا۔" روشی نے ولید کی بات پر گھورا۔

"میں مصطفیٰ بھائی کو کال کر کے بتاتی ہوں ساری بات' اب وہ ہی خود آ کر آپ سے نبٹیں گے۔" روشی نے دھمکی دے کر دروازے کی طرف قدم بڑھائے تو ولید ہڑبڑا کر ایک دم اس کے سامنے آیا تھا۔

"توبہ کرو لڑکی! وہ تو جان کو آجائے گا' خبردار اس سے ایک لفظ بھی کہا تو۔" ولید نے اسے دونوں کندھوں سے تھام لیا تھا وہ ہنس دی۔

"میں تو ضرور بتاؤں گی انہیں آپ دونوں دوست ہی ایک جیسے ہیں' خود پسند' مغرور اور بے حس۔"

"توبہ...... مصطفیٰ نے اپنے بارے میں تمہارے یہ القابات سن لیے تو پھر تمہاری خیر نہیں۔"

"ہاں آپ میں اور ان میں کچھ فرق رہ گیا ہے آپ حد سے زیادہ بے حس ہیں اور وہ ایک حد تک۔ جہاں بات ان کی ذات کی ہوتی ہے وہ فوراً نرم ہو جاتے ہیں اور آپ ہمیشہ خود کو ہی نقصان پہنچا لیتے ہیں۔" روشی کا تجزیہ ایسا تھا کہ ولید ہنس دیا۔

"میں ان کو صبح ہی کال کروں گی آپ کی زندگی کا اتنا اہم فنکشن ہوگا ان کو ضرور شامل ہونا چاہیے ورنہ وہ آپ سے جتنا بھی خفا ہوں کم ہوگا۔"

"ہوں...... میں بھی سوچ رہا تھا کہ صبح کال کروں گا مگر تم کال کر کے کچھ بھی نہیں کہو گی ورنہ اس نے چھوڑنا نہیں مجھے کہ اسے پہلے کیوں نہیں بتایا جبکہ اسے کون سمجھائے کہ کل کا فنکشن بابا کا اچانک فیصلہ ہے۔"

"انا سے بھی بات کر لیجیے گا' اس بے چاری کے دل کو بھی تسلی دے دیجیے گا ورنہ پھر مجھے خود ہی کچھ کرنا پڑے گا' آپ تو ٹھہرے بے حس نمبر ون۔" ولید نے گھورا۔

"رات بہت ہو گئی سو جائیے اب' چلتی ہوں' شب بخیر اینڈ اللہ حافظ۔" وہ چلی گئی تو ولید ہلکا سا سر کو خم کرتا دوبارہ کھلی کھڑکی کی طرف پلٹ گیا تھا۔

❁......◉......❁
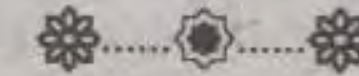
وہ کالج میں تھی صبح اس کی انا سے بات ہوئی تھی' انا سے بات کرتے ہوئے وہ بڑی ڈل ڈل سی لگی تھی اس نے سوچا کہ گھر جا کر وہ اس سے تفصیل سے بات کرے گی ویسے بھی آج ان لوگوں کے ہاں مہندی کا فنکشن تھا' اس کا ارادہ صرف برات اور ولیمہ کے فنکشن میں جانے کا تھا۔ انا کے بار بار اصرار کے باوجود اس نے آج کے فنکشن میں شامل ہونے سے معذرت کر لی تھی جواباً انا نے خفا ہو کر کال بند کر دی تھی۔ باقی کا سارا وقت اس کا کالج میں انا کی خفگی کو ہی سوچتے گزرا تھا۔ نو بجے کے قریب وہ دوستوں کے ساتھ کینٹین میں آ گئی تھی' ابھی ان لوگوں نے آرڈر ہی کیا تھا کہ شہوار کا موبائل بجنے لگا تھا۔ یہ کل مصطفیٰ کا دوبارہ دیا جانے والا موبائل تھا' اس نے بات بگڑنے کے ڈر سے رکھ لیا تھا مگر موبائل کی موجودگی سے وہ خواہ مخواہ سارا وقت جھنجلاتی بھی رہی تھی۔ اس نے بیگ سے موبائل نکال کر دیکھا تو مصطفیٰ کا نام دیکھ کر اس نے دوستوں سے کہا۔

"ایکسکیوز می' میں آتی ہوں۔" وہ سائیڈ پر آ گئی تھی۔

"السلام علیکم!" اس نے بہت سنجیدگی سے کال ریسیو کی تھی۔

"وعلیکم السلام!" دوسری طرف مصطفیٰ نے کہا تھا۔

"کیا کر رہی ہیں' بزی تو نہیں؟" مصطفیٰ نے پوچھا۔

"نہیں۔"

"کہاں ہیں اس وقت؟" مصطفیٰ نے مزید پوچھا۔

"کیوں آپ کی لوکیشن ٹریس کرنے والی چیپ نے آپ کو بتایا نہیں کہ میں اس وقت کہاں ہوں؟" وہ طنزیہ لب و لہجے میں خود کو کہنے سے باز نہیں رکھ پائی تھی۔

"اچھی بات ہے اور خوش آئند بھی' اس مفاہمتی عمل سے اندازہ ہوا ہے کہ ابھی آپ اتنی عقل سے پیدل نہیں ہوئیں جتنا آپ شو کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔" دوسری طرف سے طنزیہ لب و لہجے کی حد کی گئی تھی وہ جل کر راکھ ہو گئی۔ شہوار کا

حنا احمد

پیارے آنچل رائٹرز اینڈ آنچل فرینڈز کو محبتوں بھرا سلام تو جناب مابدولت کو حنا احمد کہتے ہیں ہماری کاسٹ آرائیں ہے۔ بی ایل آئی ایس کے لاسٹ سمسٹر میں ہوں اور میرا اپنا بیوٹی پارلر بھی ہے اور ہم سات بہنیں اور دو بھائی ہیں۔ میرا نمبر لاسٹ ہے۔ میں اپنی فیملی کو جنون کی حد تک چاہتی ہوں' خاص طور پر اپنے بڑے بھائی آصف سے بے حد انسپائر ہوں' ان سے ڈرتی بھی بہت ہوں اور خود اپنی ذات سے بڑھ کر ان کو چاہتی بھی ہوں' ان کے کام کر کے مجھے روحانی خوشی ملتی ہے۔ سات ماہ پہلے میرے پاپا کی ڈیتھ ہو گئی تھی تو تب سے پاپا کا عکس بھائی میں دیکھتی ہوں یہ اور بات ہے کہ میرے بھائی کو یہ نہیں پتا کہ ان کی یہ بہن ان کے پیچھے کملی ہے۔ اب اجازت چاہتی ہوں' اللہ آنچل کو اسی طرح ہمارے سروں پر قائم رکھے' آمین۔

ضبط سے بُرا حال ہونے لگا۔

"کیوں کال کی ہے؟" وہ سلگ اٹھی تھی جی تو چاہ رہا تھا کہ فوراً موبائل آف کر کے گھر جا کر واپس اس کے روم میں پھینک دے' مگر کل صبح والا مصطفیٰ کا رویہ اسے ازبر تھا ورنہ......

"کس کے ساتھ آئی تھیں کالج؟" وہ اس کے سوال کو نظر انداز کیے پوچھ رہا تھا۔

"انکل کے ساتھ۔"

"سارا دن خیریت سے گزرا؟" وہ مزید پوچھ رہا تھا۔

"کچھ دیر پہلے تک تو خیریت ہی تھی۔" اس نے بھی سلگ کر طنزیہ کہا۔

"مجھے آپ کو یہ بتانا تھا کہ آج ولید لوگوں کے ہاں مہندی کا فنکشن ہے' ولید نے بطور خاص رات کو شامل ہونے کا کہا ہے ویسے تو میرا رات کو واپسی کا پروگرام تھا مگر اب کوشش کروں گا کہ شام تک لوٹ آؤں۔ بھابی کو میں فون کر کے بتا چکا ہوں آپ نے بھی ساتھ چلنا ہے ساتھ بھابی ہوں گی۔ سجاد بھائی چھوڑ آئیں گے' میں سیدھا وہیں سے ولید کے ہاں آؤں گا' ماں جی گھر پر رہیں گی کہ دیر ہو رہی ہے' ورنہ وہ بھی ساتھ چلتیں' سن رہی ہیں نا میری بات؟" وہ بات کرتے کرتے اس طرف سے مکمل خاموشی پا کر پوچھنے لگا۔

"جی سن رہی ہوں۔"

"کاش آپ باقی باتیں بھی اسی توجہ سے سن لیتیں تو اتنے مسئلے نہ اٹھتے۔"

"اگر میرے ساتھ اسی طرح کی کوئی بات مزید کی تو میں کال بند کر دوں گی۔ مجبوری نہیں ہے مجھے کہ میں آپ کی طنزیہ باتیں سنوں۔" وہ کون سا کم تھی ایک دم چٹخ کر کہا۔

"ہاں' بہت اچھی طرح آپ کی خود مختاری کا اندازہ ہو چکا ہے اور ایک بات میں آپ کو بار بار کہہ چکا ہوں کہ میں آپ کی اس ٹون کا عادی نہیں ہوں' میرے ساتھ دھمکیوں والا سلسلہ نہ رکھیں۔ جوابی کارروائی کے طور پر میں محض دھمکیوں پر گزارہ نہیں کرتا بلکہ عملی مظاہرہ کرتا ہوں۔" مصطفیٰ کے طنزیہ لب و لہجے پر اس نے سلگ کر کال بند کر دی تھی۔

"پتا نہیں خود کو کیا سمجھتے ہیں؟" اس کا دل جلنے لگا۔ وہ واپس پلٹی کہ موبائل پھر بجنے لگا اس نے کوفت سے مصطفیٰ کے نام کو دیکھا۔

"کال بند کیوں کی تھی؟" اس نے نا چاہتے ہوئے بھی کال ریسیو کر کے موبائل کان سے لگایا تو مصطفیٰ کی سخت آواز سنائی دی۔

”آپ کے شاہی فرمودات اس قدر بھی نادرونایاب نہیں تھے کہ میں اپنا وقت ضائع کرتی۔“

”شہوار......“ مصطفیٰ نے ٹوکا وہ سر جھٹک گئی۔

”آپ تیار ہوکر ضرور چلی جایئے گا' بابا کو میں کہہ دوں گا وہ آپ کو تین بجے کالج سے پک کرلیں گے' گھر جاکر تیار ہوکر انا کے ہاں چلی جایئے گا۔“ وہ دوبارہ یاددہانی کروا رہا تھا۔

”آپ نے کہہ دیا اور میں نے سن لیا مگر میرا فی الحال آج کے فنکشن پر جانے کا قطعی موڈ نہیں' برات اور ولیمہ پر چلی جاؤں گی۔“ اس نے قطعیت سے کہا تھا۔

”آپ نے آج جانا ہے اور ضرور جانا ہے' میں انکار نہیں سنوں گا۔ یہ بات فائنل ہے۔“

”مگر میں کہہ چکی ہوں کہ میرا موڈ جانے کا بالکل بھی نہیں' اس لیے آپ لوگ مجھے فورس مت کریں' رہ گئی انا تو صبح اسے کال کرکے ایکسکیوز کرچکی ہوں۔“ اس نے صاف انکار کیا۔

”اوکے اب میں دیکھتا ہوں کہ آپ کیسے نہیں جاتیں؟“ مصطفیٰ نے تلخی سے کہہ کر خود ہی کال کاٹ دی تھی۔ شہوار نے لب بھینچ لیے۔ ابھی وہ دوستوں کے ساتھ کھا پی ہی رہی تھی اس کے موبائل پر شاہزیب صاحب کی کال آنا شروع ہوگئی تھی۔

”السلام علیکم!“

”وعلیکم السلام! بیٹا میں آپ کو پک کرنے آیا ہوں آپ جلدی باہر آجائیں۔“

”اُف......“ انہوں نے کال کاٹ دی تھی' شہوار نے ایک گہرا سانس لیا وہ دوستوں کو بتا کر باہر آئی تھی۔

”میں ادھر سے گزر رہا تھا ایک میٹنگ کے لیے جانا تھا سوچا کہ تمہیں پہلے پک کرلوں۔“ اس کے گاڑی میں بیٹھنے پر انہوں نے بتایا تو وہ سر ہلاگئی۔

وہ اسے گھر ڈراپ کرکے خود چلے گئے' وہ اندر آئی تو سبھی اپنے اپنے کمروں میں تھے' کینٹین سے وہ کھا کر آئی تھی۔ چینج کرکے نماز ادا کرکے وہ لیٹ گئی' اس نے سوچا کہ وہ رات میں انا کو کال کرکے ایک بار پھر اپنے نہ آنے کی معذرت کے ساتھ اس کے ڈل رویے کی وجہ بھی ضرور پوچھے گی۔

❀......◉......❀
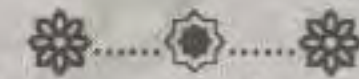
رات دیر تک ڈھولک کا پروگرام رہا تھا اور نیند نہ آنے کی وجہ سے وہ ساری رات جاگی تھی' فجر کے بعد وہ سوئی تو صبح صبح شہوار کی کال سے آنکھ کھل گئی تھی۔ شہوار سے بات کرتے ہوئے بھی وہ بس ہوں ہاں کرتی رہی تھی' شہوار نے آج کے فنکشن کی طرف سے معذرت کرلی تھی' وہ اس سے خفا ہوگئی تھی اس کا خیال تھا کہ شہوار اسے کال بیک کرے گی مگر شہوار کی کال نہ آئی تو اس نے سنجیدگی کے ساتھ اس کے ساتھ ناراض ہونے کا سوچا۔

وہ بارہ بجے کے قریب سوکر اٹھی تھی' آج گھر میں مہندی کا فنکشن تھا' سب گھر پر ہی تھے۔ لان کو سجایا جارہا تھا ایک طرف اسٹیج بنوایا جارہا تھا' فنکشن ارینج کرنے والے ورکرز سارے گھر کو سجا رہے تھے' دو بجے تک وہ ماما کے ساتھ گھر کے چھوٹے موٹے کاموں میں الجھی رہی تھی۔ شام کو مہمان آنا شروع ہوجانے تھے' وہ رات میں پہنے جانے والے سب کے ڈریسز استری کرواکر ان کے کمروں میں بھجوا کر فارغ ہوئی تو نہانے گھس گئی۔ نہا کر نکلی تو ماما اس کے روم میں موجود تھیں۔

”میں کب سے تم سے بات کرنے کا سوچ رہی تھی مگر سارا دن مصروفیت میں وقت ہی نہیں ملا۔“

”تم ادھر آؤ میرے پاس بیٹھو۔“ ماما نے کہا تو وہ گیلے بال ٹاول میں لپیٹ کر ان کے پاس ہی بستر پر بیٹھ گئی۔

”رات میں نے تمہیں سوچنے کو کہا تھا' تم بتاؤ کیا سوچا بیٹا! تم پر کوئی زبردستی نہیں اگر دل نہیں مانتا تو بھی بتادو میں بھائی صاحب کو منع کردوں گی۔“ ماما نے کہا تو وہ ایک گہرا سانس لے کر رہ گئی۔

تین چیزیں

- ❖ تین چیزیں پاک رکھو' جسم' لباس' خیالات۔
- ❖ تین چیزیں قابو میں رکھو۔ زبان' نفس' غصہ۔
- ❖ تین چیزیں یاد رکھو۔ موت' احسان' نصیحت۔
- ❖ تین چیزیں باقاعدگی سے پڑھتے رہو۔ نماز' قرآن' درود۔
- ❖ تین چیزیں چھوٹی نہ سمجھو۔ قرض' فرض' مرض۔
- ❖ تین چیزیں ایک بار ملتی ہیں۔ والدین' وقت' زندگی۔
- ❖ تین چیزیں حاصل کرو۔ علم' دعا' اعتماد۔
- ❖ تین چیزیں کبھی نہ توڑو۔ دل' عہد' قانون۔

فائزہ فاروق......کراچی

یہ رشتہ طے پاتا یہ تو خود اس کی خواہش تھی مگر اب سب کی باتوں سے جب یہ علم ہوا تھا کہ ولید اس کے جذبات و احساسات سے بے خبر نہیں تھا گویا دل مرجھا سا گیا تھا۔

”ولید نے اسے جان بوجھ کر نظر انداز کیا تھا۔“ کیسا تکلیف دہ احساس تھا اور وہ خود لڑکی ہوکر کیسے اس کے سامنے کھل جاتی اور روشانے سے کیتھی کے بارے میں سن کر تو وہ ولید کی طرف سے مکمل طور پر مایوس ہوگئی تھی خود کو سمجھا لیا تھا' بڑی مشکل سے دل کے جذبات پر بند باندھا تھا تو اب یہ نیا سلسلہ چل نکلا تھا۔

”کیا ولید محض بڑوں کے فیصلے کو قبول کررہا ہے یا اس کے جذبات و احساسات کو سمجھتے ہوئے دل سے رشتہ بنا رہا ہے۔“ اس سوال نے انا کے دل و دماغ میں قیامتیں برپا کررکھی تھیں۔

”ماما جو آپ لوگوں کو مناسب لگے کریں۔“ دل بہک بہک کر اس رشتے پر سر جھکانے پر تیار تھا مگر عزت نفس اور خودداری کے مسئلے روک رہے تھے اس نے سب باتوں کو ایک دم نظر انداز کرتے دل کی بات مان لی تھی۔ ماما ایک دم مسکرادیں۔

”خوش رہو......جیتی رہو۔ ولید ہم سب کی خوشی تھا' مجھے یقین ہے تم دونوں کے لیے یہ رشتہ بہت مناسب رہے گا۔“ ماما نے کہا تو وہ محض سر جھکا گئی۔ ماما نے بہت محبت سے اس کی پیشانی چوم لی۔

”رات روشی اور احسن کی مہندی کا ہی فنکشن ہوگا' تم اچھی طرح تیار ہوجانا بلکہ میں روشی کو کہتی ہوں وہ تم کو تیار کردے گی۔ شام تک تم دونوں کی منگنی کی رسم ہوگی اور پھر رات میں احسن کی مہندی۔“ ماما نے طے شدہ پروگرام بتایا تو اس نے سر ہلادیا۔

”اور ہاں تم اپنی دوست شہوار کو بھی بلالیتی۔“ ماما نے اٹھتے ہوئے کہا تو اسے ایک دم شدت سے شہوار کی کمی محسوس ہونے لگی۔

”میں نے اسے آج کہا بھی تھا آنے کو مگر اس نے منع کردیا برات اور ولیمہ پر آئے گی۔“

”آجاتی تو اچھا تھا تمہارا بھی دل بہل جاتا' روشی کی تو خود رسم مہندی ہوگی۔ تم تنہا سب کیسے کرو گی۔“ ماما نے کہا تو وہ مسکرادی۔

”کوئی بات نہیں ماما' کافی لوگ ہوں گے اتنی لڑکیاں ہوجاتی ہیں۔ جاننے والوں کی اور اردگرد کی بھی۔“ اس نے تسلی دی تو ماما نے سر ہلایا۔

”ٹھیک ہے' تمہارے لیے میں نے خصوصی طور پر بوتیک سے سوٹ اور دوسری اشیاء منگوائی تھیں' تین بج رہے تھے

مغرب کے بعد منگنی کی رسم ہوگی، روشی کو کہتی ہوں بیوٹیشن بھی گھر آجائے گی، وقت پر تیار ہوجانا۔" ماما کی ہدایت پر اس نے سر تسلیم خم کردیا تھا۔

❀......✿......❀

وہ سو کر اٹھی تو مغرب کا وقت ہو رہا تھا اس نے موبائل دیکھا تو انا اور مصطفیٰ دونوں کی ان گنت کالز تھیں۔ شہوار کے اندر ایک بار پھر انا کی شدید خفگی کا ملال جاگا۔

"کچھ نہیں ہوتا، برات والے دن جاؤں گی تو خود ہی مان جائے گی۔" اس نے خود کو تسلی دی ابھی اس نے انا کو کال بیک کرنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ دھڑام سے کوئی روم کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تھا۔ وہ نمبر ڈائل کرتی فوراً متوجہ ہوئی تھی۔

"آپ......؟" اپنے سامنے مصطفیٰ کو دیکھ کر ٹھٹکی۔

"میں پچھلے دو گھنٹوں سے کالز پر کالز کر رہا تھا پک کیوں نہیں کر رہی تھیں؟" وہ آتے ہی بم کی طرح پھٹا تھا، وہ جو نیم دراز تھی فوراً سیدھی ہوئی۔ شہوار نے ہاتھ میں پکڑے موبائل کو دیکھا، سونے سے پہلے وہ موبائل کو سائلنٹ پر لگا چکی تھی۔

"میں سو گئی تھی، مجھے کال کا علم نہیں ہو سکا تھا۔" اس نے سنجیدگی سے کہا تھا۔ مصطفیٰ نے اس کے جواب پر اسے دیکھا۔

وہ ابھی بستر پر ہی تھی، دوپٹہ بے پروائی سے کندھے پر تھا اور بالوں کی چٹیا ایک طرف جھول رہی تھی۔ مصطفیٰ کے یوں دیکھنے پر شہوار نے ٹپٹا کر اپنا دوپٹہ درست کرتے بستر چھوڑا تھا۔

"جلدی سے تیار ہوجائیں، ہمیں کچھ دیر بعد ولید کی طرف جانا ہے، بھابی کو میں کہہ آیا ہوں وہ تیار ہو رہی ہیں آپ بھی جلدی کریں۔ اتنی دیر میں میں بھی چینج کرلوں گا۔" وہ کہہ کر پلٹا۔

"مگر میں آپ کو بتا چکی ہوں کہ میں نہیں جا رہی۔" اس نے بے پروائی سے کہا تو پلٹتا مصطفیٰ رک گیا۔

"آپ مجھ سے بحث کرنا چاہ رہی ہیں کیا؟" اچانک وہ اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"دماغ خراب نہیں ہے میرا، میں نے سادہ انداز میں جانے سے معذوری ظاہر کی ہے ویسے بھی میں انا سے معذرت کر چکی ہوں۔" اس نے دوبدو کہا تو مصطفیٰ نے ایک دم غصے سے اس کو گھورا۔

"میں آپ کو کہہ چکا تھا کہ تیار ہو کر مغرب تک بھابی کے ہمراہ چلی جایئے گا، میں کال پر کال کرتا رہا اور آپ نے ریسیو تک نہیں کیں، مجبوراً مجھے سب کچھ وہیں چھوڑ کر گھر آنا پڑا۔ آپ جانتی ہیں کہ میرا کتنا ٹائم ضائع ہوا ہے آپ کو بار بار کال ملانے کے چکر میں؟" وہ سخت برہم ہو رہا تھا۔

"میں تو آپ کو بھی انکار کر چکی تھی، خوامخواہ آپ نے زحمت کی۔" اس کا انداز ہنوز تھا۔ مصطفیٰ کا جی چاہا کہ کھینچ کر ایک ہاتھ تو ضرور جڑ دے اس کو۔

"شہوار میرا دماغ خراب نہ کریں، میں چینج کرنے جا رہا ہوں تب تک آپ مجھے ریڈی ملیں۔" انگلی اٹھا کر اسے وارن کرتے وہ جس قدر تیزی سے آیا تھا اسی تیزی نکل بھی گیا۔

"خوامخواہ۔" وہ کلسی اور ہاتھ میں پکڑا موبائل غصے سے بستر پر پھینک دیا، مغرب کی اذان ہو رہی تھی۔

وہ سر جھٹکتے واش روم میں گھس کر وضو کرنے لگی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

دل میں، آنکھوں میں بسائے رکھتے
ہم تیرا پیارا سدا ہونٹوں پہ سجائے رکھتے
پھول بن کر، کبھی ہم ہوا کا جھونکا
تیری چاہت کو گلے سے لگائے رکھتے ہیں

ماہی ماہی ماہی مینوں چھلا پوا دے
کچھ میری فوٹو تے بٹوے وچ لادے
ماہی ماہی ماہی مینوں چھلا پوا دے

گلابو بڑی ادا سے آئی برو پنسل پھرے ابرو اٹھا کر اپنی کاجل لگی گول مٹول آنکھیں مٹکاتے ہوئے شہر کے سب سے معروف اور مین بازار میں دکان کے سامنے کھڑے ہو کر کچھ دیر کے لیے گڑوی بجاتی انہیں اپنی لوچ دار آواز کے اتار چڑھاؤ، نظروں کی جادوگری اور آتشی گلابی رنگ کی لپ اسٹک میں چھپے ہونٹوں کی معنی خیز مسکراہٹ سے محظوظ کر رہی تھی۔ جس کے عوض اس کے ہاتھ گاہے بگاہے سکے اور نوٹ تھامنے کا بھی شرف حاصل کرتے رہے۔ اپنی اداؤں کے باعث وہ جب بھی اس بازار میں پھیرا لگاتی نا صرف دکانداروں کی توجہ بلکہ اچھی خاصی دیہاڑی بھی ضرور حاصل کر لیتی۔ سانولے ہاتھ جو گرد و غبار اور میل کچیل کی وجہ سے اپنی اصلی رنگت سے کہیں زیادہ سانولے دکھائی دے رہے تھے گڑوی پر ایک مخصوص قسم کے ردھم سے جو تھاپ پیدا کرتے تو بعض اوقات خواتین گاہک بھی مول تول چھوڑ کر بڑی دلچسپی سے اسے دیکھنے لگتیں تو پھر مردوں کی تو کیا ہی بات تھی۔

ویسے یہ بات بھی حقیقت تھی کہ وہ اندھوں میں کانا راجا کے مصداق قبیلے کی سب سے صاف ستھری اور نخریلی لڑکی مانی جاتی تھی لیکن ظاہر ہے کہ صبح سے شام تک دھول مٹی میں رہ کر وہ خود بھی اسی دھول کا حصہ لگنے لگتی۔ مگر پھر بھی جہاں موقع ملتا وہ اپنے ہاتھ پاؤں ضرور اچھی طرح دھو کر صاف کرنے کی کوشش کرتی۔ اسی طرح آج بھی وہ گاتی بجاتی کپڑے والی گلی میں پہنچی تو حسب معمول دوپٹہ رنگنے والے کی دکان کے عین نکڑ پر لگی قطرہ قطرہ پانی ٹپکاتی ٹونٹی کے نیچے مَل مَل کر ہاتھ اور پاؤں دھونے لگی۔

ویسے بھی جب سے قبیلے کے لوگوں نے اسے "پاشا باسو" جیسا قرار دیا تھا تب سے وہ درحقیقت خود کو پاشا ہی سمجھنے لگی تھی اور اس کا ہر ہر انداز دل پر نقش کر کے وہی اپنانے کی کوشش بھی کرتی۔ ناخن بھی آج سے کچھ عرصہ پہلے تک اس کے لیے قابل توجہ ہرگز نہ تھے مگر اب اس نے پاشا ہی کی تقلید میں ناخن بھی بڑھا رکھے تھے جس پر ہمیشہ ٹھیلے سے خریدی گئی پانچ روپے کی کچی نیل پالش مختلف رنگوں میں موجود رہتی۔ ابھی وہ ناخن صاف کر کے خود ہی انہیں مختلف انداز سے دیکھتے ہوئے دل ہی دل میں سراہ رہی تھی کہ عقب سے آواز ابھری۔

"ارے اسے دیکھو ذرا چیونٹی کے بھی پَر نکل آئے۔"

ساتھ ہی استہزائیہ ہنسی ابھری۔

"ہونہہ اور کیا بھلا ان کا صفائی ستھرائی سے کیا واسطہ۔"

اس نے گردن موڑ کر آواز کی سمت دیکھا۔ دو خواتین شاپرز سے لدی پھندی بڑی نخوت سے تمسخرانہ انداز میں اسے دیکھتے ہوئے گزری تھیں اور یہ تو نہایت معمولی بات تھی اسی طرح بعض اوقات کچھ من چلے نوجوان بھی اس پر اور اس کے طبقے کی دوسری لڑکیوں پر اپنے جذبات کی تسکین کے لیے مختلف قسم کے جملے اچھال دیتے۔ یوں بھی یہ طبقہ ہمیشہ سے تمام عوام کے لیے ڈانٹ پھٹکار کرنے سے لے کر جملے پھینکنے تک سب سے آسان ہدف سمجھا جاتا ہے۔ جبھی وہ بھی اس طرح کی تمام باتیں سننے کی عادی تھی اسی لیے سر جھٹک کر ربر کی قینچی چپل ایک بار پھر پاؤں میں اڑسنے لگی جس کا

تلوہ اب گھس گھس کر نہ ہونے کے برابر رہ گیا تھا۔

❀ ...... ✿ ...... ❀

برتن دھونے کے بعد زویا نے فرش پر سرف ڈالا اور برش سے ساری چکنائی رگڑ رگڑ کر صاف کرنے لگی۔ اس کے بعد دُھلے ہوئے برتنوں کی ٹوکری اٹھا کر دھوپ میں رکھی اس کے اوپر جالی پھیلا دی۔ نل سے ذرا فاصلے پر رکھے گملوں کی گوڈی کی اور باتھ روم سے مگا لا کر انہیں پانی دینے لگی۔ کچن چونکہ چھوٹا سا تھا لہٰذا سنک کی جگہ نہ ہونے کے باعث انہوں نے صحن میں ہی بیرونی دروازے کے دائیں جانب دو گز لمبی اور پانچ انچ اونچی باؤنڈری سی بنا کر اسے برتن دھونے کے لیے مخصوص کر چھوڑا تھا۔ چونکہ بلدیہ کی طرف سے آنے والے پانی کا نل بھی وہیں لگوایا گیا تھا لہٰذا وہاں پر نا صرف وہ برتن بلکہ کپڑے وغیرہ بھی دھولیا کرتی۔

گملوں میں موجود مٹی کو اچھی طرح سیراب کرنے کے بعد وہ نل کے اوپر لگے پلاسٹک کے اسٹینڈ سے اسپرے بوتل اٹھا لائی۔ اسی اسٹینڈ پر اس نے برتن اور کپڑے دھونے کا صابن، نیل، برش اور سرف وغیرہ رکھا ہوا تھا تا کہ کام کے دوران بار بار اٹھ کر اِدھر اُدھر نہ جانا پڑے۔ بارش ہونے کی صورت میں البتہ ان تمام چیزوں کی منتقلی شیڈ تلے ہو جایا کرتی۔ اسپرے بوتل میں پانی ڈال کر پتوں اور پھولوں پر اسپرے کرتے ہوئے وہ ہمیشہ ہی بے حد طمانیت اور سکون محسوس کرتی تھی۔ یوں تو قدرت نے ابھی تک اس کے آنگن میں کوئی پھول نہیں کھلایا تھا مگر چنبیلی کے تر و تازہ ننھے منے ہلکے زرد اور سفید پھول اسے دیوانہ کر دیا کرتے تھے اور انہی پھول پودوں کی چاہت کا حق وہ ان کا بھرپور خیال رکھ کر بخوبی ادا بھی کرتی تھی۔

یوں بھی وہ گھر میں اکیلی تو تھی سو عائش کے آفس چلے جانے کے بعد وہ پڑوس کے آریان کو ٹیوشن پڑھاتی اور پھر یوں ہی گھر کے چھوٹے موٹے کاموں میں خود کو مصروف کیے رکھتی اور شاید یہی وجہ تھی کہ اس کا چھوٹا سا گھر اس کی نفاست کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ کچی گلی ہونے کی وجہ سے گھر کے اندر بنا رکاوٹ کے چلی آنے والی دھول مٹی یا گرد کا بھی کہیں کوئی شائبہ نہ تھا یہی نہیں بلکہ محلے میں اس کے اخلاق کا بھی بے حد چرچا تھا۔ جس فقیر کو سارا محلہ چھان کر بھی کچھ ہاتھ نہ آتا وہ بھی اس کے دروازے سے خالی نہ جاتا تھا۔ اتنی امیر کبیر تو وہ نہیں تھی کہ ہر آنے والے کو سو پچاس پکڑا دیتی لیکن اپنی حیثیت کے مطابق اس نے عائش کی تنخواہ کا حساب لگا کر ایک تناسب سا نکال رکھا تھا اور وہ چند سکے دروازے کی اندرونی سائیڈ پر موجود سیمنٹ کے قدرتی طور پر رہ جانے والے خلا میں روزانہ رکھ دیا کرتی اور کچھ نہ بھی ہوتا تو کچھ کھانے کو دے دیتی کیونکہ وہ اس حقیقت سے اچھی طرح آگاہ تھی کہ نفلی استحقاق صرف غرورِ نفس کا دھوکہ ہے اور کچھ نہیں ورنہ کس کام کا ایسا روپیہ پیسہ جو کسی غریب کے کام آنے کے بجائے ان کی دل آزاری کا باعث بنے۔ وہ اور باقی سب جانتے تھے کہ حقیقتاً جو روپیہ پیسہ رضائے الٰہی کے لیے دیا گیا وہی دراصل ہمارا اپنا اور ہمیشہ رہنے والا ہے ورنہ ہمارے پاس موجود سب کچھ بھی اوروں کا ہے۔ وہ مال جسے ہم بچا بچا کر رکھتے رہے وہ کسی اور کے کام آئے گا اور درحقیقت ہمارے لیے منافع بخش کاروبار وہی ہے جو ہم اللہ سے اس کے بندوں کے وسیلے سے کریں اور جس کا منافع کئی گنا زیادہ اور کبھی نہ گھٹنے والا ہے۔ اس سب کے باوجود اکثر جب وہ اپنے صحن میں موجود ہوتی تو آس پڑوس کے لوگوں کی آوازیں ضرور کان میں پڑتیں جو با آواز بلند فقیروں کو ڈانٹ ڈپٹ کر دھتکار دیا کرتے تو وہ بڑے کرب سے سوچا کرتی کہ ایک تو انہیں خالی ہاتھ لوٹایا جا رہا ہے اور پھر انہیں جھڑکنا دھتکارنا......!

یہ کہاں کا اصول اور کیسی انسانیت ہے؟ کچھ دینے کی توفیق نہیں بھی ہے تو شائستگی سے انہیں منع بھی تو کیا جا سکتا ہے کیا معلوم وقت کب اور کہاں لے آئے برے وقت سے بچنا ہی بھلا اور پھر یہ فقیر بظاہر ہم سے کچھ لینے لیکن حقیقتاً ہمیں بہت کچھ دینے کا وسیلہ بنتے ہیں۔ اجر و ثواب، خدا کی رضامندی، سخاوت کا ابدی میڈل، نبی پاک کی سنت پر عمل پیرا ہونے سے ملنے والا قلبی سکون اور نجانے کیا کیا۔ یوں بھی یہ فقیر بھلا ہر دروازے پر کہاں آتے ہیں؟ ہر شخص کے آگے کہاں دامن پھیلاتے ہیں ہاں مگر وہ جن کی

آزمائش مقصود ہو وہ جنہیں اللہ کی پاک ذات دے کر آزما رہی ہو اور ان میں سے بھی خوش نصیب ہوتے ہیں وہ لوگ جنہیں وہ اس آزمائش میں بخوبی کامیابی عطا کرے جنہیں اللہ کی طرف سے دیے گئے رزق میں سے کسی کو دینے کی توفیق ہو۔

فقیر کیوں مانگتے ہیں، محنت کیوں نہیں کرتے ہاتھ پھیلانے کا گناہ کیوں مول لیتے ہیں؟ اس بات سے اسے قطعاً کوئی واسطہ نہ تھا۔ خدا جانے اور ہاتھ پھیلانے والے اسے تو بس اوپر والا ہاتھ بن کر نیچے والا ہاتھ بننے سے بچنا تھا اور اسی لیے وہ ہزار بار شکر ادا کرتے نہ تھکتی کہ اللہ نے اسے اس قابل بنایا کہ وہ دے سکے۔

❁......◉......❁
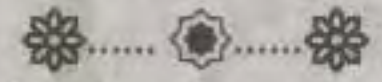
"مائی جرینہ، سرت میں لاویں تو جب گلابو پیدا ہوئی تو وے سلا کنجا بوند بھی ناں اتری تھی اور وس کے پیدا ہونے سے پہلے جب وس کا مائی باپ دنیا سے گیا تو کیسے اودے کالے بادلوں نے بھیتر باپر ایک کی رکھی تھی۔ اپنی رات بھر بولتی تھی اور مینہ کا شور کسی بیوہ کے بین ماتم کی طرح رات بھر دھرتی کو ڈرائے سہمائے رکھتا تھا یاد ہے نا تھارے کو؟" قبیلے کے سردار بابے بسیرے نے مائی جرینہ کی یادداشت کی پٹاری کا ڈھکنا ہلکا سا سرکایا۔

مکھ پر آڑھی ٹیڑھی جھریاں سوکھے اور خشک ہاتھ پیر، رات کے ماتھے سا سیاہ رنگ، کالی سفید بھنوئیں، ٹوٹے گرے دانت اور سر پر رکھی ململ کی بڑی سی چدر، جو ماسی جرینہ کی پوری کمر ڈھانپے ہوئی تھی۔

"تیں کیا سمجھے، جرینہ بھول گئی اوخت، پر اب کیا کروں بسیرے بندے کے اپنے کنے تو کوئی اپائے نا، اتنے برس گجار لیے بیٹے بنا اب تو گم کا پوکھر ایسا بڑا ہے کہ سوچو کوئی دن کو چولہے کا بالن ہی بن کر جل مروں۔" بابے بسیرے نے پہلے سے دہکتے غموں کی آگ کو شاید مزید ہوا دی تھی اسی لیے اپنی ہتھیلی کا کٹورا بنا کر کان کے نزدیک رکھتے اور مائی جرینہ کی بات سننے کے دوران چلم میں بیٹھی ہوئی راکھ کو دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا حقہ تازہ کیا لال انگارے چلم میں بھرے گڑ کا سواد لگایا اور کئی برسو بعد اب بھی سوگ کی ماری مائی جرینہ کے باجو میں آ بیٹھا۔

"تیں اپنے دکھ کی بات کرے، چاروں کھونٹ وستی میں نجر چلا جمین پر کوئی سکھی نہ دیکھے منے اور جو جمین کے اندران کا رب جانے پر کوئی دن کے لیے منے تاں دیکھ مارا وہی نا جوان بھرو منے چھوڑ کر چلا گیا ناں کٹھور جالموں نے مارے بیٹے پر بھی بم پھوڑ دیو ہو نہ اوناں کو کسی دوجے کا دکھ نجر نہ آوے وس پیسے کے سامنے۔" بابے بسیرے نے اپنا نیکی ناڑوں والا ہاتھ آگے بڑھا کر حقہ اپنی طرف کر کے کش لیا۔

ایک قبیلے کا سردار تھا تو دوسری طرف ماسی جرینہ مگر سانجھے دکھ نے دوناں کو ایک سی رنگیلی پیڑھی پر اکھٹا بٹھا دیا تھا۔ سو جب سمے ہوتا ایک دوجے کے دکھڑے سن کر دل ہلکا کرتے رہتے۔

"منے اپنے ہاتھاں سے اسے دفن کیا۔ پر تنے کبھی ماری نجروں میں آنسو دیکھے، کوئی نیر بہایا منے؟ ہاں بس کوئی دن چادر تانے الانی منجی پر پڑا رہا سانول کبھی مارے منہ سے پانی چھوتا پر مارے سے پیا نہ جاتا۔ مارے پیراں اور ہاتھاں کو ملتا اور کیا کرتا اس کی آواج سے مارے کو اٹھنا ہی پڑا اور اب میں کتنا شتابی بھول گیا اوسب۔" مائی جرینہ نے بسیرے کو دیکھا اور اس کے جھوٹ کو سراہنے لگی۔

"پر جرینہ تیں کو غم اب تک چپ کرانا مسکل، ماری مان اب پچھلیاں باتاں کی پھکر نہ کر اور اپنے کھاندان سنگ کھوی سے رہ۔ جو گجر گئی وس کو پیٹھ موڑ موڑ کر دیکھن سے بھلا ہے کہ بھول جا ماری تریو اور تھاری تاں پوتی بھی کماوے ہے تیں کو کسی بات کی پھکر۔" بابے بسیرے نے اپنی نحیف ٹانگوں پر گرم چادر لپیٹیں حقہ گڑگڑایا اور ساتھ ہی ہلکا سا کھانس دیا۔

"دیکھ بھائی بسیرے تو مارے کو خس بات کی پھکر نہ کرنے کا کا ہے وس کی ہی تو پھکر ہے اور مان دل میں بات نہ رکھوں تو جو روگ کھوے ہیں دل ماں رکھی بات کو خمیر کھا جاوے۔"

"ہاں تو دل میں کائے کو رکھتی بول یہاں کوئی غیر ہوئے رہا کیا تھارے سامنے۔ تیں ماری بہن سمان ہے کہہ گجر۔"

"تاں بھائی رہن دے، کوئی دن اور کروں گی تھارے سے بات اب تو میری کمر جباب دے گئی نہ تو دھوپ ماں چین ملے نہ کھاٹ پر آرام ورنہ مر دے سمان پڑی رہوں کسی اور۔" بابے بسیرے نے اسے دیکھا جو کمر پر پھیلی باریک سی چادر کو اب اپنے اوپر لپیٹ رہی تھی۔

"او بسیرے، کیا پالن ہار کی مرجی کون جانے سوچوں تاں اپنے اور وستی کے سب لوگاں کی جندگی پر ترس آوے رونا آئے نیر بہاؤ تاں سمندر بنیں، ماں سوچوں کہ لاٹ بابو تاں اپنے کتوں کو بھی سوئٹر پہناویں اور ادر ہم جسے لوگاں رات ماں بھی گجھا مجھا پھٹی پرانی دری اوڑھ کر سوئیں وس کو کھبر تاں ہوگی تاں بسیرے کہہ سردی تاں اس وستی کے لوگاں کو بھی لگے ہے؟" مائی جرینہ نے سردی کے موسم میں دھوپ کی شدت حسب ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے بابے بسیرے کے سامنے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے اپنی پوتی گلابو کے متعلق بات کو فی الحال پس منظر میں چھوڑا تھا۔

"سچ پوچھ بسیرے تاں وس ماگ کے سروع ہوتے ہی دل ماں یہی باتاں آویں پرچھائیں بن کر اٹھوں بیٹھوں مارے دل ماں گھسی رہو نجر چرا کر سوؤں تو خواب میں گھس آویں۔ منے بھی جندگی ایسی گجاری مارا پوت بھی اسی جندگی کو جیتا مر گیا اور اب ماری پوتی بھی......!"

"مائی جرینہ، ناں بول ایسیناں بن اتنی کٹھور، سکر کر اوپر والے کا کہ تھارے ہاتھ پاؤں سلامت ہیں، تنے کوئی بیماری بھی ناں ہی، کوٹ پینٹ والا کی تاں بیماریاں ہی بوت۔" بابے بسیرے نے اپنے مہندی لگے لال لال بالوں کو نحیف کندھوں سے گرم چادر اٹھا کر اس سے ڈھانپا۔

"سرع میں کائے کی سرم جرینہ، وے بات کرنے کو جب بھی تھارا من حا جب دے مارے کو بلا لیں۔"

"منے سوچن دے بسیرے، وے گلابو بھی آوے تاں وس کے ساتھ مسیرہ کر کے تنے بتاؤں اب تاں لگے میں کوں تاب چڑھن کو آوے منے لیٹن دے ہڈی ہڈی دکھے آج تاں۔" مائی جرینہ نے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے تھوڑی دیر دبائے اور اسی جگہ مکا سا بنا کر لیٹ گئی بابے بسیرے نے حقہ گڑگڑایا اور چلم سیدھی کر کے اٹھ کھڑا ہوا۔

❁......◉......❁

عائش کے گھر لوٹنے میں ابھی کچھ دیر باقی تھی آج زویا نے اس کا پسندیدہ مرغ دو پیازہ بنایا تھا۔ سو وقت کا اندازہ کر کے سالن گرم کرنے کے لیے ہنڈیا چولہے پر چڑھائی۔ جلدی سے ہاتھ منہ دھو کر فریش ہونے کے بعد ہلکی سی لپ اسٹک اور مسکارا لگایا تب تک سالن بہت اچھی طرح گرم ہو چکا تھا دھنیا دھو کر کاٹنے کے بعد ہنڈیا میں ڈالا اور چولہا بند کر کے روٹی ڈالنے کے لیے بیلن اور خشکی نکالنے لگی۔ ان کی شادی کو اس وقت چار سال ہونے کو آئے تھے لیکن عائش ہمیشہ یوں وقت پر گھر آتا کہ بعض اوقات وہ ہنس کر کہہ دیتی۔

"عائش پتا ہے اگر گھڑی کا ٹائم آگے پیچھے ہو جائے ناں تو میں نیوز کے بجائے آپ کے آنے سے ہی ٹھیک کر لیتی ہوں۔"

اور یقیناً ایسا ہی تھا عموماً ٹریفک کی وجہ سے ایسا ممکن نہیں ہوتا کہ بندہ ہمیشہ ہی وقت پر گھر پہنچے لیکن وہ ہمیشہ مین روڈ کے بجائے نسبتاً پرسکون راستے کا انتخاب کرتا کیونکہ اس کی تاخیر زویا کے لیے ہمیشہ نہایت پریشانی کا باعث بنا کرتی۔

گرم گرم سالن ڈونگے میں ڈالنے کے بعد دستر خوان بچھا کر ہاٹ پاٹ، پانی اور سلاد چٹنی سمیت برتن وغیرہ رکھے۔ کمرے میں جا کر پرفیوم لگایا اور صحن میں موجود پلنگ پر بیٹھ کر اس کا انتظار کرنے لگی۔ یہ اس کی روزانہ کی روٹین تھی جس سے نہ تو وہ اکتاتی تھی اور نہ ہی بور ہوتی تھی اور اپنی اسی روٹین میں بے حد خوش اور مطمئن زندگی گزار رہی تھی کہ وہ پانی کی طرح ہر برتن میں ڈھل جانے والی لڑکی تھی جو ہمیشہ مثبت سوچتی اور خوش رہتی۔

"السلام علیکم! بھئی کیسا گزرا سارا دن؟" عائش نے گھر آ کر موٹر سائیکل اندر لاتے ہوئے حسب معمول پوچھا۔

"بہت اچھا، ٹائم گزرنے کا تو پتا ہی نہیں چلتا۔" اس نے مسکراتے ہوئے موٹر سائیکل کے ہینڈل سے فروٹ اتارا۔

"کمال ہے یار! ایک میں ہوں تمہارے بغیر خود کو تنہا محسوس کرتا ہوں کہ ایک پل صدی لگنے لگتا ہے آفس ٹائم

ختم ہوتے ہی یوں گھر کے لیے بھاگتا ہوں کہ اکثر کولیگز بھی چھیڑتے ہیں اور جناب کو ٹائم گزرنے کا بھی پتا نہیں چلتا۔" مصنوعی خفگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے عائش نے منہ پھلایا۔

"جی ہاں بالکل پتا نہیں چلتا اور وہ یوں کہ میں تنہا ہوتے ہوئے بھی کبھی تنہا نہیں ہوتی آپ کا خیال ہر وقت میرے ساتھ جو رہتا ہے۔" دھیرے سے مسکرا کر زویا نے جواب دیا تو وہ اس کی حاضر جوابی پر قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

"اچھا تو یہ بات ہے یعنی......

میں تمہارے ساتھ ہوتا ہوں زویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

عائش نے شعر میں بڑے دھڑلے سے ردّ و بدل کر کے پڑھا تو زویا کی مسکراہٹ بھی قہقہے میں بدل گئی جس پر عائش نے فوراً ماتھے تک ہاتھ لے جا کر شاعروں کے انداز میں داد سمیٹی اور دونوں ایک ساتھ گھر کے اندرونی حصے کی طرف بڑھ گئے جہاں دسترخوان ان کا منتظر تھا۔

❀......◉......❀

"توئے کمینے......" دھان پان سی گلابو نے شاید حلق کے آخری حصے سے آواز نکالی تھی جب ہی تو اس کے اردگرد حرکت کرتے نفوس تجسس سے مجبور ہو کر جلد سے ہونے لگے۔

"ابے او گنڈے! آواج بیٹھوں ہوں اپنی اجت ناں ہی بیٹھوں۔" اس کی آنکھوں میں تو لگتا خون اترا ہوا تھا۔ ایک گھٹیا سی گالی کے ساتھ اس نے سامنے کھڑے آدمی کا گریبان جھنجوڑا۔

"بب...... بکواس کرتی ہے یہ...... گھٹیا عورت الزام لگا رہی ہے مجھ پر۔" گلابو کی اس قدر غیر متوقع ہمت اور اتنے سارے لوگوں کی موجودگی میں وہ گھگیا سا گیا تھا جب ہی تو گریبان چھڑانے میں بھی مکمل طور پر ناکام رہا۔

"اچھا...... تھارا مطبل ہووے ماں الجام لگاؤں ہوں تنے جلیل کروں...... ارے گھٹیا تاں تیں کھد رہے ڈھونڈن نکلیں ناں تھارے جیسا نہ ملے۔" ایک نہایت ہی واہیات سی گالی گلو بو کے لپ اسٹک زدہ ہونٹوں سے نکلی۔

"تیں کیا سمجھے مارے کو نجر ناں آئے گا؟ جباب دے...... اب کیوں منہ کا باجا ناں کھولے؟"

بس اسٹاپ پر ہجوم کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس شخص نے یقیناً کوئی نازیبا حرکت کی یا کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کا پالا کسی عام چھوئی موئی سی لڑکی سے نہیں گلابو سے پڑا تھا جو بُرے کو اس کے گھر تک پہنچا کر چھوڑتی ہے اور پھر وہ تھی بھی تو انوکھی۔ اس کی جگہ اگر قبیلے کی کوئی لڑکی ہوتی تو یقیناً یوں مجمع نہ لگاتی بلکہ خود ہی صرف شور مچانے کی دھمکی دے کر معاملہ طے کر لیتی لیکن وہ گلابو تھی۔ جس کی ہر بات نرالی ہوا کرتی اور جو گلاب کی پھول کی طرح سب میں منفرد تھی اور پھر مائی جریندکی گود میں پروان چڑھنے والی گلابو کو مائی جریندہ نے ہو بہو اپنے ہی سانچے میں ڈھال کر یہ بات اچھی طرح باور کروادی تھی کہ ادائیں دکھا کر پیسے نکلوانا الگ بات ہے لیکن اگر کوئی اس سب سے آگے بڑھنا چاہے تو اسے بیچ سڑک کے سبق سکھا دو کہ دوسری ٹائپ کا معاملہ طے کرنے سے بہتر دو وقت کا فاقہ ہے۔ اور اسی بناء پر وہ اپنے قبیلے میں بھی سب کے لیے کشش کا باعث بنتی کیونکہ وہ تھی صرف گڑوی بجا کے پیسے مانگنے والی اور دوسری قسم کی لڑکیوں سے اس کا کوئی واسطہ نہ تھا مگر وہ آدمی بھی شاید غلط فہمی میں ہی پھنس گیا تھا۔

"ابے لڑکیوں کو چھیڑتا ہے ٹھہر تو سہی تجھے تو میں سبق سکھاتا ہوں۔" جوں ہی ایک آدمی آستین چڑھاتا ہوا دوسرے شخص کی طرف بڑھا گلابو نے کاجل لگی آنکھیں مزید پھیلاتے ہوئے دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے اسے وہیں روک دیا۔

"ھئیں ھئیں جادہ ہمدری نہ ڈخا مٹے ماں آپ ہی اسے سیخ سخالوں۔" اس کا گریبان ہنوز گلابو کے ہاتھ میں تھا جب کہ اس شخص کی بوکھلاہٹ اس کے چہرے پر اڑتی ہوائیوں سے بخوبی نمایاں تھی۔ مزید یہ کہ اب وہ قابل رحم شکل بنائے مزاحمت تک نہیں کر رہا تھا کہ جانتا تھا ایسا کرنے کی صورت میں وہ آسمان سے گرا بھی تو کھجور میں لازماً اٹک جائے گا کیونکہ اگر اس گلابو سے گریبان چھڑا بھی لیا تو اردگرد جمع ہوئے لوگ اسے نہیں چھوڑیں گے جو ایسے موقع پر کچھ زیادہ ہی پرجوش ہو جاتے ہیں۔

"ارے او بابو وردی والے۔" گلابو نے کچھ فاصلے پر کھڑے دو باوردی پولیس اہلکاروں کو پکارا جو ڈرائیور کو بھگتا کر اب فروٹ کے ٹھیلے کے پاس کھڑے کو الٹی چیک کر رہے تھے لیکن اس کے پکارنے پر لپک کر آئے اور اپنے شکار کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"سکائی کردیو جی وس کی بڑا بے قابو ہووے آج کل۔" پولیس سارجنٹ کی آمد پر گلابو نے اس کا کالر چھوڑا تو حسب عادت قانون نے وہیں پر اپنے لمبے ہاتھ ہونے کا عملی مظاہرہ شروع کر دیا۔

❀......◉......❀

زویا اور عائش ایک دوجے کی رفاقت میں انتہائی پرکیف وقت گزار رہے تھے ویسے بھی شادی کے پہلے چند سال ہی میاں بیوی کے ایک دوسرے سے تمام عمر رہنے والے رویے کی بنیاد ہوتے ہیں۔ اب یہ ایک الگ اتفاق تھا کہ شادی کے دو تین سال بعد ہی پروفیشنل جیلسی سے مجبور ہو کر عائش کے ایک کولیگ نے اسے باس کی نظروں سے گرانے کے لیے مخالف کمپنی کا خیر خواہ ظاہر کر کے مختلف ثبوت پیش کرنے کے بعد یہ ثابت کر دیا تھا کہ عائش کمپنی کے تمام اندرونی معاملات ان کے سامنے بیان کر کے خاطر خواہ معاوضہ وصول کرتا ہے حالانکہ ایسا کچھ نہیں تھا اس بات میں اگر صداقت تھی بھی تو بس اتنی کہ اتفاق سے اس کا ایک کالج فیلو اس کمپنی میں جاب کرتا تھا اور اچانک ملنے پر یہ چند ملاقاتیں محض پرانی یادیں کھنگالنے کا باعث بنی تھیں اور بس۔

لیکن اب وہ زمانہ گیا جب لوگ رائی کا پہاڑ بنایا کرتے تھے اب تو رائی بھی خود ہی پیدا کر لی جاتی تھی۔ سو یہاں بھی وہی معاملہ تھا لہٰذا باس نے ردعمل کے طور پر اس کی بُری طرح انسلٹ کر کے جاب سے نکال دیا تو ظاہر ہے کمپنی کی جانب سے دیا گیا مکان بھی خالی کرنا پڑا۔ پہلے اور بات تھی وہ اکیلا تھا اور ایسی صورت میں کمبائن فلیٹ یا ہاسٹل کہیں بھی رہ سکتا تھا لیکن اب اس کے ساتھ زویا کی ذات بھی منسلک تھی ایسے میں وہ زویا ہی تھی جس نے بہت اصرار کے بعد اپنا سارا زیور اس کے حوالے کر دیا تھا۔

"کمپنی کی طرف سے تو ابھی بیس روز کی مہلت باقی ہے ناں عائش......! آپ پلیز میری جیولری بیچ کر سب سے پہلے گھر حاصل کرنے کی کوشش کریں باقی معاملات بھی آہستہ آہستہ ٹھیک ہو جائیں گے۔" زویا نے زیر استعمال زیور بھی ڈبوں میں ڈال کر اس کے سامنے لا رکھا تھا۔

"زویا یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟" عائش کے اندر جیسے چھن سے کچھ ٹوٹا۔ چوڑیوں کی کھنک سے عاری سونی کلائیاں کانوں میں جھولتی خوب صورت جھمکیاں اور اوپر پہنے گئے ہارٹ شیپ ٹاپس اتارنے پر کان جیسے اپنی زیبائش چھن جانے پر افسردہ تھے اور مخروطی انگلیاں انگوٹھیوں کے بغیر دیہات کے ریلوے اسٹیشنز کی طرح سنسان ویران پڑی تھیں لیکن اس کے چہرے پر موجود طمانیت کے باعث جن رنگوں نے اس کا احاطہ کر رکھا تھا وہ اس کی اندرونی کیفیت کا آئینہ دار تھا۔

"زویا یہ سب تمہارا اور تمہارے لیے ہے اور تمہارا حق ہے ان پر پلیز مجھے یوں شرمندہ تو نہ کرو۔" وہ بے حد رنجیدہ ہو رہا تھا سوچ رہا تھا کہ اس نے تو زویا کو تمام تر خوشیاں دینے کا وعدہ کیا تھا نہ کہ لینے کا۔

"تو عائش کیا وہ سب جو میرا ہے صرف میرا ہے اور جو آپ کا ہے وہ صرف آپ کا ہے؟" لمحے بھر کو اسے تاسف نے آن گھیرا تھا لیکن چونکہ اس وقت وہ عائش کی اندرونی کیفیت سے آگاہ تھی اور اسے اس گرداب سے نکالنا چاہتی تھی سو نظر انداز کرتے ہوئے سر جھٹک دیا۔

"میرا مطلب ہے......؟"

"آپ کا جو بھی مطلب ہو عائش لیکن میرا مطلب ہے کہ اب میں اور آپ میں کچھ نہیں رکھا زندگی تبھی اچھی گزرے گی جب میں اور آپ ہم ہو جائیں اور پھر آپ مجھ سے زبردستی تو نہیں لے رہے ناں میں خود دے رہی ہوں اپنی رضا مندی اور خوشی سے۔" عائش کے کھوجنے کے باوجود اسے زویا کی آنکھوں میں کچھ کھو دینے کے ملال کی جگہ ایک الوہی سی چمک نظر آئی تھی۔

"میں نے ایسا تو کبھی بھی نہیں چاہا تھا زویا!" عائش نے افسردگی سے کہا تو اس کی دل جوئی کرتی زویا اٹھ کر اس کے قریب بیٹھ گئی۔

"ہمیشہ وہی کچھ تو نہیں ہوتا ناں جو ہم چاہتے ہیں بلکہ وہ ہوتا ہے جو ہمارا ربّ چاہتا ہے اور میرا ایمان ہے کہ وہ ہمیشہ اچھا ہی سوچتا ہے ہم سب کے لیے۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ ہمارا ذہن وہاں تک نہیں پہنچ پاتا۔"

"ہاں یہ تو ہے۔" عائش نے بوجھل دل سے تائید کی اور اپنی نظریں زیورات کے ڈبوں پر جما دیں۔

❀......◉......❀
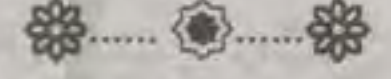
"دیکھ گلابو! ماراں تاں اب سارا سر پسید ہوا منہ ماں دانت کہیں ہووے رہا کہیں ناں، سانس کا بھی اب تاں منے تیار ناں ہی...... اسے ماں سوچوں کہ اگر منے جمین آواج دے بلالے تاں تھاری پھکر کون کرے، تاں کس کے سنگ جئے منے بگیر......؟" مائی جرینہ اور گلابو سونے کے لیے لیٹیں تو کروٹ بدل کر مائی جرینہ نے آخر کار وہ بات چھیڑ ہی دی جو وہ کئی دنوں سے سوچ رہی تھی۔

"مائی پھکر نہ کر، جمین تھارے لیے بیٹھی ناں رہے، روج کتنے لوگاں وس کی کھوراک بنیں۔ وس کو تھاری ٹوٹی بھوٹی بڈھی ہڈیوں سے کا پھائدہ ملے جو تنے شتابی بلائے۔" گلابو نے مائی جرینہ کی بات ہنسی میں اڑائی اور تکیے کے نیچے سے ہتھیلی جیسا شیشہ نکال کر اس میں کبھی آنکھوں کو دیکھتی کبھی گالوں کو۔ پھر ہونٹوں کے مختلف زاویے بناتی اور کبھی ابرو چڑھاتی۔ مائی جرینہ نے ایک نظر اس کو دیکھ کر آہ بھری اور اپنی جوانی یاد کرنے لگی۔

"اے جوانی بوت بے بفا ہووے گلابو! اتنی کھموسی سے ساتھ چھوڑے کہ بندہ وس کو ڈھونڈتا ہی رہ جاوے۔ اب تاں سارا راج پاٹھ ختم ہوئے رہا، نہ بان نہ بسترا، نہ لمبے باجو کی میج، نہ مارے باجو میں کھن کھن بجتے جوڑے، نہ کان ماں بالے...... اب تاں بس مائی جرینہ بھی کتے بھگان اور بچے ڈران کے لیے ہووے اور بس...... کنے کچھ نہ ہیو اب تاں......" مائی جرینہ پر افسردگی چھا گئی تھی۔

"ماری مان تاں بیاہ کر لے منے بھی سکون سے موت آوے اور تھاری جندگی بھی کھوس مان گجر جائے۔" مائی جرینہ کی بات پر گلابو نے پہلے مائی جرینہ کو اور پھر اتراتے ہوئے آئینے میں خود کو دیکھا۔

"مائی، ماری اتی اجاد جندگی تھارے کو بھلی ناں ہی لگے؟ ماں پھر کی مافق جدر مرجی گھوموں، پر لوکاں کہیں اور اب تاں میں بھی سوچوں کہ تھارے جیسے بڑوں کو اجادی وس وخت ہی اچھی لگے جب کھد جواں ہوویں، دوسرے لوکاں کے لیے ناں ہی۔" اس کی بات پر مائی جرینہ اٹھ بیٹھی پھر ہاتھوں سے کڑا کے نکالے اور آخری بولی۔

"سیدھی بات کا منے غلط جباب نہ دے گلابو! انصا پھ کی بات کر اب لڑکی جات کی کوئی جے داری ناں ہی لیتا، جمانہ بدل گیا ہے ری، کیسے بتلاؤں تھارے کو۔" اس کا جواب سن کر مائی جرینہ جھنجلا سی گئی تھیں۔

"ری منے کیا، سارا دن کھاٹ پر ڈھیر ہوئی رہوں یا وس ٹوٹی پھوٹی دری مان تھن ٹھنڈا کیے بیٹھی رہوں، مارے کو کوئی کچھ نہ بوئے پر گلابو منے بس تھارا کھیال رہوے، سارا دن تھارا مروجات ماں گجرے، مارے دل ماں غلط کھیال آویں، سوچوں کا ہے کو تنے اب تک سادی بیاہ کر کے کسی کے حوالے نہ کیا؟ اری ماں کا جباب دوں تھارے باپ کو اگر تنے سادی کے بگیر ہی چھوڑ موت کنے چلی گئی ناں؟" اب کی بار گلابو بھی شیشہ ایک طرف رکھ کر اٹھ بیٹھی تھی اور سمجھ گئی تھی کہ مائی جرینہ آج سنجیدہ بھی ہے اور پریشان بھی۔

"مائی تیں باری وجہ سے پریسان نہ ہو، کر لے مرجی، بیاہ دے منے، پر ایک بات مان جرور کروں۔" مائی جرینہ اس کی طرف سے ہاں سن کر خوشی سے پھولی نہ سمائی تھی اور یک بیک اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ یہ آنسو خوشی سے آئے تھے یا جدا ہونے اور پھر اس کے نصیب کے اچھا برا ہونے کے دھڑکے نے انہیں جنم دیا تھا، یہ خود مائی جرینہ کو بھی معلوم نہ تھا۔

"بول ماری بچی! ایک بات چھوڑ ہجار بول، پالہنار تنے کھوس رکھے۔"

"ماں سادی تاں کروں مائی پر کروں وس کے ساتھ جو منے سادی کے روج سونے کی مندر پہناوے۔"

"سونے کی مندری؟" مائی جرینہ نے حیرت سے اپنی انگلی دانتوں کے عین بیچ اس مسوڑے پر جا رکھی جہاں دانت ٹوٹ جانے کے بعد اب جگہ خالی تھی۔

"پریم ماں سیس کتان کا پچھا اور ہی مجا آوے اور منے بھی تاں پتہ چلے کس کے دل ماں مارا کتنا کھیال ہے۔ بس ای ماری پہلی اور آکھری سرط ہے آگے جو تیں بولے گی سو ماں کروں۔" مائی جرینہ جانتی تھی کہ خانہ بدوش منگتوں کی ایسی بستی میں سونے کی انگوٹھی لانا ایک ناممکن سی بات تھی اور خود مائی جرینہ بھی کسی سے یہ مطالبہ کرتی تو سامنے والے ضرور اس کی دماغی حالت کے اِدھر اُدھر ہونے کا سوچتے کیونکہ اس وقت وہ خود بھی گلابو کی ذہنی حالت کے بارے میں مشکوک و شبہات میں مبتلا دکھائی دے رہی تھی۔

❀......◉......❀

نیک، ایمان دار اور اصول پرست انسان کے لیے آج کل کے دور میں کسی بھی جگہ کسی اور کے انڈر رہ کر کام کرنا مشکل ضرور ہے مگر ناممکن ہرگز نہیں کیونکہ اردگرد کام کرنے والے دوسرے لوگ ایسے شخص کو اپنے لیے ہمیشہ ایک رکاوٹ اور راہ کا کانٹا ہی خیال کرتے ہیں مگر جو لوگ اللہ کے بتائے گئے اصولوں کے مطابق زندگی گزارنے کا ارادہ کر لیتے ہیں ان کے لیے آسانیاں بھی اللہ کی ذات ہی پیدا کرتی ہے۔

عائش کی کمپنی نے تمام ملازمین کی بہترین کارکردگی کی وجہ سے ہونے والے منافع کے باعث سارے اسٹاف کو بونس دینے کا فیصلہ کیا تھا اور آج بونس کی رقم کیشیئر کے ہاتھوں نقد وصول کرنے کے بعد عائش نے سوچ لیا تھا کہ وہ تمام کاموں اور ضرورتوں کو پسِ پشت ڈال کر اس دفعہ زویا کو گولڈ کی ایک خوب صورت سی انگوٹھی بنوا کر دے گا۔ وہ جانتا تھا کہ بچوں کی طرح اسے بہلانے کی خاطر ہی زویا نے گھر میں چنبیلی اور موتیا کے پودے لگا رکھے تھے جن سے حاصل ہونے والے چنبیلی اور موتیا کے پھولوں کو وہ نہ صرف کانوں میں ڈالتی بلکہ اکثر اوقات گجرے بنا کر کلائیاں بھی سجا لیتی۔ لیکن اب چونکہ قدرت کی طرف سے عائش کو یہ موقع دیا گیا تھا کہ وہ زویا کے لیے ایک خوب صورت سا تحفہ خرید سکے سو آفس ٹائم ختم ہونے کے بعد بینک سے اپنی سیلری بھی نکلوائی اور موٹر سائیکل کو اسٹارٹ کر کے آنکھوں میں خوب صورت خواب سجائے جیولر کے پاس جا پہنچا۔ مختلف ڈبے کھلوائے، کتنے ہی ڈیزائن مسترد کیے اور بالآخر تین سفید نگوں والی خوب صورت سی سونے کی انگوٹھی لے کر انہی راستوں پر اپنے موٹر سائیکل کو تقریباً اڑاتا ہوا منٹوں کا فاصلہ سیکنڈ میں طے کرنے لگا۔

"آج اتنی دیر...... خیر تو ہے ناں؟" روٹین سے ہٹ کر آج وہ تاخیر سے گھر لوٹا تو اڑی اڑی رنگت کے ساتھ پریشان سی زویا پر عائش کو بے حد پیار آیا۔

"بھئی کبھی کبھار دیر بھی تو ہونی چاہیے ناں، ایک سی روٹین سے تو دل اوبنے لگتا ہے۔" اس نے زویا کی پریشانی کا مزہ اٹھاتے ہوئے جان بوجھ کر اسے مزید ہوا دی۔

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن آپ کم از کم پڑوس میں فون کر کے بتا دیتے تو میں اتنا پریشان نہ ہوتی۔"

"بھئی اب ہر کام بیویوں کو بتانے والا بھی تو نہیں ہوتا ناں۔" ہاتھ منہ دھونے کے بعد دسترخوان پر بیٹھتے ہوئے عائش کے یوں کہنے پر زویا کا چونکنا لازمی تھا۔

"چلیں کام نہ سہی لیکن پلیز آئندہ اگر آنے میں دیر ہو جائے تو مجھے بتا دیا کریں، مجھ پر تو ایک ایک منٹ بھاری گزرتا ہے ورنہ......" اس نے بظاہر نارمل رویہ اور مناسب لہجہ رکھتے ہوئے سلاد کی پلیٹ اس کے آگے کی تھی لیکن چہرے کے اُتار چڑھاؤ سے اس کے اندر کی بے چینی اور جھنجلاہٹ صاف عیاں تھی جس کا جائزہ عائش دل ہی دل میں بخوبی لے رہا تھا۔ دوسرے دنوں کے برعکس آج کھانا نہایت خاموشی سے کھایا گیا جس کے بعد زویا برتن سمیٹ کر کچن میں لے گئی۔ چولہے پر چائے کے لیے پانی چڑھایا اور برتن دھونے کے لیے سنک میں منتقل کرنے لگی۔ ذہن ابھی تک عائش کی باتوں میں الجھا ہوا تھا، اُدھر عائش جس نے آج تک زویا سے کبھی کچھ بھی نہیں چھپایا تھا

دبے پاؤں کچن میں اس کے پیچھے جا کھڑا ہوا سو اب کے چونکنے کی باری زویا کی تھی۔

"جو بھی کل بھی پسند وہ ہے اب بھی پسند میری مٹھی میں بند ہے کیا؟ بتادوں ناں......؟" عائش کے اس انداز پر زویا حیران رہ گئی کیونکہ گانا گنگنانا تو کبھی بھی عائش کے مشاغل میں شامل نہیں رہا تھا سو کہاں یہ کہ ایک اشتہار پر چلنے والا گانا گنگنایا جارہا ہے۔

"عائش خیر تو ہے ناں؟ آج یہ سب......؟" وہ ابھی تک ان تمام انہونیوں کے محرکات سے لاعلم ہونے کی وجہ سے حیرت سے آنکھیں پھیلائے کھڑی تھی۔

"خیر ہی خیر ہے جانِ عائش!" اس کی طرف سے رخ پھیر کر عائش نے جیب میں سے انگوٹھی نکالی۔

"یہ دیکھو آج میں تمہارے لیے کیا لایا ہوں۔" اس نے بڑے پیار سے زویا کا ہاتھ تھام کر باریک سی تین سفید نگوں والی انگوٹھی اس کی نازک سی انگلی میں پہنادی۔

"آئی ریئلی لو یو زویا!" مگر حیرت سے گنگ زویا اس وقت کچھ بھی بولنے کی پوزیشن میں نہیں تھی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ ان کی بچت اس بات کی قدرے متحمل نہیں ہوسکتی کہ گولڈ کی خریداری کی جائے۔ تنخواہ کا ایک بڑا حصہ گیس بجلی کے بل، گھر کا اخراجات میں نکل جاتا تھا۔

"لیکن یہ گولڈ رنگ آئی کہاں سے؟" حیرت اور خوشی کی ملی جلی کیفیت میں لبریز وہ استفہامیہ لہجے میں بولی تو عائش نے مصنوعی خفگی کا اظہار کرتے ہوئے بالوں پر ہاتھ پھیرا۔

"ارے یار کیا تم بھی ناں، کردیا ناں اتنے رومینٹک موڈ کا ستیاناس۔" اور جب زویا کو عائش کی زبانی ساری بات بتا چلی تو خوشی کے مارے اس کا چہرہ سرخ ہوگیا۔

"یہ لو یہ بونس میں ملنے والے پیسے سنبھال کر رکھ لو ان میں سے تو ایک آنہ بھی خرچ نہیں ہوا۔" اس نے جیب سے نکال کر پیسوں کا لفافہ زویا کی طرف بڑھایا تو وہ مسکرا کر لفافہ لیے بیڈروم کی جانب بڑھ گئی۔ عائش بھی اس کے پیچھے ہی تھا، اُدھر دیگچی میں چائے کے لیے رکھا گیا پانی بھاپ بن کر اڑنا شروع ہوگیا تھا۔

"کیوں بے فلم دیکھے گا؟" شادے نے جامو کے جھونپڑے میں سر ڈال کر پوچھا تو تنہا بیٹھ کر اپنے چپٹے ناخن چباتے جامو نے رک پھیرتے ہوئے شادے کو دیکھا اور فوراً بولا۔

"منے تاں ایو پتہ ہے اغر فلم ماں ماری گلابو ہووے تاں دیکھوں، جرور دیکھوں نہیں تاں ماں کائے کو اپنا وخت جائع کروں۔"

بات کرتے کرتے وہ شادے کے ساتھ ہی باہر نکل آیا تھا، جہاں سڑک کنارے بسائی گئی چھوٹی سی بستی میں تو گویا ایک الگ ہی دنیا آباد تھی۔ بڑے سے میدان میں ذرا ذرا سے فاصلے پر کوہان نما جھونپڑیوں میں زندگی بڑی سست روی سے قدم گھسیٹتے ہوئے گزر رہی تھی۔ کہیں پر کچھ عورتیں کپڑوں کی چھوٹی چھوٹی ٹکڑیاں کاٹنے اور پھر جوڑنے کے بعد بچھونا بنا رہی تھیں اور کہیں پر مرد بیٹھے دن بھر کے دھندے کو ڈسکس کر رہے تھے۔ شام کے سائے اپنی تمام تر اداسی سمیت دھیرے دھیرے پنجے گاڑنے میں لگے ہوئے تھے۔ رسی نما بالوں والی چند بچیاں الگ سے ٹولی بنا کر کھیلنے میں مصروف تھیں، سب کچھ حسب معمول ہی تو تھا لیکن جامو کی نظروں کو البتہ قرار نہیں آرہا تھا جبھی شادے نے اسے دوبارہ ٹھوکا دیا۔

"فر بتا دے منے پیسے دے گا؟"

یہ بستی والوں کی واحد عیاشی تھی کہ جب ان کے پاس کچھ پیسے جمع ہوتے تو ملا کر کسی واقف دکان والے سے ٹی وی اور وی سی آر کرائے پر لا کر ایک دو فلمیں دیکھ لیا کرتے لیکن فی الحال جامو کسی بات کا بھی جواب دینے کے موڈ میں نظر نہیں آتا تھا کیونکہ وہ یک ٹک گلابو کو دیکھتے ہوئے من کی پیاس بجھانے لگا تھا۔ گلابو جو ابھی چند لمحوں پہلے ہی اپنے جھونپڑے سے نکلی تھی، گہرے سانولے رنگ اور بڑی بڑی آنکھوں والی گلابو کو جب سے بیاہتا سمجھا گیا تو اس میں نخرہ بڑھ گیا تھا۔ گھٹنوں کو چھوتی کرتی اور ٹخنوں سے اوپر کے گھاگرے میں سے جھانکتی سیاہ ہوتی پازیبیں چھن

چھن کرتیں تو بستی کے سبھی لڑکے خود بخود سورج مکھی کے پھول کی طرح اپنا رخ اس کی جانب کرلیا کرتے۔ سر پر جمایا گیا دوپٹہ جو ہمیشہ صرف کمر ہی کو ڈھانپتا آج بھی اپنا فرض پورا کیے ہوئے تھا۔ چلتے ہوئے ایک جھونپڑے سے دوسرے میں جاتے ہوئے کبھی پنڈلی کھجلاتی کبھی سر، چلنے کا انداز ایسا لچک دار تھا کہ قدم اٹھتے تو چٹیا کے ساتھ گندھا ہوا لمبا پراندہ کبھی کمر پر پھیلے دوپٹے کی دائیں سمت سے باہر نکلتا اور کبھی بائیں۔ آنکھوں میں مقناطیسی کشش اور الہڑ پنے کی لو تھی تو آواز میں نرم گرم جذبات کی ترنگ۔

بستی میں کون ایسا تھا جو اس کے ناز و انداز کو گردن کندھے پر ڈالے دیکھتا نہ رہتا اور سوچتا کہ کون ہوگا وہ خوش نصیب جسے گلابو کا ساتھ ملے گا اور خود گلابو بھی ان تمام باتوں سے اچھی طرح واقف تھی جبھی تو اس نے شرط بھی ایسی نرالی رکھ چھوڑی تھی کہ جو بھی پوری کرتا وہ تمام عمر اس کی داسی بن کر گزار دیتی۔

''چل جامو فی لم تاں ماں تھاری گلابو والی لے ہی آوں پروس کو بھی اب کوئی روج بعد دیکھنا چھوڑ دے۔'' شادے کو جیرو کی بے چینی اور غائب دماغی کی وجہ سے اپنے سامنے چلتی پھرتی نظر تو آرہی تھی مگر اس نے سر کھجاتے ہوئے اس کی توجہ اپنے اوپر لانے کی کوشش کی۔

''چھوڑ دوں؟'' جامو کی نظریں فی الحال جی بھر کے گلابو کو دیکھنے سے ٹھنڈک محسوس کررہی تھیں مگر دل میں اترتے ایک عجیب سے سرور نے اسے بُری طرح اپنے حصار میں لے رکھا تھا جبھی دنیا جہان کی وارفتگی اپنی آنکھوں میں سموئے بس اسے دیکھتا رہا۔

''چھوڑ دے گلابو کے سفنے دیکھنا جامو تھارے لیے ناں ہی بنی۔'' شادا اسے یوں بُت بنا دیکھ کر اب اکتا گیا تھا سو جھنجلا کر اس کا کندھا اچھی طرح جھنجوڑ ڈالا۔

''مارے لیے ناں ہی بنی تاں تو مار ڈالوں کھد کو۔'' لمحہ بھر میں جامو طیش میں آ گیا تھا۔

''ایو تاں رب جانتے پر ماں تنے بتاوں گلابو کا بیاں وس سے ہووے گا جو گلابو کی کھاطر سونے کی مندری لاوے۔''

''سونے کی مندری؟'' جامو کا منہ اس ہوش اڑاتی خبر پر کھلا کا کھلا رہ گیا تھا۔

''اب بتا منے کا کھیال ہے تھارا؟''

وہ کیا کہتا شادے کی اس بات پر تو وہ حیرت سے بغیر کچھ کہے بس اس کا منہ دیکھنے لگا تھا۔ وہ تو یہ سمجھے بیٹھا تھا کہ اس کے صاف اور سچے جذبوں کی آنچ اب تک گلابو کے دل تک بھی پہنچ چکی ہوگی لیکن اب اس کی مشروط رفاقت کے اعلان نے تو اسے دم بخود کر چھوڑا تھا اور شرط بھی ایسی جو اس کے لیے ہرگز ممکن نہ تھی۔ البتہ وہ یہ ضرور جانتا تھا کہ قبیلے کے سردار کے بیٹے سانول کے کانوں تک جس لمحے یہ خبر پہنچی اسی لمحے گلابو اس کی پہنچ سے دور، بہت دور چلی جائے گی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ جب گلابو کو اس کی حقیقت کا معلوم ہے کہ ہم سونے کی انگوٹھی حاصل کرنا تو بہت دور کی بات اسے چھو بھی نہیں سکتے تو ایسے میں اتنی احمقانہ شرط رکھنے کا بھلا کیا جواز؟

''بس شادے ماری تاں گلابو بھی نرالی اور وس کی باتاں بھی۔'' وہ زیر لب یونہی مایوسی سے گردن ہلاتے ہوئے بولا۔

''تاں فر سکایت کا اور سکوہ کیوں؟ ماری مان تاں وس کا کھیال نکال دے دل سے تھارے لیے اور بوت۔'' شادے اور جامو کی پرانی دوستی تھی اب اس نے جامو کو بنیان دھوتی پہنے پیڑھی پر بیٹھ کر گلابو کی خاطر منہ لٹکائے دیکھا تو اس کے بھی چہرے پر اداسی چھا گئی۔

''مارے کو لڑکی جات کا سوق تاں ہی سادے اور ایو تنے اچھی طریو کھبر ہے۔ منے تاوس گلابو سے پیار بھی ناں ہی عسق ہے منے وس کے ساتھ عسق۔'' جامو نے زمین پر انگلی پھیرتے ہوئے سامنے ہی گری ماچس کی تیلی اٹھا کر اپنی دھوتی کے ایک کونے سے صاف کیا اور دانتوں میں پھراتے ہوئے ڈکار لے کر بولا۔

''جرا کوسیس تاں جرور کروں اب آسانی سے اپنا عسق ناں چھوڑوں سادے، بس تیں دعا کر، منے مارا عسق، ماری گلابو مل جاوے۔ وس کی کھاطر منے جو کرنا پڑے وہ کروں۔'' اور تب شادے نے بھی اپنے جگری دوست کی خوشیوں کے لیے دل سے دعا کی تھی کہ اسے اس کا عشق اس کی گلابو مل جائے کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وہ اسے حاصل کرنے کے لیے کسی انتہائی قدم سے بھی گریز نہیں کرے گا۔

❀......۞......❀

کمپنی کی طرف سے بونس تو دیا گیا تھا مگر اب عائش کو معلوم ہوا تھا کہ کمپنی چونکہ دو بھائیوں کی ملکیت تھی سو اب سانجھے کی ہنڈیا چوراہے میں بس پھوٹنے ہی کو تھی اور ایک بھائی کی جانب سے کیشیئر کے ذریعے دینے والا بونس بھی اسی معاملے کی ایک کڑی تھی۔ اب یہ اطلاع سچ تھی کہ نہیں مگر بہرحال آج کل آفس میں یہ بات گردش ضرور کررہی تھی جس سے عائش نے زویا کو بھی آگاہ کرکے ان روپوں کو فی الحال استعمال نہ کرنے کی ہدایت کررکھی تھی اور اس کی طرف سے دی گئی اسی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے زویا ان روپوں کو سنبھال کر صحن میں آئی اور آریان کی کاپی اٹھا کر حیران رہ گئی۔

''انگلش ہماری نہ صرف سرکاری بلکہ قومی زبان بھی ہے۔ معاشرے میں عزت و مقام حاصل کرنے کے لیے اگر روانی سے انگلش بولنا ضروری ہے تو معاشرے کے لیے اسٹیٹس سمبل بھی ہے اور اس زبان سے واقفیت نہ رکھنے والے کو ہر لحاظ سے قابلیت سے عاری سمجھا جاتا ہے۔''

''آریان میں نے آپ کو قومی زبان پر مضمون لکھنے کو کہا تھا ناں اور آپ نے یہ سب کیا لکھا ہوا ہے؟'' زویا نے کاپی میں تحریر محض دو تین سطریں پڑھ کر ہی اس کی نوٹ بک بند کردی تھی۔

''آپی صحیح تو لکھا ہے میں نے غلط بھلا کیا ہے۔'' آٹھویں جماعت کے طالب علم آریان نے اکتائے ہوئے لہجے میں سر کھجاتے ہوئے کہا۔

یوں بھی وہ تھا تو آٹھویں کلاس میں لیکن اس کی ذہنی عمر اس کی جسمانی عمر سے کہیں زیادہ تھی اور کچھ گھریلو حالات نے اسے ضرورت سے زیادہ حساس بنا دیا تھا اور یہی وجہ تھی کہ زویا نے اسے پڑھانے کی ذمہ داری قبول کی تھی ویسے بھی وہ ان بچوں میں سے تھا جو قدرتی ذہین تو ہوتے ہیں مگر انہیں صرف کسی کی توجہ یا تھوڑی سی بنیادی رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے اور یوں اس طرح زویا کا بھی آسانی سے وقت گزر جایا کرتا۔

''جی نہیں ہماری قومی زبان اردو ہے اور یہ بات آپ اچھی طرح جانتے بھی ہو پھر......'' زویا نے ہلکے پھلکے انداز میں بات کرتے ہوئے جان بوجھ کر جملہ ادھورا چھوڑ دیا تھا۔

''نہیں آپی! اردو تو ہم غریبوں کی طرح دھتکاری ہوئی ہے انگلش میڈیم کے بچے ہمیں حقارت سے دیکھتے ہیں۔ بیرون ملک جاکر ہمارے وزراء تک اردو بولنے میں ہتک محسوس کرتے ہیں حالانکہ کئی دوسرے ممالک انگلش کے بجائے اپنی زبان کو اہمیت دیتے ہوئے مترجم کا استعمال کرتے ہیں اور دوسرے ممالک کی بات چھوڑیں آپی! خود ہمارے دفتروں پر انگریزی زبان کا راج ہے ہونہہ بلکہ انگریزی کا تو یہ حساب ہے کہ آگ لینے آئی تھی آگ والی بن بیٹھی۔''

''آریان!'' اس کے لہجے کی تلخی زویا کو حیران کررہی تھی لیکن پھر بھی اس نے چند منٹ خاموش رہ کر اس کے اندر جمے ہوئے لاوے کو باہر نکلنے کا بھرپور موقع دیا۔

''میں ٹھیک کہہ رہا ہوں آپی! ہم جیسے غریب لوگ جو سرکاری اسکولوں میں اردو کو اوڑھنا بچھونا بنا کر ماؤں کو بڑا افسر بننے کا خواب دکھاتے ہیں ناں بعد میں ہم ہی لوگ ان خوابوں کی کرچیاں بھی سمیٹتے ہیں۔'' سر جھکا کر وہ سامنے رکھی کاپی پر آڑھی ٹیڑھی لائنیں بنانے لگا تھا۔ پہلے تو زویا نے خاموشی سے سوچا مگر پھر اپنے ہی ارادے کی نفی کرکے بولی۔

''محنت کرنے والے لوگ پرائیوٹ اسکولز یا انگلش کے محتاج نہیں ہوتے آریان! تم دیکھو ہمارے ملک کے کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جو پوری دنیا میں ملک کا نام روشن کرنے کا باعث بنے وہ میری اور آپ کی طرح سرکاری اسکولوں سے ہی پڑھے تھے ناں۔''

''پتا نہیں آپی! لیکن آپ یہ بھی تو دیکھئے ناں صبور بھائی اب تک نوکری کے لیے صرف اس لیے خوار ہوتے پھر رہے ہیں کیونکہ وہ انگلش لینگویج کا کورس کرنے کے

باوجود انٹرویو میں اعتماد سے انگلش نہیں بول پاتے۔ باوجود اس کے کہ وہ نہایت ذہین ہیں مگر انگلش میں روانی نہ ہونے کے باعث نروس ہوجاتے ہیں۔" سابقہ تلخ لہجے میں اب شگفتگی بھی نمایاں تھی اور زویا کے سامنے اب اس کے رویے کی گتھی چونکہ سلجھ چکی تھی اس لیے چاہتی تھی کہ اسے پیار سے سمجھائے مگر آج وہ پہلے ہی جلدی چھٹی کرنے کا کہہ چکا تھا اس لیے زویا نے اپنا ارادہ کل پر ملتوی کرتے ہوئے چھٹی تو دی مگر اس کی کہی گئی باتیں ذہن کے کونے میں چپک کر رہ گئیں۔

"چلو مسٹر افلاطون! آج تو چھٹی کرو اور اس ننھے سے دماغ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو باقی تفصیل سے باتیں ان شاء اللہ کل کریں گے۔" زویا نے خوشدلی سے مسکراتے ہوئے اس کے سر پر ہلکی سی چپت لگائی تو وہ بھی ہنسنے لگا۔

اس کے بیگ سمیٹنے تک وہ بھی اٹھی' چولہا صاف کرنے کے بعد دھونے والے برتن ٹوکری میں رکھے' بچا ہوا سالن پلیٹ میں ڈال کر فریج میں رکھا اور برتن صحن میں نل کے پاس رکھ کر دھونے لگی۔ آریان اس کے صحن میں آنے سے پہلے ہی اسے اللہ حافظ کہہ کر جاچکا تھا اور وہ ابھی تک اس کی حساسیت پر حیران تھی کہ اس عمر میں تو لڑکے عموماً کرکٹ اور دوسرے مشاغل کی باتیں کرتے ہیں اور وہ ابھی سے کن مسائل اور فکروں میں الجھا ہوا ہے یہی سوچتے ہوئے اس نے ہمیشہ کی طرح انگوٹھی اتار کر ساتھ رکھے گملے میں ڈال دی۔ پہلے بھی اس کا یہی معمول تھا آٹا گوندھتی' برتن دھوتی یا کپڑے' انگوٹھی ہمیشہ اتار کر رکھ دیتی تھی تاکہ اس کی چمک ماند نہ پڑجائے اور پھر جس محبت اور جن حالات میں عائش نے اب یہ انگوٹھی خریدی تھی تو اسی جذبے کے پیش نظر زویا کے لیے یہ انگوٹھی اپنے اس تمام زیور سے عزیز تر تھی جو اس نے عائش کو دیئے تھے۔

❀......◉......❀

"وے اب نہ مانے کسی کی بات' منے تاں دماگ کھراب نہ ہوجائے' بوت باتاں کیے ہوں وس کے ساتھ' مائی جرینہ تاں کھاٹ پر لیٹن لاگی تھی' منے بولی کھد بات کر لیو۔" شادے نے جامو کے پاس آکر اسے پوری تفصیل سے آگاہ کیا۔

"تنے وس کو بتایا کہ میں کو وس کے سوا جگ ماں کچھ نجر نا آوے۔"

"سب بتائے ہوں وس کو اور تنے کھبر ہے کا بولی؟" شادے نے لحہ بھر رک کر کان صاف کیا اور اس کے صبر کو نہ آزماتے ہوئے بولا۔

"بولی' منے بھی کھاب دیکھے ہیں مارا بھی تاں دل بولے کی جندگی ماں آن والا جے لمبے قد کا ہو' سادی والے روج سر پر راجپوتی صافہ باندھے' لمبے اور کھلے باجو والی گھیر وال قمیج پہن کرا اپنے کان ماں گول گول بالے پہن کر' باجو پر گٹھڑی باندھے وس روج راجہ کے ماپھق نجر آوے۔"

"سادے ایتاں مسکل تاں ہی' وس کے ساتھ مندری کی بات کرن بھیجا تاں تھارے کو وس کا' کا بولی؟" جامو نے جب سے اس کی شرط سنی تھی گویا جان پر بنی تھی اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کا حریف وسانول یہ شرط پوری کرکے سرخرو ہوجائے جبھی شادے کو پیامبر بنا کر اس کے پاس صرف اسی لیے بھیجا تھا تاکہ وہ اسے یہ شرط واپس لینے پر راضی کرسکے مگر ایسا نہ ہو بلکہ گلابو نے وہ تمام حلیہ بھی کہہ سنایا جیسا کہ وہ اپنے ہونے والے دلہا کو شادی کے روز دیکھنا چاہتی تھی۔

"وے کوئی بات تاں سنے کسی کی' وس کی باتاں سن کر تاں مائی جرینہ بھی نجریں گالاں مان جوڑ لیں' کوئی وخت روئی بھی' پر ترنت اپنی چدر ماں آنسو چھپان کی کوسس مان آجو باجو دیکھن لاگی' پر تھاری گلابو اپنا کھیلا' اپنی سرط نہ بولی۔ وس کا گیروار رنگ تو بولوں دغ دغ کرن لاگا۔ شام سے کی سرکھی ماپھق۔ بولی سادی تو کروں اور جرور کروں پر کروں گی وس کے سن جو ماری سرط پوری کرے۔" شادے نے جامو کے چہرے پر اترتی مایوسی بھی دیکھی اور آنکھوں میں جنم لیتا جنون بھی۔

"مائی جرینہ بولی' وس نے بابے بسیرے کو ایو بات تاں بتائی اب تک' پر کوئی روج پتہ تاں لاگے تاں وس کو بھی اللہ کھدا جانے اب تک پتہ لگ بھی گیو کہ نئیں۔"

"واہ ری ماری گلابو! ایو سن کر مارے تاں ہاتھ پاؤں نہ چلیں' جھین کر ساوے' منے لاگے جیسے پاؤں جمین ماں پھنس گئے مارے۔ پر کا کروں مارے دل کی آواج منے کاناں ماں سنائی دے' ڈل کرے شتابی بس سونے کی مندری ملے۔" شادے نے ترس کھاتی نظروں سے جامو کو دیکھا جو اس سردی میں بھی بغیر چادر یا قمیص پہنے صرف بنیان اور دھوتی میں اس کے سامنے اپنے جھونپڑے میں بیٹھا تھا۔

"اور ماری آنکھوں نے تاں اب تک سونے کی مندری دیکھی بھی ناں ہی۔"

"تنے کیا اس پوری وستی ماں کسی کے کھاندان ماں اب تک سونے کی مندری ناں آئی اور ماری بات مان جامو وستی ماں دوجی بھی تاں ناں ڈھے ماپھق لڑکیاں ہی' کنی اور پسند کر رکھ وس کا دھیان چھوڑ دے' وے آپی سادی کرنے آپ برلا وے تو وس کا ٹنٹا کھتم کر۔" شادے نے اپنی تئیں بڑا مفید مشورہ دیا تھا اور اب کونے میں پڑا ٹھنڈی چلم والا حقہ اٹھا کر اس کے قریب لے آیا تھا اور اسے گڑگڑاتے ہوئے جامو کے جواب کا منتظر رہا جو اس کی بات سن کر بھی ٹھونکے کیل کی طرح ویسا کا ویسا بیٹھا رہا۔

"جرا جان نگڑی کر اور وے گلابو آپی کانچ کی گڑیا سمجھے تاں پر تیں دیکھیں وس کانچ کی گڑیا کنے پلید بلی بنا دیوے وس کے ساتھ سادی کرنے والا۔"

"ناں سادے ناں' وس کو کچھ ناں بول......" جامو سے برداشت نہ ہوا تھا کہ شادے کے منہ سے گلابو کے لیے ایسی کوئی بھی بات سنتا' جبھی اس کی حمایت میں بول پڑا۔

"الا دا گر بن ماں باپ کے پلے تاں وے کھوڑ ہو ہی جاوے' اس ماں گلابو کا دوس۔"

"فر تیں جانے اور تھاری گلابو' منے تاں کچھ سمجھ نا آوے تھاری عاسقی کا' کا بنے۔" شادے نے تو ہتھیار ڈال دیئے تھے اور اب حقہ تازہ کرنے کے لیے چلم ہاتھ میں پکڑی اور آٹے کے کنستر کے اوپر رکھے شاپر میں سے تڑی مڑی سی ڈلی اٹھائی اور اسی شاپر میں رکھے دوسرے لفافے میں سے تمباکو مٹھی میں لیا اور چلم میں موجودہ سابقہ راکھ گرانے کے لیے جھونپڑے سے نکل گیا جب کہ جامو اس وقت بجلی کی سی رفتار سے گزرتے وقت کو اپنے حق میں کرنے کا گر ذہن میں آنے پر مسکراتے ہوئے قدرے مطمئن لگ رہا تھا۔

❀......◉......❀

"اللہ کے نام پر منے کچھ دے دیو بابا...... اللہ رسولؐ کے نام کی کیہا طر ماری مدد کر دیو......" ابھی برتن دھوتے زویا کو چند ہی منٹ گزرے تھے کہ گلی سے آتی یہ صدا اس کے کانوں تک پہنچی اور ساتھ ہی دروازہ بجانے کی بھی آواز آئی تو اس نے فوراً ہی صابن لگے اپنے ہاتھ دھوئے اور ہمیشہ کی طرح کچھ دینے کی نیت سے دوپٹے سے ہاتھ پونچھتی بیرونی دروازے کی طرف بڑھی ہی تھی کہ...... مگر یہ کیا؟

آریان کے جانے کی بعد وہ اس کی باتوں کے خیال میں یوں الجھی ہوئی تھی کہ دروازہ اندر سے بند کرنے کا تو دھیان بھی نہیں رہا تھا جبھی اس کے قدم جہاں تھے وہیں رک گئے تھے۔ ٹخنوں سے بالشت بھر اونچا سبز چوغہ' پاؤں میں تین چار کڑے' گلے میں موٹے موٹے پتھر نما موتیوں کی مالا اور سر پر مختلف قسم کے کپڑوں کی ٹکڑیاں جوڑ کر بنائی گئی ٹوپی جس میں سے بال نکل کر شانوں پر جھول رہے تھے۔ ایک پاؤں دروازے کے اندر اور دوسرا باہر کیے سرمہ لگی آنکھوں سے وہ لمبا چوڑا اور ہٹا کٹا فقیر بڑی گہری نظروں سے اسی کو دیکھ رہا تھا۔

"جو دیوے اس کا بھلا۔" دروازے کے عین درمیان میں کھڑے ہو کر اس نے بازو دراز کرتے ہوئے کشکول اس کی طرف بڑھایا تو زویا کے انگ انگ میں سنسنی دوڑ گئی اور جسم جیسے چیونٹیوں کی گزرگاہ لگنے لگا۔ بھائیں بھائیں کرتے خاموش اور چپ چاپ در و دیوار اس بات کے گواہ تھے کہ وہ اس وقت گھر میں اکیلی ہے۔

"اگر مانگنا ہی ہے تو دروازے کے باہر کھڑے ہو کر مانگو یہ کون سا طریقہ ہے؟" تمام تر ہمت جمع کرکے وہ آخر بول ہی پڑی۔

"ارے ڈر مت بچے! مارا کام تنے نقصان پوچانا نہ ہووے' ماں تاں کھیر بانٹوں' سب کے واسطے بس کھیر......"

زویا اس کا حلیہ اس کی بات چیت اور خصوصاً اس کے دیکھنے کے انداز سے بے انتہا گھبرا گئی تھی اور سوچ رہی تھی کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے کہ ایک دم چونک ہی تو گئی۔

"حق اللہ...... حق......" آنکھیں بند کر کے جھوم کر کہتے ہوئے اس "اللہ لوک" نے بائیں ہاتھ میں پکڑا وہ ڈنڈا جس پر جا بجا رنگ برنگے دھاگے بندھے ہوئے تھے زور سے زمین پر دے مارا تھا۔

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے لیکن پہلے گھر سے تو باہر نکلو پھر میں کچھ دیتی ہوں۔" گو کہ لرزش زدہ ٹانگوں کی کپکپاہٹ اس کے رہے سہے اعتماد کو بھی ختم کیے دے رہی تھی لیکن ظاہر ہے جیسے تیسے آخر ہمت تو کرنا ہی تھی سو دو قدم آگے بڑھا کر اس نے ہاتھ کے اشارے کا سہارا لیتے ہوئے اسے باہر نکلنے کو کہا تو اس اللہ لوک نے براہ راست اپنی عقابی آنکھیں زویا کی آنکھوں کی سیاہ پتلیوں پر مرکوز کرتے ہوئے ایک دم ہی بڑے جلالی انداز میں اسے وہیں اسی جگہ پر روک دیا۔

"منے جیسے اللہ لوک گھر آ دیں تاں دھکے ناں ہی دیتے بچے۔ وس راسدہ بھی مارے ساتھ ایہو کس کیو ہونہہ اب کھد قزرت وس کو مٹی ماں رول رہی ہے۔" خلا میں کچھ کھوجتے ہوئے اپنی بولتی آنکھیں اس پر مرکوز کر کے اس نے جانے کس راشدہ کی بات کی تھی لیکن زویا کو ایک دم اپنا سر زور سے چکراتا اور درد کرتا محسوس ہونے لگا تھا۔

"دل...... لیکن میں تو ابھی پیسے دے رہی تھی ناں آپ کو۔" بُری طرح گھبراہٹ کا شکار زویا نے دروازے کے ساتھ ہی رکھے چند سکوں کی طرف اشارہ کیا۔

"ای او......" وہ بڑے استہزائیہ انداز میں مسکرایا اور خود ہی وہاں سے ایک سکہ اٹھا کر ہاتھ کے اشارے سے اسے پاس بلایا اور خود گیٹ بند کر کے وہیں اندرونی طرف فرش پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ وہ بھی بلا چوں چرا چھوٹے چھوٹے چار پانچ قدم اٹھاتی اس سے ذرا فاصلے پر کھڑی ہوگئی۔

"سائیں ماچس والی سرکار (فرضی نام ہے) کا گلام ہوں ماں۔ بچے سرکار کے نام کی نیاج لوں اپنے کنے کچھ ناں رکھوں تیں بھی میکوں جرا دل بڑا کر کے نیاج دے۔" اس کے وہیں سامنے بیٹھ جانے پر اس نے زویا کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے یوں بات کی گویا ہونٹ تو ہلے ہی نہیں تھے اور آنکھیں ہی آنکھوں سے ہم کلام ہوگئی تھیں پھر سکہ منہ میں ڈال کر داڑھ کے نیچے رکھ کر دبایا اور تھوک سمیت زویا کی طرف بڑھا دیا۔ زویا نے بھی میکانکی انداز میں اپنی ہتھیلی پھیلائی اور سکہ تھامتے ہی یوں مٹھی کو بھینچا گویا تبرک کی بے ادبی کا ڈر ہو۔

"وس سکے کو گھر کے پیسوں کے ساتھ رکھ چھوڑ فر دیکھیو پیسہ چھمق کی ماچھق تمارے گھر میں کھنچتا آوے گا۔" چند منٹ پہلے مزاحمتی رویہ رکھنے والی زویا اب اس کی ہر بات پر دل سے یقین بھی کر رہی تھی اور چہرے پر اللہ لوک کے لیے نہایت عقیدت بھی تھی۔

"بابا مہینے کے آخری دن ہیں ناں اس لیے تنخواہ تو تقریباً ختم ہوگئی ہے مگر کچھ بونس کی رقم ہی ہے جو میں استعمال نہیں کر سکتی۔"

"ہوں......" آنکھیں بند کر کے جھومتے ہوئے اس اللہ لوک نے چند لمحے کا مراقبہ کیا اور پھر ایک دم جیسے "منزل" پا لینے پر حق اللہ...... حق کہتے ہوئے ڈنڈا زمین پر دے مارا۔

"او بچے مارے کو مرشدوں سی طرفاں اتنی اجاجت تاں ہیں پر تمارے لیے منے کھاس عرجی ڈال کر سرکار سے جاجت لی ہے۔ تمارے سوہر سے بھی پوچھ لیو منے اب کی اب...... جا لے آ جلدی شتابی......"

اللہ لوک نے زویا پر خاص عنایت کرتے ہوئے اپنے علم کے ذریعے عائش سے بھی اجازت لے لی تھی۔ سو زویا نے خوابیدہ انداز میں چلتے ہوئے بونس میں ملنے والی رقم اسی طرح خاکی لفافے میں لا کر اس کے حضور پیش کر دی۔ دونوں ہاتھوں سے لفافہ تھام کر فرش پر بیٹھنے کے بعد چند لمحے آنکھیں بند کر کے منہ ہی منہ میں کچھ پڑھتا رہا اور پھر اس سے پانی لانے کا کہا لیکن جب تک وہ پانی لائی وہاں نہ تو اللہ لوک کا کوئی وجود تھا نہ ہی خاکی لفافے میں بند ان روپوں کا اور

تب اچانک ہی اسے یوں لگا جیسے وہ کسی بہت لمبی نیند سے جاگی ہو۔ پانی لانے اور یہاں یوں فرش کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے کا مقصد بھی ذہن سے محو تھا۔ غائب دماغی سے اس نے گلاس وہیں ایک طرف رکھا، کھلے ہوئے دروازے کو کنڈی لگائی اور وہیں بیٹھ گئی۔ چند ہی لمحوں میں جیسے اس کی یادداشت واپس آنے لگی اور تبھی اس پر منکشف ہوا کہ وہ اپنی تمام تر پونجی گنوا بیٹھی ہے۔ بے اختیار آنسو اس کے چہرے سے ہو کر گود میں رکھی ہتھیلیوں پر گرنے لگے تو یکا یک اسے اپنی انگوٹھی کا خیال آیا۔ بجلی کی سرعت سے قریب ہی موجود گملے کو دیکھا تو وہ بھی خالی تھا۔ روتے روتے اب کی بار وہ گملے کے پاس بیٹھی تو بس بیٹھتی ہی چلی گئی۔ یعنی وہ اللہ لوک اسے اللہ کے نام پر خالی ہاتھ اور تہی داماں کر گیا تھا۔

❀ ...... ❀ ...... ❀

آج کا دن ہی شاید اپنے دامن میں زویا اور عائش کے لیے عجیب و غریب اتفاقات لیے ہوئے طلوع ہوا تھا پہلے وہ اللہ لوک ساری جمع پونجی لے اڑا تھا اور اب عائش کے کمپنی ہیڈ اور پولیس...... وہ کچھ بھی سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ آخر پولیس اس کے گھر کی تلاشی کیوں لے رہی ہے؟ یوں بھی ہمارے ملک میں پولیس اتنی با اختیار ہے کہ جب چاہے بغیر اجازت نامے اور اطلاع کے کسی بھی عام آدمی کے گھر کی تلاشی لے سکتی ہے۔ اسی دوران عائش گھر میں داخل ہوا اور زویا ہی کی طرح وہ بھی پولیس کو دیکھ کر حیران تو ہوا ہی مگر چہرے کا رنگ بھی اڑ گیا۔

"کیوں بی بی! کہاں وہ رقم جو بونس کے نام پر ورکرز کو خریدنے کے لیے دی گئی تھی اور سبھی ورکرز نے باقاعدہ دستخط کر کے وہ تمام روپے وصول بھی کیے اور سر کے خلاف پولیس کو دینے والی درخواست کا حصہ بھی بنے۔" پولیس آفیسر کمپنی ہیڈ کے سامنے مکمل طور پر ایکٹو نظر آ رہا تھا اور درست جواب کے حصول کی خاطر اس نے عائش کا منہ بھی زویا کے مخالف سمت کر دیا تھا تاکہ کوئی واضح اشارہ نہ دیا جا سکے۔

"رقم......؟ سر آپ جہاں چاہیں پورے گھر میں چیک کر لیں ایسی کوئی رقم ہمارے گھر میں نہیں۔"

"نہیں...... کیسے نہیں جب سر کا بھائی خود کہتا ہے کہ اس نے عائش سمیت سب لوگوں کو انہیں خریدنے کے لیے رقم دی ہے اور میرے پاس ان نوٹوں کے نمبر ہیں پھر آپ کیسے کہہ سکتی ہیں کہ رقم گھر پر ہے ہی نہیں؟"

"ٹھیک سر اگر وہ اتنے ہی سچے ہیں اور آپ ان کی باتوں کو اتنا ہی سچ جانتے ہیں تو پھر ان کی طرف سے دائر کی وہ شکایت بھی کیا سچی ہے؟" زویا کی بات پر وہ پولیس مین لاجواب ہو کر رہ گیا تھا۔

"اور سر آپ نے ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی تو کہا تھا کہ انہوں نے سب ورکرز کو وہ روپے ایک ہفتے تک استعمال نہ کرنے کا کہا تھا سو اگر میرے پاس رقم ہوتی تو کیا میں اسے کہیں خرچ کرتا؟" پولیس آفیسر اور کمپنی کے ہیڈ نے ایک دوجے کو بغور دیکھا۔

"سر آپ لوگ میرا یقین کریں نہ تو میرے پاس وہ روپے ہیں اور نہ ہی میں نے کہیں خرچ کیے ہیں اور اگر ہوتے تو بھلا اس چھوٹے سے گھر میں بھلا میں کہاں چھپاتا۔" عائش کے التجائیہ انداز پر اس کے کمپنی ہیڈ کا ہی دل پسیجا سو پولیس آفیسر سے مخاطب ہوا۔

"چھوڑیں، رہنے دیں اسے یہ میری کمپنی کا ذہین اور ایمان دار انسان ہے یقیناً اس کے پاس وہ روپے نہیں ہیں ورنہ جھوٹ نہ بولتا۔"

"آپ لوگ پلیز اس بات کا یقین کر لیں کہ ہمارے گھر میں اس رقم کا ایک روپیہ بھی موجود نہیں ہے، تلاشی پہلے بھی آپ ہر جگہ کی لے ہی چکے ہیں۔ تسلی کرنا چاہیں تو بے شک ایک بار پھر اچھی طرح جانچ پڑتال کر لیں۔" زویا کیونکہ سچ بول رہی تھی اور گھر میں رقم کا کوئی وجود ہی نہیں تھا جبھی نہ تو لہجہ کانپا نہ الفاظ ڈگمگائے البتہ عائش جو یہ سمجھ رہا تھا کہ وہ محض اسے بچانے کی خاطر جھوٹ کا سہارا لے رہی ہے اپنے چہرے کے تاثرات کا توازن درست نہیں رکھ پا رہا تھا۔

"مجھے تم پر فخر ہے عائش۔" کمپنی ہیڈ نے آگے بڑھ کر اس کا کندھا تھپکا۔ "تمہاری ایمان داری اور محنت کا تو پہلے بھی پورے اسٹاف میں چرچا تھا اور میں خود تمہاری اس

خوبی کا معترف بھی تھا مگر آج تو تم نے میرا دل جیت لیا ہے۔" ان کی اس قدر تعریف پر جہاں عائش نے سر جھکایا تھا وہاں انگلیاں چٹخاتی اور انہونی کے ڈر سے مضطرب زویا نے بھی بے اختیار گہری سانس لے کر اللہ کا شکر ادا کیا تھا۔

"اور اب پرموشن یقیناً تمہارا حق بنتی ہے۔" انہیں خوش خبری سنانے کے بعد یوں پولیس کے گھر پہ آنے اور تلاشی لینے کی معذرت کرتے ہوئے وہ جب گھر سے رخصت ہوئے تو عائش اور زویا دونوں ہی حیران تھے۔

یہ سچ تھا کہ اس نے وہ پیسے بونس کی مد میں وصول کیے تھے مگر اس بات سے وہ قطعی طور پر لاعلم تھا کہ یہ روپے کمپنی ہیڈ کے خلاف شکایت درج کروانے کے لیے دستخط کرنے کی مد میں اسے ادا کیے گئے ہیں اور یہ بات محض اس کی ایمانداری کی وجہ سے اس سے مخفی بھی رکھی گئی تھی اور زویا جو ابھی کچھ دیر پہلے بیٹھی سوچ رہی تھی کہ اس نے تو آج تک کسی دوسرے کیا گلی سے گزرنے والے فقراء کے بارے میں بھی بُرا نہ سوچا نہ عمل کیا تو پھر آخر اس کے ساتھ ایسا کیوں ہوا کہ وہ جو اللہ کی محبت میں اللہ کے بندوں سے محبت کا رویہ رکھے ہوئے تھی اسے آخر اس مصیبت اور پریشانی کا سامنا کیوں کرنا پڑا جو اس اللہ لوک کے ذریعے گھر میں داخل ہوئی۔ مگر پولیس اور کمپنی ہیڈ کے جانے کے بعد اب اس کا یقین اس بات پر مزید پختہ ہوگیا تھا کہ بعض اوقات ربّ ذوالجلال اپنے پیارے بندوں کو معمولی پریشانی دے کر کسی بڑی مصیبت سے بچالیتا ہے۔

"کیا تم بھی وہی سوچ رہی ہو زویا جو میں سوچ رہا ہوں؟" عائش نے اسے چپ چاپ کسی سوچ میں مگن دیکھ کر پوچھا تھا وہ چونکی، مسکرائی اور گہری سانس لے کر اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے بولی۔

"بے شک وہ سب سے اعلیٰ کارساز اور بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔" عائش نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملائی اور شکرانے کے نفل پڑھنے کے ارادے سے اٹھ گیا۔

❁......۞......❁

بس اسٹاپ سے میل بھر دور خانہ بدوش فقیروں کی یہ بستی آج تو کچھ الگ ہی ڈھب میں نظر آتی تھی رنگین پیڑھی پر بیٹھی گلابو آتشی گلابی جوڑا پہنے سر کے بالوں کو پراندے میں گوندھ کر چٹیا بنانے کے بجائے پتلی پتلی مینڈھیاں بنائے بازوؤں اور گلے میں مصنوعی مگر سنہری زیورات سجائے اپنی کاجل لگی بڑی بڑی آنکھوں کو جھکائے جامو کے ساتھ شرمائی لجائی بیٹھی تھی اور جامو فخر سے یوں گردن اکڑائے ہوئے تھے جیسے سومنات کا مندر اسی نے فتح کیا ہو۔ بستی کے باقی لوگ بھی نیم دائرے کی شکل میں ان دونوں کے گرد موجود تھے اور سب ہی گلابو کی قسمت پر رشک کررہے تھے۔ گلابو کی سہیلیاں گھی کے خالی ڈبے کو بجا کر مختلف گیت گارہی تھیں کہ آج گلابو اور جامو کے ایک ہونے کا دن تھا اور پھر جیسے ہی ان سب نے اپنی بپاشا کا پسندیدہ گانا "ماہی ماہی مینوں چھلا" گانا شروع کیا تو ساتھ ہی خود کو رقص کرنے سے بھی نہ روک سکیں۔ بابے بسیرے اور سانول سمیت سبھی ہتھیلی پر جم جانے والی اس سرسوں پر بے حد حیران تھے اور جب جامو نے اپنے وعدے کی تکمیل کی صورت میں جیب سے انگوٹھی نکال کر مائی جرینہ کی طرف بڑھائی تو مائی جرینہ نے بڑی سہولت سے اس کا ہاتھ سامنے بیٹھی زیر لب مسکراتی گلابو کی طرف موڑ دیا اور یوں جب جامو نے گلابو کو وہ تین سفید نگوں والی خوب صورت سی انگوٹھی پہنائی تو وہاں موجود تمام بستی والوں کی آنکھوں میں رشک و حسرت تھی اور گلابو کے ہونٹوں کی مسکراہٹ دیکھ کر وہ ان روپوں کا دکھ فراموش کرگیا تھا جو بستی تک پہنچنے سے پہلے ہی کہیں اِدھر اُدھر جاگرے تھے۔

وہاں موجود تمام لوگوں اور خود جامو نے آج سے پہلے تک تو کبھی سونے کی انگوٹھی کو چھوا تک نہیں تھا مگر آج سونا خود گلابو کی انگلی کو چوم رہا تھا اس لیے گلابو کا اترانا بھی حق پر تھا سو نظروں ہی نظروں میں گلابو کا طواف کرتا جامو آج خود کو ہواؤں میں اڑتا محسوس کررہا تھا کہ آج اس کی گلابو حقیقت میں بپاشا نی ادائیں دکھا رہی تھی اور ایک سونے کی انگوٹھی کے بدلے اب تمام عمر کے لیے اس کی ملکیت تھی۔

❁

سالگرہ آنچل

سلمیٰ فہیم گل

سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر

انتظار نہ ختم ہوا گھڑی ملن کی آگئی
کوئی دل کو لبھانے والا ہے، موسمِ بہار میں
رنگوں بھرا یہ آنچل، تاروں بھری چنریا
وہ ست سجانے والا ہے، موسمِ بہار میں

"اف اللہ کتنا اندھیرا ہے۔ ایسی طوطا چشمی...... ایسا...... ایسا......!" کوئی مثال سمجھ نہ آئی تھی تو وہ محض بڑا بڑا کر رہ گئی۔

"مجال ہے جو کسی کو پروا ہو میری، میرے احساسات کی، میرے جذبات کی۔ سب بے حس ہیں یہاں کسی کو میری قدر نہیں صحیح کہتے ہیں لوگ انگلی پکڑاؤ گے تو بازو پکڑا جائے گا اور......!"

"اوہو...... یہ تم کہہ رہی ہو ورنہ صحیح کہاوت یہ ہے انگلی پکڑاؤ گے تو لوگ ہاتھ پکڑ لیں گے اور اگر ہاتھ......!"

"رہنے دو تم اپنی نصیحات، اپنے پاس سنبھال کر رکھا کرو برے وقت میں کام آئیں گی۔ بائی دا وے ہو تو تم بے پروا...... بے مروت...... بے بے بے......!"

"رہنے دو...... تمہاری یہ بے بے منہ میں ہی رہ جائے گی مگر الفاظ سمجھ میں نہیں آئیں گے۔ کوشش فضول ہے۔ سیدھے سے بتاؤ پرابلم کیا ہے کیوں اتنی دیر سے دماغ چاٹ رہی ہو؟" ایک بار پھر سے اس کی بات مکمل کرتے ہوئے اس نے قطعاً لاعلمی کا اظہار کیا تھا۔ گویا وہ جانتا ہی نہ ہو کہ وہ چاہتی کیا ہے؟

"دھت تیرے کی یعنی کے میں اتنی دیر سے بھینس کے نہیں بلکہ بھینسے کے آگے بین بجا رہی تھی، واہ کیا بات ہے۔"

جواباً اشعر محظوظ کن انداز میں مسکرایا اور معنی خیزی سے اس کی جانب دیکھا جیسے چڑا رہا ہو اور وہ چڑ بھی گئی تھی۔

"دفع ہو جاؤ اشعر...... مرجاؤ ڈوب کر۔" لب بھینچے ہوئے دانت کچکچا کر کہا تھا۔ اشعر نے بمشکل اپنی مسکراہٹ روکی تھی۔

"کہاں ڈوب کر مروں؟" مزید نمک پاشی کی گئی۔

"چلو بھر پانی میں۔" شرم دلا رہی ہوں۔

"اتنے سے پانی میں کیسے ڈوبوں گا یار۔ اس میں تو یہ ایک انگلی بھی ڈیپ نہیں ہوسکتی اور مجھے دیکھو چھ فٹ قد ہے میرا مانا کہ مشورے دینا تمہارے بس کی بات نہیں مگر

بولتے ہوئے سوچ تو لیا کرو یار۔" ڈھٹائی کی گویا انتہا تھی۔

"تو تم میری مدد نہیں کرو گے؟" اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے پھر سے استفسار کیا۔

"کچھ بتاؤ گی تو ہی مدد کروں گا نا۔" وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اسے کس سلسلے میں مدد درکار ہے مگر جان بوجھ کر انجان بن رہا تھا سبین اچھی طرح جانتی تھی۔

"بھاڑ میں جاؤ تم' تمہاری مدد' تمہارے مشورے اور......اور......؟"

"ہمدردیاں۔" حسب معمول ٹکڑا لگایا تو سبین پیر پٹختے ہوئے تیزی سے نکلتی چلی گئی جبکہ اشعر اس کے بچکانہ انداز پر محظوظ ہوتے ہوئے مسکرا دیا تھا۔

❀......۞......❀

"کیا مسئلہ ہے یار۔ تم دونوں تو ہو ایک سے بڑھ کر ایک۔ مگر میرا کیا قصور ہے مجھے کیوں بال کی طرح اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر گھماتے رہتے ہو۔" ابھی پندرہ منٹ ہی ہوئے تھے ان دونوں کی جھڑپ کو حسب معمول افشاں پیغام رساں بنی اس کے سامنے تھی۔

"ہاں تو بال کو گھمایا ہی جاتا ہے۔" اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا تھا انداز خاصا معصومانہ تھا۔

"اے یہ بال کسے کہا......؟" کمر پر ہاتھ ٹکاتے ہوئے کڑے تیوروں سے استفسار کر رہی تھی۔

"تجھے۔" سہولت سے کہہ کر وہ دوبارہ سے پینڈولیم کی طرح ڈولنے لگی تھی۔

جواباً افشاں نے پوری آنکھیں نکال کر اسے گھورا مگر مجال ہے جو وہ ٹس سے مس ہوئی ہو۔ افشاں کو خاصی حیرت ہوئی تھی ورنہ اس وقت تک جنگ عظیم شروع ہو چکی ہوتی۔

"اے بی...... آر یو آل رائٹ...... کیا ہوا؟" اس نے کسی قدر پریشانی سے دریافت کیا۔

"اوہوں...... کچھ نہیں۔" وہ ایک پل کو رکی تھی۔

"کیا میں جان سکتی ہوں کہ اب تم دونوں میں کس بات پر لڑائی ہوئی ہے؟"

"تو اتنی بھولی ہے یا بھولی بننے کا ڈرامہ کر رہی ہے اپنے بھائی کی طرح۔" بی نے کسی قدر استہزائیہ استفسار کیا۔

"میرا خیال ہے اب بہت ہو گیا ہے یہ بتاؤ پرابلم کیا ہے۔"

"کیوں...... وہ تمہارا جینئس' اسمارٹ اور خوبرو اور......!"

"ڈیشنگ......!" کسی نے پیچھے سے ٹکڑا لگایا تو دونوں ہی نے یکلخت سر گھما کر دیکھا تھا جس کی طنزیہ تعریف کی جا رہی تھی وہ از خود موجود تھا۔

بی نے ناراضگی کے اظہار کے طور پر منہ فوراً دوسری جانب کر لیا تھا۔ اشعر محظوظ کن انداز میں مسکراتے ہوئے اندر چلا آیا۔

"مزاج بخیر منکوحہ۔" اس کے سامنے جھکتے ہوئے بغور اس کے پھولے ہوئے چہرے کو دیکھا تھا۔

"یار اب بس بھی کرو۔ کیا بوریت پھیلا رکھی ہے تم لوگوں نے۔ ہر دو منٹ بعد تم لوگوں کی جھڑپ ہو رہی ہوتی ہے کبھی تو سکون سے مجھے بھی اور خود کو بھی رہنے دیا کرو اور آپ محترمہ سیدھی طرح بتا نہیں سکتی کہ "آنچل" کی سالگرہ آ گئی ہے۔ سیلیبریٹ کرنی ہے پلاننگز کرنی ہیں وغیرہ...... وغیرہ۔ خوامخواہ میں ڈرامہ کری ایٹ کرتی رہتی ہو۔" افشاں نے مصنوعی ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے کسی قدر تلخی سے استفسار کیا تھا۔

"کیوں...... میں کیوں کروں سیدھی بات' وہ بھی تم جیسے جلیبی کی طرح سیدھے لوگوں کے ساتھ جو ہر وقت انجان بننے کی ایکٹنگ کرتے رہتے ہو جیسے تم لوگ میری اور آنچل کی لازوال محبت کو میرے جنون کی حدوں کو آنچل کے لیے میرے دل میں رچے بسے آں...... رچے بسے......!"

"پیار کو۔" بڑے پیار سے ٹکڑا لگایا تھا۔

"ہنہہ......" سبین نے ناراضگی کے اظہار کے طور پر محض ہنکارا بھرا۔

"بائی دا وے ہم لوگ جلیبی کی طرح سیدھے ہیں نا آپ تو نہیں کم از کم آپ تو زگ زیگ نہ بنی پھرا کریں۔"

"اشعر پلیز میرا کوئی موڈ نہیں تم سے کسی بھی قسم کی کوئی بھی بات اور کوئی بھی مذاق کرنے کا۔ تم لوگ پلیز یہاں سے

جاؤ۔" اس کی بات کاٹتے ہوئے اس نے کسی قدر اکتاہٹ بھرے انداز میں کہا تھا۔ اشعر نے بغور اسے دیکھا۔

"ناراض ہو؟" اشعر نے آہستگی سے استفسار کیا۔

"ہوں......" بلا توقف ہنکارا ابھرا تھا۔

افشاں وہاں سے جا چکی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی یہ ان کی لڑائی ہے دونوں ایک دوسرے سے خود ہی نمٹ بھی لیں گے۔

"ایم سوری۔" اشعر نے اسی کے کان پکڑ لیے تھے مگر اس کا منہ ہنوز پھولا ہوا تھا۔

"مان بھی جاؤ یار۔ برتھ ڈے سیلیبریٹ کرنی ہے یا نہیں۔" اس نے گویا بلیک میل کیا اور واقعی وہ اس کے بغیر کچھ کر بھی نہیں سکتی تھی لہٰذا ماننے میں ہی عافیت سمجھی۔

"اٹس اوکے اب کان تو چھوڑ دو۔ آل ریڈی اتنے لمبے ہیں۔" گو کہ وہ مان گئی تھی مگر انداز ہنوز خفگی بھرا تھا۔

"یار ایمانداری سے کہوں تمہارے لیے یہ لمبے کان خدا کی بہت بڑی نعمت ہیں۔" اس کی اس بے تکی بات پر سبین نے کڑے تیوروں سے گھورا تھا۔

"آں ہاں...... پہلے پوری بات تو سن لو یار۔ ایویں بات بات پر آنکھیں دکھانے لگتی ہو ویسے یہ بڑی بڑی آنکھیں بھی بہت بڑی نعمت ہیں۔ اب دیکھو نا جیسے تمہیں کم سنائی دیتا ہے ویسے ہی کم دکھائی بھی دیتا ہے بالکل ایسے ہی تمہارے بازو بھی ماشاءاللہ جنہیں میری گردن تک پہنچنے میں...... آں آں پر میں بھی کوئی کم نہیں۔ مجھے بھی بھاگنے میں دیر......!

"اشعر...... کے بچے......!"

"نہیں لگتی...... بچاؤ......!" بڑے زور سے شور سے کمنٹری کرتے وہ برق رفتاری سے بھاگا تھا سبین حسب معمول اس کے پیچھے بھاگی تھی مگر دروازے سے ہی لوٹ آئی تھی اور افسردہ سی بیڈ پر بیٹھ گئی۔ جانے کیوں اسے اشعر بدلا بدلا سا لگ رہا تھا وہ بے چین سی ہو گئی تھی۔

جانے کیوں ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اشعر کی نظر میں وہ اپنی وقعت کھوتی جا رہی ہے بچپن سے جو اہمیت اس کی اشعر کی نظر میں تھی وہ اب نہیں رہی تھی۔ پہلے وہ اس کی چھوٹی چھوٹی خواہش کو مقدم رکھتا تھا اب ایسا نہیں تھا جیسے پہلے اس کے جذبات کو اولیت دیتا پر اب نہیں دیتا تھا جیسے پہلے اس کے احساسات کی قدر کرتا تھا اب نہیں کرتا۔ وہ جو پہلے "اپریل" کے آنے پر فکر مند اور پر جوش تھی اب اشعر کا رویہ اسے پریشان کیے ہوئے تھا۔

اشعر' افشاں اور سبین کزنز تھے۔ اشعر اور افشاں سبین کے سگے پھوپی زاد تھے ایک ہی شہر اور ایک ہی محلے میں رہتے تھے گھر بھی آمنے سامنے تھا شروع سے ہی ساتھ کھیلے کودے پلے بڑھے ظاہر ہے جب ایک ساتھ رہیں تو ایک دوسرے میں انسیت پیدا ہو ہی جاتی ہے۔ اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے بی اور اشعر کا نکاح کر دیا گیا تھا جس میں ان کی مرضی بھی شامل تھی۔

❀......۞......❀

"یہ دیکھو اشعر۔ اس بار میں نے کارڈ خود ڈیزائن کیا ہے۔ دیکھو ذرا سبین ارسلان کا ڈیزائن کردہ انوکھا شاہکار حیران رہ جاؤ گے۔" کارڈ اس کے سامنے رکھتے ہوئے اس نے پرجوش انداز میں اس کی جانب دیکھا تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ اس کے ڈیزائن کیے ہوئے کارڈ کو دیکھتے ہی زمین و آسمان کے قلابے ملائے گا مگر......!

"ہاں اچھا ہے۔" سرسری سی نگاہ ڈالتے ہوئے دوبارہ سے کام میں مصروف ہوگیا تھا۔

ایک پل کو اسے حیرت ہوئی تھی مگر دوسرے ہی لمحے سر جھٹکتے ہوئے اس کے سامنے پڑے لیپ ٹاپ کی جانب بڑھی تھی۔

"اور ہاں میں نے کیک بھی پسند کرلیا ہے ادھر دکھاؤ لیپ ٹاپ میں تمہیں دکھاتی ہوں۔ تم لوگ تو اس بار میری ہیلپ نہیں کررہے نا میں نے خود ہی سب کچھ ارینج کرلیا ہے۔" لیپ ٹاپ اپنی جانب کھینچتے ہوئے وہ بنا اس کی جانب دیکھے مسلسل بولے جارہی تھی جبھی اشعر غصے سے بولا۔

"اسٹاپ اٹ سبی، جسٹ اسٹاپ اٹ، ہر وقت میں، میں تمہیں صرف اپنی پروا ہے میری ضرورت میری خواہش تمہیں میرے احساسات میرے جذبات میرا یہ میرا وہ صرف اپنے بارے میں بات کرتی ہو صرف اپنے بارے میں سوچتی ہو تمہیں صرف اپنی خوشیاں اپنی خواہشیں اپنی ضرورتیں ہی دکھتی ہیں، کبھی اپنی ذات کے دائرے سے نکل کر دوسروں کے لیے بھی سوچ لیا کرو۔ ان کی خواہشات ان کے جذبات اور ان کی ضرورتوں کے بارے میں بات کرلیا کرو۔ بچپن سے لے کر اب تک صرف تمہاری ہی سنی ہے سب نے تمہاری ہی مانی ہے۔ ہر خواہش کا احترام کیا ہے مگر کیا تم نے آج تک میرے بارے میں ماموں ممانی کے بارے میں یا خود سے ریلیٹڈ دوسرے رشتوں کے بارے میں سوچا ہے نہیں...... بالکل نہیں۔ ہر روز تمہاری نئی رٹ ہوتی ہے ابھی نیا سال شروع بھی نہیں ہوتا اور تمہیں "اپریل" کی فکر پڑ جاتی ہے بس ایک ہی رٹ ہوتی ہے آنچل کی سالگرہ ہے آنچل کی سالگرہ ہے یہ کرنا ہے وہ کرنا ہے کارڈ ایسے ڈیزائن کرنا ہے کیک کونسا بنانا ہے ڈیکوریشن کیسے کرنی ہے وغیرہ وغیرہ' تمہیں پروا ہے ہماری کیا تمہیں علم ہے آج کل کمپنی کتنے لاس میں جارہی ہے' مگر تمہیں کیا تم اپنی ذات کے محور سے نکلو گی تو تمہیں پتا چلے نا کہ ٹینشن کی وجہ سے ماموں کتنے بیمار رہنے لگے ہیں۔ ممانی جان پریشان ہیں میں کتنا اپ سیٹ ہوں یہاں تک کہ افشاں بھی حالانکہ وہ تم سے چھوٹی ہے مگر اسے سب کی پریشانی دکھتی ہے ایک تم ہو جسے کسی کی کوئی پروا نہیں جسے صرف اپنے ڈیزائن کیے ہوئے کارڈ دکھ رہے ہیں یہ دکھائی نہیں دے رہا کہ میں کتنا امپورٹمنٹ کام کررہا ہوں مگر تمہیں کیا' تمہیں تو اپنا فیورٹ کیک دکھانا ہے...... ہے نا۔ کبھی دوسروں کے بارے میں بھی سوچ لیا کرو۔ کیا ہمیشہ دوسروں کی انگلی پکڑ کر چلنے والی چھوٹی بچی بنی رہوگی۔ چھوٹی چھوٹی باتوں افسردہ ہونا پھر خوش ہوجانا یہی زندگی کا مقصد نہیں ہے اپنے اردگرد دیکھو خوابوں خیالوں کی دنیا سے نکل کر پریکٹیکل لائف میں آؤ تاکہ تمہیں پتا چلے کہ زندگی صرف لینے کا نام نہیں دینے کا بھی ہے زندگی میں صرف "میں" ہی نہیں "ہم" لفظ کی بھی کوئی وقعت ہے زندگی کی ڈکشنری کھولو گی تو تمہیں ادراک ہوگا کہ زندگی لاعلمی کا نام نہیں بلکہ آگہی بھی اس کا اہم حصہ ہے۔ زندگی کے اسرار و رموز کا شعور بھی ایک اہم جز ہے اس کا پلیز کچھ......!" جانے کتنے دنوں کا غبار تھا جو آج بے ساختہ نکلا تھا بولنا شروع ہوا تو بولتا ہی چلا گیا۔ جونہی اس کی نگاہ سبین کے دھواں دھواں چہرے پر پڑی وہ یکلخت چپ ہوا اور اس سے قبل کہ وہ مزید کچھ کہتا وہ تیزی سے وہاں سے بھاگ گئی تھی۔

اشعر اسے روکنے کو لپکا تھا مگر کچھ سوچ کر رک گیا وہ جانتا تھا اپنے لہجے کی حد درجہ تلخی کو اسے ملال بھی ہورہا تھا اسے اتنا کچھ سنا دینے پر مگر سبین کے منفی رویے کو دیکھتے ہوئے اسے یہ کرنا ناگزیر لگا تھا اور یہی بہتر بھی تھا اس کی روش کو مثبت سمت لانے کا۔ اسے زیادہ نہیں تو ففٹی پرسنٹ امید تو تھی ہی کہ وہ فاتح ٹھہرے گا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁
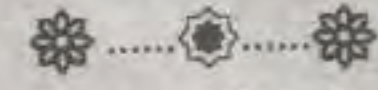
سبین اکلوتی تھی عموماً دیکھا گیا ہے کہ اکلوتے بچوں کو دوسروں بچوں کی نسبت زیادہ توجہ ملتی ہے ان کی ہر خواہش و ضد پوری کی جاتی ہے اور ایسے بچے یا تو بہت سدھرے ہوئے ہوتے ہیں یا پھر بگڑے ہوئے اس کا شمار دوسری قسم کے بچوں میں ہوتا تھا۔ ہر چھوٹی سے چھوٹی بات پر ضد اور بڑی سے بڑی خواہش اگر پوری نہ ہو تو اس پر بے وجہ واویلہ کرنا پھر اسی پر اڑ جانا بے وجہ تیور بنا لینا ایسی تھی سبین ارسلان یہ تو چھوٹی چھوٹی چیزوں اور خواہشات کی بات تھی سب سے بڑی بات تھی اس کا "ماہنامہ آنچل" سے وابستہ ہونا جو آتے ہی اس کے سارے ہوش و حواس سلب کرلیتا تھا چھ سال سے زیادہ کا عرصہ ہوگیا تھا اسے آنچل کے ساتھ وابستہ ہوئے آنچل سے متعارف کرانے کا سہرا بھی اشعر کے سر ہی تھا اسی لیے وہ ہی سب کے عتاب کا نشانہ بنا رہتا تھا۔ حالانکہ اس کا مقصد یہ نہیں تھا کہ وہ آنچل کو پاکر باقی سب کو بھول جائے وہ تو یہ سوچ کر لایا تھا کہ اس کا مطالعہ کرکے شاید وہ عقل و شعور کی دنیا میں قدم رکھے اور بہت حد تک وہ کامیاب بھی ہوگیا تھا' وہ اور تو ہر طرح سے سدھر گئی تھی مگر آنچل کو ہی اس نے اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا تھا۔ مہینے کی پچیس سے ہی راگ الاپا جاتا تھا کل چھبیس ہے آنچل لانا ہے ہر پانچ منٹ بعد یاددہانی لازمی تھی اور جب آنچل آجاتا تو پھر ہر چیز کا فراموش ہونا لازمی امر تھا۔ کھانا پینا سونا یہاں تک کے اشعر بھی پھر تو بس آنچل تھا اور محترمہ سبین صاحبہ جہاں بھی محترمہ ہوتیں آنچل بغل گیر ہوتا۔ کسی اور کا ہاتھ لگانا تو گویا جرم بن جاتا تھا۔ چھ سالوں سے اس نے پرانے آنچل ایسے سینت کر رکھے تھے کہ ابھی بھی ایسے لگتا تھا گویا نئے ہوں۔ جب آنے والا اپریل جی جناب اپریل میں ماہنامہ آنچل کی برتھ ڈے ہوتی ہے محترمہ کو اپنی یا کسی اور کی برتھ ڈے یاد ہو یا نہ ہو مگر آنچل کی برتھ ڈے کو وہ کبھی نہیں بھولتی تھی۔ دو ماہ قبل ہی کمر کس لی جاتی تھی آنچل تو خیر اسپیشل پھولوں کے پیرہن میں لپٹا ہی ہوتا تھا مگر باقی ارینج منٹس تو گویا گھر کو سر پر اٹھانے کے مترادف تھا آنچل کی برتھ ڈے منانی ہے کیک اسپیشل تیار کرنا ہے روم کو سجانا ہے کارڈ خود سے ڈیزائن کرنا ہے خود سے لے کر آنچل تک اور کیک سے لے کر پھولوں تک ہر چیز بالکل پرفیکٹ ہونی چاہیے اور اس کے لیے دو ماہ قبل سے ہی بے چینیاں شروع ہوجاتی تھی۔ سب کے کان کھا جاتی تھی۔ اگر کوئی اگنور کردیتا تو دو دن تک منہ پھولا رہتا تھا۔ ہر فرد سے مکمل بائیکاٹ شروع میں تو ہر کوئی اس کی اس عادت پر سر جھٹکتے ہوئے مسکرا دیتا تھا مگر اب اس کے پیرنٹس پریشان ہوجاتے تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ جو لوگ آج اس کے لاڈ اٹھاتے ہیں کل کو اس کی عادت سے عاجز آجائیں اور اگر کوئی کسی سے عاجز آجاتا ہے تو وہ تنہا رہ جاتا ہے وہ نہیں چاہتے تھے ان کی بیٹی اکیلی رہ جائے اشعر بھی ایسا ہی سوچتا تھا مگر کہتا کچھ نہیں تھا لیکن جب ماموں ممانی نے خود اس سے تذکرہ کیا تب اشعر نے بمشکل اپنی سوچ کو عملی جامہ پہنایا تھا نتیجہ حسب توقع تھا یہ تو وہ جانتا تھا کہ اس کی باتوں پر ردعمل ضرور ہوگا۔ مگر وہ اتنا چاہتا تھا کہ وہ اس کے رویے پر مثبت انداز میں سوچے اور خود میں چینج لائے وہ چاہتا تو اسے روک سکتا تھا مگر اس نے ایسا نہیں کیا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا اس کی نرمی مثبت کی بجائے منفی اثرات مرتب کرے گی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

اشعر نے مجھے ڈانٹا، کیوں بچپن سے لے کر آج تک اشعر نے تو کیا کسی اور نے بھی نہیں ڈانٹا تو پھر آج ایسا کیا ہوا کہ اشعر نے مجھے ڈانٹا۔ بنا سوچے سمجھے میرے بارے میں اتنا کچھ کہہ دیا۔ کیا واقعی میں صرف اپنے بارے میں سوچتی ہوں کیا میرے لیے اپنی ذات ہی مقدم ہے' کیا میری خواہشات و جذبات ہی سب کچھ ہیں۔ باقی سب بے معنی کیا میں......؟ وہ سوچتے سوچتے ایک دم رکی تھی اشعر کی بات یاد آئی تھی۔ سب ٹینشن میں ہیں کمپنی کو لاس ہورہا ہے پاپا مما اپ سیٹ ہیں پاپا کی طبیعت خراب رہنے لگی ہے اور مجھے کچھ خبر ہی نہیں میں واقعی اتنی بے خبر ہوں۔ واقعی مجھے صرف اپنی پروا ہے میں صرف اپنے بارے میں سوچتی ہوں اس کے ذہن میں جھماکے سے ہوئے تھے اسے اپنی گزشتہ غلطیاں یاد آئی تھیں جو اس نے دانستہ فراموش کی ہوئی تھیں۔ اسے یاد

تھا پاپا کی طبیعت بہت خراب تھی اس کا آئس کریم کھانے کو بہت دل کر رہا تھا اور وہ پاپا سے باہر لے جا کر آئس کریم کھانے پر بضد تھی۔ ماما نے کتنی بار منع کیا تھا پاپا کی خرابی طبیعت کا بتایا مگر وہ اڑ گئی تھی باہر جانا ہے تو جانا ہے آئس کریم کھانی ہے تو کھانی ہے اور اس کی ناراضگی کے خیال سے ہی اسے پاپا باہر لے کر گئے تھے۔ ایسے بہت سے واقعات اس کے ذہن میں گردش کر رہے تھے آج وہ رو رہی تھی اس لیے نہیں کہ اسے اشعر نے ڈانٹا ہے بلکہ اپنی خود غرض فطرت پر رونا آ رہا تھا۔ اسے یاد آیا تھا دو سال قبل ایسے ہی آنچل کی برتھ ڈے تھی اور وہ افشاں کے سر ہو گئی تھی کہ اس کے ساتھ چلے اور کچھ سامان کی خریداری کرے مگر چونکہ افشاں کا پیپر تھا سو اس نے صاف الفاظ میں انکار کر دیا مگر وہ ضد پر اڑ گئی تھی اس کے نزدیک اس کا کام زیادہ اہم تھا سبین کے بار بار اور کرانے پر افشاں کو غصہ آ گیا اور اس کے منہ میں جو آیا وہ سنا گئی۔ نتیجتاً وہ ہرٹ ہوئی اور اپنے روم میں جا کر بند ہو گئی۔ پورا دن اس نے کھانا نہیں کھایا تھا سب نے باری باری منانے کی کوشش کی مگر وہ نہ مانی جب تک کہ افشاں نے خود آ کر سوری نہ کہہ دیا۔ اس وقت تو اسے اپنی ہر حرکت حق بجانب لگتی تھی مگر اب...... جوں جوں وہ اپنی گزشتہ باتوں اور حرکتوں کو سوچ رہی تھی شرم سے پانی پانی ہو رہی تھی۔ بچی تھی تو یہ ضدیں بچتی بھی تھیں مگر میچور ہونے کے بعد بھی یہ سب تھا۔ وہ خود سے نظریں ملانے کے قابل نہ رہی تھی۔

مگر مجھے خود کو بدلنا ہی ہوگا صحیح تو کہتا ہے اشعر صرف میری ذات ہی تو میرے لیے امپورٹنٹ ہے نہ ہی میں دوسروں کے لیے سوچتی ہوں اور نہ مجھے سوچنا آتا ہے کیا میں نے کبھی سوچا کہ میرے پیرنٹس کو کب کہاں میری ضرورت پڑتی ہوگی نہیں میں نے کبھی سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کی اور نہ ہی کسی نے احساس دلایا۔ اشعر میرے دکھ سکھ کا ساتھی بچپن سے لے کر آج تک اس نے میرا خیال رکھا میری ہر بات مانی۔ اس نے ہمیشہ مجھے احساس دلانے کی کوشش کی مگر میں ہی بے خبر تھی۔ شاید سب کو لگتا ہے میں بدل نہیں سکتی۔ کیوں نہیں میں بدل سکتی ہوں اور میں بدلوں گی۔ خود کے لیے نہیں بلکہ خود سے وابستہ رشتوں کے لیے اور اور...... اشعر کے لیے۔

اس نے پرعزم ہو کر سوچا اور مسکراتی آنکھوں سے کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

❀ ...... ❀ ...... ❀

اشعر نے سبین کو ڈانٹ تو دیا تھا مگر اب خود بے چین و مضطرب تھا۔ ہزار بار کوشش کے باوجود وہ اس کی طرف نہیں گیا تھا جانتا بھی کیسے وہ جانتا تھا محترمہ حسب توقع بھوک ہڑتال اور کمرہ لاک کیے پڑی ہوگی خوب رونا دھونا ہو رہا ہوگا اور ممانی جان اس کی فکر میں گھلی مسلسل اس کے کمرے کے چکر کاٹ رہی ہوں گی۔ یہ دیکھنے کے لیے کہ کل کے عمل کا ردعمل مثبت ہے یا منفی؟! ابھی اس نے پہلی سیڑھی پر قدم رکھا ہی تھا کہ ٹھٹک گیا۔ اس کی منکوحہ نصف بہتر شریک حیات اس کی محبت اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے پسندیدہ سانچے میں ڈھلی اس کے سامنے تھی۔ زندگی سے بھرپور قہقہے لگاتی امی کے ساتھ سبزی بنواتی ہوئی افشاں کو چھیڑتی ہوئی۔ اسے توقع تو تھی مثبت ردعمل کی مگر اتنا مثبت یہ اس نے ہرگز نہیں سوچا تھا وہ حیران و ششدر کھڑا تھا تبھی کسی بات پر ہنستی ہوئی سبین کی نظر اس پر پڑی۔

"کیا ہوا اشعر ایسے کیوں کھڑے ہو؟" اس نے دانستہ انجان بنتے ہوئے استفسار کیا تو وہ چونکا اٹھا۔

"آں ہاں...... نہیں کچھ نہیں...... تم کب آئیں؟"

"کافی دیر ہوگئی تمہارا ہی انتظار کر رہی تھی کام تھا تم سے۔"

"کام...... تمہیں وہ بھی اتنی صبح خیریت۔ افشاں دیکھنا کہیں سورج مغرب سے تو نہیں نکل آیا۔ افشاں کے سر پر پیار سے چپت لگاتے ہوئے شرارت سے اسے دیکھا تھا۔ امی کچن میں چلی گئی تھیں۔

"میں دیکھ کر آتی ہوں۔" افشاں بھی شرارت سے کہہ کر وہاں سے چلی گئی۔

"جس دن سورج مغرب سے نکلا نا اس دن ساری دنیا ختم ہو جائے گی اور ابھی تو سفر شروع ہوا ہے۔ ابھی سے سورج مغرب سے کیسے نکل سکتا ہے۔" سبین نے انتہائی سنجیدگی

سے کہا تو اشعر دل ہی دل میں بے انتہا مسرور ہوا تھا۔

"کیا بات ہے بھئی صبح صبح فلسفے کی ڈوز۔" اس نے استہزائیہ کہا۔

"اشعر پلیز آئی ایم سیریس میں نے ایم اے ایجوکیشن کرنے کا فیصلہ کیا ہے مجھے فارم لا دو گے پلیز؟" سبین جانتی تھی کہ اس کے اس فیصلے پر اشعر کتنا خوش ہوگا اسی لیے اس نے پڑھائی کا سلسلہ دوبارہ سے جوڑنے کا فیصلہ کیا تھا۔

"آں ہاں...... فارم ایم سوسوری بی آج تو نہیں کل لے آؤں گا۔ ایکچوئیلی آج میری بھی بہت اہم میٹنگ ہے مجھے ٹائم نہیں ملے گا۔" اس نے دانستہ انکار کیا تھا وہ اپنی نہ کا ردعمل دیکھنا چاہتا تھا۔

"ہاں...... ہاں کیوں نہیں کل لے آنا کوئی مسئلہ نہیں ابھی تو بہت ٹائم ہے۔" اشعر بہت حیران ہوا تھا ورنہ وہ ذرا سی تاخیر پر بھی طوفان مچادیتی تھی۔

"رئیلی......" اشعر نے کسی قدر اچنبھے سے دیکھا۔

"بالکل۔" اس نے بھی زیرلب مسکراتے ہوئے یقین دلایا۔

❁ ...... ◉ ...... ❁

"اے افشی! کہیں میں کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہا۔ کہیں مسز سبین اشعر آنچل کے گھیراؤ سے باہر نکل کر انسانی نفسیات پر فیچر تو نہیں لکھ رہیں یا ہوسکتا ہے کوئی ریسرچ کررہی ہوں ویسے تو محترمہ کو انسانی مخلوق سے الرجی ہے ناں......" وہ دونوں ماموں کی طرف آئے تھے ابھی وہ گیٹ سے اندر داخل ہی ہوئے تھے کہ ٹھٹک کر رک گئے سبین پودوں کو پانی دے رہی تھی اور ممانی جان کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے مسلسل ہنستی بھی جارہی تھی۔

"بھائی پلیز میرے سامنے تو کہہ دیا ہے جا کر مت کہہ دیجیے گا۔ پتا تو ہے آپ کو فوراً سے منہ پھلا کر بیٹھ جائے گی۔" افشاں اس کی بات پر سر جھٹکتے ہوئے آگے بڑھ آئی۔

"اوں ہوں ایسا کچھ نہیں ہوگا تمہیں نہیں پتا دنیا بہت بدل گئی ہے۔" اس نے کسی قدر معنی خیزی سے کہا۔

"دنیا بدل گئی ہے نا سبی تو نہیں۔" اس نے گویا ناک پر سے مکھی اڑائی۔

"او پگلی سبین ہی تو وہ دنیا ہے جس کے گرد ہم سب گھومتے ہیں۔ وہی دنیا بدل گئی ہے دیکھا نہیں آج کل محترمہ کیسے ہم سب کے گرد چہکتی رہتی ہیں۔ ورنہ تو ہم اسے ڈھونڈتے رہتے تھے اور محترمہ آنچل کے سائے میں بیٹھی زندگی کے مزے لوٹتی رہتی تھی اور ہم خوامخواہ محترمہ کی فکر میں ادھ موئے ہوئے پھرتے تھے۔" اشعر اس نمایاں تبدیلی پر از حد مسرور تھا اسی لیے مسلسل بولے جارہا تھا۔

"آپ کی یہ دنیا بدلنے والی نہیں ہے بھائی لکھوا لیجیے مجھ سے۔" افشاں نے گویاں اسے چیلنج کیا تھا۔

"اچھا لگی پھر سوسو کی۔" اشعر فوراً میدان میں کود پڑا۔

"ڈن۔" اشعر نے انگوٹھا لہرایا۔ اسے اپنی جیت کا پورا یقین تھا۔

"کیا بات ہے بھئی بڑے مسکے لگ رہے ہیں لگتا ہے فرمائش ذرا تگڑی ہے۔" افشاں نے ممانی جان سے پیار لیتے ہوئے شرارت سے کہا۔

"ایکسکیوزمی بغیر فرمائش کے بھی مابدولت کو پیار کرنا آتا ہے۔" بڑے فخر سے کالر جھاڑے تھے۔

"کیا واقعی۔" اشعر نے کسی قدر معنی خیزی سے کہا تھا انداز کچھ ایسا تھا کہ وہ جھینپ سی گئی اشعر خاصا محظوظ ہوا تھا۔

"ہوں...... ہوں بائی داوے دو دن بعد یکم اپریل ہے نا کیا بات ہے بھئی کوئی بھونچال نہیں آیا۔" افشاں فوراً میدان میں کودی تھی شرط بھی تو جیتنی تھی۔

"یاد ہے جناب بالکل یاد ہے میں بھلا بھول سکتی ہوں۔" وہ چمکتی ہوئی آنکھوں اور مسکراتے ہوئے لبوں سے گویا تھی۔

"تمہیں یاد ہے پھر یہ خاموشی۔ یہ سناٹا چہ معنی دارد۔ کوئی ہنگامہ وافراتفری نہیں۔ کمرہ بھی ان لاکڈ یہ کیا معجزہ ہے بھئی؟" وہ از حد حیرانی و پریشانی سے گویا ہوئی تھی جبکہ سبین شرمندہ سی ہوگئی تھی۔ "میں جانتی ہوں گزشتہ سالوں میں میں نے آپ سب کو بہت تنگ کیا ہے میں آپ سب سے اسپیشلی پاپا سے معذرت خواہ ہوں آئی ایم سوسوری۔ میں واقعی میں پاگل تھی میں...... میں......!"

"بے وقوف۔" اشعر جملہ مکمل کرنے کو حسب معمول فوراً میدان میں کودا تھا سبین نے کسی قدر خفگی سے گھورا تھا جبکہ افشاں اور مما قہقہہ لگا کر ہنس پڑی تھیں۔

"شیم آن یو اشعر...... اگر میں شرافت کا ثبوت دے رہی ہوں تو اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ تم مجھے بے وقوف بناؤ۔"

"میرا یہ مطلب نہیں تھا یار تم اکثر جملہ مکمل نہیں کر پاتیں ناں تو اس لیے میں نے...... (ورنہ بنے بنائے کو کون بنائے)۔" اشعر نے دل ہی دل میں کہتے ہوئے کان کھجائے تھے۔

"واقعی سبی ارادہ کیا ہے برتھ ڈے سیلیبریٹ نہیں کرنی کیا؟" افشاں نے استفسار کیا۔

"کرنی ہے کیوں نہیں کرنی۔ لیکن میں نے فیصلہ کرلیا ہے آئندہ میں کسی کو تنگ نہیں کروں گی آنچل میرا ہے اس کے ساتھ میرا جنون میری محبت صرف مجھ تک ہے تو پھر میں دوسروں کو مشکل میں کیوں ڈالوں۔ آنچل تو محبتیں بانٹتا ہے تو پھر میں دکھ کیوں دوں۔ میں اور آنچل علیحدہ نہیں ہوسکتے کبھی نہیں مگر دوسروں کے جذبات کا بھی تو خیال رکھنا ہے۔" اشعر نے فاتحانہ انداز میں افشاں کی جانب دیکھا تو وہ بھی مسکرادی۔

"کیا مطلب اکیلی کیک اڑاؤ گی گیا؟" افشاں نے مصنوعی خفگی سے دیکھا۔

"نہیں تھوڑا سا تم لوگوں کو بھی چکھا دوں گی۔ ڈونٹ وری اب میں اتنی بھی سیلفش نہیں ہوں۔" وہاں پر موجود تینوں نفوس نے ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے مسرور انداز میں قہقہہ لگایا تھا جبکہ سبین نے حیرت سے انہیں دیکھا تھا۔

❁ ...... ◉ ...... ❁

آج آنچل کی برتھ ڈے تھی وہ ہمیشہ ماہنامہ آنچل کی سالگرہ یکم اپریل کی رات کو سیلیبریٹ کرتی تھی اور اس روز وہ کیک بھی خود ہی بیک کرتی تھی۔ آٹھ بج چکے تھے اس نے تیاری شروع کردی تھی کیک کا آمیزہ بنا کر بیک ہونے کے لیے اوون میں رکھ دیا اور خود کمرے کو ڈیکوریٹ کرنے کی غرض سے کچن سے نکل آئی۔ حسب معمول ماما پاپا

کیا آپ جانتے ہیں؟

☐ سلطان ابراہیم غزنوی ہر سال اپنے ہاتھ سے قرآنِ مجید لکھتا تھا۔

☐ سونے کے تاروں سے قرآن مجید لاہور میں لکھا گیا ہے۔

☐ پنجابی زبان میں سب سے پہلے قرآنِ مجید کا ترجمہ حافظ محمد لکھوی نے کیا تھا۔

☐ حرم شریف کے اندر دنیا کے چھ زبانوں کی گھڑیاں لگی ہوئی ہیں۔

☐ دنیا کا سب سے بڑا بلب پچاس کلوواٹ ہے اور یہ جاپان نے تیار کیا تھا۔

☐ دنیا میں سب سے زیادہ سگریٹ نوشی امریکہ میں ہوتی۔

☐ درختوں میں سب سے پہلا کھجور کا درخت پیدا ہوا تھا۔

☐ انارکلی کا اصلی نام نادرہ بیگم تھا۔

☐ رکشا جاپان نے ایجاد کیا تھا۔

☐ دنیا کا پہلا پاکٹ ٹیلی فون 28 اگست 1989ء میں بنایا گیا۔

سفیان زرگر/قصیٰ زرگر...... جوڑہ

لاؤنج میں بیٹھے نیوز چینل دیکھ رہے تھے وہ اپنے کمرے میں چلی آئی۔ "ارے اتنا اندھیرا میں نے تو کبھی لائٹ آف نہیں کی۔" کمرہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا وہ حیرانگی سے بڑبڑائی اور لائٹ آن کی ہی تھی کہ...... یہ کیا وہ حیرت سے دنگ رہ گئی۔

پورا کمرہ سرخ گلابوں سے سجا ہوا تھا سینٹرل ٹیبل پھولوں سے بھری ہوئی اس کا فیورٹ کیک لال ربن میں لپٹی ہوئی چھری ساتھ ہی اپریل کا ماہنامہ آنچل پھولوں کے پیرہن میں لپٹا ہوا پوری آب وتاب سے چمک رہا تھا۔ وہ حیران وششدر سی گھوم گھوم کر پورے کمرے کو دیکھ رہی تھی تبھی وہ ٹھٹک کر رکی تھی۔ اس کی نظر مسکراتے ہوئے اشعر پر پڑی تھیں۔

"اشعر! تمہیں یاد تھا؟" اس نے خاصے پرجوش انداز میں استفسار کیا وہ آنکھوں میں بے انتہا محبت لیے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"بالکل میں بھول سکتا ہوں کیا؟ اب جبکہ حالات پرسکون ہیں۔ مواقع اچھے اچھے آرہے ہیں تو سیلیبریٹ کیوں نہ کیا جائے۔ وہ کیا ہے نا کہ ہمیں تم سے پیار کتنا یہ ہم نہیں جانتے مگر جی نہیں سکتے تمہارے بنا۔" گنگناتے ہوئے اس نے اس کا ہاتھ پکڑا تو سبین کو گویا کرنٹ لگا تھا۔

"یہ کیا کررہے ہو اشعر شرم کرو، ہاتھ چھوڑو۔" وہ دو قدم پیچھے ہٹی تھی۔

"واٹ شرم او گاڈ...... میری منکوحہ نصف بہتر مجھے ہاتھ پکڑنے پر شرم دلا رہی ہے اف خدایا یہ کیا لڑکی میری قسمت میں لکھ دی ہے۔ سرِیسلی ایک بات بتاؤ یہ ماہنامہ آنچل جس کی تم ہر سال اتنی خوب صورتی سے آرائش کرتی ہو ہر وقت آنچل تمہارے ہاتھ میں ہوتا ہے اس کے صرف راگ الاپتی ہو یا پڑھتی بھی ہو؟" وہ اپنی قسمت کو کوستا نہایت سنجیدگی سے گویا ہوا تھا۔

"یہ کیسا سوال ہے آف کورس پڑھتی ہوں میرے پاس اس وقت جتنے بھی آنچل کے شمارے ہیں ان کا حرف حرف مجھے ازبر ہے۔ یہ تم جانتے ہو۔" وہ حیران ہوئی تھی۔

"تو پھر اتنی ان رومینٹک کیوں ہو یار۔ میں تمہارا شوہر ہوں اتنے ناولز پڑھتی ہو تمہیں مجھے دیکھ کر کچھ فیل نہیں ہوتا۔ مجھ میں ہیرو اور خود میں ہیروئن نظر نہیں آتی وہ ملاقاتیں وہ رومینس اور......!"

"اسٹاپ اٹ اشعر، ملاقاتوں اور رومینس کا تو تمہیں پتا چل گیا لیکن آنچل میں حدود و قیود کا شعور بھی دیا جاتا ہے جو شاید تمہارے علم میں نہیں آسکا اور بائی داوے تمہیں کیسے پتا کہ آنچل میں کیسے ناولز ہوتے ہیں ہیرو اور ہیروئن کے کردار کیسے ہوتے ہیں اور......اور......!"

"رومینس۔" اشعر نے حسب معمول ٹکڑا لگایا تو سبین کا کچھ کہنے کو منہ کھلا ہی تھا کہ اشعر کی معنی خیز نظروں سے گھبرا کر نظریں چرا گئی۔ جبکہ وہ خاصا محظوظ ہوا تھا۔

"ہو ہو...... آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے زوجہ محترمہ یہ بندہ ناچیز جب آپ کے لیے آنچل لے کر آیا کرتا تھا تو مارے تجسس کے اس کا مطالعہ ضرور کرتا تھا اور مطالعہ کی عادت ایسی پڑی کہ آج کل محض رومینس لفظ پر آہیں ہی بھرتے ہیں یہ حدود و قیود ہی تو ہیں جو ہمیں روکے ہوئے ہیں اور یہ آنچل کی ہمارے لیے محبت ہی تو ہے کہ عشق کرتے بھی ہیں اور ڈرتے بھی ہیں۔"

"ورنہ......!" وہ اس کے قریب جھکا تھا۔

"ہوں ہوں...... کیک کاٹیں۔" شرمیلی مسکراہٹ کو چھپاتے ہوئے ذرا اونچی آواز میں بولی تھی۔

"ہائے...... ہماری قسمت۔" اشعر نے چند پل اسے دیکھتے ہوئے گہری سانس خارج کی تھی۔

"چلیے محترمہ اٹھائیے چھری اور چلا دیجیے کیک کے سینے پر۔" سبین کھلکھلاتے ہوئے آگے بڑھی تھی اور چھری اٹھا کر بڑے پیارے سے اشعر کی جانب دیکھا تھا۔

"ہائے یہ قاتل نگاہیں...... ہم مر کیوں نہ گئے۔" اشعر نے دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے ایکٹنگ کی تھی۔ اس نے سٹپٹاتے ہوئے تیزی سے کیک کاٹا تھا۔

"ہیپی برتھ ڈے ٹو یو
ہیپی برتھ ڈے ٹو آنچل
مے یو ہیو مینی مینی مور
ہیپی برتھ ڈے ٹو یو"

ایک دم سبھی نے کمرے میں ہلہ بول دیا۔ سبین کی خوشی کی انتہا نہ رہی تھی اس کی خوشی دیدنی تھی اس نے بڑے تشکر سے اشعر کی جانب دیکھا تھا۔ سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے اس نے شرارت سے سر جھکایا اور وہ شرمیلی سی مسکان سجائے سر جھکا گئی تھی۔

میں نے ایک عمر گنوادی ہے تری آنکھوں میں
بھولنے والے تجھے یاد دلاؤں کیسے
وہ رگِ جاں میں اُتر آیا لہو کی صورت
دامنِ دل یہ بتا تجھ کو بچاؤں کیسے

گزشتہ قسط کا خلاصہ

لاریب کو کمرے میں سانپ کی موجودگی کا وہم ہوجاتا ہے اسی خوف کی وجہ سے وہ سکندر کی اپنے کمرے میں موجودگی کو برداشت کرتی ہے جبکہ دوسری طرف سکندر اس کی مہربانی کے پیچھے چھپے مقصد کو جان کر نہایت ذلت محسوس کرتا ہے۔ اماں، سکندر کی غیر موجودگی کا لاریب کو بتانے آتی ہیں جس پر لاریب ان کے ساتھ انتہائی بدسلوکی کا مظاہرہ کرتی ہے۔ ثانیہ، سکندر کی شادی کے روز اپنی خالہ کے پاس چلی جاتی ہے اور بالآخر سکندر کے اصرار پر مجبوراً اسے آنا پڑتا ہے۔ ثانیہ اپنے نفع ونقصان سے بے پرواہو کر صفدر کے لیے خالہ کو ہاں کردیتی ہے۔ جبکہ صفدر کسی طور بھی ثانیہ کے قابل نہیں ہوتا۔ ایسے میں سکندر اسے سمجھاتا ہے ثانیہ اس کی ہمدردی پاکر اپنے آنسو روک نہیں پاتی اور اس کے کاندھے سے لگ کر سسک پڑتی ہے۔ یہ منظر لاریب کو طیش دلانے کا سبب بنتا ہے اور وہ سکندر پر ثانیہ کے حوالے سے مختلف الزامات کی بوچھاڑ کردیتی ہے۔ جس پر سکندر اس کی غلط فہمی دور کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن وہ ثانیہ کے رشتے پر سکندر کے انکار کو جواز بنا کر اس کی کسی بات کو خاطر میں نہیں لاتی جبکہ دوسری طرف ثانیہ کو دکھانے کی خاطر وہ سکندر سے خاص لگاؤ اور التفات کا مظاہرہ کرتی ہے جبکہ لاریب کے اس منافقانہ رویے پر سکندر ذلت کا شکار ہوجاتا ہے۔ لاریب سکندر اور ثانیہ کو لے کر اندر ہی اندر خائف رہتی ہے۔ جبکہ اپنے اس جذبے کو وہ خود بھی سمجھ نہیں پاتی۔ ادھر عباس، عریشہ کے غم میں اپنے گھر بار اور بچوں کو بھی بھول جاتا ہے۔ جب ہی اس کی ملاقات فاطمہ سے ہوجاتی ہے۔ وہ اسامہ اور دیا کے حوالے سے عباس سے بات کرتی ہے۔ جس پر وہ یہ سن کر انتہائی طیش میں آجاتا ہے کہ اس کے بچے اتنا عرصہ ایک غیر مسلم عورت کے پاس رہیں۔ وہ فاطمہ کے گھر سے بچوں کو لے کر نکل جاتا ہے۔ جبکہ فاطمہ اس ذلت آمیز سلوک پر تہی داماں رہ جاتی ہے۔ دوسری طرف جلد ہی ثانیہ کے لیے اچھا رشتہ آتا ہے اور ثانیہ کو رخصت کردیا جاتا ہے۔ ثانیہ کے رخصت ہوتے ہی لاریب پھر سے بے حسی کی چادر اوڑھ لیتی ہے جبکہ دوسری طرف سکندر بھی اس کے رویے سے مایوس ہوکر لاریب کو کسی حتمی فیصلے پر پہنچنے کا کہتا ہے لیکن لاریب اس کا حل صرف سکندر کی موت قرار دیتی ہے۔ سکندر اس کی سفاکی پر لرز کر رہ جاتا ہے۔ سکندر کے باہر نکلتے ہی وقاص اندر داخل ہوتا ہے اور سکندر پر فائر کھول دیتا ہے۔ جس کے نتیجے میں گولیاں اس کے بازو اور کاندھوں میں پیوست ہوجاتی ہیں جبکہ لاریب اس صورت حال پر گھبرا جاتی ہے۔ دوسری طرف سکندر بھی اپنے دفاع کی کوشش نہیں کرتا وہ اپنی زندگی کے بجائے موت کو ترجیح دیتا ہے ایسے میں لاریب وقاص کو باز رکھنے کی خاطر اس پر کلہاڑی سے وار کرکے شدید زخمی کردیتی ہے۔ اماں بابا کی غیر موجودگی کی بنا پر وہ سکندر کو اندر لاتی ہے اور اس کی مرہم پٹی کرتی ہے۔ لاریب کے مجبور کرنے پر ہی سکندر ڈاکٹر کے پاس جانے کے لیے تیار ہوتا ہے۔ جبکہ سکندر اس کی ہمدردی کی وجہ سمجھنے سے قاصر رہتا ہے۔ ایسے میں لاریب اسے اپنی محبت کے نقصان اور سکندر جیسے دوست کے کھودینے کا بتاتی ہے۔ جس پر سکندر بھی ساکت رہ جاتا ہے کہ اس میں کچھ حد تک غلطی سکندر کی بھی تھی۔ سکندر تمام احوال جان کر لاریب کے سامنے ایک بار پھر سے دوستی کا وعدہ کرتا ہے۔ جبکہ لاریب سوچ وبچار میں گم ہوجاتی ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

❁......❁......❁

یہ مجھ سے توقعات باندھ رہا ہے۔ پہلے دوستی کے رشتے اور تقاضوں کی پھر شوہرانہ حقوق ملکیت چاہے گا۔ میں اسے کیسے بتاؤں مجھے اس سے نفرت نہیں ہے مگر میں اس سے ایسی محبت بھی نہیں کرسکتی اسے وہ درجہ کبھی بھی نہیں دے سکتی جو عباس کو میرے دل نے دیا تھا۔ اس کا بوجھل دل سسکنے لگا۔ آنکھوں میں بے بسی غم ویاس اور آزردگی کا گہرا تاثر تھا۔ سکندر کا روشن چہرہ بجھا بجھا سا تھا اور آنکھوں کی امید گہری مایوسی میں ڈھل گئی تھی۔ اس نے اپنا بڑھایا ہوا ہاتھ آہستگی سے واپس کھینچ لیا لاریب تب بھی وہ یونہی بیٹھی رہی۔ سکندر نے گہرا سانس بھرا پھر خود کو کمپوزڈ کرتا ہوا بستر سے اتر گیا۔

''میرا خیال ہے اب ہمیں آرام کرنا چاہیے رات بہت ہوچکی ہے۔'' لاریب نے چونک کر اسے دیکھا۔ سکندر کے چہرے پر ابھی بھی خفت ونظر اندازی کی تمتماہٹ کا تاثر موجود تھا۔ وہ بے ساختہ نظریں چرا گئی۔ وہ اتنی لاچار و بے بس تھی کہ اس کی توقع پر پوری اتر ہی نہ سکتی تھی۔

''نہیں لیٹ جاؤ سکندر، مجھے تم سے کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔'' وہ یونہی نگاہیں پھیرے رسانیت سے کہہ رہی تھی۔ البتہ سکندر روگنی اذیت کا شکار ہوجاتا ہے۔

''مگر مجھے مسئلہ ہوتا ہے کیونکہ میں آپ کی طرح جذبات واحساسات سے مبرا نہیں ہوں۔ آپ نے بالکل ٹھیک کہا لاریب بی بی کوئی بھی مرد شوہر بننے کے بعد دوست نہیں رہ سکتا وہ بس شوہر ہوتا ہے۔ جسے عورت سے بس ایک مقصد ہوتا ہے، میں واقعی بزدل ہوں۔ اتنا بزدل کہ اس بات سے ڈرتا ہوں اگر اپنی اس غرض کو شوریدہ سری کی نذر کردیا تو آپ کے نقصانات میں تو شاید اضافہ نہ ہو مگر میری محبت پر ہوس پرستی کا ٹیگ ضرور لگ جائے گا۔ دروازہ بند کرلیں۔'' اپنی بات مکمل کرکے وہ رکا نہیں تھا لاریب یوں کھڑی تھی جیسے پتھر کی ہوگئی ہو۔

❁......❁......❁

شرجیل نے اپارٹمنٹ کے دروازے کو ان لاکڈ کیا اور پھر اندر آ گیا۔ اپارٹمنٹ میں جامد اور مہیب خاموشی تھی ویسی ہی جیسی اب شرجیل کی روح کے ایوانوں میں سرسراتی پھرا کرتی تھی۔ اس نے بیڈروم میں آ کر لائٹ آن کی تو گھٹنوں میں منہ چھپائے بیٹھی سمعیہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا اور دوبارہ سر گھٹنوں میں دے دیا۔ اس کی آنکھوں کے ورم آلود پپوٹے اور متورم چہرہ اس کی شدت گریہ کا گواہ تھا۔ شرجیل نے ایک کے بعد دوسری نگاہ اس پر نہیں ڈالی۔ اس کا دل بہت بوجھل تھا۔

''زارون کو تیار کردو سمعیہ مجھے ڈاکٹر کے پاس لے کر جانا ہے اسے۔'' اس کی آواز بھی بہت بوجھل تھی۔ سمعیہ ایک بھی لفظ کہے بغیر اٹھ کر کاٹ میں سوئے زارون کے پاس چلی آئی۔ اس نے نہیں پوچھا تھا کہ شرجیل اسے کیوں نہیں لے جا رہا۔ پچھلا تلخ تجربہ کافی تھا۔ زارون کے چیک اپ کے دوران ڈاکٹر سمعیہ کو بچے کی ماں سمجھ کر مختلف سوال کرتے ہوئے ہدایات بھی دیتا رہا تھا۔ پھر مسکرا کر شرجیل سے مخاطب ہوا۔

''آپ کی وائف کی ارلی ایج میں شادی ہوگئی تھی غالباً یہی وجہ ہے کہ ماں بن جانے کے باوجود انہیں بچے کی کیئر کرنا نہیں آسکی۔'' شرجیل تو گڑبڑایا ہی تھا۔ سمعیہ نے بھی تڑپ اٹھنے کے انداز میں اسے دیکھا۔

''یہ میری سسٹر ہیں ڈاکٹر، زارون کی ممی ہاسپٹلائزڈ ہیں زارون کی ذمہ داری اس باعث میری بہن کو اٹھانا پڑ رہی ہے۔'' شرجیل کی وضاحت کے باوجود سمعیہ کا دکھ اور شاکی پن ختم نہ ہوسکا تھا۔ کبھی کبھار تو شرجیل کو لگتا اس رات چپ چاپ سمعیہ کو وہاں سے نکال لانے کے باوجود مسئلہ حل نہیں ہوا۔ مسئلہ تو جوں کا توں تھا۔ وہ بہرحال سمعیہ کو مطمئن اور پرسکون زندگی دینے سے قاصر رہا تھا۔

''آپ مجھے واپس چھوڑ آئیں شرجی بھائی میں اپنی فیملی کا ہر رویہ برداشت کرلوں گی مگر میں لوگوں کا آپ کے

حوالے سے کوئی الزام قبول نہیں کرسکتی۔ ہمیشہ بھائی سمجھا ہے آپ کو میں نے۔" وہ چند دنوں میں ہی ہمت ہار کر رو پڑی تھی اور شرجیل جو پہلے ہی پریشان تھا اور بھی ٹینشن میں مبتلا ہوگیا تھا۔

"دل چھوٹا نہیں کرتے گڑیا! اللہ پر بھروسہ کرو ان شاء اللہ سب ٹھیک ہوجائے گا۔" وہ عجلت میں وہاں سے اٹھ گیا۔ امریکا سے ابراہیم احمد کی اس کے لیے کال تھی۔ کتنے دنوں سے وہ اس سے رابطہ کرنے کی کوشش میں تھا مگر ناکامی ہورہی تھی ابراہیم احمد کا نمبر بند جارہا تھا۔

"ہاں ابراہیم احمد! میں شرجیل ہوں یار! کیسے ہو؟" وہ سیل فون کان سے لگائے بالکنی میں آگیا۔ دوسری جانب جوابراہیم نے کہا وہ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیر گیا۔

"وعلیکم السلام! سوری یار مجھے خیال نہیں رہا ہاں میں ٹھیک ہوں۔" اس نے ٹہلنے کے دوران سگریٹ بھی سلگا لیا تھا۔ گہرا کش لیتے اس کی آنکھوں میں یاسیت کی دھند اتر آئی۔

"نہیں کوئی امپروومنٹ نہیں' کوئی معجزہ ہی اسے ٹھیک کرسکتا ہے ابراہیم احمد۔" ایمان کے ذکر کے ساتھ ہی اس کے گلے میں آنسوؤں کا نمکین گولہ پھنسنے لگا تھا۔

"مجھے تم سے بہت ضروری کام آن پڑا ہے ابراہیم احمد جتنی جلد ممکن ہوسکے یہاں آجاؤ۔" وہ ایک دم موضوع بدل کر بے حد لجاجت سے بولا۔

"نہیں میں فون پر بات نہیں کرسکتا' بس تم آجاؤ پلیز۔" اس کے انداز میں بے کلی و اضطراب تھا پھر اس نے دوسری جانب کی بات سنتے کاندھے جھٹک دیے۔

"کب؟ صورت حال بہت گمبھیر ہے ابراہیم احمد! میں بہت بے چین ہوں پلیز جتنی جلدی ممکن ہوسکے۔" اس نے اصرار کیا پھر الوداعی کلمات ادا کرتے ہوئے کال منقطع کردی۔

"آج سامنے والی آنٹی آئی تھیں۔ ایمان بھائی کے متعلق کرید کرید کر سوال کررہی تھیں۔ مجھے بہت آکورڈ لگا۔" وہ پلٹا تو زارون کو کاندھے سے لگائے سمعیہ دروازے میں کھڑی تھی شرجیل کی آنکھوں میں ناسمجھی کا تاثر ابھرا۔

"آکورڈ کیوں کیا ایمان کو جانتی تھیں وہ خاتون؟"

"نہیں! نہیں یہ لگتا ہے ہم مشکوک لوگ ہیں جن کا کوئی عزیز رشتہ دار تک نہیں، بھائی میں کن الفاظ میں سمجھاؤں آپ کو۔" اس کے روہانسے انداز میں ہچکچاہٹ در آئی شرجیل نے نگاہ کا زاویہ بدلتے ہوئے ہونٹ بھی بھینچ لیے۔

"یہ تھوڑا سا کٹھن وقت ہے سمعیہ! اسے تو ہمیں سہنا اور کاٹنا ہی پڑے گا۔ اللہ سے ہمیں اچھی امید رکھنی چاہیے۔ تم ریلیکس رہو گڑیا میں مزید کچھ بھی تمہارے ساتھ غلط نہیں ہونے دوں گا۔" اس کا سر تھپک کر کہتا وہ کتنا بردبار کتنا مشفق لگ رہا تھا۔ حالانکہ شرجیل کی نازک مزاجی اور بے نیازی کی ایک دنیا گواہ تھی مگر حالات نے اسے بہت تیزی سے تبدیل کیا تھا۔

"کھانا گرم کروں بھائی؟" زارون کو کارٹ میں لٹا کر وہ اس کی جانب آگئی۔ شرجیل کسی خیال میں تھا' خفیف سا چونکا اور منع کرتے کرتے کسی خیال کے تحت سوال کیا۔

"تم نے کھالیا؟" وہ جانتا تھا وہ اگر منع کردے گا تو سمعیہ بھی بھوک ہونے کے باوجود نہیں کھائے گی۔ اس کے سر کو نفی میں ہلانے پر شرجیل نے سرد آہ بھری۔ اسے سمعیہ کی بہت فکر رہنے لگی تھی اس کی وجہ سمعیہ کی خود سے بے پروائی تھی۔ وہ ایسے گلاب کے پھول کی مانند تھی جو پوری طرح کھلے بغیر ہی مرجھانا شروع ہوچکا تھا۔

"میں کھانا لگاتا ہوں تم اتنی دیر میں اپنا حلیہ درست کرو' اس روز میں جو کپڑے لایا تھا تمہارے لیے کہاں ہیں وہ؟" سمعیہ کے ملگجے لباس اور بے ترتیب الجھے بالوں کو دیکھتا وہ یکدم پریشان ہوا تھا۔

"الماری میں ہیں اور ان کپڑوں کو کیا ہوا بھائی' میں ٹھیک تو ہوں۔" بے دلی سے کہتی وہ باہر نکلی تو شرجیل تیزی سے اس کے پیچھے آیا۔

"تم ایسا سلوک کروگی اپنی زندگی کے ساتھ تو مجھے اپنا فیصلہ غلط لگنے لگے گا سمعیہ' پلیز میری شرمندگی اور پچھتاؤں کو مت بڑھاؤ۔" آن کی آن میں وہ کس قدر ہارا ہوا انسان لگنے لگا تھا۔ شاید اس کا اصل اب یہی تھا بس سمعیہ کی خاطر خود کو سنبھالے پھرتا تھا۔ اس فیصلے نے سمعیہ

سے نہیں درحقیقت شرجیل سے سب کچھ چھینا تھا۔ گھربار' رشتے ناتے' سہولیات۔ آج کل اس کے پاس معمولی جاب تھی ایسے میں اگر وہ بھی شرجیل کے لیے پریشانی کا باعث ثابت ہوتی تو یہ اپنائیت و محبت کے اصولوں کے سراسر منافی ہوتا۔

"آئی ایم سوری شرجی بھائی' میرا مقصد آپ کو ہرٹ کرنا نہیں تھا آئندہ شکایت نہیں ہوگی آپ کو آپ بیٹھیں میں کھانا لگاتی ہوں تھکے ہوئے آئے ہیں۔" اس کے لہجے میں آنسوؤں کی نمی کے ساتھ شرمندگی کا ملال بھی گھلا ہوا تھا۔ شرجیل معصومیت و سادگی کے اس مظاہرے پر جیسے دل سے مسکرایا۔

"سب سے پہلے یہ نوٹ کرلو مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ بھائی بہنوں کا مان ہوتے ہیں خاص طور پر کنواری بہنیں بھائیوں کی بہت اہم ذمہ داری ہوتی ہیں۔ بس اللہ پاک سے دعا ہے میں اس ذمہ داری سے احسن طریقے سے فارغ ہوجاؤں اور اتنا سا کام کرکے میں نہیں تھکتا۔ تھکانے کا باعث اس باگڑبلی کی بسورتی شکل ہوتی ہے جاؤ جاکے چینج کرو تب تک میں تمہیں اپنے پھکڑاپے کا تھوڑا سا ٹریلر دکھاتا ہوں۔" شرجیل نے دانستہ اپنے لہجے کو آخر میں خوش گوار بنایا۔

"گڈ' پھر تو ایمی بھابی ٹھیک ہونے کے بعد مجھے دعائیں دیں گی۔" وہ کھلکھلائی تو شرجیل بھی نم آنکھوں سے مسکرانے لگا۔

"اللہ تمہاری زبان مبارک کرے سمعیہ۔" اس کا رواں رواں دعا گو تھا۔

❀......❀......❀
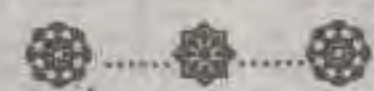
"سکندر......سکندر......!" وہ ابلتی چائے چولہے پر چھوڑ کر اس کے پیچھے بیرونی دروازے تک بھاگتی ہوئی آئی تو سانس پھول رہی تھی۔ سکندر نے اٹھتے قدموں کو روک کر جیسے طوعاً وکرہاً پلٹ کر اسے دیکھا۔

"کہاں جارہے ہو تم؟" حیرانی کا تاثر اس کی سحر طراز مغرور آنکھوں کی دلکشی اور حسن کو دوآتشہ کرگیا تھا۔ سکندر نے فی الفور نگاہ کا زاویہ بدلا۔ وہ ان بے مہر آنکھوں کی گہرائیوں میں ڈوبنا نہیں چاہتا تھا۔

"آپ کیوں پوچھ رہی ہیں؟" لاریب نے اسے گھورنا چاہا بلیک ڈریس پینٹ پر وائٹ اینڈ گرے لائننگ کی شرٹ میں ملبوس کاندھوں پر مردانہ شال پھیلائے وہ کتنا بے مہر اور سرد لگ رہا تھا۔

"تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں' شاید تم یہ اہم بات بھول چکے۔" وہ طنزیہ انداز میں بولی تھی۔

"تو؟" لاریب کی آنکھیں گویا ابل پڑیں۔ چہرہ غضب کی آنچ سے تمتمانے لگا۔

"یہ بھی اب تمہیں میں بتاؤں کہ تمہیں اب کیا کرنا ہے؟" اس کے بھڑک کر کہنے پر سکندر نے سر جھکا۔

"اس زحمت کی ضرورت نہیں ہے۔ راستے سے ہٹیں مجھے جانا ہے۔" اس کا لہجہ ہنوز خشک تھا۔

"تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے نا سکندر؟ کل تمہارا آپریشن ہوا ہے اور آج تم گھر سے باہر جارہے ہو۔ دیکھو اگر بابا جان نے بھی بلوایا ہے تو فون پر صورت حال بتادو انہیں کہ......!"

"مجھے آپ کے مشوروں کی ضرورت نہیں ہے۔ ہٹیں میرے راستے سے......!" اس نے جیسے ہی اسے سامنے سے ہٹا کر طیش میں جانا چاہا لاریب نے بے اختیار ہی اس کے ہاتھ دبوچ لیے تھے۔

"جذباتیت سے ہٹ کر سوچو گے تو ہی میری بات دماغ میں آئے گی نا' وہ بدمعاش کل یہاں زبردستی گھس سکتا ہے تو آج نہیں آئے گا کیا؟ سکندر اس کے ارادے تم سے مخفی تو نہیں۔ اکیلی ہوں گھر پر' تمہارے والدین ہوتے تو اور بات تھی۔" وہ رسانیت آمیزی سے کہہ رہی تھی لہجے میں پھر بھی نرم سی جھنجلاہٹ اتر آئی تھی۔

سکندر کی ترسی ہوئی نظریں لاریب کے ہاتھوں پر جم گئی تھیں۔ جن میں ابھی تک سکندر کی کلائی دبی ہوئی تھی۔ بس کیا صرف یہی کافی نہیں تھا اس کے طیش اس کی برہمی کو اور اشتعال کو مٹانے کو۔ وہ یک ٹک گم صم دیکھتا رہ گیا۔ لاریب نے اچنبھے میں گھر کر اس کی سکتہ زدہ کیفیت دیکھی عجیب ہارا

ہوا انداز تھا۔ نگاہ اس کی نظروں کے تعاقب میں جھکی تو لاریب نے کسی قدر سنبھل کر اپنے ہاتھ واپس کھینچ لیے سکندر ہونٹ بھینچے سر جھکائے پلٹا اور کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

"اتنا دیوانہ کیوں ہے؟ اس کی محبت کی شدت سے تو خوف آنے لگا ہے مجھے ایسا ضبط' ایسی برداشت اور اس پر یہ دیوانگی' کیا کروں میں اس شخص کا؟ نہیں کر سکتی میں اس روپ میں اسے قبول' عباس کے سوا میں کیسے کسی اور کو یہ جگہ دے دوں......"

بے بسی اور رنج و ملال کے اظہار پر آنسو گالوں پر اتر آئے تھے اسے سکندر کا دکھ افسردہ کر رہا تھا۔ وہ نا چاہتے ہوئے بھی اسے دکھ دینے پر مجبور تھی۔ چائے ابل کر کیتلی کے کناروں سے باہر آئی تب وہ چونکی اور دلگیر سے انداز میں چائے چھان کر مگ میں نکالی' انڈے وہ پہلے ابال چکی تھی۔ سلائس بھی گرم تھے۔ اس نے ٹرے تیار کی اور بے دلی سے کمرے میں آ گئی۔ سکندر بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے کسی عمیق سوچ میں گم تھا آہٹ پر چونک کر متوجہ ہوا مگر اگلے ہی لمحے نگاہ پھیر لی۔ وہ اس پل جیسے اس کے سامنے سے بھی خائف تھا خائف تو لاریب بھی تھی دونوں ہی ایک دوجے سے کترا رہے تھے۔

"ناشتا کر لو تم نے بابا جان کو بتایا؟" ٹرے بیڈ پر اس کے سامنے رکھتے ہوئے اس نے آہستگی سے سوال کیا۔ سکندر نے جواب نہیں دیا۔ سائیڈ پر پڑا ٹی وی کا ریموٹ اٹھا کر اس نے ٹی وی آن کر لیا۔ سکندر کی پوری توجہ ٹی وی کی جانب تھی۔ گویا وہ اسے دانستہ نظر انداز کر رہا تھا۔ لاریب کو اس پر غصہ نہیں آیا یہ پہلا موقع تھا کہ اس نے سکندر کی کیفیت کو سمجھا تھا۔

"میں کچھ پوچھ رہی ہوں سکندر۔" لاریب نے اس کی توجہ حاصل کرنے کو ٹی وی بند کر دیا تھا۔ سکندر کا ضبط جواب دے گیا جبھی پھٹ پڑا۔

"کیا بتاؤں میں انہیں' بدقسمتی سے میرے پاس انہیں بتانے کو کچھ بھی قابل فخر نہیں ہے۔" اس کا لہجہ برہم تھا یہ بلا کی برہمی اس بات کی مظہر تھی کہ وہ شدید ذہنی کرب کا شکار ہے۔ ورنہ وہ اس طرح اس سے بات نہیں کیا کرتا تھا۔

"تم انہیں وقاص کی کمینگی کے متعلق بتاؤ اور......!" اس کی بات سکندر کی طنزیہ نظروں کے باعث ادھوری رہ گئی۔

"اور ان کی پریشانی میں اضافہ کر دوں' بی بی صاحبہ آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ وہ پہلے بھی پھولوں کی سیج پر نہیں سوتے رہے۔ بابا سائیں بھلا کیا کر سکیں گے؟ آخر محترم وقاص حیدران کے صرف بھتیجے ہی نہیں داماد بھی ہیں۔" وہ بھڑکا تو پھر غصے میں بولتا چلا گیا۔

"داماد تو تم بھی ہو۔" لاریب کے ٹوک دینے پر سکندر کے سلگتے اعصاب کو جیسے شاک لگا تھا۔ اس نے بے ساختہ چہرہ موڑ کر لاریب کو دیکھا۔ وہ پرسکون تھی سکندر کے وجود میں عجیب سا درد زہر کی صورت تیزی سے پھیلتا چلا گیا۔ اس کا دل چاہا پوچھے تم مانتی ہو اس رشتے کو جب تم نے نہیں مانا تو یہ خود بخود اپنی اہمیت کھو گیا۔

"رشتے دل سے بنتے ہیں کاغذوں پر سائن کر دینے سے نہیں۔" سکندر کا لہجہ ترش تھا اور ترش تھا۔

"میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتی مسٹر سکندر حیات! بس اتنا جانتی ہوں مجھے وقاص کی یہ مطلق العنانی بالکل پسند نہیں آئی ہے۔ یہ بھی سن لو آئندہ اگر اس نے اس قسم کی حرکت کی تو میں اسے شوٹ کر دوں گی۔ لامہ اور اپنی زندگی کے انجام کی پروا کیے بغیر بہتر ہوگا تم بابا جان سے بات کر کے اس مسئلے کا کوئی حل نکال لو۔" وہ جانے کو اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ سکندر ناشتے کی سمت متوجہ ہوا مگر انداز میں بے رغبتی اور بے دلی نمایاں تھی۔ وہ یہ سوچ کر پریشان تھا کہ بابا سائیں کو یہ گمبھیر بات کس طرح بتا پائے گا۔ تین بیٹیاں تھیں مگر تینوں کی جانب سے ہی کڑی آزمائش دیکھنا پڑی تھی۔

❁......❁......❁

گوشۂ ذہن میں بے ربط خیالوں کا ہجوم
چشم تنہائی سے چن کر وہی بے باک سے اشک
لمحۂ وصل کے اس عہد فراموشی کو
یاد کرتا ہے سسکتا ہے بلکتا ہے بہت
آج بھی دشت مسافت کے کٹھن رستوں میں
جلتی بجھتی ہوئی بے نام رفاقت کی شعاع
عارض وقت کی سرخی پر چھلک پڑتی ہے
پھر سے ملنے کی یہ موہوم طلب اور تڑپ
آج بھی ذہن کے گوشوں میں چمک اٹھتی ہے
آج بھی سورج کے انگار جزیرے میں تو
آنکھ کے نور میں تو دل کے سویرے میں تو
اجنبی شام کی دم توڑتی برسات میں تو
ہے لکیروں کی طرح ثبت میرے ہاتھوں میں
میرے ہونٹوں کا تبسم میرے دن رات میں تو
ہم کلامی کا کوئی واقعہ گزرا بھی نہیں
پھر بھی لگتا ہے موجود ہے ہر بات میں تو
مجھ سے واقف ہی نہیں تیری طبیعت لیکن
طرز افکار میں تو شیوہ گفتار میں تو
تو ہی تو ہے میرے افکار کی ہر شے میں پنہاں
کبھی اقرار کا حاصل کبھی انکار میں تو
کبھی سایہ کبھی نظروں کا سراب
کبھی شبنم کبھی نکہت کبھی رنگ و خوشبو
تو میری نیند میرا دکھ تو میرا صبح و شام
تو مسرت تو میرا غم تو میرا سب کچھ ہے
تو میرا کچھ بھی نہیں پھر بھی میرا سب کچھ ہے

وہ گھٹنوں میں سر دیے بیٹھی تھی میوزک مدھر سروں میں بج رہا تھا اور سنگر کی پرسوز آواز نے ماحول پر یاسیت کے ساتھ غم و یاس کے تاثر کو مزید گہرا کر ڈالا تھا۔ زینب نے بے بسی سے اس کے ہچکیوں سے لرزتے وجود کو دیکھا اور اس کا دل دکھ سے بھرتا چلا گیا۔ ابھی ملازمہ سے فاطمہ کے متعلق سوال کرنے پر کچھ روز قبل کی ساری صورت حال اور پھر فاطمہ کی وحشت اور بے بسی کی داستان اس تک پہنچ چکی تھی۔ محبت کے دشت کی آبلہ پائی نے اسے کہیں کا بھی نہیں رہنے دیا تھا۔ عجیب بے بسی کا عالم تھا کہ وہ بدنصیب لڑکی حالات کے تھپیڑے کھانے کو تنہا رہ گئی تھی۔ کچھ مصیبتیں انسان کی اپنی خریدی ہوتی ہیں جو گلے کا کانٹا بنا کر اٹک جایا کرتی ہیں۔

زندگی بے ربط ہو کر رہ گئی تھی اور قسمت اس کے ساتھ عجیب کھیل کھیل رہی تھی۔ وہ شخص جو ہمیشہ اس سے بے نیاز رہا تھا وہ اب اسے بہت زیادہ دکھ دینے کا باعث بن گیا تھا۔ صرف مایوسی ہی مقدر تھی۔ ایسے میں کیا جواز رہتا تھا کہ وہ پھر بھی اس کی جانب آس مندانہ نظروں سے تکتی مگر یہی تو بے بسی تھی کہ وہ پھر بھی پلٹ نہیں سکتی تھی۔

"فاطمہ۔" زینب کے پکارنے پر اس نے چونک کر سر اٹھایا۔ زینب کے دل پر چوٹ پڑی۔ وہ ان چند دنوں کے اندر صدیوں کی مریضہ دکھائی دیتی تھی۔ الجھے بے ترتیب بال' پپڑی زدہ خشک ہونٹ اور ملگجا لباس' زینب نے تڑپ کر اسے سینے سے لگا لیا۔

"کیا ہو گیا ہے فاطمہ خود کو سنبھالو۔" زینب نے خفگی سے ٹوکا مگر اس طرح کہ غم کی شدت سے اس کا گلا رندھا جاتا تھا۔

"میں نے ساحر سے کبھی کچھ نہیں مانگا زینی۔ لیکن وہ پھر بھی مجھے خوش نہیں رہنے دیتا وہ مجھ سے نفرت کرتا ہے زینب' یہی احساس مجھے جینے نہیں دے رہا۔" فاطمہ کے لہجے میں صدیوں کا کرب اور اذیت رچی ہوئی تھی۔ زینب نے اسے نرمی اور محبت سے تھپکا۔

"اللہ سے اپنے لیے صبر کی توفیق مانگو فاطمہ اور یہ معاملہ بھی اللہ کے سپرد کر دو' وہ اپنے بندے کی بہتر خبر گیری کرنے والا ہے۔ یاد رکھو' اگر تم اپنے رب پر بھروسہ رکھتی ہو تو وہ بھی اس بھروسے کو ٹوٹنے نہیں دے گا۔ تم نے اسلام قبول کیا ہے فاطمہ تو اب اپنے مذہب کو جاننا اور ان تعلیمات پر عمل کرنا تمہارا فرض اولین ہے۔ میں اسی سلسلے میں آئی تھی تمہیں قرآن پاک کی تعلیم کا آغاز کرنا چاہیے اور نماز بھی سیکھو' تاکہ فرض کی ادائیگی کے حوالے سے روز محشر شرمندگی سے بچ سکو۔" زینب کا انداز ایسا دھیما اور پراثر تھا کہ اتنے دنوں سے فاطمہ پر طاری وحشت کو قرار آنے لگا۔

"اللہ کی یاد میں ہی دلوں کا سکون پوشیدہ ہے فاطمہ' ہاں آزمائش شرط ہے۔" زینب کی نرم گوئی پر فاطمہ نے سرد آہ بھر کر اسے دیکھا۔

"میں اپنی کوتاہی پر شرمندہ ہوں زینب آپ کو یاد ہے

آپ نے کہا تھا اللہ فرماتا ہے، جو میری رضا کو مقدم رکھے گا۔ میں اسے اس کی رضا سے نوازوں گا اور جو میری رضا سے کوتاہی برتے اسے اس کی خواہش میں تھکا دوں گا۔ مجھے تھکنا تو تھا ہی میں اصول فطرت کے خلاف چل کر کیسے من چاہا احساس پاسکتی تھی۔ زینب مجھے اب کے نہیں ہارنا ہے مجھے اللہ کی رضا' اللہ کی اطاعت قبول ہے۔ میں آج تمہارے ساتھ چلوں گی۔ نماز سیکھنے کے لیے قرآن پاک سیکھنے کے لیے۔" وہ زاروقطار روتے ہوئے کہہ رہی تھی اور زینب نے طمانیت وآسودگی کے بھرپور احساس سمیت اسے گلے لگا کر تھپکا اور فاطمہ کو لگا تھا اس کے اندر سرسراتی وحشت میں کمی آتی جارہی ہے۔

❀......❀......❀
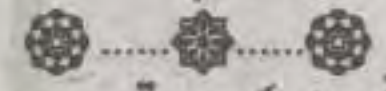
اس کا چہرہ غم وغصے کی زیادتی سے بے حد سرخ ہورہا تھا۔ آنکھیں آنسو ضبط کرنے کی کوشش میں لال انگارہ تھیں اور ہاتھ تیزی سے مصروف عمل...... پہلے اس نے اپنے کمرے کی صفائی کی تھی۔ پھر واشنگ مشین کا سوئچ آن کردیا۔ کپڑے مشین میں ڈالے اور پائپ لگا کر جس وقت صحن کی دھلائی شروع کی عین اسی لمحے بیرونی دروازے پر دستک ہونے لگی۔

"اس وقت کون آ گیا؟" اس کی سوچیں بھی دل و دماغ کی طرح جھنجلائی ہوئی تھیں۔ پائپ پھینک کر وہ اسی قہرآلود انداز میں دروازے کی جانب لپکی تھی۔

"کون سی مصیبت ٹوٹ پڑی ہے آخر تم پر؟" وہ آنکھیں نکال کر آتشیں لہجے میں غرائی۔ سکندر نے حیرت زدگی کے عالم میں لاریب کو دیکھا جس کے ہاتھ میں جھاڑو تھی اور دوپٹا حسب سابق ندارد۔ آنکھوں سے چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں۔

"افوہ...... آپ کو کیا ضرورت تھی آخر اس مشقت میں پڑنے کی؟" سکندر نے صاف ستھرے آنگن اور چلتی ہوئی مشین پر نگاہ ڈال کر دبے ہوئے انداز میں ٹوکا۔

"کیوں' تمہارا ارادہ ملازم رکھنے کا ہے یا پھر اپنی بوڑھی ماں سے لینا چاہتے ہو یہ خدمتیں؟" اس کا لہجہ پھنکارتا ہوا تھا۔ سکندر نے جز بز ہو کر اسے دیکھا۔

"ملازم بھی رکھ سکتا ہوں میں' یہ کام آپ نے کبھی نہیں کیے تو جبر نہیں چاہتا میں آپ پر۔" سکندر کی بات کے جواب میں لاریب مضحکہ اڑاتی ہنسی ہنسی تھی۔

"واہ...... ملازم اب خود بھی ملازم رکھنے لگے۔ بہت خوب اور جبر کی بات بھی کیا خوب کہی تم نے' یہ خیال تمہیں اس وقت کیوں نہ آیا' جب تم میری مرضی کے خلاف مجھے بیاہ کر یہاں لائے۔ اگر تم مجھے چپ چاپ چھوڑ دیتے تو بابا جان ان کالے پانیوں کی سزا نہ سناتے مجھے۔ اب یہ اگر میرے اعمال کی سزا بنائی گئی ہے تو قبول ہے مجھے بس مجھے میری سابق حیثیت یاد نہ کرانا سمجھے؟" شدید ہیجان تھا اس کے لہجے میں' سکندر نے بے اختیار اسے تھامنا چاہا مگر وہ فوراً ہی فاصلے پر ہوئی اور بھاگ کر واشنگ مشین کے پاس جا کر کھڑی ہوگئی۔ سکندر نے خفت سے چور نگاہ اماں اور بابا پر ڈالی جو اسی وقت واپس لوٹے تھے اور انہوں نے لاریب کی وہ ساری باتیں سن لی تھیں۔ سکندر نے نگاہ چرائی اور جھکے ہوئے انداز میں کمرے میں آ گیا۔

وہ جانتا تھا لاریب اس خود اذیتی کا شکار کیوں ہورہی ہے۔ اسے سکندر سے گلہ تھا' حالانکہ سکندر نے اس کے مجبور کرنے پر بابا سائیں سے وقاص والے معاملے پر بات کی تھی وہ کتنے فکر مند ہوگئے تھے یہ سنتے ہی' پھر یہ انہی کا فیصلہ تھا کہ لاریب اور سکندر ان کے ساتھ حویلی میں ہی رہیں گے یہ ضروری تھا۔ باقی کے تمام حفاظتی اقدامات بعد میں ہی عمل میں لائے جاسکتے تھے۔ جن میں بڑے بابا جان کو وقاص کے کرتوت سے آگاہی دینے کے بعد وقاص کو لگام ڈالنے کا اہم کام بھی تھا۔ اس وقت وہ خود لاریب کو اپنے ساتھ لانے کے ارادے سے اٹھ گئے تھے حالانکہ سکندر نے منع کرنے کی کوشش بھی کی تھی۔

"ایسا مت کریں بابا سائیں' مجھے نہیں لگتا لاریب اس بات پر متفق ہوں۔" وہ ہچکچا کر کہہ رہا تھا۔ لاریب کی ضد اور تنفر ملاحظہ کرلینے کے بعد وہ نہیں چاہتا تھا کہ بابا سائیں کو لاریب کے باعث مزید دکھ اٹھانے پڑیں مگر بابا

سائیں نے جواباً اس کا کاندھا تھپک دیا تھا۔

"تم پریشان نہیں ہو سکندر میں لاریب کو قائل کرلوں گا۔ بہرحال عزت اور جان سے بڑھ کر نہیں ہوگی اسے اپنی ضد اور انا۔" مگر لاریب نے بابا سائیں کا خیال غلط ثابت کردیا تھا جس وقت وہ گھر پہنچے لاریب دھوپ میں تخت پر بیٹھی چاول صاف کررہی تھی۔ انہیں دیکھ کر اس کی کیفیت عجیب دکھ بھری ہوگئی تھی۔ کتنا شاکی پن تھا اس کی نظروں میں۔

"آج نہیں پوچھے گی میری بیٹی کہ کیوں آیا ہوں اور کیا بیٹھنے کو نہیں کہو گی؟" وہ اس کی کیفیت کو سمجھتے تھے جبھی بے حد شفقت سے مخاطب کیا۔ لاریب نے کچھ کہے بغیر کرسی لا کر ان کے پاس رکھ دی اور خود ان کے سامنے ٹک گئی مگر یوں کہ نظریں ان سے نہیں ملائی تھیں۔ شاید اپنے آنسو چھپانا مقصود تھا۔

"بابا کو اپنی اس بیٹی پر سب سے زیادہ مان ہے جبھی آج ایک بار پھر ایک تقاضے کے ساتھ آیا ہوں۔" انہوں نے جیسے تمہید باندھی اور لاریب تڑپ اٹھی تھی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو مچل کر گالوں پر اتر آئے۔ بابا سائیں کے دل پر گھونسا لگا تھا مگر وہ خود کو سنبھالے رہے۔

"آپ کو یاد ہو بابا جان تو میں نے ایک بات کہی تھی مجھے مار دینے کے بعد مزید اذیت نہیں دیجیے گا۔ آپ سمجھتے ہیں آپ کو اب مجھ سے توقع رکھنی چاہیے؟ اگر پھر بھی ایسا ہے تو میں معذرت خواہ ہوں میں پوری نہیں اتر سکتی۔" اس کے دھیمے لہجے میں بھی بلا کا زہر اور تلخی پوشیدہ تھی۔ بابا سائیں کا وجود جیسے سرد ہونے لگا۔

"وقاص کے حوالے سے تمہیں سب خبر تو ہوگی بات عزت کی حفاظت کی ہے لاریب بیٹے' کیا اب مجھے تمہیں کھول کر سمجھانا پڑے گا۔" ان کا انداز بہت مان لیے ہوئے تھا۔

"اس کی ضرورت نہیں بابا سائیں' سب کچھ میرے سامنے ہوا ہے میں اس کے باوجود یہاں سے نہیں جاؤں گی' قبر میں دفن ہونے کے بعد مردے اپنی جگہ تبدیل نہیں کیا کرتے۔" اس کے لہجے میں ہٹ دھرمی نہیں تھی بے بسی کے انتہائی درجے کی شوریدہ سری تھی۔ بابا سائیں گنگ بیٹھے رہ گئے۔ یوں جیسے ہلنے کی بھی سکت نہ رہی ہو۔

"یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے لاریب؟" وہ بولے تو ان کی آواز جیسے گہری کھائی سے آتی محسوس ہوئی تھی۔

"بالکل قطعی اور دوٹوک پتھر پر لکیر سمجھ لیں۔" لاریب نے مدہم مگر سرد انداز اختیار کیا بابا سائیں اس کی صورت دیکھتے رہ گئے۔

"بیٹے عزت سے بڑھ کر کچھ نہیں ہوتا بوڑھے باپ کی بے بسی کا کچھ تو خیال کرو۔" وہ بے بسی کی انتہا کو چھوتے رو پڑے تھے۔ لاریب نے ہونٹ بھینچ کر نگاہ کا زاویہ بدل دیا۔

"میں انسانوں کی حفاظت پر یقین نہیں رکھتی بابا جان' حفاظت کرنا اللہ کا کام ہے اور اللہ ہر جگہ پر موجود ہے مجھے وقاص کے ڈراوے نہ دیں۔" پھر بابا سائیں کو مایوس لوٹنا پڑا۔ سکندر نے ان کی ناکامی کو دل سے محسوس کیا تھا البتہ کوئی تبصرہ نہیں کرسکا۔ وہ ان کے دکھ میں مزید اضافہ کیسے کردیتا۔ البتہ لاریب کو ضرور سرزنش کرنی چاہی تھی جس کے جواب میں اس کا شدید ترین ردعمل بھی سہنا پڑا۔

"آپ کو بابا سائیں کے ساتھ اس طرح نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

"تم تو ان کی فیور کرو گے ہی' ظاہر ہے تمہارا مقصد تو اسی طرح پورا ہوگا نا' ان کی جائیداد پر قبضہ ہی تو کرنا چاہتے ہو تم یہ لالچ ہی تھا جس کی بنا پر تم نے میری زندگی جہنم بنا ڈالی مگر سکندر حیات میرا نام بھی لاریب ہے' مرتے مر جاؤں گی مگر تمہیں اس مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دوں گی۔" اس کے پھنکارنے پر سکندر کا چہرہ جانے کس جذبے کے تحت بے تحاشا سرخ ہوتا چلا گیا۔

"یہاں سے چلے جاؤ سکندر ورنہ عین ممکن ہے کہ میں اپنے ساتھ ساتھ تم پر بھی تیل چھڑک کر آگ لگا دوں۔" وہ حلق کے بل غرائی اور سکندر نے یہی مناسب سمجھا تھا کہ اس کے سامنے سے ہٹ جائے' آج تک بات بڑھا کر ملا بھی کیا تھا۔ وہ اس کے لیے بنی ہی نہ تھی وہ اس سے محبت کر ہی نہیں سکتی تھی۔ ٹھیک پندرہ منٹ بعد جب وہ اس کے سامنے کھانے کی ٹرے رکھ رہی تھی تب سکندر کی نظر اس کے

ہاتھ کی جھلسی جلد پر جا ٹھہری۔ اس نے بے اختیار مضطرب انداز میں لاریب کو دیکھا۔ جس کی سرخ اور بھیگی آنکھیں گواہ تھیں کہ وہ جی بھر کر دل کا بوجھ ہلکا کرتی رہی ہے۔

"کیسے جلا ہاتھ، میں منع کرتا ہوں کام سے۔" سکندر نے بے قرار انداز میں کہتے اس کا ہاتھ پکڑ کر زخم دیکھنا چاہا مگر لاریب کا تنفر ہنوز تھا۔

"اپنے کام سے کام رکھو سمجھے، مجھ سے ہمدردی کا کوئی تعلق نہیں ہے تمہارا۔" سکندر ہونٹ بھینچے اٹھا اور تلاش بسیار کے بعد مرہم لے کر اس کے پاس کچن میں آ گیا۔ وہ جلن سے بے تاب ہوتی نل کھولے ہاتھ پانی کی دھار کے نیچے کیے کھڑی تھی آنکھوں سے زار و قطار آنسو بہہ رہے تھے۔ سکندر دوہری اذیت کا شکار ہوا کہ لاریب نے اسے دیکھتے ہی خود اذیتی کا شکار ہوتے نل بند کر دیا تھا۔

"لائیں مرہم لگا دوں، وقتی آرام تو ملے گا پھر ڈاکٹر سے دوا لاتا ہوں۔" سکندر نے اس کا پشت پر چھپایا ہاتھ پکڑنا چاہا تو لاریب نے اشتعال میں آ کر اسے پوری قوت سے پیچھے کی جانب دھکیل دیا۔

"مجھے نہیں ہے ضرورت تمہاری ہمدردی و توجہ کی، سمجھے؟" وہ چیخی تھی سکندر چند قدم پیچھے ہوا پھر لاچاری سے اسے دیکھتا رہا۔

"مجھے میری محبت کی اتنی کڑی سزا نہ دیں لاریب، نہیں دیکھ سکتا میں آپ کی یہ حالت۔" وہ بولا تو شدت جذب سے اس کا لہجہ رقت آمیز تھا، لاریب نے جواب نہیں دیا چپ چاپ آنسو بہائے گئی۔ سکندر نے تذبذب کی کیفیت میں اسے دیکھا پھر آگے بڑھ کر دوا لگانے لگا۔ لاریب نے مزاحمت نہیں کی۔ شاید تکلیف کی شدت اور اندر کی توڑ پھوڑ کے آگے پوری طرح ہمت ہار رہی تھی۔ البتہ سکندر کے اس عمل سے آنسوؤں میں روانی ضرور آ گئی تھی۔ ٹپ ٹپ شفاف قطرے سکندر کے ہاتھ کو بھگو گئے تو اس کا ہاتھ اس زاویے پر ساکن ہو گیا تھا۔

اس میں اتنی ہمت نہ رہی کہ نظر بھر کر لاریب کا تکلیف و رنج میں ڈوبا چہرا دیکھ پاتا۔ البتہ اندر کی شوریدہ سر محبت کے سامنے گھٹنے ٹیکتے جھک کر لاریب کے ہاتھ پر اپنے ہونٹ رکھ دیے تھے۔ لاریب ایک لمحے کو بھونچکی رہ گئی۔ وہ ٹوٹی ہوئی شاخ کی مانند ڈھلک کر سکندر کے کاندھے سے لگ کر بلک اٹھی تھی۔ سکندر جو ایک لمحے کو اس عنایت غائبانہ پر ہک دق تھا اگلے لمحے اسے قیمتی انمول متاع کی مانند بازوؤں کے حلقے میں سمیٹ لیا تھا ایک طرف شدت غم تھی، بے بسی تھی دوسری جانب محبت کے صحراؤں پر ابر رحمت برسی تھی۔ لاریب کے ابلتے مچلتے آنسو سکندر نے ہونٹوں سے چنے تھے۔ وہ یکدم کتنا اہم کتنا خاص اور انمول ہو گیا تھا۔ پھر لاریب ہی حواسوں میں لوٹی اور تڑپ کر اس کے بازوؤں کے حصار سے نکلی۔ سکندر سے نظریں چراتے اس نے اپنا ڈھلک جانے والا دوپٹا سنبھالا اور رخ پھیر لیا۔ سکندر کی کیفیات انوکھی تھیں۔ دونوں کے درمیان معنی خیز خاموشی در آئی دونوں ہی اپنی اپنی کیفیت کے زیر اثر تھے۔

"تم بابا جان کو منع کر دینا وہ آئندہ یہاں کبھی نہ آئیں۔" لاریب بولی تو اس کا لہجہ سپاٹ تھا وہ مکمل طور پر ان سحر انگیز لمحوں کی گرفت سے نکل آئی تھی۔ سکندر کو مگر سنبھلنے کے لیے صدیاں درکار تھیں۔

"کھانا کھا لیں پلیز۔" سکندر پلٹ کر کمرے سے ٹرے اٹھا لایا۔ ٹرے رکھ کر اس نے پہلے لاریب کو پیڑھی پر بٹھایا پھر خود اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ لاریب اس وقت چونکی تھی جب سکندر نے نوالہ توڑ کر اس کے منہ کی جانب بڑھایا تھا۔ چہرے پر ہی نہیں نظروں میں بھی لجاجت آمیز گزارش تھی۔ جانے کیا ہوا لاریب کی آنکھیں پھر سے پانیوں سے چھلک گئی۔

"یہ شخص میرے اتنے ناروا سلوک کے باوجود اتنی محبت کیوں کرتا ہے جو جکڑ لینے کی بھرپور صلاحیت رکھتی ہے۔ اگر تو نے مجھے اس نعمت سے نوازنا ہی تھا تو پھر عباس کو کیوں نہیں دیا مجھے یہ جو ایک معمولی انسان ہے تو نے اس کی خواہش کو میری خواہش پر مقدم جانا، کیوں؟ کیا مجھ سے تو محبت نہیں کرتا تھا، کیا سمجھوں میں میرے اللہ میرے دل کو عباس کی اتنی چاہ اتنا پاگل پن نہ بخشا ہوتا

جس نے مجھے کسی اور کے قابل رہنے ہی نہ دیا۔"

سکندر کا ہاتھ زور سے جھٹکتی پھوٹ پھوٹ کر روتی وہ اٹھ کر کمرے میں گئی۔ سکندر سر جھکائے اپنے ہاتھوں کی لکیروں کے نافہم جال میں الجھتا رہا۔

⁂ ...... ⁂ ...... ⁂

موسم خنک اور دھوپ سنہری تھی کھڑکی سے سڑک کے منظر میں رواں ٹریفک میں زندگی کا ایک بھرپور احساس جاگ رہا تھا مگر اس کے اندر جیسے زندگی ہر گزرتے دن کے ساتھ دم توڑتی جا رہی تھی۔ وہ باقاعدگی سے زینب کے پاس جاتی تھی مدرسہ، قرآن پاک پڑھنا، نماز سیکھنا ہرگز آسان مرحلہ نہیں تھا وہ بھی اس صورت میں جبکہ وہ شخص ہر پل ہر لمحہ اس کے حواسوں پر مسلط رہتا تھا۔ وہ وضو کر رہی ہوتی عباس کی شبیہہ اس کی آنکھوں میں آ ٹھہرتی۔ وہ نماز کو کھڑی ہوتی تو زینب کو بار بار ٹوک کر اس کی تصحیح کرانا پڑتی۔ جب صبر کا مزید یارا نہ رہا تو وہ زینب کے آگے سسک پڑی تھی۔

"میں بے بس ہو گئی ہوں زینب، مجھے لگتا ہے اگر ایک دن اور مزید میں اسے نہ دیکھ پائی تو میرا دل دھڑکنے سے انکار کر دے گا۔" اور زینب اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔

"تمہیں صبر کرنا چاہیے صبر سے اللہ کے فیصلے کا انتظار کرنا چاہیے۔" زینب نے اس کے آنسو پونچھے تو اس نصیحت پر سیل رواں میں مزید شدت آ گئی تھی۔

"صبر ہی تو تمام ہو گیا ہے زینب، جب تک وہ مجھے ملا نہیں تھا میں اندر جاگتی وحشتوں کو کسی نہ کسی طرح سنبھال لیتی تھی مگر اب...... اب مجھ سے برداشت نہیں ہوتا، میں یہاں سے واپسی پر ہر روز اس کے گھر کے آگے کھڑی رہتی ہوں۔ محض اس آس پر کہ اس کی ایک جھلک ہی دیکھنے کو مل جائے۔" زینب نے سرد آہ بھری۔

"قرآن کریم میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے۔ مدد حاصل کرو صبر سے اور نماز سے۔ تمہارے لیے دونوں رستے کھلے ہیں خود کو اللہ کے حوالے تو کرو ہر بے قراری کو قرار مل جائے گا۔" زینب اس کے سر کو تھپتھپا رہی تھی۔ فاطمہ نے آنسوؤں سے دھندلائی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا۔

"کیسے کروں اللہ کے حوالے خود کو؟"

"وقت تہجد نماز ادا کرو، پھر سجدہ میں جا کر اللہ سے رہنمائی مانگو، صبر اور شکر دونوں کا ہی بڑا اجر ہے۔ صبر مصیبت کو ٹالتا ہے اور شکر نعمت کو بڑھاتا ہے۔ اپنی زندگی میں اس کا تجربہ ضرور کر کے دیکھو ہمیشہ کامیاب رہو گی۔" فاطمہ نے ہاتھ سے اپنے گال رگڑ کر آنسو صاف کر دیے۔

"میں کوشش کروں گی۔" اس نے جھکے سر کے ساتھ کہا۔ اس کے انداز میں بے دلی تھی۔ مگر زینب نے جس جذبے کے ساتھ اس کا کاندھا تھپکا تھا اس میں نہ بے دلی تھی نہ مایوسی بلکہ امید اور آس کا قوی یقین اس کے لمس میں جاگتا تھا۔ وہی یقین و اعتبار جو ایک کامل مسلمان کا ہر حال میں اپنے رب پر قائم رہتا ہے اور یہی یقین و اعتبار کامیابی کا بہترین ذریعہ ہے۔

⁂ ...... ⁂ ...... ⁂

کچھ پنچھی جھنڈ میں اڑتے ہوں
اور رستہ بھی کچھ مشکل ہو
کچھ دور افق پر منزل ہو
ایک پنچھی گھائل ہو جائے
اور بے دم ہو کر گر جائے
تو رشتے ناتے پیارے سب
کب اس کی خاطر رکتے ہیں
اس دنیا کی ہے ریت یہی
جو اڑتے ہو تو ساتھ بہت
جو رک جاؤ تو تنہا ہو

اس نے گہرا کش بھرا اور دھوئیں کو بکھرتے ہوئے دیکھنے لگا۔ عجیب سی فضا تھی حبس زدہ یا پھر اس کے اندر ہی اتنا غبار چھا گیا تھا۔ جیتی ہوئی بازی عین موقع پر آ کر ہار دینا کیسے نڈھال کر دینے والے احساس سے دوچار کر دیا کرتا ہے کنویں کے پاس آ کر تشنگی نصیب ٹھہرنا وہی جان سکتا ہے جو اس کیفیت سے دوچار ہو چکا ہو۔ اس کی حالت ہارے ہوئے جواری کی سی تھی۔ وہ گم صم تھا بظاہر کتنا

مضبوط تھا وہ مضبوط ہی تو تھا۔ جو اس وقت بھی نہیں ڈگمگایا تھا جب سارے گھر کا سکون درہم برہم ہو گیا تھا۔ شرجیل کا سمعیہ سمیت روپوش ہو جانے پر۔

کتنے انتشار اضطراب اور وحشت کا راج ہو گیا تھا علوی ہاؤس کے ہر مکین کے چہرے پر مگر وہ مطمئن و سرشار ہی رہا۔ وہ واقعتاً شرجیل کے اس اقدام پر دل میں آسودگی محسوس کرتا تھا۔ شرجیل کا انداز کسی قدر مجرمانہ ضرور تھا مگر تھا بڑا بروقت اور ضروری۔ پھر وہی تھا جس نے سب سے زیادہ اپنی شادی کا غل اٹھایا تھا لڑائی جھگڑے طعنے اور الزامات کے باوجود علوی ہاؤس کے بزرگ شادی کو ملتوی کر کے دوسری مرتبہ لوگوں سے انگلیاں نہیں اٹھوا سکتے تھے۔

سمعیہ کے متوقع سسرالیوں سے معذرت کر لی گئی اور سمعیہ کے حوالے سے جھوٹی داستان سنا کر خود کو بری الذمہ کرنے کی کوشش بھی۔ مگر سیانے کہہ گئے ہیں درانتی کے ایک طرف دھار دنیا کے دونوں طرف۔ کچھ ایسی ہی کاٹ سہنی پڑی تھی علوی ہاؤس کے مکینوں کو لوگوں کی زبانوں سے۔ صحیح معنوں میں وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے۔ مگر ڈھٹائی اور سینہ زوری میں بھی کمال درجے کا نام کمایا تھا۔ جبھی پروا کیے بغیر خم ٹھونک کر دنیا کا مقابلہ کیا۔ پھر یہ فراز کی دھمکیاں ہی تھیں کہ اس کی شادی میں تمام تر رسمیں دھوم دھام سے ہوئیں اور بارات اپنے مقررہ وقت پر ہی گئی اور دلہن کو رخصت کرا کر لے آئی۔ فراز ایسے تھا جیسے دنیا فتح کر لی ہو۔ محبت کو فتح کرنا دنیا کو فتح کرنا ہی تھا۔ مگر جیت ہر بار مقدر بنے ضروری نہیں وہ بھی عین موقع پر آ کر شکستگی سے دوچار کر دیا گیا۔

دلہن کی خاموشی اور کسی حد تک ناگوار تاثرات کو اس نے بھی محسوس کیا تھا مگر زیادہ اہمیت نہ دی۔ اریبہ کی نازک مزاجی سے آگاہ تھا جبھی یہ سمجھا کہ وہ طویل رسومات کی ادائیگی کے باعث جھنجلائی ہوئی ہے حجلہ عروسی تک اس کی رسائی بڑی مشکلوں سے اور بھاری نیگ دینے کے بعد ممکن ہو پائی تھی مگر بیڈ روم میں قدم رکھتے ہی وہ صحیح معنوں میں حیران رہ گیا۔

گلابی سلکی لبادے میں وہ چہرے پر کرختگی کے تاثرات لیے ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے کے آگے کھڑی ہاتھوں پر کلینزنگ ملک کا مساج کرتی کہیں سے بھی چند گھنٹے قبل بیاہ کر لائی گئی دلہن نہیں لگتی تھی۔ اس پر ستم اس کے کانوں پر لگا ہینڈ سیٹ وہ نہایت اطمینان سے مصروف گفتگو تھی۔ جس کا سلسلہ فراز کی آمد کے بعد بھی نہیں تھما تھا۔

"کسی کی اتنی مجال ہے کہ مجھے کچھ کہہ سکے اور سنو یہ رات اہمیت کی حامل اس صورت میں ہوتی اگر اس بندھن کو میں نے دل کی آمادگی سے باندھا ہوتا۔" فراز پر ایک اچٹتی ناپسندیدہ نگاہ ڈال کر وہ اپنی مخاطب سے کہہ رہی تھی۔ انداز حد درجہ درشت تھا۔ ہتک کے احساس نے فراز کا چہرہ دہکا ڈالا۔ وہ جیسے اپنی جگہ سے ہلنے کے قابل نہیں رہا۔

"کون ہے فون پر؟" فراز نے سیل فون اٹھا کر رابطہ منقطع کیا پھر خود پر جبر کرتے ہوئے تحمل سے بولا۔ اس کے لیے یہ احساس ذلت سے مار ڈالنے والا تھا کہ اس کی بیوی کسی تیسرے فریق کے سامنے اسے دو کوڑی کا کر گئی ہے۔

"او مسٹر، ہاؤ ڈیئر یو تم ہوتے کون ہو مجھ سے یہ سوال کرنے والے؟" اریبہ اس جسارت پر بھڑک کر جھٹکے سے اٹھی اور اسی اشتعال میں اسے زور سے دھکا دیا۔ انداز میں نفرت و حقارت کا احساس اتنا گہرا تھا کہ فراز تو دکھ اور صدمہ سے گنگ ہونے لگا تھا۔

"اریبہ...... بات کرنے کی تمیز ہے تمہیں اور یہ سب......!" فراز نے ہونٹ بھینچ کر اطراف میں متاسفانہ نظر ڈالی۔ اس کی ارمانوں سے کرائی گئی ڈیکوریشن کو کس بے دردی سے اجاڑا تھا اریبہ نے۔ مسہری کے گرد تنے باریک جالی کے ریشمی پردے اور پھولوں کی لڑیاں بے ترتیبی سے کارپٹ پر ڈھیر تھیں۔ بیڈ کور جس پر اس مہارت سے گلاب کی پتیاں بچھائی گئی تھیں کہ بیڈ کور کا اصل رنگ چھپ گیا تھا۔ پتیوں سمیت کھینچ کر گول مول کر کے کونے میں پھینکا ہوا تھا۔ فراز کے ارمانوں کا ہی نہیں دل کا بھی خون ہوا تھا۔

"ہاں بولو رک کیوں گئے تم پوچھو جو پوچھنا ہے؟" وہ بپھری ہوئی موج کی مانند اس کے سامنے آئی تھی لہجہ انگارے برساتا تھا۔ فراز نے بے پناہ اذیت کا شکار ہوتے سرخ آنکھوں سے اسے دیکھا اور ہونٹ بھینچ لیے۔

"تم خود بتا دو کیا وجہ ہے اس ساری بدتمیزی کی؟" معاً وہ سنبھل کر بولا۔ اس کے لہجے سے غضب کی آنچ آنے لگی تھی۔ وجہ تو ظاہر تھی مگر وہ پھر بھی اپنی ہر خوش فہمی کو دل سے نکال پھینکنے کے درپے ہو گیا تھا۔

"کیا یہ شادی تمہاری مرضی سے نہیں ہوئی؟" اس کا برہم انداز اس بات کا مظہر تھا کہ وہ شدید ذہنی و قلبی کرب سے دوچار ہے۔

"یہ سوال کرنے سے بہتر تھا تم خود کو جا کر آئینے میں دھیان سے دیکھ لیتے۔" اریبہ کا انداز تضحیک آمیز تھا اگلے لمحے وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر زبردستی آئینے کے آگے لے آئی اور اسے دھکا سا دیا۔

"چلو اب دیکھ لو کیسے لگ رہے ہو میرے ساتھ کھڑے پہلوئے حور میں لنگور۔" مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہتی وہ نقرئی قہقہہ لگانے میں مصروف تھی۔ اس کے ہر انداز سے سفاکی ٹپک رہی تھی۔ چاہے وہ الفاظ ہوں یا پھر لہجہ۔ فراز بے وقعتی تحقیر اور ہتکی کے احساس سے پتھرایا ہوا کھڑا رہ گیا۔

اریبہ کے تاثرات سے وہ آغاز سے ہی جان گیا تھا وہ اسے پسند نہیں کرتی لیکن وہ اس حد تک اس سے نفرت کرتی ہوگی اگر اندازہ ہوتا تو کبھی اس حد تک اپنی تذلیل نہ کراتا۔ بے مائیگی سے کہیں زیادہ بڑھ کر شدید احساس دل پر پڑنے والی چوٹ کا تھا۔ ایک بھی لفظ کہے بغیر وہ سرعت سے پلٹ کر باہر آ گیا۔ راہداری عبور کی اور وحشت بھرے انداز میں اس نے سیڑھیاں طے کی تھیں۔ نیچے ہال کمرا تھا۔ وسیع و عریض کمرا اعلیٰ ترین فرنیچر سے مزین امپورٹڈ وال ٹو وال کارپٹ اور قیمتی آرائشی سامان سے سجا ہوا مگر سنسان اور قبرستان جیسی خاموشی سموئے ہوئے۔

فراز کو اس پل اپنا آپ بھی اس کمرے جیسا لگا۔ وحشت سے بھرا ہوا شدت ضبط کے باوجود آنسو نکلتے گئے۔ معاً وہ ٹھٹک گیا۔ اطالوی طرز کے آئینے میں اس کا سائیڈ پوز نظر آ رہا تھا۔ بے حد قیمتی نفیس سوٹ میرون ٹائی سلیقے سے بنے بال خوشبوؤں میں مہکتا وجود اونچا لمبا قد غضب کی اسمارٹنس لیے مضبوط سراپا متناسب نقوش، کہاں تھی کمی؟ اس کے دل نے جیسے سسک کر اس تذلیل کے متعلق سوال کیا اور آنکھوں کی جلن بڑھ گئی۔

"تمہیں کیا پتا شزا مجھے ڈارک کمپلیکشن سے کتنی گھن آتی ہے بھوت لگتے ہیں ایسے لوگ۔ کتنا تڑپی میں گھر والوں کے آگے کہ مجھے ایسے شخص سے شادی نہیں کرنی جو دیکھنے میں افریقی نظر آتا ہو۔ میں اتنی گوری چٹی ہو کر کالا بھجنگ ہزبینڈ تو ڈیزرو نہیں کرتی مگر نہیں سنی کسی نے۔ بھائی کے امیر کبیر دوست کا رشتہ ٹھکرایا نہیں جا سکتا تھا نا ذات کی اتنی نفی ہوئی ہے تو میں اس بدصورت آدمی کو کیونکر اپنے شوہر کا درجہ دے دوں۔" اریبہ کی سیسہ پگھلاتی آواز پھر اس کی سماعتوں کو ناکارہ کرنے لگی۔ جب وہ پلٹ کر کمرے سے آ رہا تھا وہ پھر فون پر مصروف ہو چکی تھی اور یہ سب تو جیسے فراز کو ہی سنانے کو کہا گیا تھا۔ فراز کو لگ رہا تھا ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اس کے وجود میں دہکتے الاؤ میں اضافہ ہو رہا ہے اور تپش اتنی ہے کہ جسم موم کی مانند پگھل پگھل کر ڈھیر ہوتا جا رہا ہو۔

وہ ساری رات اس ذلت بھرے احساس کے ساتھ تڑپا تھا مگر صبح وہ ایک فیصلہ کر چکا تھا۔ ایسا فیصلہ جس نے اس کے کشیدہ اعصاب کو تھوڑی بہت تقویت بخش دی تھی۔

❁......❁......❁

فاطمہ نے بہتے آنسوؤں کو صاف کیا اور سر اٹھا کر دل گداز نظروں سے اسے دیکھا۔ وہ جو حسن کا بے تاج بادشاہ کہلاتا تھا۔ غم کی آگ سینے میں جلائی اور خود کو سرتاپا جھلسا ڈالا۔

"بھلا ایسے بھی کرتا ہے کوئی؟" اس نے سسکی بھرتے ہوئے عباس حیدر کو دیکھا جو جہازی سائز بیڈ پر بے سدھ پڑا تھا کتنی خواہش رہی تھی فاطمہ کی کہ اسے جی بھر کے دیکھے۔ اس کی دید کی چاہ میں ہی تو فاطمہ کی سانسوں کی ڈور بندھی ہوئی تھی۔ کتنی دعائیں مانگی تھیں۔ اس کے سر راہ مل جانے کی وہ ملا تو تھا مگر ایسی حالت میں کہ اس کا دل رو اٹھا تھا۔

شراب کے نشے میں دھت خود سے غافل و بے پروا، عباس لازماً اس گاڑی سے ٹکرا جاتا اگر ڈرائیور چابک دستی کا ثبوت دیتے بروقت بریک نہ لگا دیتا۔ فاطمہ کی نظر اچانک اور غیر ارادی طور پر اٹھی تھی۔ فاطمہ کے حلق سے نکلنے والی دلخراش چیخیں اتنی ہی بے اختیار تھیں جتنا کہ گاڑی کے بونٹ سے ہلکا سا ٹکرا کر گرتا ہوا عباس حیدر۔ خود سے بے نیاز، ٹریفک کے اژدھام سے بے پرواہ اندھا دھند عباس کی جانب بھاگی تھی۔ اس کے لیے سب سے تشویشناک امر عباس حیدر کا گرنے کے بعد بے سدھ ہو جانا تھا۔

"آنکھیں کھولیں عباس آنکھیں کھولیں پلیز۔" سڑک پر اس کے نزدیک گھٹنوں کے بل گرنے کے بعد اس نے وحشت زدگی کے عالم میں پکارتے اس کا سر اٹھا کر اپنے زانو پر رکھ لیا۔ آواز سے خوف جھلک رہا تھا تو چہرے پر ہراس کا گہرا تاثر۔ اس پل عباس کی فکر میں کھو کر وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر تھی وہ اسے ہوش میں لانے کی کوشش میں ہلکان بےآواز روئے گئی۔

اس شخص کی آنکھوں میں اس نے ہمیشہ خوبصورتی کو دیکھا تھا یا پھر قطعیت کو۔ یہ سارے عباس کے نہیں فاطمہ کے امتحان تھے۔ جیسے وہ بولتے ہوئے کھو جاتا تھا رو پڑتا تھا۔ وہ جب بھیگی آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھتا تو فاطمہ کا دل ٹھہر جاتا۔ بس نہ چلتا آگے بڑھے اور اسے سینے سے لگا لے۔ سارے غم سمیٹ لے مگر آج جو اس کی حالت تھی وہ دل میں خنجر گاڑھنے کو کافی تھی۔ آخر وہ کیوں نہیں سنبھل جاتا آخر وہ کیوں جینا نہیں چاہتا۔

"اٹھ جائیں عباس، پلیز ایسے مت کریں۔" وہ گڑگڑائی تھی۔ آس پاس مجمع لگ گیا تھا۔

"چوٹ تو اسے کہیں نہیں لگی ہے بی بی! تیرا خاوند ہے یہ بندہ؟" ایک ادھیڑ عمر مزدور ٹائپ آدمی نے فاطمہ سے سوال کیا تھا۔ فاطمہ نے آنسوؤں سے دھند لائی مگر ہراساں نظروں سے ایک نظر مجمع کو دیکھا اور رو پڑی۔

"یہ بول بھی نہیں رہے فار گاڈ سیک انہیں کوئی اسپتال لے جائے۔" وہ عباس کی خاطر یکسر انجان اور غیر لوگوں سے مدد مانگ رہی تھی۔ عشق مجازی ایک بار پھر اسے رسوا و خوار کرنے پر تلا ہوا تھا۔

"اندرونی بیرونی کوئی چوٹ نہیں ہے، تیرا خاوند "جاز" (نشہ کرنے والا) ہے شراب کی بدبو اس کے کپڑوں سے اٹھ رہی ہے۔" وہی مزدور فاطمہ سے مخاطب تھا۔ فاطمہ تتر بتر ہوتے لوگوں کو دیکھ کر بدحواس ہونے لگی اور باقاعدہ ہاتھ جوڑ کر منت سماجت کرنے لگی۔

"ہم نے پھنسنا نہیں ہے پتر! اسے گھر میں بند رکھا کر پولیس آج کل بہت چھاپے مار رہی ہے۔" ایک بزرگ نے فاطمہ کی حالت پر پسیج کر کہا۔ فاطمہ زار و قطار روتی عباس کو پھر سے ہوش میں لانے کی غرض سے اس کا چہرہ تھپکنے لگی۔ مگر وہ یوں مطمئن اور پرسکون نظر آتا تھا جیسے دنیا پر لعنت بھیج کر کبھی نہ اٹھنے کے ارادے سے سویا ہو۔ فاطمہ کا دل خوف کی سرد پناہوں میں اترنے لگا۔ جیسے تیسے وہ اسے ٹیکسی میں ڈال کر گھر لائی تھی۔

ٹیکسی سے اس کے بیڈ روم تک لانے میں احسان بابا کے ہمراہ دیگر ملازمین نے مدد کی تھی۔ فاطمہ اسے اس حالت میں چھوڑ کر جانے کا حوصلہ کہاں سے لاتی۔ اس کے ڈھلکے بازو کو سیدھا کر کے اس نے عباس پر کمبل پھیلایا۔ نگاہ اس کے گرد آلود جوتوں پر پڑی۔ فاطمہ نے آگے بڑھ کر اس کے پیر جوتوں سے آزاد کیے۔ سفید دودھیا پیر گرد سے اٹے تھے۔ جن سے خون رستا تھا۔ فاطمہ کے ضبط کا ہر بندھن ٹوٹ گیا۔

اس شخص کے لباس سے لے کر کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے بولنے چلنے پھرنے تک سے وقار نفاست اور بردباری جھلکتی تھی۔ آج وہ اس حد تک رحم آمیز حالت میں تھا کہ اسے اپنی پروا تک نہیں رہی تھی۔ احسان بابا کی آمد پر اس نے خود کو بامشکل سنبھالا۔ احسان بابا بھی اپنی نم آنکھیں جھپک رہے تھے۔ بھلا کون تھا جو عباس کی اس بربادی پر خوش تھا۔ احسان بابا اس پل فاطمہ کی مدد اور مسیحائی پر مشکور تھے۔

"آپ پھر آئیں نہیں بیٹا، بچے بیمار پڑ گئے ہیں آپ کے بغیر، وہ ہل گئے تھے آپ سے مگر صاحب اس بات پر آمادہ نہیں کہ انہیں آپ کے حوالے کیا جائے۔ جو ملازمہ بچوں کی دیکھ بھال کے لیے رکھی ہے اس کے انداز میں بہت سختی ہے بچے چند دنوں میں ہی کملا گئے ہیں۔" احسان بابا کی بات سن کر فاطمہ نے بے اختیار ہونٹوں کو باہم جکڑ لیا۔ عباس سے اسے ایسی ہی شدت پسندی کی توقع تھی۔

"میں بچوں کو دیکھ لیتی ہوں بابا! آپ ان کا خیال رکھا کریں۔" احسان بابا نے سرد آہ بھری۔

"ہم نوکر ذات ہیں بیٹا روکنے ٹوکنے کا حق نہیں رکھتے۔ صاحب نے بیگم صاحبہ کا صدمہ اور جدائی ذہنی طور پر قبول نہیں کی ہے۔ وہ اس احساس سے نکلنا نہیں چاہتے۔ اس ہو جانے والے نقصان نے ان کو مزید نقصان کے احساس سے بے نیاز کر دیا ہے۔ بہرحال میں بچوں کو لاتا ہوں آپ کو دیکھ کر خوش ہو جائیں گے۔" احسان بابا پلٹ کر باہر چلے گئے۔ فاطمہ نے گہرا سانس بھرا اور یاسیت آمیز نظروں سے گردن موڑ کر عباس کو دیکھا۔

یہ شخص تو اس کے جسم کی طاقت اور آنکھوں کی روشنی تھی۔ جس کی لو سے زندگی کا چراغ جلتا تھا۔ کوئی کیا جانے وہ اس کے لیے کیا تھا۔

"ان قدموں میں تھوڑی سی جگہ دے دیں اپنی اس داسی کو عباس! قسم کھاتی ہوں اس محبت کی جس نے مجھے آپ کے علاوہ سب کچھ فراموش کرا دیا۔ کبھی کوئی تقاضا نہیں کروں گی۔ ندی کنارے لگی وہ گھاس تو بننے دیں جسے آپ ڈوبنے سے بچنے کو سہارے کے طور پر پکڑیں یا تو آپ کو بچا لوں گی اور اگر ایسا نہ کر پائی تو آپ کے ساتھ ٹوٹ کر خود بھی ڈوب جاؤں گی۔ ساتھ چل نہیں سکتے ساتھ مرنے کی اجازت تو دے دیں۔"

آنکھوں سے گرتے آنسو اس کا دامن بھگو رہے تھے۔ عجیب بے وقعتی لیے تھا یہ نذرانہ محبت جس پر لٹایا جا رہا تھا نہ اسے خبر تھی اور جو لٹا رہا تھا نہ اسے پروا تھی۔

"حیّ الفلاح، حیّ الفلاح۔" کھلی کھڑکی سے موذن کی دل گداز پکار سنائی دے رہی تھی۔ رب کا بلاوا تھا اور اس بلاوے پر لپکنے والے بندے بھی اس کے مقرر کردہ ہیں ہر کسی کو ایسی توفیق کہاں۔ زینب کے رب کی نصیحت وہ اپنے عشق مجاز کے آگے پھر بھول گئی تھی۔

عشق اگر انسان سے ہو تو سوائے بربادی و ذلت نارسائی کے کچھ نہیں۔ ہاں رب سے ہونے والے عشق میں دونوں جہاں کی کامیابی و کامرانی ہے۔ پتا نہیں فاطمہ کا شمار ان خوش بخت لوگوں میں ہوتا بھی تھا یا نہیں جو عشق مجاز سے ہی عشق حقیقی کے مرتبے کو پاتے ہیں۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

"تمہیں جو بھی لینا ہے لے لو میری طرف سے کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ یہاں سے اس سوچ کے ساتھ چلی جاؤ کہ تمہیں لوٹ کر پھر اس گھر میں نہیں آنا۔ شادی جیسے بندھن میں، میں جبر اور زبردستی کا قائل نہیں ہوں۔ مجھے اگر آپ کی ناپسندیدگی کا علم پہلے ہو جاتا تو نوبت یقیناً ان ناگوار حالات تک نہ پہنچ پاتی۔ لیکن ابھی بھی زیادہ دیر نہیں ہوئی چند دن کے بعد آپ کو ڈائیورس پیپر موصول ہو جائیں گے۔" جس پل فراز نے دوبارہ اپنے بیڈ روم میں قدم رکھا کھلی کھڑکی کے رستے سورج کی روشنی بڑے سبک انداز میں کمرے میں در آئی تھی۔

اریبہ آج خاص طور پر تاخیر سے اٹھی تھی مقصد فراز سمیت تمام افراد پر اپنی ہٹ دھرمی واضح کرنا ہی تھا۔ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے کھلے ریشمی بالوں میں انگلیاں پھیرتی وہ اپنی رات کی کارکردگی کو ذہن میں از سر نو تازہ کرتی خود کو داد دینے میں مصروف تھی۔

"تمہارے والدین آئیں تو یہ تمہارا مسئلہ ہے تم انہیں کس انداز میں یہ سب بتانا پسند کرو گی۔ میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ آج کے بعد مجھے تمہاری شکل اس گھر میں نظر نہیں آنی چاہیے۔" فراز نے اس سے نگاہ چار کرنے کی زحمت گوارا کیے بغیر کہا اور آگے بڑھ کر الماری کھول کر کھڑا ہو گیا۔ اریبہ بدحواس بیٹھی تھی۔ دل جیسے دھڑکنا بھولنے لگا اوسان خطا ہی نہیں ہوئے حلق بھی خشک ہو کر ترخنے کے قریب جا پہنچا۔

ایک مشرقی لڑکی ہونے کے ناتے اس صورت حال

سے نبرد آزما ہونے کے بعد کی ذلت و بیکی کا ایک چھوٹا سا تصور بھی قدموں تلے سے زمین سرکانے کو کافی تھی۔ وہ ہٹ دھرم اور خود پسند ضرور تھی۔ ہمیشہ غصے میں الٹا سیدھا بول دینے کے بعد سوچنے والی آج سے قبل معاملہ اس حد تک بگڑا نہیں تھا کہ وہ والدین کے گھر پر تھی۔ سارے ناز نخرے انہوں نے ہنس کر اٹھائے تھے مگر اب سامنے کھڑا اجنبی شخص اس کا شوہر تھا۔

ایسا شوہر جس سے تعلق استوار ہوئے محض چند گھنٹے گزرے تھے۔ وہ اس کی مزاج آشنا تھی نہ ہی عادتوں سے واقف' غصہ اور تلخی میں منہ سے نکالے الفاظ تو اب صحیح طور پر یاد بھی نہ تھے مگر ان کی سنگینی ضرور پھانس بن کر اٹک رہی تھی۔

"یہ حق مہر کی رقم ہے چونکہ طلاق میں اپنی مرضی سے دے رہا ہوں تو اس پر تمہارا حق ہے۔" وہ پلٹا تو اس کے ہاتھوں میں نیلے نوٹوں کی بڑی گڈی تھی۔ جو اس نے بیڈ پر اچھال دی تھی اور پلٹ کر کمرے سے نکل گیا۔ اریبہ شکستہ زدہ سی بیٹھی رہی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

"ہاتھ ٹوٹے ہوئے ہیں' اچھی طرح نہیں کر سکتیں مساج؟" وہ پھنکارا اور امامہ کی جان ہوا ہوتی چلی گئی۔

"ک...... کیا ہوا تھا یہاں؟" اس نے ہکلا کر کہتے ہوئے وقاص کے گھٹنے سے ذرا اوپر لگے گہرے کٹ کو خوفزدہ نظروں سے دیکھا تو جواب میں وقاص کی آنکھوں میں جیسے خون اتر آیا۔ وہ ایک جھٹکے سے سیدھا ہوا اور نہایت جارحانہ انداز میں امامہ کے بال مٹھی میں جکڑ کر جھٹکا دیتے ہوئے اس کا چہرہ اوپر اٹھایا۔

"جس نے بھی یہ گھاؤ دیا ہے نا امامہ بیگم یاد رکھنا اس کے جسم کے اتنے ٹکڑے کروں گا کہ تم گننے سے بھی قاصر رہو گی۔ عبرت کا نشان بنا ڈالوں گا۔" وہ غرا رہا تھا امامہ تھرا کر اسے تکنے لگی۔

"ک...... کون ہے وہ؟" اس کی زبان لڑکھڑا گئی۔ وقاص تنفر بھرے انداز میں ہنسا پھر حقارت زدہ انداز میں اسے پیچھے دھکیل ڈالا اور خود تکیے سے ٹیک لگاتے سگریٹ سلگا کر جیسے کسی تصور میں گم ہو گیا۔

"ہے کوئی' چاندنی کی طرح روشن ٹھنڈی اور اجلی مگر مزاج میں بادلوں کی سی گھن گرج رکھتی ہے بجلی کی طرح چمکتی ہے تو آنکھیں چندھیانے لگتی ہیں اسے نمایاں ہونے کا بہت شوق ہے۔ منفرد سمجھتی ہے خود کو اور وقاص حیدر ہمیشہ منفرد اور ناقابل رسائی چیزوں کو ہی اپنی جھولی میں گراتا ہے۔ ہاتھوں سے مسل کر انہیں بے رنگ کرتا ہے۔ پھر پیروں کی ٹھوکروں میں رولتا ہے اس کا غرور بھی ملیامیٹ نہ کیا تو نام بدل دینا۔"

"وقاص سائیں آپ کو بڑے صاحب نے یاد کیا ہے؟" ملازمہ کی آواز پر وقاص نے بری طرح چونک کر ناگواریت بھری نظروں سے اسے دیکھا۔

"سنو کوئی ضرورت نہیں ہے اس چوٹ کے متعلق کسی سے بھی کچھ بکواس کرنے کی سمجھیں۔" اس نے جاتے جاتے مڑ کر امامہ کو تنبیہی نظروں سے گھورا۔ امامہ خائف سی ہو گئی جبھی فی الفور گردن کو اثبات میں ہلا کر اس کی تسلی کرا دی۔ وہ گم صم وقاص کو کمرے سے نکل کر جاتے دیکھتی رہی۔ پھر کچھ خیال آنے پر اس نے اٹھ کر دروازہ بند کیا اور سیل فون اٹھائے واش روم میں آ گئی۔ لاریب کے نمبر سے جواب نہ ملنے پر اس نے کانپتی انگلیوں سے سکندر کا نمبر ملایا۔

"سکندر بھائی پلیز میری بجو سے بات کرا دیں۔" رابطہ بحال ہوتے ہی امامہ نے عجلت انداز میں کہا تھا۔

"میں تو گھر سے باہر ہوں۔ لاریب بی بی سے شام میں بات کرا دوں گا یا پھر آپ ان کے نمبر پر کال کر لیں میں ان کا نمبر سینڈ کرتا ہوں آپ کو۔" سکندر کے کہنے پر اس نے رابطہ منقطع کیا اور بے چینی سے موبائل کی اسکرین کو گھورنے لگی۔ محض چند لمحے توقف سے سیل فون کی اسکرین سکندر کے نام کے پیغام سے چمکی۔ جس میں لاریب کا نمبر موجود تھا۔

"السلام علیکم بجو' ٹھیک ہیں آپ میں امامہ۔" لاریب کی تھکی ماندی افسردہ آواز سن کر امامہ نے رقت آمیزی کے عالم میں کہا۔ دوسری جانب یکلخت سناٹا چھا گیا۔ جبھی وہ گھبرا کر بے اختیار پکاری تھی۔

"بجو...... بجو......!"

"کیوں فون کیا ہے امامہ؟" لاریب کی سرد آواز نے امامہ کو منجمد کر ڈالا۔

"آپ...... آپ کیسی ہیں اور مجھ سے خفا کیوں ہیں؟" امامہ سب کچھ بھلائے رونے کو تیار تھی۔ دوسری جانب لاریب نے سختی سے ہونٹ بھینچے تھے۔

"کیا اب تم بھی مجھے پریشان کرو گی امامہ؟ تمہارے خیال میں باقیوں نے کوئی کسر چھوڑی ہے؟" امامہ کی مچلتی سسکیوں کو سنتی وہ کربناک انداز میں کہے بغیر نہیں رہ سکی۔

"جو جیسے ہوا بجو اسے قبول کر لینے میں کیا حرج ہے؟ سکندر بھائی تو ہر لحاظ سے آئیڈیل انسان ہیں آپ کو کیا پتا بجو سمجھوتہ کیا ہے' اذیت کیسا احساس ہے' یہ کیفیات تو میں نے سہی اور محسوس کی ہیں وقاص حیدر کے سنگ' اس کی جبری قربتوں میں۔" وہ یونہی گھٹ گھٹ کر روتی کہہ رہی تھی۔ گویا اسے خوش بختی کا یقین سونپ رہی تھی۔ لاریب کے ہونٹوں پر درماندگی سے بھری مسکان بکھری۔

"کیا وقاص آپ کے ہاں آئے تھے بجو' مجھے بہت ڈر لگتا ہے یہ سوچ کر کہ جب انہیں پتا......!"

"اسے پتا چل چکا ہے کچھ نہیں بگاڑ سکتا وہ میرا۔ تم بھی فکر کرنا اور ڈرنا چھوڑ دو۔" لاریب کا انداز مخصوص تھا۔

"کیا کہا آپ نے...... وہ...... وہ......؟"

"ان معمولی اور فضول باتوں پر کڑھنا اور گھبرانا چھوڑ دو امامہ سب ٹھیک ہے ایک بات اور' ہو سکے تو آ کر ایک بار بابا جان سے مل جاؤ طبیعت ٹھیک نہیں ہے آج کل ان کی۔"

"کیا ہوا بابا جان کو بجو؟" اس کی توقع سے کہیں زیادہ امامہ کی گھبراہٹ کا عالم ہی اور تھا۔

"پتا نہیں' سکندر نے سرسری ذکر کیا تھا۔" اس بار لاریب نے دانستہ لہجے کو بے نیاز کر لیا۔ امامہ کی سسکیوں میں شدت آنے لگی۔

"میں کسی طرح بھی آ جاؤں گی بجو' وعدہ کریں آپ بھی آئیں گی اس بہانے آپ کو دیکھ لوں گی۔" امامہ کے لہجے میں اتنی لجاجت اتنی بے بسی تھی کہ لاریب فوری انکار نہیں کر سکی جبھی ٹال دیا۔

"ہاں کوشش کروں گی۔" اس کے بعد اس نے امامہ سے بھی زیادہ بات نہیں کی امامہ نے رابطہ منقطع کر دیا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

"آپ نے بلایا بابا جان؟" وقاص نے ہزار کوشش کی تھی چال کی لنگڑاہٹ کو ان کی نظروں میں آنے سے بچا لے۔ یہ زخم بھر جانے کے باوجود بھی جیسے نہیں بھر رہا تھا۔ جتنی گہرائی کا زخم تھا وقاص کے اندر اتنی ہی نفرت اور تلملاہٹ بھر رہا تھا۔ وہ مچل رہا تھا اس وقت کی خواہش میں جب وہ مکمل طور پر اس کی گرفت میں ہوتی۔ پرکٹی بے

نادان لڑکی

نہر کے کنارے بیٹھی ہے ایک لڑکی
آنکھوں میں کاجل لگائے
ہونٹوں پر مسکراہٹ سجائے
جو چھوڑ کے آئی ہے اپنا گھر بار
کر کے ماں باپ کی عزت کو تار تار
اپنی جنت کو چھوڑ کے آئی تھی جس کے سنگ
اس نے دیئے بھی تو فقط کچھ لمحوں کے رنگ
نہیں تھی کی جس نے پروا بے مول چاہتوں کی
اپنے گھر میں ملنے والی بے شمار راحتوں کی
گھر بار سے ناتا توڑا تھا جس شخص کے لیے
اس نے تھاما ہاتھ تو وہ بھی فقط اپنے مطلب کے لیے
بٹھایا اسے نہر کے کنارے اور کہا میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں
حقیقت بتا کے ماں باپ کو تمہیں ساتھ میں لے جاتا ہوں
نادان لڑکی بیٹھی کر رہی ہے اس کا انتظار
آنکھوں کا کاجل پھیل رہا ہے لگاتار
اپنی جنت کو چھوڑا تو خوابوں کے ہاتھوں دھوکا کھایا
اب سوچ رہی ہے وہ تنہا کہ کیا کھویا اور کیا پایا
اس کے پاس رہی نہ کوئی منزل کیسا رہا یہ سفر اس کا
اب کسی کو وہ کیا منہ دکھاتی آخر ڈوبنا ہی تھا مقدر اس کا

ناصرہ جرال...... گجرات

بس لاچار چڑیا کے مانند پھر وہ ہمیشہ یاد رکھے گی کسی سے دشمنی کیسے لی جاتی ہے۔

"خیریت بابا جان؟" انہیں اپنی طرف متوجہ پا کر وہ قدرے سنبھلا اور زبردستی مسکرانے کی کوشش کی۔

"میں نے تمہیں سمجھایا بھی تھا وقاص کہ لاریب کا پیچھا چھوڑ دو مگر تم......!" غصے کی زیادتی کے باعث انہوں نے بات ادھوری چھوڑی اور اٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگے۔ وقاص کے اعصاب کو صحیح معنوں میں شدید دھچکا لگا تھا۔ اس نے چونک کر انہیں دیکھا اور صورت حال کی گمبھیرتا کا اندازہ کرنا چاہا۔

"آخر ضرورت کیا ہے پرائے پھڈے میں ٹانگ اڑانے کی۔ میں ایک بیٹا کھو چکا ہوں وقاص تمہاری جانب سے معمولی نقصان کا بھی متحمل نہیں ہوسکتا۔ تم سمجھتے کیوں نہیں؟" ان کے غصے کے بلند ہوتے گراف کا اندازہ وقاص ان کے تیز غصیلے انداز سے لگا سکتا تھا۔

"دو ٹکے کا معمولی آدمی اس قابل نہیں ہوسکتا بابا سائیں کہ ہماری لڑکی......!"

"بس ٹھہر جاؤ وقاص حیدر...... وہ لڑکی اب ہماری نہیں ہے، سمجھے؟" انگلی اٹھا کر انہوں نے بے حد سختی سے ٹوک کر غرانے کے انداز میں کہا وقاص سخت جز بز ہوا۔

"مت بھولیں بابا جان کہ وہ عباس کی منگیتر......!"

"یہ رشتہ ہماری جانب سے ختم ہوا تھا وہ لوگ پابند نہیں تھے کہ ساری عمر اپنی لڑکی کو بٹھا کر رکھتے۔" بابا جان نے پھر اس کی بات کاٹی۔ برہم ترین لہجہ شدید اشتعال کا غماز تھا۔ وقاص کو اور غصہ آیا۔

"مگر ایک رشتہ ان کی جانب سے بھی توڑا گیا تھا اور......!"

"اس کا ازالہ وہ لوگ کر چکے ایمان کی بہن اس وقت تمہارے نکاح میں ہے معاملہ ختم ہوا۔" بابا جان کا لہجہ و انداز ہنوز تھا۔ وہ جیسے طے کر کے بیٹھے تھے کہ اس کے پاس نفرت کا کوئی جواز نہیں چھوڑنا۔ وقاص بری طرح سے لاجواب اور زچ ہوا۔

"آج کے بعد مجھے پتا نہیں چلنا چاہیے وقاص کہ تم نے کوئی مزید فضول حرکت کی ہے۔" ان کے انداز میں سنگین دھمکی پوشیدہ تھی وہ ایسے شیر کی مانند نظر آرہے تھے جو بوڑھا ہوجانے کے باوجود بھی جنگل میں اپنی طاقت و برتری کے باعث حکمرانی کے درجے پر فائز رہتا ہے۔

"اب جاؤ مجھے اور کچھ نہیں کہنا تم سے۔" ان کے ہاتھ کے اشارے پر وقاص دانت بھینچے اٹھ کر واپس آیا تو اس کے قہر سامان تاثرات پر نگاہ ڈالتے ہی امامہ کا دل خوف کی شدتوں سے بند ہونے لگا تھا۔

"تمہاری اس بہن نے اپنے اس کچھ لگتے پر ہونے والے ظلم کی داستان کو اگر بڑھا چڑھا کر باپ کے سامنے پیش کیا تھا تو اپنا کارنامہ بھی ضرور بتا دیتی۔" اس کا ہاتھ بے دریغ امامہ پر اٹھ رہا تھا۔ امامہ کے حلق سے گھٹی گھٹی چیخیں نکلتی چلی گئیں۔

"بتا دینا اسے میں اسے ایسے چھوڑنے والا تو نہیں ہوں میں بابا جان سے بھی نہیں ڈرتا سنا تم نے؟" اس کے منہ پر مسلسل تھپڑ برساتے ہوئے وقاص کے لہجے میں اژدھے کی پھنکار اور بادلوں کی سی گھن گرج تھی۔ امامہ کا سہما ہوا دل ان دھمکیوں پر خوف کی اتھاہ گہرائی میں اترتا جا رہا تھا۔

❁......❁......❁
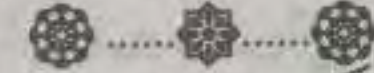
اگر وہ میری آنکھوں میں
مجسم دیکھ لے خود کو
مجھے پورا یقین ہے کہ
اسے میری محبت سے
بلا کا عشق ہوجائے

اس نے گہرا کش لے کر دھواں بکھیرا اور دھواں بکھیرتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر کھلا دریچہ بند کردیا۔ سرد کہر کی چادر میں لپٹا چاند بھی نگاہ سے اوجھل ہوگیا تھا تبھی دروازے پر کھٹکا ہوا اور لاریب چہرے پر اکتاہٹ و خفگی کے تاثرات سجائے اندر داخل ہوتی نظر آئی۔

"تمہیں ضرورت کیا تھی آخر امامہ کو میرا نمبر دینے کی؟ اس طرح اگر تم سمجھتے ہو کہ مجھے میرے رشتوں کے حوالے

سے بے بس کردو گے تو یہ تمہاری غلط فہمی ہے۔" لاریب نے طیش میں کہتے اوڑھی ہوئی اورنج اور میرون شال اتار کر پھینکی جو صحن سے گزر کر آتے ہوئے بارش کی بوچھاڑ کے باعث بھیگ چکی تھی۔

"سویٹر ہی پہن لیا کریں۔ یہ جاتی ہوئی سردی خاصی خطرناک ہوتی ہے۔ فلو اور بخار تو جیسے تعاقب میں رہتے ہیں۔" وہ الماری سے اس کا سویٹر نکال کر اس کی جانب بڑھا چکا تھا۔ لاریب نے گردن موڑ کر سلگتی نظروں سے اسے دیکھا۔ پھر سویٹر طیش کے عالم میں دور پھینک دیا۔

"ان تھرڈ کلاس حرکتوں سے تمہارا مقصد اگر مجھے اپنی جانب مائل کرنا ہے تو کوئی فائدہ نہیں ہے...... او کے۔" اور پلٹ کر آتش دان کے قریب جا بیٹھی آنکھوں میں اترتی نمی کو وہ سکندر کی نظروں سے بچانا چاہتی تھی۔ سکندر نے ہارے ہوئے انداز میں اسے دیکھا اور بے بسی سے ہونٹ کاٹ لیے۔

"میرا ایسا کوئی مقصد نہیں ہے آپ پریشان نہ ہوں امامہ بی بی نے خود آپ کا نمبر مانگا تو......!"

"تمہیں الہام ہوا تھا کہ میرے پاس فون ہے؟" اس کی تلخ آواز سکندر کی مدھم آواز کو دبا کر رکھ گئی۔ سکندر لاجواب ہوا تھا۔

"تم جانتے ہو میں اب کسی سے بھی کوئی تعلق کوئی واسطہ نہیں رکھنا چاہتی۔" وہ پھر چیخی، سکندر سر جھکائے بیٹھا رہا۔ لمحے ان کے درمیان بنا آہٹ کے سرکتے رہے۔ وہ اس کے سامنے گیلی لکڑی کی مانند سلگ رہی تھی۔ گھل رہی تھی ختم ہو رہی تھی اور وہ بے بس تھا۔

اس کے نزدیک ہمیشہ اپنی خوشی سے بڑھ کر لاریب کی خوشی کی اہمیت رہی تھی۔ وہ اپنے خون کا آخری قطرہ بھی اس پر نچھاور کرتے شانت رہ لیتا۔ مگر بے بسی یہ تھی کہ وہ اس کے لیے اس کی خوشی کے لیے کچھ کرنے سے قاصر رہا تھا کہ یہ اس کی اوقات سے بہت بڑھ کے بات تھی۔ اپنی اپنی جگہ دونوں بے بس تھے۔

❁......❁......❁

وہ گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹے ساکن بیٹھی تھی۔ آنکھوں سے آنسو قطرہ قطرہ تسلسل سے بہہ رہے تھے۔ شکست کا سلسلہ ایک بار شروع ہوا تو پھر رکنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ اس روز عباس کسی طرح بھی حواسوں میں نہیں تھا جبھی تو اسے چند لمحے دان کر دیے تھے۔ جنہوں نے فاطمہ کے تاریک اور بے جان وجود کو جیسے سرتاپا اجال دیا تھا۔ وہ واقعہ جو اس کے ذہن کی تمام رگوں پر ان مٹ نقوش ثبت کر گیا تھا۔ ہجر سے لے کر وصل اور ذلت و بیکی سب کچھ تو تھا ان چند لمحوں کی کہانی میں۔

فجر کی اذان کے بعد ہی اس نے واپسی کا قصد کیا تھا۔ اسے خیال تھا وہ کتنے گھنٹے باہر گزار چکی ہے۔ خالہ بشیراں (ملازمہ) اس کے لیے پریشان ہوسکتی تھی۔ پوری رات وہ گھر سے باہر رہی تھی۔ ایک اجنبی غیر محرم شخص کے ساتھ جو دل کا لاکھ محرم سہی روح کا تعلق جتنا بھی گہرا ہو مگر بہرحال شریعت و اسلام کی رو سے وہ اس کا نامحرم ہی تھا۔ غیر محرم جس کے متعلق کتنی گہرائی میں جا کر سمجھایا تھا اسے زینب نے تاخیر سے سہی مگر اسے یاد آگیا تھا اور وہ جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ جب بے خبر عباس کی لانبی پلکوں میں جنبش ہوئی تھی اور اس نے کراہتے ہوئے کروٹ بدلنی چاہی تھی۔

"عباس...... آر یو او کے؟" بے اختیاری کی کیفیت میں جھک کر اس کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں لیتے وہ جھجک کر تھم گئی۔ ایک حتمی فیصلے کے بعد یہ بے ایمانی تھی اس رب کے ساتھ جو عورت کو محدود رہنے کا حکم دیتا تھا اس نے خود کو سمجھایا۔ وہ اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرے گی۔ نامحرم شخص کو تو دیکھنا بھی گناہ کے زمرے میں آتا تھا چھونا تو اور بھی بڑا گناہ ہے۔

اس نے سارے اسباق یاد کرنے چاہے جو زینب اسے پڑھایا کرتی تھی۔ مگر اس سے قبل کہ وہ پیچھے ہٹتی وہ ہوا جو اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔

"عریشہ......!" وہ بند آنکھوں سے پکارا اور اس کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیا۔ فاطمہ جو پہلے ہی اندر چھڑی جنگ سے نبرد آزما تھی طوفان کی زد پر آگئی۔ اس کا دل اتنی زور سے دھڑک اٹھا کہ جیسے پسلیاں توڑ کر باہر آنے کو بے تاب ہو۔ وہ

چاہنے کے باوجود اس سے ہاتھ نہیں چھڑا سکی اور تھم کر رہ گئی۔ اس نے عباس کو دیکھا جو مکمل ہوش میں اب بھی نہیں تھا مگر وہ اس کے سامنے ہمیشہ کی طرح اپنا آپ گنوا چکی تھی۔ رعب حسن نظر بھر کے دیکھنے نہیں دیتا تھا۔ اس وقت بھی ایسی ہی جھجک اسے جکڑنے لگی۔ مگر اس کا وجیہہ چہرہ اتنے قریب سے دیکھنے کا تجربہ بہت سحر انگیز احساس لیے تھا۔

وہ مکمل طور پر کمبل میں چھپا تھا۔ صرف ذرا سا ماتھا اور ابرو دکھائی دیتے تھے۔ ابرو کے مغرور کمان اور پورے ماحول پر چھایا اس شخص کا سراپا آج اس کے لیے کڑا امتحان تھا۔ جسے چوری چوری دیکھنا اس کے لیے مسلسل خوشی اور اعزاز کا باعث تھا۔ اس کا لمس کوئی انگارہ تھا جس کی آنچ روح تک آتی تھی۔ اس کا دل تیز تیز دھڑکنے لگا۔ فاطمہ کے سن ہوتے دماغ نے شدت سے محسوس کیا تھا۔

"عریشہ کہاں چلی گئی تھیں؟ جانتی ہو کتنا ڈھونڈا میں نے تمہیں کتنا رویا ہوں کیوں رحم نہیں آتا تمہیں مجھ پر۔" وہ جو ابھی پہلی قیامت سے نہیں سنبھلی تھی کہ عباس کی دیوانگی نے ایک اور وار کیا۔ اس کے ہاتھ پر موجود گرفت سخت ہوئی اور اگلے لمحے وہ اس کے محض ایک جھٹکے کے نتیجے میں اس کے اوپر گری تھی۔

طے ہوا تھا کہ وہ حواسوں میں نہیں مگر اس نے اچھی بھلی فاطمہ کے حواس بھی سلب کر لیے۔ عباس کی بانہوں کا تنگ ہوتا حصار اور پر حدت پناہیں وہ حواس بحال رکھتی بھی تو کیونکر۔ دوسری جانب عباس تو تھا ہی مکمل طور پر وحشت زدہ وہ کیسے بے قراری سے سسک رہا تھا۔ آہیں سسکیاں اور والہانہ بوسے وہ فاطمہ کے چہرے کے نقوش کو چومتا تھا۔ فاطمہ گنگ اور بھونچکی تھی۔ اس کا بے تحاشا دھڑکتا دل بھی جیسے دھڑکنا بھول بیٹھا تھا۔

"وعدہ کرو عریشہ کبھی نہیں جاؤ گی پھر مر جاؤں گا میں تمہارے بغیر۔" فاطمہ نے اس کے آنسوؤں کو بہتے دیکھا۔ اس کی آنکھیں ہنوز بند تھیں۔ وہ اس کے آنسو چننے لگی۔ اسے سب کچھ بھولنے لگا۔ زینب کی ہر وہ بات جو نامحرم کے حوالے سے کہی گئی تھی۔ اسے یاد تھا تو عباس کا رونا تڑپنا مچلنا اور سسکنا اس پر اس کی طلسمی قربت کا خمار چھا رہا تھا اسے اپنے گرد ستارے اترتے اور چمکتے محسوس ہوئے۔ زندگی آج اس کے خیال میں مکمل تھی۔ دل کتنی آسودگی کتنی سرشاری سمیٹ لایا تھا آنکھوں میں جل اٹھنے والی جوت نے اردگرد کے ماحول کو بھی اجالنا شروع کر دیا تھا۔

یہ التفات اور یہ نوازشیں اس کے لیے بالکل نئی اور انوکھی تھیں۔ دھڑکنوں میں ایک طوفان برپا ہونے لگا۔ اس کے لہجے کی نرم روئی فاطمہ کو اپنا مطیع کر رہی تھی۔ اس کے دل کو جکڑ کر بے بس کر رہی تھی۔ ایک پل تھا عنایت کا اور آزمائش کا بھی اور ساری ریاضتیں دھری رہ گئیں۔ وہ کتنی آسانی سے سب بھول گئی۔ کتنی سہولت سے ہار رہی تھی خود کو۔

وہ اس شخص کے قریب تھی جو خوابوں میں بھی میسر نہیں آتا تھا کہ وہ اتنا ہی بلند تھا۔ وہ اس کی دھڑکنوں کو اپنی دھڑکنوں میں مدغم ہوتا سرشاری سے محسوس کرتی رہی۔ یہ کیسا حیران کن احساس تھا۔ اس لمحے محبت واقعی امر ہو رہی تھی۔ کتنا بے خود تھا عباس۔ اس کی سانسوں کی خوشبوئیں اس کے قربتوں کی دلکشی و کیف اور بے خودی۔ آج سب کی سب اس کے لیے تھی۔ کیا آج فاطمہ سے بڑھ کر کوئی اور خوش نصیب تھا؟ وہ سرمستی کی کیفیت میں خود اپنے آپ سے سوال کرتی تھی اور خود ہی نفی بھی کیے گئی۔

"نہیں...... نہیں اس سے بڑھ کر نہ آج کوئی اور خوش نصیب تھا نہ ہی کوئی اس سے بڑھ کر امیر تھا۔"

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر

کچھ حادثاتِ زیست سے جب میں گزر گئی
پھر تیری یاد چھوڑ کے جانے کدھر گئی
شاید اسی کے دم سے ملا حوصلہ نیا
میرے خیال و فکر کی دنیا سنور گئی

"مہندی لگا کے رکھنا......
ڈولی سجا کے رکھنا......
لینے تجھے گوری آئیں گے تیرے سجنا......"

ڈھولک کی تھاپ پر سریلے گیت کا اثر چہار سو پھیلی روشنیوں میں رقصِ بہاراں کا سماں پیش کر رہا تھا۔ سرخ لہنگے میں سجی سنوری دلہن بنی بیٹھی حوریہ کے چہرے پر الوہی چمک تھی۔ کچھ پا لینے کی چاہے جانے کی سراہے جانے کا دلکش احساس اس کی رگ و پے میں سرائیت کرتا ہوا اس کے حسین چہرے پر رقصاں تھا۔ ابھی کچھ ہی دیر پہلے تو اس کا نکاح زین کے سنگ ہوا تھا اور اب اسی کے سنگ اسے اپنے خوابوں کے سفر پر روانہ ہونا تھا۔ اس کی تمام سہیلیاں اسے رشک بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں بھلا قسمت کے ستائے غریبوں کا ایسا نصیب کہاں ہوتا ہے یہ تو حوریہ کی ہی قسمت تھی کہ یتیم ہونے کے باوجود بھی زین کی نگاہ اس

کے حسین و صبیح چہرے پر کچھ اس طرح ٹھہری کہ وہ حوریہ کی ماں ساجدہ بیگم کے پاس اپنی سرپرست و خالہ شاہدہ کے سنگ اگلے ہفتے ان کے سامنے اپنا مدعا لیے آن بیٹھا۔ بن ماں باپ کا خوبرو اور محنتی سا زین ان کی حوریہ کے لیے بالکل موزوں تھا۔ اس کی حیثیت ان سے ذرا بہتر تھی اور پھر وہ پرائیویٹ تعلیم کا سلسلہ بھی نوکری کے ساتھ جاری رکھے ہوئے تھا پھر بھلا ساجدہ بیگم کیسے انکار کرتیں۔ زین کی پرورش اس کے ماں باپ کے ایک حادثہ میں انتقال کے بعد اس کی دور پرے کی خالہ شاہدہ نے ہی کی تھی ان کی کوئی اولاد تو تھی نہیں شوہر تھے وہ بھی داغِ مفارقت دے گئے تھے۔ اس لیے وہ زین کے ماں باپ کے ہمراہ ہی رہتی تھیں اور ان کے انتقال کے بعد زین ان کی متاعِ حیات تھا۔ نازک سی من موہنی سی حوریہ انہیں زین کے لیے بہت بھائی تھی۔ حوریہ نے جب یہ سب سنا تو اس کے صبیح چہرے پر دھنک رنگ اتر آئے مہنگی جیولری، سرخ لہنگا، جدید کپڑے جوتے یہ سب اس نے صرف خوابوں میں ہی دیکھا تھا باپ کی وفات کے بعد ساجدہ بیگم نے اس کی تربیت نہایت ہی قناعت پسندی سے کی تھی۔ اس نے ابھی الیف اے کے ہی ایگزام دیے تھے وہ بھی ماں کی طرح صبر و شکر سے زندگی گزار رہی تھی مگر جب اس کی زندگی میں اسی کی اکلوتی و عزیز دوست ماریہ داخل ہوئی تو وہ اس کی حیثیت و مرتبے سے مرعوب ہوئے بنا نہ رہ سکی۔ قناعت پسندی و صبر یہ سب کچھ کہیں دور جا سویا تھا، تھی تو صرف ایک حسرت دوسری لڑکیوں کی طرح ان چیزوں کے استعمال کی ماریہ بھی اکثر اس کے لیے اپنی استعمال شدہ اور کبھی نئی چیزیں لے آتی جس کے استعمال سے اس کے اندر حسرت کا ایک تناور درخت بن گیا اور اب زین سے رشتہ ہونے کے بعد اسے اپنے خوابوں کے سچ ہونے کا گمان ہو چلا تھا گو کہ اماں نے اسے بارہا سمجھایا تھا۔

"بیٹا! تو اپنی حیثیت سے آگے کا نہ سوچ یہ دنیاوی چیزیں تو آنی جانی شے ہیں۔ زین تجھے بہت چاہتا ہے اسے سکون دینا اور اس کی قدر کرنا۔ ماں کی بات اس نے چٹکیوں میں اڑائی تھی۔ پھر جب زین اپنی خالہ کے ہمراہ اس کے گھر آیا تو اس نے بے ساختہ اپنی حسرتوں کا پٹارہ اس کے سامنے کھول کر رکھ دیا۔

"حوری میں ہر ممکن کوشش کروں گا کہ تمہیں خوش رکھ سکوں بس تم خالہ سے کچھ مت مانگنا تمہیں جو چاہیے ہو مجھے بتا دو بس۔" تحمل مزاج زین اس کی محبت میں چور چور تھا اسے ساجدہ بیگم سے سوائے حوریہ کے اور کچھ چاہیے بھی نہ تھا اور حوری وہ تو جیسے نہال تھی اس کی سنگت میں۔

"تم سچ کہہ رہے ہو نا زین! بس دیکھو اماں کو نہ بتانا۔" ڈھیروں جگنو اس کی حسین آنکھوں میں سمٹ آئے تھے۔

"مجھ پر بھروسہ رکھنا تمہاری آنکھوں میں کبھی آنسو نہیں آنے دوں گا تم سدا مسکراتی رہنا۔" اس کے ہاتھ پر ہولے سے اپنا ہاتھ رکھ کے اس نے اپنا اقرار اسے سونپا تھا اور آج اس نے اپنا کہا ساجدہ بیگم کے لاکھ منع کرنے کے باوجود بھی سچ کر دکھایا تھا۔ دلہن بنی حوریہ کی آنکھوں میں آج ایک چمک تھی اس نے چپکے سے مسکراتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھ کر اپنی خوشیوں کے امر ہونے کی دعا مانگی تھی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

دو کمروں پر مشتمل یہ چھوٹا سا گھر اس کے گھر جیسا چھوٹا اور ابتر تھا مگر یہاں زین کی چاہت تھی محبت تھی اور اسے یقین تھا کہ اس کا زین اس کے خوابوں میں ضرور رنگ بھرے گا بڑا گھر، شاندار کچن، ٹی وی لاؤنج یہ سب کچھ اس نے اپنے گھر کی سیٹنگ کے حوالے سے سوچ رکھا تھا مگر یہاں آ کر اسے تھوڑی ناکامی ہوئی تھی۔ پھر جلد ہی اس مایوسی پر زین کی محبت نے اپنا ڈیرہ جما لیا تھا۔ شاہدہ خالہ جوڑوں کے درد کی مریضہ تھیں۔ سو گھر تھوڑا ابتری کا شکار تھا پھر بھی انہوں نے شادی کے اوائل دنوں میں حوریہ کو ہر ممکن آرام دینے کی کوشش کی تھی۔ آج بھی وہ ان کے منع کرنے کے باوجود زبردستی گھر کی صفائی ستھرائی میں جت گئی تھی۔

زین نے ضرورت کا سارا سامان اس کے اور اپنے مشترکہ کمرے میں سیٹ کروا دیا تھا۔ دوسرا کمرہ شاہدہ خالہ کے استعمال میں تھا کمروں سے متصل چھوٹا سا صحن تھا جہاں

چھوٹے چھوٹے گملے رکھ کر ماحول کو پرکشش بنانے کی کوشش کی گئی تھی صحن میں ہی ایک کونے پر چھوٹا سا کچن اور اس کے برابر میں اٹیچڈ باتھ واقع تھا یہی اب اس کا گھر اور اس کی کل کائنات تھی۔ تھوڑی ہی دیر میں اس نے گھر کو شیشے کی طرح چمکا دیا تھا۔ خدا نے حسن کے ساتھ ساتھ اسے ہنر کی دولت سے بھی نواز رکھا تھا ابھی وہ پائپ لگا کر صحن دھو رہی تھی جب ہی بیرونی دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی تھی زین تو علی الصبح ہی دفتر چلا جاتا تھا ایسے میں اس وقت کون ہو سکتا تھا حوریہ نے ایک نظر اپنے ملگجے حلیے پر ڈالی پھر کچھ سوچ کر دروازہ کھول دیا۔ اگلے ہی پل وہ مارے خوشی و حیرت کے ساکت رہ گئی تھی۔

"اب کیا دیکھتی ہی رہو گی اندر آنے کا نہیں کہو گی اور ویسے تم تو بڑی بے وفا نکلیں ادھر میں اسلام آباد گئی۔ ادھر تم شادی کر کے بیٹھ گئیں بتانا بلانا تو دور کی بات ہے وہ تو میں واپس آتے ہی تم سے ملنے گئی تو آنٹی سے پتا چلا۔" نان اسٹاپ بولتی وہ ارد گرد کا جائزہ لیتی خود ہی اندر داخل ہو گئی تھی۔

"ارے نہیں یار ایسی کوئی بات نہیں سب کچھ اتنا جلدی اور اچانک ہو گیا کہ بتانے کا موقع نہیں ملا اور پھر تم تو جانتی ہو کہ میرے پاس موبائل بھی نہیں۔" نہایت خلوص سے اس نے اپنی اکلوتی و عزیز از جان دوست کو گلے لگا کر وضاحت دی تھی۔ وہ دونوں اب صحن میں بچھے تخت پر بیٹھ گئی تھیں۔ شاہدہ خالہ نیند کے سبب اس کی آمد سے بے خبر تھیں ورنہ فوراً مہمان نوازی کو آن پہنچتی۔

"اور یہ کیا حال بنا رکھا ہے ماسیوں والا ابھی تو تمہاری شادی کو ہفتہ بھی نہیں ہوا ذرا میرا انتظار تو کر لیتیں یہ کیسی جگہ شادی کر لی تم نے؟" وہ نخوت سے چہرے پر بیزاری سجائے اپنا تجزیہ اس کے گوش گزار کر رہی تھی۔

"کیا مطلب کیسی جگہ میں بہت خوش ہوں۔ زین بہت چاہتے ہیں مجھے، تم ملو گی ان سے تو ضرور سمجھ جاؤ گی۔" حوریہ نے فوراً اس کے خیال کی تردید کی تھی۔

"ارے میری جان یہ تمہارا اسٹینڈرڈ تو نہیں تم تو خود بھی آگے بڑھنا چاہتی تھیں اور میں تو تمہیں خود اپنی بھابی بنانا چاہتی تھی تم جیسی حسین اور پیاری لڑکی یہ ماسیوں والے کام کرنے کے لائق تو نہیں۔" اس کے گورے نازک مرمریں ہاتھوں کو تھام کر اس نے نہایت محبت سے اس کی آنکھوں میں جھانکا جہاں محبت کے الوہی جذبوں کی چمک تھی ایک پل کے لیے حوریہ اس کی باتوں کے جال میں الجھی تھی مگر دوسرے ہی پل اس نے خود کو نارمل کر لیا تھا۔

"چھوڑو تم یہ سب باتیں، بیٹھو میں چائے وغیرہ بنا کر لاتی ہوں۔"

"ارے نہیں میں چلوں گی ڈرائیور ویٹ کر رہا ہوگا میرا۔ تم آنا گھر اپنے ہزبینڈ کے ساتھ اور اب تم بھی زین بھائی سے کہہ کر موبائل لے لو میں اپنا نمبر تمہیں دے جاتی ہوں۔" اٹھتی ہوئی حوریہ کا ہاتھ پکڑ کر اس نے روکا تھا پھر خود بیگ سے کارڈ نکال کر اس کی طرف بڑھایا۔

"مجھے بالکل اچھا نہیں لگ رہا پہلی دفعہ میرے گھر آ کر ایسے ہی جا رہی ہو خالہ بھی سو رہی ہیں ورنہ تم ان سے بھی مل لیتیں۔ اب آتی رہنا پھر ان سے بھی ملاقات ہو جائے گی تمہاری۔" کارڈ ہاتھ میں تھام کر وہ مسکرائی تھی پھر ماریہ کو دروازے تک چھوڑ کر وہ دوبارہ کام میں جت گئی تھی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

شام کو زین گھر لوٹا تو صاف ستھرا سلیقے سے مزین گھر دیکھ کر اس کی ساری تھکن کافور ہو گئی تھی۔ اس پر شرمایا سا حوریہ کا روپ آج صحیح معنوں میں اسے اپنا آپ اور یہ گھر مکمل لگنے لگا تھا۔

"تھینک یو سو مچ حوری تم بہت اچھی ہو میرے گھر کو گھر بنانے کے لیے۔ میں تمہاری چاہتوں و محبتوں کا قرض دار ہو گیا ہوں۔" موقع ملتے ہی اس نے کچن میں چائے بناتی حوریہ کو جا لیا تھا۔

"بس بھی کریں، آپ بھی حد کرتے ہیں۔ گھر کو گھر بنانا عورتوں کا کام ہے میں نے ایسا تو کچھ نہیں کیا یہ تو میرا فرض ہے۔" معصومیت کی اس ادا پر وہ بے ساختہ بہکا تھا۔

"زین پلیز چھوڑیں خالہ آ جائیں گی آپ چلیں میں چائے لے کر آتی ہوں۔" اس نے مسکراتے ہوئے اس

سے اپنا ہاتھ چھڑایا تھا پھر چائے کپوں میں انڈیل کر وہ خالہ کے کمرے میں چلی آئی تھی جہاں زین شاہدہ خالہ کی گود میں اپنا سر رکھے لاڈ اٹھوانے میں مصروف تھا۔

"زین اپنا موبائل دیجیے گا ذرا مجھے اپنی فرینڈ کو کال کرنی ہے۔" اس نے چائے کا کپ تھماتے ہوئے اسے دیکھا۔ زین نے بلا کسی تامل کے اپنا موبائل اس کے ہاتھ میں تھما دیا جسے لے کر وہ اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔ حوریہ کا یوں ان کے سامنے بات نہ کرنا شاہدہ خالہ کو برا ضرور لگا تھا مگر وہ کچھ کہہ کر بری نہیں بننا چاہتی تھیں۔ سو مجبوراً زین کے تاثرات کا جائزہ لیتی رہیں جس کے کسی بھی فعل سے یہ ظاہر نہیں ہو رہا تھا کہ اسے حوریہ کا یوں بیچ میں سے اٹھنا ناگوار گزرا ہے۔ تھوڑی ہی دیر میں کچھ الجھی الجھی سی حوریہ لوٹ آئی تھی۔ زین نے چونک کر اسے دیکھا تھا جس کے چہرے سے کچھ دیر پہلے والی مسکراہٹ غائب تھی۔

"پلیز آپ مجھے بھی ایک موبائل لا دیں میری ایک ہی دوست ہے دن بھر تو اتنے کام نہیں ہوتے میں آرام سے اس سے رابطہ میں رہ سکتی ہوں۔ پھر وہ آپ سے ملنے گھر بھی آنا چاہ رہی تھی۔ اپنے گھر اس نے انوائٹ کیا ہے۔ آج صبح ہی آئی تھی وہ گھر، خالہ بھی سو رہی تھیں اس لیے ان کی ملاقات نہ ہو پائی اس سے۔" حوریہ نے بنا کسی جھجک کے اپنا مدعا پیش کیا۔

"لیکن بیٹا، تمہیں موبائل کی اتنی کیا ضرورت ہے، ویسے بھی شادی میں اتنا خرچہ ہو گیا ہے زین شام میں آ جاتا ہے تم جب بات کر لیا کرنا۔" زین کے کچھ کہنے سے قبل ہی شاہدہ خالہ نے اسے ٹوکا تھا حوریہ کو ان کا یوں اس طرح منع کرنا بہت برا لگا تھا۔ مگر زین کے سامنے اس نے کچھ نا کہنا ہی مناسب سمجھا۔

"رہنے دیں خالہ اگر اسے چاہیے تو میں لا دوں گا۔ اچھا ہے اس کا دل بھی لگا رہے گا، شادی کا مطلب یہ تو نہیں کہ انسان دوستوں سے رشتے ختم کر دے اور ویسے بھی حوریہ کی تو ایک ہی دوست ہے۔" زین نے حوریہ کی کسی خواہش کو رد کرنے کا نہ پہلے سوچا تھا نہ اب۔ سو ابھی بھی اپنے بجٹ کو نظر انداز کر کے اس نے صرف اس کی خوشی کے لیے ہاں کی تھی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وہ منع کر دے گا تو کئی دن تو حوریہ کا موڈ آف رہے گا اور وہ کسی بھی قیمت پر اسے ناراض نہیں کر سکتا تھا اس کی خوشی کے لیے وہ کچھ بھی کر سکتا تھا۔

"تھینک یو سو مچ۔" زین کی ایک ہاں سے اس کے چہرے کی مسکراہٹ پھر سے لوٹ آئی تھی۔ اس نے مسکرا کر برتن سمیٹے اور کچن کی جانب چلی گئی ابھی اسے ڈنر بھی تیار کرنا تھا زین کا یوں بنا سوچے سمجھے حوریہ کی ہر بات مان لینا شاہدہ خالہ کو کئی اندیشوں میں دھکیل گیا تھا۔

❁......❁......❁
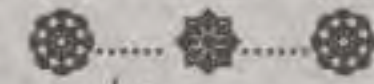
زین کی اجازت سے حوریہ پہلی دفعہ ماریہ کے سنگ اس کے گھر آئی تھی ورنہ ساجدہ بیگم نے کبھی حوریہ کو کسی کے گھر جانے کی اجازت نہیں دی تھی وہ ماں تھیں بیٹی کا اچھا برا خوب اچھی طرح جانتی تھیں مگر زین حوریہ کی ہر خواہش کے آگے ہمیشہ ہی سر جھکا دیتا تھا سو اس کی اجازت پاتے ہی وہ جھٹ اس کے گھر چلی آئی تھی۔ ماریہ کا گھر اس کے خوابوں کے گھر جیسا تھا نوکر چاکروں سے بھرا تزئین و آرائش سے بھرپور۔

"واؤ، بہت زبردست گھر ہے تمہارا تو تمہاری امی وغیرہ نظر نہیں آ رہیں۔" اس نے گھر پر ایک ستائشی نگاہ ڈالی پھر اس کی معیت میں وہ ڈرائنگ روم تک آئی تھی دبیز ایرانی قالین کے اندر اس کے پاؤں دھنسے چلے جا رہے تھے۔

"مما تو پاپا کے ساتھ بزنس ٹور پر جاتی رہتی ہیں ابھی بھی وہ لندن گئی ہوئی ہیں گھر پر بس میں اور بھائی ہی ہوتے ہیں تم ملو گی تو بہت امپریس ہو گی۔ اسد بھائی کے سرکل کی کئی لڑکیاں ان پر مرتی ہیں مگر وہ کسی پر نظر کرم نہیں کرتے۔" ماریہ اسے اپنی امارت و مرتبے سے مرعوب ہوتے دیکھ کر مسکرائی۔

"وہ تو ظاہر ہے جب تم اتنی اچھی ہو تو تمہارے بھائی بھی بہت اچھے ہوں گے۔" حوریہ کی باتوں میں خلوص تھا جب ہی کسی نے گلا کھنکار کر ان کی توجہ اپنی جانب مبذول کرائی تھی۔ دراز قد، گوری رنگت و پرکشش شخصیت کچھ بھی تو ایسا نہ کہ نظر انداز کیا جاتا اور جس طرح والہانہ نظروں سے وہ حوریہ کا جائزہ لے رہا تھا اس کے لیے نظریں چرانا مشکل ہو گیا تھا۔ ایسے میں ماریہ ہی اس کی ہمدرد ثابت ہوئی تھی۔

"بیٹھیے نہ اسد بھائی یہ ہیں میری وہ پیاری سی دوست حوریہ انہی کا میں نے ذکر کیا تھا۔"

"ویسے تم ان کا ذکر کب نہیں کرتیں ہر وقت ان کی تعریفیں ہی کرتی رہتی ہو اور ان کو دیکھ کر کون کافر ان کی تعریف سے انکار کرے گا۔ بہت خوشی ہوئی تمہاری دوست سے مل کر۔" مسلسل وہ حوریہ پر اپنی وارفتہ نظریں جمائے ماریہ سے مخاطب تھا۔ بہن بھائی میں اس قدر بے تکلف گفتگو اسے ایک آنکھ نہ بھائی تھی۔

"ویسے آپ کی دوست بولتی نہیں ہیں کیا؟" اسے مسلسل چپ دیکھ کر اسد نے ماریہ کو دیکھا۔

"بولتی ہے اور اتنا بولتی ہے کہ بندہ دنگ رہ جائے مگر بھائی شاید آپ کی وجہ سے اتنا نہیں بول رہی ہیں محترمہ، آپ ذرا ان سے باتیں کریں جب تک میں سکھاں کو دیکھ لو کب سے اسے چائے بنانے کا کہا ہے مگر ابھی تک بنائی نہیں اس نے۔" وہ مسکراتے ہوئے اٹھی تھی اس کے جواب پر اسد کی مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی تھی۔ وہ کیا تھا مجسمہ حسن حوریہ کے لیے اس کی جانب دیکھنا محال ہو گیا تھا۔ بلاشبہ وہ کسی بھی لڑکی کی توجہ اپنی جانب فوراً مبذول کروا سکتا تھا ماریہ بالکل ٹھیک ہی کہتی تھی اس کے بارے میں۔

"ارے نہیں ماریہ تم بیٹھو پلیز میرا چائے وغیرہ کا بالکل دل نہیں چاہ رہا میں چلوں گی اب زین بھی آنے والے ہوں گے۔" اس طرح اکیلے اسد کے ساتھ بیٹھنا اسے مناسب نہ لگا تھا جب ہی ماریہ کے ساتھ وہ بھی فوراً اٹھ کھڑی ہوئی تھی پھر ماریہ کے بارہا اصرار پر بھی رکنا اسے مناسب نہ لگا۔

"بہت بدتمیز ہو تم اس دن میں نہیں رکی تھی تو تم بھی نہیں رکیں مگر کان کھول کے سن لو اب آؤ گی تو ایسے نہیں جانے دوں گی آئی سمجھ۔" اسے لان تک ماریہ چھوڑنے آئی تھی اس کے محبت بھرے شکوے پر وہ مسکرا کے رہ گئی تھی۔

"جی نہیں اب تم آؤ گی وہ بھی کل، اسی بہانے تم ان سے بھی مل لینا اس کے بعد ہی میں آؤں گی۔"

"اچھا جو حکم ہماری پیاری سی دوست صاحبہ کا ویسے بھائی سے مل کر بھی تمہیں ایسا نہیں لگا کہ تم نے شادی میں جلدی کر دی۔" اس کے گلے لگ کر ماریہ نے پھر وہی موضوع چھیڑا تھا۔

"ماریہ! پلیز تم سے کہا تھا نہ کہ اس موضوع پر اب میں کچھ نہیں سنوں گی۔" حوریہ فوراً تلخ ہوئی جواباً ماریہ کو چپ رہنا ہی ٹھیک لگا۔

"اچھا چلو پہنچ کر کال کر دینا، اللہ حافظ۔" اس نے مسکرا کر اس کو رخصت کیا تھا۔ گھر سے نکلتے وقت غیر ارادی طور پر حوریہ کی نظر ٹیرس پر پڑی تھی جہاں اسد سن گلاسز لگائے اس کی طرف متوجہ تھا اس کے دل کو کچھ ہوا تھا پھر ہر سوچ کو جھٹکتے ہوئے اس نے اپنے قدم باہر کی جانب بڑھا دیے تھے۔

❁......❁......❁

"بس بھی کر دو حوری، ایک تو آج تم نے مجھے جلدی بلا لیا اب خود کچن میں لگی ہوئی ہو بھئی کتنا اہتمام کرو گی اپنی دوست کے لیے۔" آج اس نے ماریہ کو گھر بلایا تھا اس لیے صبح سے ہی وہ گھر کی سیٹنگ اور کھانے کے انتظام میں مصروف تھی۔ ایسے میں زین کی جھنجلاہٹ بجا تھی۔

"بس ہو گیا کام آپ ریڈی ہو جائیں۔" بریانی دم پر لگا کر اس نے ایک گہری نگاہ زین پر ڈالی۔ سانولا چہرہ جس پر جا بجا تھکن نمایاں تھا متناسب قد مگر پرکشش آنکھیں جن میں اس کے لیے بے پناہ محبت تھی۔

"نظر لگانے کا ارادہ ہے کیا مادام کا؟" اس کی چوری زین نے فوراً پکڑ لی تھی۔ وہ فوراً سنبھلی تھی آنکھوں کے پردے پر اچانک اسد کی شبیہ لہرائی جسے اس نے فوراً جھٹک دیا تھا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے میرے ساتھ؟" زین کے جانے کے بعد اس نے خود سے سوال کیا تھا مگر جواب ندارد، جو بھی تھا یہ سب صحیح نہیں تھا۔ "اگر زین کو پتا چل جاتا تو۔" کسی انہونی کے ڈر سے اس نے اپنی سوچ پر پہرے بٹھا دیے تھے پھر

ماریہ کی آمد تک وہ الجھی ہی رہی تھی۔ جسے ماریہ سمیت زین نے بھی نوٹ کیا تھا۔ خاص کر ماریہ نے جاتے وقت جو اسے کہا اسے لگ رہا تھا کہ اس کا ذہن ماؤف ہو جائے گا۔

"حوریہ تمہاری امی کو زین بھائی میں ایسا کیا نظر آ گیا کہ بنا سوچے سمجھے اتنی جلدی تمہاری شادی کردی۔ تمہارے ساتھ کھڑے ہو کر وہ اچھے بھی نہیں لگتے۔" جب سے ان جملوں کی گردان اس کے دل و دماغ میں جاری تھی۔

"تو کیا واقعی امی نے جلدی کردی۔" کچے ذہن پر ہر بات کا اثر بڑا ہی گہرا اور جلد ہوتا ہے۔ حوریہ بھی ماریہ کی باتوں کو اب سوچنے لگی تھی۔ ویسے بھی اس کا خواب اونچا اسٹیٹس تھا جس کے لیے وہ ہمیشہ سے ترسی تھی مگر زین کی محبت اور وعدے اس کے پاؤں کی زنجیر تھے ایک نرم گوشہ بہرحال اس کے دل میں ابھی زین کے لیے موجود تھا آخر کو شوہر تھا وہ اس کا اور شوہر بھی وہ جو اس کی ہر خواہش پوری کرتا تھا۔ اس نے ایک نظر بے خبر سوئے زین پر ڈالی پھر ہر خوف سے آزاد ہو کر اس نے آنکھیں موند لی تھیں۔

❀......❀......❀

حوریہ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا تھا جن کے لیے ان کی اپنی خواہشات اپنے احساسات دوسروں کی خواہشات و احساسات سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ اکلوتی ہونے کے باوجود اس نے جن مشکلات میں اپنی زندگی بسر کی تھی وہ اس کے لیے ایک برا خواب ہی تھا۔ اس کی خواہشات اس کی اڑان بہت اونچی تھی اور یہ اڑان اڑنے کے لیے پر اسے اس کی عزیز دوست ماریہ نے ہی مہیا کیے تھے گو کہ اس کی محلہ میں کافی سہیلیاں تھیں مگر جو مقام ماریہ کو حاصل تھا وہ آج تک کسی کو نہیں ملا تھا۔ ماریہ اکثر اس کی تعریف کرتی تو کئی اونچے خواب اس کی آنکھوں میں آن سمٹتے۔

"اف حوریہ تم تو واقعی کوئی حور لگتی ہو تمہارا کلر اتنا فیئر ہے اوپر سے تمہاری باتیں کاش میں بھی تمہاری جیسی ہوتی۔" مناسب شکل و صورت مگر اونچے مرتبے کی حامل ماریہ جب اس کی خوبصورتی کے قصیدے پڑھتی تو اسے واقعی ایسا لگنے لگتا کہ وہ اس زندگی کے لیے موزوں نہیں اس کے لیے تو کوئی شہزادہ ہونا چاہیے تھا اسٹیٹس ہونا چاہیے تھا اکثر وہ ماں سے اپنے خوابوں کا ذکر کرتی تو بیٹی کی بدلتی سوچ و جذبوں سے ساجدہ بیگم گھبرا جاتیں۔

"جھلی ہوگئی ہے کیا یہ کیسے خواب دیکھنا شروع کردیے تو نے بیٹا زندگی میں انسان کو کبھی اپنی اوقات اپنی جڑ اپنی بنیاد نہیں بھولنی چاہیے۔ چادر دیکھ کر پیر پھیلانے چاہئیں اور تم تو بہت خوش نصیب ہو کہ یتیم ہونے کے باوجود اللہ نے تمہیں اچھے کھانے کپڑوں سے نوازا تمہیں سوچ دی شعور دیا اور مجھے حوصلہ جو میں نے تمہیں پڑھایا تاکہ تم اپنی آنے والی نسلوں کی صحیح پرورش کرسکو مگر تم پھر کیوں تباہی کے راستے پر چل نکلی ہو مستقبل کے خواب دیکھتے دیکھتے اپنے حال کو مت فراموش کرو بیٹی۔" وہ ماں تھیں سمجھانا ان کا فرض تھا مگر وہ بھی اپنے نام کی تھی۔

"اف اماں آپ تو بس ہر وقت شروع ہو جاتی ہیں۔ لو بھلا اب بندہ خواب بھی نہ دیکھے کیا۔" وہ منہ بسور کے کہتی اور پھر بھول جاتی پھر زین اس کا شریک سفر بنا جس نے محض اس کی خوشی کے لیے اس کے خوابوں کو اپنا مان لیا یہ جانے بنا کہ حیثیت سے بڑھ کر خواب دیکھنا اور ان خوابوں کے پیچھے بھاگتے رہنے سے انسان لہولہان ہو جاتا ہے اور سب کچھ گنوا بیٹھتا ہے۔ جس کے لیے وہ یہ سب کر رہا تھا اس کی تو خواہشات کی ایک طویل فہرست تھی۔ انجام سے بے نیاز وہ بس حوریہ کے لیے محنت کر رہا تھا اپنی بساط سے زیادہ اور حوریہ اس کے نزدیک بھلا کس کی اہمیت تھی زین کی یا اپنی خواہشات کی؟ یہی سوال اس کے ذہن و قلب پر سوار تھا۔

❀......❀......❀
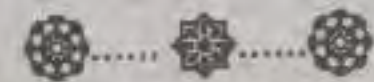
نگاہِ عشق کا عجب ہی مشغلہ دیکھا
اسے ہی دیکھنا چاہا جسے بے پناہ دیکھا

اس نے چپکے سے میسج پڑھ کر ڈیلیٹ کردیا تھا یوں کہ جیسے چور چوری کے بعد جائے وقوع سے تمام نشانات صفحہ ہستی سے مٹا دیتا ہے اس ایک میسج کے اندر چھپے مفہوم نے اس کے چہرے پر عجب مسکان بکھیر دی تھی۔ اسد سے اس

کا رابطہ اب صرف ماریہ کے بھائی کی حیثیت سے نہ رہا تھا بلکہ ایک بے نام مگر بدنام سے بندھن میں بندھ گیا تھا۔ وہ توجہ کی طلبگار تھی اس کا حسن اپنے ہونے کا خراج مانگتا تھا بھلا زین کے پاس اب کہاں فرصت رہی تھی اور یوں بھی اس کے پاس اس سے بہتر اور دوسرا انتخاب موجود تھا۔ شادی کے کچھ ماہ بعد ہی بڑھتے اخراجات اور حوریہ کی خاطر آگے بڑھنے کی لگن کی وجہ سے زین نے پارٹ ٹائم جاب بھی شروع کردی تھی اس لیے اکثر وہ رات گئے ہی لوٹتا تھا۔ وہ پہلے کی طرح اب حوریہ کو مکمل وقت نہیں دے پاتا تھا اس کا خیال تھا کہ حوریہ اسے سمجھتی ہے اور وہ یہ سب اسی کی ایما پر تو کر رہا تھا کہ اسے اس کی من پسند تمام آسائشات مہیا کرسکے۔ شاہدہ خالہ نے تو اسے کافی سمجھایا بھی تھا۔

مگر اب اس کے لیے یہ ممکن نہ تھا وہ حوریہ کو سب کچھ دینا چاہتا تھا اور اس کے لیے اسے محنت کرنا تھی۔ پہلے پہل تو حوریہ کو اس کا مصروف رہنا پسند نہیں آیا پھر اس نے زیادہ وقت ماریہ کے گھر گزارنا شروع کردیا۔ اب وہ ہفتے میں دو یا تین بار ضرور وہاں کا چکر لگا لیتی تھی شاہدہ خالہ کے منع کرنے کے باوجود بھی۔ اس کے لیے زین کی اجازت ہی کافی تھی یہ ماریہ کی برین واشنگ کا ہی اثر تھا کہ اس کا کچا ذہن اسد کی توجہ پا کر پگھلنے لگا تھا مختصر سی ذومعنی باتیں کب چور دروازے سے داخل ہو کر اس کے دل کے نہاں خانوں میں گھر گئیں اسے خود خبر نہ ہوئی۔ اس کا دل انجام سے بے خبر اسد کے ہمراہ خوابوں کے سفر پر گامزن تھا۔

اسد نے بہت ہی نازک سا گولڈ کا بریسلٹ اس کی دودھیا کلائی پر سجا کر اس کی رضا مانگی تھی اور پھر ایک پل کے لیے بھی زین کے بارے میں سوچے بنا اس نے اپنی تقدیر کا فیصلہ کر ڈالا۔ شادی شدہ ہونے کے باوجود اسے اس کے خوابوں کا شہزادہ مل رہا تھا وہ کیسے انکار کر پاتی۔ وہ قیمتی بریسلٹ اس نے بہت چھپا کر سنبھال کر رکھ دیا تھا اس کے فرصت کے لمحات میں وہ اس کا ساتھی تھا۔ ہزاروں رنگ برنگے خواب اب اس کی لو دیتی آنکھوں میں چمکنے لگے تھے۔ ابھی بھی وہ میسج ڈیلیٹ کرنے کے بعد اس نفیس سے بریسلٹ پر نظریں گاڑھے خوابوں کے سفر پر گامزن تھی کہ اچانک زین کی جلدی آمد پر بوکھلا اٹھی۔

"آپ آج جلدی آ گئے میں آپ کا ہی انتظار کر رہی تھی آپ فریش ہو جائیں میں کھانا لگا دیتی ہوں۔" کمال مہارت سے اپنی چوری چھپاتے ہوئے اس نے بریسلٹ اپنے ہاتھ میں دبایا۔

"ہاں بس تھکن آج کچھ زیادہ ہی تھی حوری اس لیے جلدی آ گیا تم فوراً کھانا گرم کردو بہت زوروں کی بھوک لگی ہے۔" اس نے ٹاول اٹھاتے ہوئے باتھ روم کا رخ کیا مگر یہ حوریہ کی بدقسمتی تھی کہ جاتے جاتے اس کے ہاتھ میں دبا بریسلٹ کا کونا زین کو نظر آ گیا۔

"حوری یہ کہاں سے آیا تمہارے پاس میں نے تو تمہیں ایسا کچھ لا کر نہیں دیا؟" زین کے سوال پر وہ بری طرح گھبرائی تھی۔

مگر اگلے ہی پل کسی سوچ کے تحت پرسکون ہو کر اس نے اپنی مٹھی کھول دی تھی۔

"یہ ماریہ کا ہے مجھے بہت اچھا لگا تھا تو اس نے زبردستی پہنا دیا۔" حوریہ کے جواب پر اس کے ماتھے پر بل پڑ گئے تھے بہت ہی مشکل سے اپنے غصے کو دبایا تھا اس کے لیے بھلا یہ کہاں گوارا تھا کہ اس کے ہوتے ہوئے اس کی شریک حیات یوں دوسروں سے چیزیں لے۔

"اگر تمہیں اچھا لگا تھا تو مجھے کہتیں میں ایک نہ ایک دن ضرور تمہیں دلا دیتا حوری۔ ضروری نہیں جو چیز ہمیں پسند آئے ہم وہ رکھ لیں۔ خاص کر ایسی قیمتی چیزوں کے معاملے میں تمہیں محتاط رہنا چاہیے تم پلیز کل ہی ماریہ کو یہ واپس کر دینا۔ اس کی توقع کے برخلاف زین نے پہلی بار اس کو سراہا نہیں تھا اس کی خواہش کو رد کیا تھا نہ صرف رد بلکہ اسے سمجھایا تھا۔ اس کے خیال میں یہی صحیح تھا کہ حوریہ کو ابھی سے باور کرایا جائے کہ ضرورت سے زیادہ کی خواہش محض خسارہ ہی دے پاتی ہے۔

"ٹھیک ہے جیسے آپ کی مرضی آپ فریش ہو جائیں۔" بریسلیٹ دراز میں رکھتے ہوئے اس نے

نہایت بے دلی سے اس کی تائید کی تھی زین نے پاس
بھی محسوس نہیں کیا تھا۔

❀......❀......❀

اس رات زین کی واپسی رات گئے ہوئی تھی اس کی توقع کے خلاف حوریہ کے بجائے شاہدہ خالہ نے دروازہ کھولا تھا۔

"خالہ آپ سوئی نہیں اب تک؟" سلام کرکے اس نے پریشانی سے پوچھا تھا۔

"بیٹا اب اس عمر میں نیند کہاں آتی ہے میرا تو سارا وقت بس تمہاری سلامتی کی دعائیں کرتے نکل جاتا ہے۔ اب تو تم بھی کہاں نظر آتے ہو گھر میں۔ آج حوریہ جلدی سوگئی تھی سو میں نے کھول دیا تم بیٹھو میں کھانا لگا دیتی ہوں۔" محبت سے اس کے بال سنوارتے انہوں نے کہا۔

"نہیں خالہ بھوک نہیں ہے آپ آرام کریں اب میں بھی آرام ہی کروں گا اور یہ سب میں آپ سب کے لیے ہی تو کررہا ہوں۔" صحن میں رکھے کولر سے اس نے پانی پیا پھر تخت پر بیٹھ کر جوتے اتارنے لگا۔

"وہ تو ٹھیک ہے بیٹا میں تمہاری محنت کی قدر کرتی ہوں لیکن بیٹا بزرگ ہونے کی حیثیت سے تمہیں اتنا ضرور کہنا چاہوں گی کہ ابھی تمہاری شادی کو اتنا عرصہ نہیں ہوا ہے تم بہو کو ٹائم دو اسے تمہاری ضرورت ہے۔ ابھی تمہاری کوئی اولاد نہیں ہے گھر کے کام بھی اتنے نہیں ہوتے بہو گھر میں بور ہوجاتی ہے ایسے میں اس کا آئے دن اپنی دوست کے ہاں جانا لگا رہتا ہے یہ صحیح نہیں اسے تم وقت دیا کرو تم دونوں کو ایک دوسرے کی ضرورت ہے باقی سب تو وقت کے ساتھ چلتا رہے گا اور پھر ہمارا گزارا اچھا خاصا ہوجاتا ہے اللہ کا شکر ادا کیا کرو مزید کی ہوس انسان کو کہیں کا نہیں چھوڑتی۔" شاہدہ خالہ آج فرصت سے اسے سمجھانے کے موڈ میں تھیں ان کی باتوں پر وہ چونکا تھا۔

"خالہ آپ جانتی ہیں نہ میں نہیں چاہتا کہ کل کو حوریہ مجھ سے یہ کہے کہ تم نے میرے لیے کیا کیا اور پھر میں نہیں چاہتا کہ اس کے دل میں کوئی حسرت رہے۔"

"وہی تو بیٹا حوریہ ابھی ناسمجھ ہے کم عمری میں اس کی شادی ہوئی۔ اس کی طبیعت میں خاصا لاابالی پن ہے تم اسے سمجھاؤ یہ مادی چیزیں محبت اور رشتوں سے زیادہ ضروری نہیں ہوتیں۔ کل کی فکر میں تم دونوں اپنا آج مت تباہ کرو یہ وقت تو ساری زندگی کے لیے یادگار رہتا ہے۔ کیا میں نہیں دیکھتی کہ وہ اپنی دوست کی چیزوں سے متاثر ہوکر اس کی حرص کرکے یہ سب کرتی ہے اگر وہ غلطی پر ہے تو تمہیں اسے سمجھانا چاہیے۔" اپنے طور انہوں نے ہر بات اس کے سامنے واضح کردی تھی ان کے لیے زین اور حوریہ دونوں بہت اہم تھے۔

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں خالہ۔" کمزور سے لہجے میں اس نے اعتراف کیا تھا۔

"شاباش جیتے رہو اب آرام کرلو تم اور حوریہ کو آرام سے سمجھانا انسان کو اپنی خواہشات پر کنٹرول کرنا چاہیے بساط سے باہر بے ضرر خواہشات کو پورا کرنے کی دھن میں تم نے بھی اس کی بے جا حمایت ہی کی ہے۔" اس کے سر پر شفقت سے انہوں نے ہاتھ پھیرا تھا پھر اس کے ذہن و قلب پر سوچوں کے در وا کرکے وہ آرام کرنے اپنے کمرے میں چلی گئی تھیں جبکہ زین دیر تک ان کی باتوں پر غور کرتا رہا تھا۔

❀......❀......❀

"مجھے امی کی طرف چھوڑ دیجیے گا آفس جاتے ہوئے۔" آج صبح وہ سوکر اٹھا تو حوریہ گھر کے کام نہایت عجلت میں نمٹانے میں مصروف تھی۔

"خیریت کوئی کام تھا کیا میرے ساتھ چلتیں شام میں خالہ کو بھی لے چلتے۔" اپنے طور اس نے صحیح مشورہ دیا تھا اس کی غیر موجودگی میں اسے خالہ کی فکر رہتی۔

"نہیں شام میں نہیں ابھی جانا ہے مجھے بہت یاد آرہی ہے میں دوپہر تک خود آجاؤں گی آپ چھوڑ دیں مجھے یا پھر اگر آپ کو دیر ہورہی ہے تو میں چلی بھی خود جاؤں گی۔" حوریہ نے فوراً منہ پھلایا تھا جواباً زین کو ہتھیار ڈالنے پڑے۔

"ٹھیک ہے تم تیار ہوجاؤ صبح صبح منہ تو نہ بناؤ۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ جھٹ اپنی تیاری میں مصروف

ہوگئی۔ کچھ ہی دیر میں سیاہ جارجٹ کا نہایت خوب صورت سوٹ پہنے وہ اس کے روبرو تھی۔ سنہری دھوپ میں اس کا حسن بڑا قیامت خیز لگ رہا تھا۔ شاہدہ خالہ سے دعائیں لیتے دونوں باہر نکلے تھے۔ پھر سارا راستہ خاموشی سے طے ہوا تھا زین اسے دروازے تک چھوڑ کر آفس کے لیے نکل گیا تھا حوریہ نے کب کی اپنی رکی سانس فضا میں خارج کی پھر ادھ کھلے دروازے سے اندر داخل ہوگئی اس کی توقع کے عین مطابق اماں اس سے مل کر بہت خوش ہوئی تھیں۔

"ماشاءاللہ بڑی ہی لمبی عمر ہے تیری، تجھے ہی یاد کررہی تھی زین نہیں آیا کیا اکیلے آئی ہو تم؟" اسے گلے لگائے وہ اپنی محبتیں اس پر نچھاور کررہی تھیں۔

"نہیں اماں اکیلی نہیں آئی ہوں یہ چھوڑ کر گئے ہیں تمہاری بہت یاد آرہی تھی تو سوچا تھوڑی دیر مل آؤں۔"

"میں صدقے جاؤں پتر۔" وہ نہال ہورہی تھیں بیٹی کو ہنستا بستا خوش دیکھ کر پھر انہوں نے نہایت محبت سے اس کی من پسند فرنی اور گوبھی کے پراٹھے بنائے اس نے بھی دل کھول کر محبتیں سمیٹی تھیں۔ کھانے کے بعد اس نے بڑے محتاط انداز میں اپنا موبائل نکالا اور مطلوبہ نمبر سے آئے میسج کو پڑھ کر بے اختیار مسکرا دی پھر اماں سے مل کر انہیں خدا حافظ کہہ کر اپنی چادر لپیٹ کر وہ باہر چلی آئی تھی۔ دو گلی چھوڑ کر اسد اپنی مخصوص کرولا لیے اس کا ہی انتظار کررہا تھا دھڑکتے دل کو اس نے بمشکل سنبھالا تھا اسد کی بے جا ضد کے آگے ہتھیار ڈال کر اس نے نہایت مشکلوں سے اس سے ملنے کی حامی بھری تھی اور اس سے ماریہ کو بھی بے خبر رکھا تھا۔ گاڑی میں بیٹھتے ہی اسد گاڑی زن سے لے اڑا تھا پھر ایک مشہور ہوٹل کے سامنے گاڑی پارک کرکے وہ دونوں اندر چلے آئے تھے۔ اسد نے کونے والی ٹیبل کا انتخاب کیا تھا دوپہر کا وقت تھا اس لیے ریسٹورنٹ میں رش قدرے کم تھا۔

"اب بولیں کیوں بلایا ہے یہاں ایسی بھی کیا ضروری بات تھی جو آپ کے گھر پر نہیں ہوسکتی تھی آپ کو اندازہ بھی ہے میں کتنی مشکل سے آئی ہوں؟" اس کے چہرے پر پریشانی نمایاں تھی۔

> **مختصر مگر پُراثر**
>
> امام ابن رجب دوسری صدی ہجری کے مشہور عالم اور فقیہ ہیں فرماتے ہیں میں نے غیبت سے بچنے کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جس دن کسی کی غیبت کرتا اگلے دن اپنے نفس کو سزا دینے کے لیے روزہ رکھ لیتا لیکن بات نہیں بنی اور روزہ رکھنا ایک عادت سی ہوگئی اور سزا میں تلخی کی بجائے اس میں لطف محسوس ہونے لگا۔ ظاہر ہے جس چیز میں لطف محسوس ہو وہ سزا کیسے ہوسکتی ہے۔ اس لیے میں نے غیبت کے عوض ایک درہم صدقہ دینا شروع کردیا اور یہ سزا نفس کو شاق گزری اور یوں غیبت کے روگ سے نجات مل گئی۔
>
> حمنہ سحر...... قصور

"ضروری تو نہیں کہ ہر بات موبائل پر یا گھر پر کی جائے اور پلیز تم یہ ڈرنا چھوڑ دو جب فیصلہ کر ہی لیا ہے میرے ساتھ کا۔" اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر اس نے اس کی جھیل سی آنکھوں میں جھانکا تھا۔

"وہ تو ہے مگر زین کو شک ہوگیا تو۔" اس نے فوراً اپنا ہاتھ کھینچا تھا۔

"تو چلنے دو کب تک چھپاؤ گی آج اسی لیے میں نے تمہیں یہاں بلایا ہے دیکھو حوریہ تم جب مجھے منتخب کرچکی ہو محبت کرتی ہو تو میرا خیال ہے کہ اب ہمیں شادی کر ہی لینی چاہیے۔ بنا شادی کے ہمارے رشتے کی کیا ویلیو کب تک یوں چھپ چھپ کر ملو گی آخر ایک نہ ایک دن تو یہ سب ہونا ہی ہے میں اپنا بزنس دبئی شفٹ کررہا ہوں اور اس سے پہلے میں چاہتا ہوں کہ ہم شادی کرلیں تم زین سے طلاق لے لو پلیز جلدی۔" اس کے آس پاس اس نے کوئی بم پھوڑا تھا اس کی سماعتوں میں لفظ طلاق تکرار بن کر گونج رہا تھا اتنی جلدی یہ سب کرنے کا تو اس نے سوچا نہیں تھا۔ دل پر تو اسد کے ساتھ حسین زندگی کے خوابوں کی جیسے پٹی سی بندھی تھی۔

"کیا ہوا چپ کیوں ہو اگر تم ایسا نہیں چاہتی تو ابھی بتا دو ہم یہ سب یہیں ختم کردیتے ہیں۔" اس کی مسلسل چپ

پر اسد جھنجلایا تھا۔

"ٹھیک ہے مجھے کچھ وقت دو زین سے بات کرنے کے لیے اتنا بھی آسان نہیں ہے یہ۔" دل تو پہلے ہی فیصلہ کرچکا تھا پل بھر میں اس نے دماغ کو بھی سمجھایا تھا ایک پل کے لیے اپنی ماں کا چہرہ اور زین کی محبت بھری آنکھیں اس کی آنکھوں کے پردوں پر لہرائی تھیں مگر اس کے اور اسد کے بیچ جو تیسرا فرد شیطان موجود تھا اس نے اس کی آنکھوں پر گناہ کی پٹی باندھ دی تھی اس لیے باقی سارے جذبے بہت پیچھے چلے گئے تھے۔

"ٹھیک ہے پھر چلو میں تمہیں ڈراپ کردیتا ہوں۔" مسکراتے ہوئے اسد نے گوگلز لگائے تھے پھر دونوں ایک دوسرے کی سنگت میں باہر نکل آئے تھے۔

❁......❁......❁
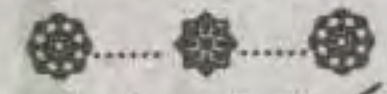
یہ شاہدہ خالہ کی باتوں کا ہی اثر تھا کہ زین نے پارٹ ٹائم جاب چھوڑ کر شام کے بعد کا اپنا سارا وقت حوریہ کے لیے مخصوص کردیا تھا اس دن بھی وہ حوریہ کو ساحل سمندر پر گھمانے لے جانے کی ضد کررہا تھا مگر حوریہ کے ہونٹوں پر فقط ناں کی تکرار تھی اسے یہ بات سن کر بہت حیرت ہورہی تھی کہ حوریہ جو گھومنے پھرنے کی دلدادہ ہے جسے شاپنگ کا از حد شوق ہے وہ اتنا کہنے پر بھی کیوں نہیں مان رہی۔

"حوری پلیز چلو نہ ناراض ہو گیا مجھ سے دیکھو آئی پرامس آج سے میں تمہیں پورا وقت دیا کروں گا پلیز مان جاؤ نا آج تمہیں بہت ساری شاپنگ کراؤں گا واپسی میں خالہ سے بھی ملتے ہوئے آئیں گے۔" اس کی لمبی چوٹی محبت سے کھینچ کر اس نے اسے خود سے لگایا تھا۔

"پلیز میرے سر میں بہت درد ہے مجھے کچھ دیر آرام کرنے دیں۔" اگلے ہی پل اس کے حصار سے نکل کر اس نے قدرے سرد مہری سے کہا تھا زین تو ششدر رہ گیا تھا اس کے لہجے کی سرد مہری پر اسے حقیقتاً یہی لگ رہا تھا کہ وہ اس سے سخت خفا ہے جب ہی مسکراتا ہوا اس کے مزید قریب آیا تھا۔

"حوری پلیز آئی ایم سوری نہ مان بھی جاؤ اب۔" اس کا ہاتھ تھامے وہ اتنا پر یقین تھا کہ حوریہ کے لیے اس سے نظریں ملانا دوبھر ہوگیا۔

"میں ناراض نہیں ہوں میرے سر میں واقعی بہت درد ہے پلیز۔" اپنے لہجے کو قدرے نرم رکھ کر اس نے زین کی جانب دیکھا۔

"ٹھیک ہے تم آرام کرلو ہم پھر کبھی چلے جائیں گے میں ٹیبلٹ لادیتا ہوں چائے کے ساتھ لے لو۔" وہ فکر مند سا فوراً اس کے لیے چائے بنانے گیا تھا۔

"نجانے کس مٹی کے بنے ہیں یہ مجال ہے جو کسی بات کو مائنڈ کرلیں۔" زین کے جانے کے بعد اس نے خود کلامی کی تھی۔ پھر زین کے بے حد اصرار پر وہ دوا کھا کر چائے پی کر تھوڑی دیر لیٹ گئی تھی مگر آرام و سکون اس کی پہنچ سے کافی دور تھا۔

❁......❁......❁

سوچتا ہوں
سحر گلابوں کے بیلے
خوشنما رنگوں کے میلے
محبت کے حسین خواب
رفاقتوں کے گلاب
تمہارے نام کروں
یا
اس سالگرہ پر
اپنی تمام چاہتیں
وفائیں
دعائیں
یہ بندگی
اور زندگی
دعاؤں کے حسین لبادے میں لپیٹ کر
اس رب دو جہاں
کو گواہ بنا کر
تمہارے نام کردوں
کہ تمہاری آنکھوں کا

کوئی خواب
کوئی رنگ
تا عمر پھیکا نہ پڑے
میری عمر تجھے لگ جائے
کہ تیرا دامن
خوشیوں سے مہکتا رہے
"سالگرہ مبارک میری زندگی"

وہ سو کر اٹھی تو اس کے سرہانے ایک بہت خوب صورت کارڈ ایک کلی کے ہمراہ رکھا تھا۔ اسے تو خود بھی یاد نہیں تھا کہ آج اس کی سالگرہ ہے بھلا اس نے سالگرہ کب منائی تھی زین کی اتنی چاہتیں ایک ایک لفظ محبت کا گواہ تھا اس کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔

"یا اللہ کہیں میں کچھ غلط تو نہیں کررہی ایسے انسان کو دکھ دے کر جو مجھے اتنا چاہتا ہے۔" اس کا دل اسے سمجھا رہا تھا جب ہی زین نہا کر واش روم سے باہر نکلا تھا۔

"اٹھ گئی تم سالگرہ بہت بہت مبارک ہو میری دعا ہے کہ اللہ پاک دنیا جہاں کی خوشیاں تمہیں دے۔" مخمور و گمبھیر لہجے میں کہتا وہ بیڈ کے قریب آیا تھا پھر اس نے سائیڈ دراز کھول کر ایک ڈبہ نکال کر اس کی طرف بڑھایا تھا۔

"یہ تمہارا گفٹ ہے اور تم فریش ہوجاؤ آج ناشتا میں بناؤں گا تمہارا برتھ ڈے ہے تم کوئی کام نہیں کرو گی میں آفس سے بھی جلدی آجاؤں گا پھر شام میں تم جہاں بولو گی ہم وہاں چلیں گے۔" چاہنے کے باوجود بھی اس کے چہرے پر بیزاری نہیں آپائی تھی۔ بلکہ ایک بے ساختہ دلفریب مسکراہٹ حوریہ کے لبوں پر پھیلی تھی۔ جسے اس نے فوراً چھپالیا تھا اپنے رویے سے وہ زین کو کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں رکھنا چاہتی تھی بلکہ وہ تو وقت تلاش کررہی تھی اس سے اپنے اور اسد کے بارے میں بات کرنے کے لیے لیکن ہر بار چاہ کر بھی وہ اپنی بات نہ کرپائی تھی۔

"کیا ہوا حوری چپ کیوں ہو کھول کر دیکھو نہ باکس بلکہ لاؤ میں دکھاتا ہوں۔" اسے سوچوں میں غرق دیکھ کر زین نے اس کے ہاتھ سے باکس لے کر خود ہی کھولا تھا۔

ہنی مون
قطرہ قطرہ یہ لہو میں اترتی تنہائیاں
شب کی تاریکی میں یادوں کے ہجوم
ماضی کے دریچوں میں وہ سوچوں کا سفر
اور......
رات کے پُر ہول سناٹے میں
جھینگروں کی چبھتی ہوئی آوازیں
دور سے آتی چوکیدار کی صدا
جاگتے رہنا
پھر اچانک......
کتوں کے بھونکنے کا بے ہنگم شور
یک لخت دل پہلو میں زور سے دھڑکا
اور پھر......
ہاتھ سیل کی طرف بڑھ گئے
ساری رات میسج کرتے گزری
صبح دم جواب موصول ہوا
ڈرالنگ سوری بتا نہ سکا
میں ہنی مون پر پیرس آیا ہوا ہوں
مسز نگہت غفار...... کراچی

پھر حوریہ کے آگے کردیا تھا پورا باکس نہایت خوب صورت کانچ کی سرخ چوڑیوں سے بھرا تھا۔

"پسند آئی تمہیں آج شام کو یہی پہننا۔" اس کا گال تھپتھپا کر وہ ناشتا بنانے چلا گیا تھا اس نے ایک گہری نگاہ چوڑیوں پر ڈالی پھر باکس اٹھا کر سائیڈ پر رکھ دیا تھا۔

❁......❁......❁

زین کے دفتر چلے جانے کے بعد اس نے آج شام کو ہی زین سے حتمی بات کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا آج اس کی سالگرہ تھی اور وہ یہ دن اسد کی سنگت میں بتانا چاہتی تھی ایک کسک سی تھی اس کے دل میں لاشعوری طور پر وہ اسد کی وش کا انتظار کررہی تھی اور بار بار بے صبری سے موبائل اٹھا کر چیک کررہی تھی مگر اسد نے اب تک اسے وش نہیں کیا تھا۔

"ہوسکتا ہے کہیں بزی ہوں مگر ایسی بھی کیا مصروفیت

کے وش تک نہیں کیا ہوسکتا ہے ناراض ہوں کہ اب تک میں نے زین سے بات کیوں نہیں کی۔" دل ہی دل میں سوچتے اس نے اسد کا نمبر ڈائل کیا تھا مگر اس کا نمبر آف جا رہا تھا اس کا دل بجھ سا گیا تھا پھر کچھ سوچ کر اس نے ماریہ کا نمبر ڈائل کیا مگر وہ بھی آف جا رہا تھا۔

"کیا بات ہے بیٹا کوئی پریشانی ہے کیا؟" اسے کب سے صحن میں ٹہلتے دیکھ کر شاہدہ خالہ اس کے پاس آئی تھیں۔

"نہیں خالہ کوئی بات نہیں ہے دراصل میری دوست ماریہ کا ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے میں اسے دیکھ آئی ہوں۔" کمال مہارت سے جھوٹ بول کر اس نے بہانہ گھڑا تھا ورنہ آج اس کی سالگرہ کے دن خصوصاً جب زین نے باہر جانے کا پروگرام بنا رکھا تھا شاہدہ خالہ اسے جانے کی قطعی اجازت نہ دیتیں۔ ویسے بھی وہ اس کے اکیلے آنے جانے پر بڑا اعتراض کرتی تھیں۔

"ٹھیک ہے بیٹا چلی جاؤ مگر جلدی آجانا۔" اسے تاکید کرتی وہ اندر چلی گئی تھیں پھر تھوڑی ہی دیر میں وہ تیار ہوکر ماریہ کی طرف چلی آئی تھی اسے یقین تھا کہ اس وقت وہ دونوں گھر پر ہی ہوں گے اور آج زین سے بات کرنے کا سن کر وہ دونوں بہت خوش ہوں گے۔ چوکیدار سے ان دونوں کی گھر میں موجودگی کا سن کر اس کے دل کو کچھ اطمینان ہوا تھا پھر آہستہ روی سے چلتی ہوئی وہ لاؤنج تک آئی تھی جہاں سناٹے کا راج تھا۔

"لگتا ہے ابھی تک سکھاں وغیرہ بھی نہیں آئیں بھئی بڑے لوگوں کے نوکر بھی دیر سے ہی آتے ہیں۔" خود کلامی کرتی وہ آگے کی طرف بڑھی لاؤنج سے ملحقہ کمرے سے باتوں کی آتی تیز آواز پر اس کے قدم اسی کمرے کی طرف مڑ گئے تھے۔ ادھ کھلے دروازے سے اس نے جو منظر دیکھا تھا وہ اس کے پاؤں سے زمین کھینچنے کے لیے کافی تھا وہ کرنٹ کھا کر دو قدم پیچھے ہٹی تھی سامنے بہکے سے انداز میں ماریہ اور اسد ایک دوسرے کے حصار میں قید کسی بات پر قہقہہ لگا رہے تھے۔ بھائی بہن کی حرمت اور اس رشتے کے تقاضے یہ تو نہ تھے۔

"اب ہماری زندگی میں صرف آرام ہی آرام ہوگا سوئٹ ہارٹ بس ایک دفعہ حوریہ سے شادی ہوجائے پھر اس کے بعد تمہیں میری بہن بننے کا ڈرامہ نہیں کرنا پڑے گا۔ ویسے یہ تمہاری دوست بھی کتنی بے وقوف ہے بلکہ بے وقوف نہیں پیسوں کی پجاری کہو اتنے اچھے وفادار اور محبت کرنے والے شوہر کو صرف پیسے کی خاطر چھوڑ رہی ہے۔" ماریہ کے بالوں میں انگلیاں پھنسائے اسد کا قہقہہ اس کے دل کو اتھاہ ندامت میں دھکیل گیا تھا۔ اس نے بمشکل دیوار کا سہارا لے کر خود کو گرنے سے روکا تھا۔

"ہم نے جال ہی ایسا بنا تھا وہ اسٹوپڈ تمہاری وائف بننے کے خواب دیکھ رہی ہے جب کہ تمہاری وائف تو میں ہوں۔" ماریہ کی آواز نے جیسے اس کے منہ پر طمانچہ دے مارا تھا۔

"وائف تو بنے گی وہ مگر اس کے فوراً بعد ہی ہم دبئی شفٹ کر جائیں گے جہاں شیخ زیدی اس کا انتظار کر رہے ہیں تم دیکھنا کروڑوں کی ڈیل ہوگی۔ اس کے حسن کی پھر میں اور تم عیش سے رہیں گے پھر اسے احساس ہوگا کہ اچھا شوہر محفوظ پناہ گاہ کیا ہوتی ہے اور ویسے بھی جو لڑکیاں شوہر کی وفادار نہ ہوں جن کے لیے ان کا عیش و آرام ہی سب کچھ ہو ان کا یہی انجام ہوتا ہے لگتا ہے حوریہ کے پاس عقل ہی نہیں۔" اسد کے انکشاف نے اس کے وجود کو برف کر ڈالا تھا۔

اسے لگا تھا کہ وہ مارے شرمندگی کے اب کبھی سر نہ اٹھا پائے گی کیا وہ اپنی خواہشات کے حصول کے پیچھے اتنی اندھی ہوگئی تھی کہ صحیح اور غلط کا فرق بھلا بیٹھی تھی اور اگر وہ آج زین سے بات کر لیتی اور اگر آج اسے یہ سب کچھ نہ پتا چلتا تو...... اس سے آگے کی سوچ ہی اس کے لیے سوہان روح تھی۔ بوجھل قدموں سے اپنے بہتے آنسوؤں کو سمیٹتی دبے پاؤں وہاں سے نکلی تھی ہمیشہ کے لیے ایک نقصان تھا جو ہونے سے بچ گیا تھا احساس تشکر سے گھر میں داخل ہوتے ہی اس نے آسمان کی طرف دیکھا تھا۔ پھر سجدے میں گرتی ہوئی ہوش و خرد سے بیگانہ ہوگئی تھی۔

❀......❀......❀

"کتنی دفعہ کہا ہے کہ اپنا خیال رکھا کرو لیکن تم بالکل بھی

اپنا دھیان نہیں رکھتی ہو آج کے بعد تم اکیلی کہیں نہیں جاؤ گی اگر آج تم باہر گر جاتیں تو سوچو ہمارے آنے والے مہمان کو کتنا نقصان پہنچتا۔" اس کی آنکھ کھلی تو زین اس کے سامنے اس کا ہاتھ تھامے نہایت فکرمندی سے کہہ رہا تھا اس نے ابھی ابھی جو خوشخبری سنائی تھی اسے یقین نہیں آیا تھا جب ہی شاہدہ خالہ بھی پلیٹ میں سیب کی قاشیں کاٹ کر لے آئی تھیں۔

"مبارک ہو بیٹی تم نے تو آج اپنی سالگرہ کے دن ہمیں اتنا عظیم تحفہ دے دیا اب یہ کھالو تم جلدی سے۔" اسے محبت سے گلے لگا کر انہوں نے قاش اس کی طرف بڑھائی جسے مسکراتے ہوئے اس نے تھام لیا۔

"یااللہ تو نے مجھ جیسی گناہ گار اور خواہش پرست کو ہدایت دی اپنی نعمتوں سے نوازا اتنے پرخلوص رشتے عطا کیے میں کیسے تیرا شکر ادا کروں تو نے میرے گناہ پر پردہ ڈالا ہے اب آگے بھی اس پر پردہ ڈالنا تاکہ میں تیرا شکر ادا کرسکوں۔"

اس کا دل مسلسل لرزتا اس رب الٰہی کا شکر ادا کر رہا تھا۔ اس نے نم آنکھوں سے آسمان کی جانب نگاہ کی تھی اور شدت سے معافی مانگی تھی۔ اسے یقین تھا کہ اس کا رب اسے معاف کردے گا اور اس کے شوہر کے دل میں اس کی عزت بڑھا دے گا اس کے نفس نے اب خواہشوں کے جگنوؤں کا تعاقب چھوڑ کر صراط مستقیم کو ہمسفر چن لیا جس میں بے شک اس کی فلاح پوشیدہ تھی جو نقصان ہو چکا تھا اس کا ازالہ اب یہی تھا کہ زندگی رب الٰہی کے حکم کے مطابق بسر کی جائے۔

"یااللہ میں وہ زبان کہاں سے لاؤں جو تیرا شکر ادا کرسکے میں نے ہمیشہ تیری ناشکری کی تیری رحمتوں پر خوش ہونے کے بجائے ہمیشہ مزید اور مزید مال و زر کی ہوس کی اور اس ہوس نے مجھے اتنا اندھا کردیا کہ میں اپنے شوہر کی خدمتگار نہ بن سکی۔ اس سے بے وفائی پر اتر آئی ان سب کے باوجود تو نے میرے شوہر کی نظروں میں میرے لیے وہی محبت قائم رکھی میری پردہ پوشی کی مجھے ہدایت کی مجھے برباد ہونے سے بچالیا میرے پروردگار بس ایک بار مجھے معاف کردے بس ایک بار۔" وہ نجانے کب سے سجدے میں گری زار و قطار روتی اپنی غلطیوں کی کوتاہیوں کی معافی کی خواستگار بن کر بیٹھی تھی پھر دھیرے سے اس نے اپنے آنسو پونچھ کر جائے نماز تہہ کر کے رکھی اور آئینے کے سامنے کھڑی ہوگئی آج اس کا دل اور روح دونوں پاک صاف تھیں شکر گزار تھیں اپنے رب کی آج اس کے روپ میں نور کی الوہی چمک تھی آنکھوں میں زین کی محبت رقصاں تھی آج اس نے زین کے لیے تیار ہونا تھا اپنے مجازی خدا کے لیے اس نے نہایت محبت سے آج وہی

کھڑے ہوکر پانی پینے کے نقصانات

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق پانی پینے کی چھ سنتیں ہیں۔

پانی ہمیشہ بیٹھ کر، بسم اللہ پڑھ کر، سیدھے ہاتھ سے دیکھ کر، تین سانس میں پینا چاہیے۔ پانی پینے کے بعد الحمدللہ کہنا چاہیے اس لیے ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق پانی پینا چاہیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق پانی نہ پینے کے بہت سے نقصانات ہیں، جو درج ذیل ہیں۔

- ☐ کھڑے ہوکر پانی پینے والا انسان شیطان کا ساتھی بن جاتا ہے۔
- ☐ کھڑے ہوکر پانی پینے سے پیاس نہیں بجھتی۔
- ☐ کھڑے ہوکر پانی پینے سے انسان کا پیٹ بڑھتا ہے۔
- ☐ کھڑے ہوکر پانی پینے سے مثانہ میں پتھری پیدا ہوتی ہے۔
- ☐ کھڑے ہوکر پانی پینے سے شوگر کا مرض لاحق ہوجاتا ہے۔
- ☐ کھڑے ہوکر پانی پینے سے انسان کا نظام انہضام خراب ہوجاتا ہے۔
- ☐ ان تمام بیماریوں سے بچنے کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق پانی پینا چاہیے۔

رابعہ ساحر محمد حنیف...... جہانیاں منڈی

لال چوڑیاں پہنی تھیں جو زین نے کل اسے اس کی سالگرہ پر لا کر دی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد ہی ہنستا مسکراتا زین گھر آ گیا تھا کل حوریہ کی طبیعت کی خرابی کی وجہ سے وہ باہر نہیں جاسکے تھے اس لیے زین نے آج کا پروگرام بنایا تھا خدا نے انہیں اپنی اتنی بڑی نعمت سے نوازا تھا وہ حوریہ کو خوش رکھنا چاہتا تھا اور حوریہ بھی زین کی خوشی میں خوش تھی۔

دونوں تیار ہو کر ہنستے مسکراتے گھر سے نکلے تھے ان کا ارادہ سی ویو جانے کا تھا۔ یہ اپریل کے شروع کے دن تھے موسم بہار کی بہار ہر سو چھائی ہوئی تھی شام کے وقت ساحل پر لوگوں کا کافی رش تھا جو ڈوبتے سورج کا یہ حسین اور پرکیف منظر دیکھنے کے لیے یہاں موجود تھے۔

"حوری آج میں بہت خوش ہوں اتنا کہ اس سمندر کی گہرائی بھی اسے ناپنے کے لیے کم ہے۔" اس کے سنگ چلتے چلتے زین نے مسکرا کر اس کا ہاتھ تھاما تھا۔

"یہ سب اللہ کی رحمتیں ہیں زین مجھے بس آپ کے ساتھ اور پیار علاوہ کچھ نہیں چاہیے۔" اس کے لہجے میں اللہ پر اس کا اعتماد بول رہا تھا۔

"ارے حوری یہ دیکھو یہ تو تمہاری دوست ماریہ ہے اور اس کے ساتھ یہ لڑکا غالباً اس کا بھائی تو نہیں اس دن تم نے بتایا تھا۔" زین نے اچانک اس کی توجہ سامنے روڈ کراس کرتے ماریہ اور اسد کی جانب کرائی تھی۔

"ہونے دیں زین اس وقت یہاں ہم اپنی باتیں کرنے آئے ہیں اور کسی کی نہیں۔" حوریہ نے سرد مہری سے کہا پھر اس کا ہاتھ تھام کر آئسکریم لینے کے لیے چل پڑی۔ اب وہ ماریہ کا سایہ بھی اپنی زندگی میں برداشت نہیں کرنا چاہتی تھی زین نے بھی اس سے مزید کچھ کہنا مناسب نہ سمجھا۔ اسے خود فیشن پرستی کا لبادہ اوڑھے اس کی یہ دوست کچھ خاص پسند نہ تھی ابھی وہ دونوں سست روی سے آئسکریم لینے کے لیے آگے بڑھ رہے تھے کہ فضا میں یکے بعد دیگرے کئی فائر کی آوازیں گونجی تھیں۔

"یا الٰہی خیر۔" حوریہ نے خوف سے آنکھیں بند کرلیں زین نے سختی سے اس کا ہاتھ تھام رکھا تھا کچھ دیر بعد حوریہ نے اپنی آنکھیں کھولیں تو سامنے روڈ پر لوگوں کا ایک جم غفیر موجود تھا۔

"کیا ہوا زین میں چلنا چاہیے یہاں سے اب تو حالات اس قابل ہی نہیں کہ کہیں باہر نکلیں۔" حوریہ اب بھی خوف سے کانپ رہی تھی۔

"ہاں حوری چلو جلدی۔" ان کی بائیک پارکنگ ایریا میں کھڑی تھی سو انہیں لازماً روڈ کراس کر کے جانا تھا زین نے جلدی سے حوریہ کا ہاتھ تھام کے روڈ کراس کرنا چاہا جب وہ روڈ کراس کر کے دوسری طرف پہنچے تو مجمع کافی حد تک چھٹ چکا تھا۔ حوریہ روڈ کے ایک سائیڈ کھڑی زین کے بائیک نکالنے کا انتظار کر رہی تھی۔ اس نے بے ساختہ روڈ پر پڑے دو مردہ وجودوں کو دیکھا مگر اگلے ہی پل اس کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھیل گئیں۔ آنکھوں میں نمی خود بخود در آئی تھی وہ دو مردہ وجود کوئی اور نہیں اسد اور ماریہ کے تھے جن کے سفاک و مکروہ چہروں پر ابھی تک اذیت رقم تھی۔ برائی کا انجام ہمیشہ برا ہوتا ہے دوسروں کی زندگی کے ساتھ کھیلنے والوں کی رسی وہ رب العزت خود کھینچتا ہے اور جب کھینچتا ہے تو انہیں ذرا بھی مہلت نہیں دیتا یہی انجام ہوسکتا تھا ان کے عبرتناک کاموں کا لاوارثوں کی طرح کہ آخری وقت میں کلمہ تک انہیں نصیب نہ ہوا تھا۔ دہشتگردوں کے ہاتھوں ہی اپنی ہوس کا انجام دیکھا تھا انہوں نے حوریہ نے زین کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بائیک پر بیٹھتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھا تھا اور پھر دھیرے سے اپنے آنسو پونچھ ڈالے تھے۔

آنچل کا مینا بازار

فرح طاہر

السلام علیکم! عزیز اور خوب صورت قارئین امید کرتی ہوں آپ سب خیریت سے ہوں گے اور آپ سب کی دعاؤں سے میں بھی خیریت سے ہوں یقیناً اتنے عرصے بعد میرا نام دیکھ کر چونکنے کے ساتھ ساتھ دلی خوشی بھی محسوس کر رہے ہوں گے (آہم آہم) اتنی محبت کے لیے شکریہ اور وہ لوگ جو ہم کو کچھ کچھ بھول گئے اور جو ہمارے نئے قاری ہیں ان کے لیے بس اتنا ہی تعارف کافی ہے کہ میں فرح طاہر ہوں (عاجزی بھرا مختصر سا تعارف)۔

یوں تو آنچل کی محفل ہمیشہ ہی سجی رہتی ہے جس کے کبھی ہم بھی روشن اور تابندہ ستارا ہوا کرتے تھے اور آنچل کی محفل کو چار چاند لگانے کے لیے ہر بار کچھ نیا لانے کی کوشش کرتے تھے پھر یوں ہوا کہ مصروفیت نے ہماری روشنی کو ذرا مدھم کردیا مگر اس سے پہلے کہ ہماری روشنی مزید مدھم ہو کر بجھ جاتی اس لیے اس خاص موقع پر مسکراہٹ بکھیرنے کے لیے اپنے لفظوں کے ہمراہ حاضر خدمت ہوں۔

جی آپ لوگوں کا اندازہ بالکل درست ہے میرا مطلب آنچل کی سالگرہ کی تقریب سے ہے۔ پچھلے سال آپ لوگوں کی پسندیدگی اور پھر کچھ نہ لکھنے پر ہلکی سی ناراضگی پر ہی سوچ لیا تھا کہ اس مرتبہ کچھ نیا لکھ کر اس ناراضگی کو ختم کردوں گی گو کہ کافی وقت سے میں آنچل پڑھنے سے قاصر رہی ہوں اس لیے بہت سے پرانے نام میری یادداشت سے نکل چکے ہیں اس کے لیے معذرت مگر یقین جانیے میری اس تحریر کا ہر لفظ صرف آپ کے لیے ہے اس لیے سمجھئے کہ جو کچھ بھی لکھا گیا ہے صرف آپ ہی کے لیے لکھا گیا ہے امید کرتی ہوں آپ کو پسند آئے گا۔

آنچل کی سالگرہ کے موقع پر ہم نے سوچا ایک مینا بازار منعقد کیا جائے جس میں آپ اور ہماری بھی لکھاری ساتھیوں کے ساتھ آنچل کی مدیرہ اور تمام اسٹاف مدعو ہوگا۔ اس تقریب میں کیا ہوگا اس کے متعلق ابھی کچھ بھی کہنا قبل از وقت ہوگا۔ اس تقریب کا حال جاننے کے لیے آپ کو خود اس میں شرکت کرنی ہوگی۔ ہماری طرف سے آپ کو اس تقریب میں شرکت کی دعوت دی جاتی ہے برائے مہربانی وقت مقررہ پر تقریب میں پہنچ کر ہماری خوشی کو دوبالا ضرور کیجیے گا۔

❁......❁......❁

آج دو اپریل کا وہ دن ہے جس دن آنچل کی سالگرہ کے موقع پر مینا بازار کی اس تقریب کا اعلان کیا گیا تھا جس کی تیاریاں پچھلے کچھ دنوں سے زور و شور سے کی جارہی تھیں یقیناً آپ لوگ بھی اب بے چینی سے تقریب میں شرکت کے خواں ہوں گے تو پھر چلیں ہم آپ کے انتظار اور بے چینی کو ختم کرتے ہوئے اپنے ہمراہ آپ کو بھی وہاں لیے چلتے ہیں جہاں اس خوب صورت تقریب کا انعقاد کیا گیا ہے۔

یہ داخلی دروازہ ہے جسے گلاب اور چنبیلی کے تازہ پھولوں سے بڑی خوب صورتی کے ساتھ سجایا گیا ہے۔ خوشبوؤں سے مہکتے اس خوب صورت راستے کو نظروں سے سراہتے ہم نے مسکراتے ہوئے آگے کی طرف قدم بڑھائے اور دروازے کو دھکیل کر اندر داخل ہوگئے جہاں سالگرہ مبارک کی بجتی سریلی سی ٹون نے ہمارے دل کی ٹون بدل کر رکھ دی۔ یونہی خوش ہوتے ہوئے جو ہم نے

نظر اٹھائی تو حیران رہ گئے یہاں تو ہماری سوچ سے بھی کہیں زیادہ رونق دکھائی دے رہی تھی، مسکرا کر چند قدم بڑھاتے ہوئے ہم اس طرف چلے آئے جہاں قیصر آنٹی آنچل اسٹاف کے ہمراہ مہمانوں کے استقبال کے لیے کھڑی تھی۔ ہمیشہ کی طرح شفقت بھری مسکراہٹ سمیت انہوں نے ہمیں خوش آمدید کہا تو ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ہم مزید آگے بڑھ آئے کہ اب آگے کا کام ہمارے ذمہ تھا۔ جی ہاں اس تقریب کو ہوسٹ کرنے کی ذمہ داری ہمارے سپرد تھی، جسے نبھانے کے لیے میں تو مکمل تیار تھی مگر اس وقت مجھے اپنی اس عزیز دوست کی تلاش تھی جو آنچل اور مجھ سے محبت کی خاطر دور دیس سے میرے بلاوے پر کراچی چلی آئی تھی۔ ابھی اس کی تلاش میں، میں نے نظر دوڑانی چاہی تھی کہ دائیں طرف سے خراماں خراماں سی چلتی وہ خود میرے پاس آتی دکھائی دی۔

"اتنی جلدی چلی آئی؟" اس کے لفظوں میں میٹھا سا طنز تھا جسے محسوس کرکے میں مسکرادی تھی۔

"ہاں تو اور کیا۔" میں مسکرا کر اس کا طنز پی گئی تھی، جس پر وہ خود بھی مسکرادی۔

"مجھے اتنی دور سے بلا کر خود تم اب آرہی ہو، تھوڑی تو شرم کرو۔" ایک اور وار ہوا تھا۔

"اچھا ناں، اب بس بھی کرو ویسے یہ تم نے ملتے ہی سلام دعا کے بجائے مجھ پر ہمیشہ کی طرح وار شروع کردیے ہیں، باز نہیں آؤ گی ناں تم؟" بے چارے قارئین حیران و پریشان ہورہے ہوں گے کم از کم مجھے اپنا تعارف ہی کروا لینے دو۔

جی ڈیئر قارئین! پریشان مت ہوں یہ ہماری بہت ہی پیاری اور دلاری صائمہ قریشی ہیں جو آکسفورڈ سے آنچل کی سالگرہ اٹینڈ کرنے یہاں آئی ہیں اور یہ ان کے ساتھ دھیمی سی مسکراہٹ لیے خاموش کھڑی سوہنی سی لڑکی ہماری ہمی ہے۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے ہی ان کی شادی ہوئی ہے اس لیے آپ آنچل کو سالگرہ وش کرنے کے ساتھ ساتھ ان کو شادی کی مبارک باد بھی ضرور دیجیے گا۔ ہمارا مزید تعارف تو چلتا ہی رہے گا ابھی فی الحال ہم آپ کو وہاں لیے چلتے ہیں جہاں تقریب شروع ہونے کو ہے۔

"کیوں صائمہ آپ کا کیا خیال ہے؟"

"جی فرح چونکہ پروگرام کو ہوسٹ ہم نے ہی کرنا ہے اس لیے ہمیں فوراً سے پہلے اندر چلے جانا چاہیے۔" صائمہ نے میری ہاں میں ہاں ملائی تو ہم نے ایک ساتھ قدم بڑھائے اور ہال میں داخل ہوگئے جو مہمانوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ لوگوں سے ملتے ملاتے ہم آگے کی طرف بڑھ آئے۔ جہاں فرنٹ سیٹ پر آنچل کی مدیرہ اور آنچل کا اسٹاف براجمان تھا اب تقریب کا باقاعدہ آغاز ہونے جارہا تھا۔ اسی لیے حافظ شبیر احمد نے بڑی خوب صورت آواز میں تلاوت قرآن پاک سے تقریب کا آغاز کردیا۔ اس کے بعد صدیقی بشیر نے نعت رسول مقبول ﷺ پڑھی۔ تلاوت اور نعت کی بدولت محفل کا ماحول بہت پر کیف محسوس ہورہا تھا۔ سبھی مسحور بیٹھے تھے تب آنچل کی مدیرہ قیصر آراء نے اسٹیج پر پہنچ کر آنے والے سبھی لوگوں کو دل سے خوش آمدید کہا اور آنچل کی پوری ٹیم کو سبھی سے متعارف کروانے کے بعد انہوں نے مسکرا کر اپنا بھی مختصر سا تعارف پیش کردیا۔

وہاں موجود سبھی انفاس خاموشی سے بیٹھے ان کی مدھر آواز میں کہی باتوں کو سن رہے تھے، اپنے تعارف کے بعد انہوں نے فرحت آراء کی یاد میں چند باتیں کرکے ان کی یاد کو نئے سرے سے سب کے ذہنوں میں تازہ کردیا تھا جبھی اس وقت وہاں موجود سبھی کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی در آئی تھی۔ ماحول پر ایک اداسی چھانے لگی تھی جس کو دور کرنے کی خاطر طوبیٰ شاہ، سدرہ اسلم، نرجس رانی، ہادیہ ظفر، رباب اور سحر طیبہ طاہر اسٹیج پر حاضر ہوئی اور بڑے ہی خوب صورت انداز میں ایک ملی نغمہ پیش کیا جس سے ماحول پر چھائی اداسی فوری طور پر دور ہوئی اور حاضرین کے دل بہل گئے اس کے بعد زنیرہ انصاری اور عطروبہ نے اپنے مزاحیہ انداز میں فنی خبریں سنا کر

لوگوں کے چہروں پر مسکراہٹ بکھیر دی۔ نازیہ مسکان، صوبیہ، ارم زنیرہ نوید، زنیرہ طاہر، شہنیلا، ثنا، ساریہ، طیبہ، لاڈو، ظل ہما، عابدہ، زرتاشہ، فروا، امید چوہدری، سدرہ، شہزادی شانزہ، سائرہ، ندا اور دیگر کئی ممبرز نے یکے بعد دیگرے دلچسپ اور مزاحیہ ڈرامے اور مختلف آئٹمز پیش کیے جس سے حاضری کی دلچسپی مزید بڑھتی جارہی تھی۔ ہماری محنت خوب وصول ہورہی تھی۔

تقریب کا آدھے سے زیادہ حصہ پیش کیا جاچکا تھا، اب حاضرین نے آہستہ آہستہ باہر کا رخ کرنا شروع کردیا تھا جہاں کھانے پینے کے مختلف اسٹالز کے ساتھ ساتھ ہم نے آنچل کی رائٹرز کی کتابوں کے لیے بھی الگ اسٹالز لگائے ہوئے تھے، ان اسٹالز کی ایک خاص بات یہ تھی کہ اپنی اپنی کتابوں کے اسٹالز پر رائٹرز خود بھی موجود تھیں۔ شاید اسی لیے اب لوگوں کی دلچسپی اندر کی بجائے باہر کی طرف زیادہ بڑھ گئی تھی، آئیں ہم بھی آپ کو وہاں لیے چلتے ہیں جہاں اس وقت رونق عروج پر ہے۔

یہ پہلا اسٹال ہے ہماری بہت ہی عزیز اور خوب صورت ساتھی رائٹرز عشنا سردار کا...... گو کہ ان سے ہماری خود کی بھی بہت ہی اچھی دوستی ہے مگر میری بہترین دوست عطروبہ سکندر ان کی بہت ہی بڑی فین ہے اس لیے ہم عطروبہ کو بھی ساتھ ہی لیے چلتے آئے ہیں تاکہ آج وہ بھی اپنی فیورٹ رائٹر سے ملاقات کرلے۔

"ہیلو عشنا کیسی ہیں آپ؟ آنچل کی اس تقریب میں شرکت کرکے آپ کو کیسا لگ رہا ہے؟ اسپیشلی اتنے سارے فینز کو ایک ساتھ دیکھ کر کیسا لگ رہا ہے؟"

"جی میں بالکل ٹھیک ہوں، آپ سنائیں آپ لوگ کیسی ہیں؟" عشنا نے ہمیشہ کی طرح اس بار بھی ہمارے سوالوں کا جواب بڑی محبت سے دیا تھا۔

اس تقریب میں شرکت کرکے مجھے بہت زیادہ اچھا لگ رہا ہے اور اتنے سارے چاہنے والوں کو ایک ساتھ دیکھ کر کس قدر خوشی ہورہی ہے وہ تو شاید لفظوں میں بیان ہی نہ کی جاسکے گی اور اسپیشلی عطروبہ سے مل کر مجھے بہت اچھا لگ رہا ہے۔" عشنا نے ہنس کر کہا تو ہم بھی دل سے مسکرادیے۔

"جی عشنا اس میں کوئی شک نہیں اعظمی ہماری بہت اچھی اور حساس دوست ہے، اس وقت آپ ہمیں آنچل کی سالگرہ کے موقع پر اپنے احساسات سے آگاہ کردیجیے۔"

"آنچل کا اور میرا ساتھ بہت ہی زیادہ پرانا ہے، جتنی محبت مجھے آنچل کی طرف سے ملی شاید ہی کہیں سے ملی ہو۔ جس کے لیے میں اپنے رب کی شکر گزار ہوں۔ آج چونکہ میرے آنچل کی سالگرہ ہے تو اس موقع پر میری بہت ساری دعائیں نیک تمنائیں آنچل کے لیے ہیں۔ دعا ہے آنچل اسی طرح ترقی کی منازل طے کرتا رہے اور اسی طرح ہر سال اپنی کامیابی کی سالگرہ مناتا رہے آمین۔"

عشنا سے ملاقات کافی اچھی رہی تھی، لوگوں کا ہجوم اب ہمارے گرد بڑھنے لگا تھا جو اس بات کا واضح ثبوت تھا کہ لوگ ہمارے اس عمل کو پسند کررہے ہیں اور اپنی پسندیدہ رائٹر کے متعلق زیادہ سے زیادہ جاننا چاہتے ہیں۔ بڑھتی ہوئی دلچسپی کو محسوس کرکے ہم عفت سحر طاہر کی طرف بڑھ آئے، جو اپنے اسٹال پر کھڑی ہماری طرف مسکرا کر دیکھ رہی تھیں۔

"السلام علیکم! عفت آپی کیسی ہیں آپ؟" ہم نے بیک وقت ان سے حال دریافت کیا تھا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں، آپ لوگ کیسی ہیں؟" عفت آپی نے اپنی پیاری سی مسکراہٹ سے ہمیں نواز کر اپنا دوپٹہ درست کرتے ہوئے ہمارے سوال کا جواب دیا تو ہم نے ان سے مزید سوال کردیا۔

"جی آپی ہم بھی ٹھیک ہیں جیسا کہ آپ دیکھ رہی ہیں اس وقت یہاں آپ کے چاہنے والوں کی بہت بڑی تعداد موجود ہے اور تقریباً سب ہی آپ کے متعلق جاننا چاہتے ہیں اس لیے آپ اپنے متعلق کچھ بتائیں؟"

"کچھ بھی لکھنے سے پہلے تو میں ان سبھی لوگوں کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گی جنہوں نے مجھے اپنی محبتوں سے نوازا۔ میری ہر تحریر کو اس قدر پذیرائی دی کہ میرے ہر لفظ کا حق ادا ہوگیا۔" عفت آپی نے اپنے جذبات کا اظہار خوب صورت لفظوں میں ادا کیا تھا۔

"جی آپی یہ تو آپ نے ٹھیک کہا ایک لکھاری کا لکھا اگر پڑھنے والے کو پسند آجائے' سمجھ آجائے تو لکھنے والے کے لفظوں کا حق ادا ہو جاتا ہے اور پھر آپ کا تو ہر لفظ ہی محبت بھرا محسوس ہوتا ہے مگر آپی! ایک بات محسوس کی گئی ہے لوگ جاننا چاہتے ہیں کہ آخر رائٹر کیسے بن جاتا ہے اور ایک رائٹر اور عام انسان میں کیا فرق ہوتا ہے؟"

"بڑا اچھا سوال ہے' اس طرح کا سوال اکثر ہی ہم سے کیا جاتا ہے۔ اس کا جواب میں بہت سادہ لفظوں میں دینا چاہوں گی کہ ایک لکھاری اور قاری میں بہت زیادہ فرق نہیں ہوتا ہم بھی انہی کی طرح کے انسان ہوتے ہیں انہی کی سی زندگی گزار رہے ہوتے ہیں طرز زندگی بھی انہی کا سا ہوتا ہے۔ فرق ہے تو صرف سوچ کا' اپنی بات کو بیان کرنے کے سلیقے کا' اس کے علاوہ کوئی فرق نہیں ہوتا۔ مجھے آنچل سے منسلک ہوئے تقریباً چودہ سال کا عرصہ گزر گیا ہے جب میرا آنچل سے تعلق جڑا تھا تو تب میں صرف آنچل کو پڑھا کرتی تھی پھر لکھنے کا سلسلہ شروع کیا تو تبصروں سے لکھنے کا آغاز کیا پھر جب محسوس ہوا میں کہانی بھی لکھ سکتی ہوں تو بلا جھجک کہانی کو لکھا اور آنچل کو بھیج دیا اور آج ایک لکھاری کی حیثیت سے آپ سب کے سامنے ہوں۔" عفت آپی نے ہمارے سوالوں کا تفصیلی اور اچھے لفظوں میں جواب دیا تھا۔ ان سے بات کر کے اچھا لگ رہا تھا مگر ابھی آنچل میں ٹنکے بہت سے جھلملاتے ستارے اور موتی ہمارے منتظر تھے اس لیے عفت آپی سے آنچل کی سالگرہ کی بیسٹ وشز لے کر ہم آگے چلے آئے جہاں اقراء صغیر احمد اپنی کتابوں کو ترتیب سے رکھتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں اور امرینہ خان ان کے برابر میں کھڑی یقیناً ان کی تعریف میں رطب اللسان تھی اور شاید ان کو یہ بتانے کی کوشش کر رہی تھی کہ وہ ان کی کس قدر فین ہے۔ امرینہ کی اس قدر دیوانگی سے ہم خوب واقف تھے اس لیے اسے شرارتی نظروں سے دیکھتے ہوئے ہم اقراء آپی کے نزدیک چلے آئے۔

"ہیلو اقراء آپی! کیسی ہیں آپ؟ اس خوب صورت تقریب کا حصہ بن کر کیسا محسوس کر رہی ہیں؟"

"میں بہت خوش ہوں' آج سے پہلے اس طرح کسی ادبی جریدے کی تقریب میں شرکت نہیں کی تھی ناں ہی اس طرح اپنی لکھاری بہنوں اور اپنے چاہنے والوں سے ملی تھی۔ اس لیے یوں اس طرح آج کی اس تقریب میں شرکت کر کے مجھے بہت اچھا لگ رہا ہے۔"

"اچھا آپی! آپ ہمیں اپنے بارے میں کچھ بتائیں' آنچل آپ کو کیسا لگتا ہے اور آج کل کیا مصروفیت ہے؟"

"آنچل مجھے بہت عزیز ہے اس میں میری لاتعداد تحریریں چھپ چکی ہیں' جن کے لیے قارئین کی پسندیدگی کے تمام خطوط میں بہت دل سے پڑھتی ہوں ان تمام خطوط میں' میں نے ایک بات نوٹ کی ہے کہ قارئین میری تحریروں کی ہیروئن کی طرح مجھے بھی ایک الھڑ لڑکی سمجھتے ہیں (ہاہاہا)۔ حالانکہ ایسا کچھ نہیں ہے میں ایک شادی شادہ خاتون ہوں۔ ہاں بس میری کوشش یہ ہوتی ہے کہ میں ایسی تحریر لکھوں جس کو پڑھ کر قارئین کچھ پل کے لیے زندگی کی تمام تلخیوں کو فراموش کر دیں اور خوش ہو جائیں اور رہا میری مصروفیات کے متعلق سوال تو ان دنوں میں اپنے ڈرامے میں مصروف ہوں جو کہ آنچل میں چھپنے والے ناول "تیری الفت میں" پر لکھا گیا ہے۔ آنچل کی سالگرہ کے موقع پر سبھی سے درخواست ہے کہ جس طرح میری تحریروں پر آپ لوگ اتنا اچھا رسپانس دیتے ہیں اسی طرح میرے ڈرامے کو بھی پسندیدگی کی سند دیجیے گا۔"

اقراء آپی واقعی بہت اچھا بولتی ہیں' ان سے بات کر کے دل کو بہت زیادہ خوشی محسوس ہوئی' اس لیے اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ان کی کامیابیوں پر ان کو دعاؤں سے نوازتے ہوئے ہم نے ہم نے شمیم ناز صدیقی کی طرف رخ کیا جو کہ ناساز طبیعت کی وجہ سے کرسی پر براجمان ہماری راہ تک رہی تھیں۔

"السلام علیکم آپی! پچھلے دنوں آپ کی طبیعت خراب تھی اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟"

"وعلیکم السلام! اللہ کا بڑا کرم ہے اب میری طبیعت پہلے سے بہتر ہے' اسی لیے آنچل کی سالگرہ کی اس اہم تقریب کو مس کرنے کی بجائے میں یہاں چلی آئی حالانکہ طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے میں کافی عرصہ سے آنچل کو کوئی نئی تحریر نہیں بھیج سکی ہوں مگر کوشش کرتی ہوں کہ جب بھی نیا کچھ لکھوں آنچل ہی کو بھیجوں۔ بس قارئین سے التماس ہے میرے لیے دعا کریں کہ میری طبیعت ٹھیک رہے اور میں آنچل کے لیے کچھ نیا بھیج سکوں۔"

"جی ضرور آپی! ہم سب کی دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔"

"بہت شکریہ' میری دعا ہے آنچل اسی طرح اپنی کامیابیوں کی تقریبات ہر سال مناتا رہے اور اسی طرح اس کا نام پھیلتا رہے' آمین۔"

اب ہم اگلی ملاقات کے لیے نزہت جبیں ضیاء کے پاس چلے آئے تھے۔

"نزہت آپا! کیسی ہیں آپ؟ جیسا کہ ہم سب ہی جانتے ہیں آنچل سے آپ کی وابستگی بہت زیادہ پرانی ہے تو اس عرصے میں آنچل سے جڑی ایسی یاد کے متعلق بتائیں جو آپ کو مسکرانے پر مجبور کر دیتی ہے؟"

"میں خیریت سے ہوں ہاں یہ سچ ہے آنچل سے میرا تعلق بہت پرانا ہے اور اس طرح آنچل کے حوالے سے کسی بھی تقریب کا پہلی بار حصہ بن کر مجھے بہت زیادہ خوشی ہو رہی ہے بلکہ میں تو یہ کہتی ہوں کہ آنچل اس طرح کی تقریبات کا اہتمام کرتا رہے تاکہ ہم سبھی کو مل بیٹھنے کا موقع ملتا رہے (ہاہاہا)۔ رہا تمہارے سوال کا جواب کہ آنچل سے جڑی کوئی یاد بتاؤں تو مجھے اچھی طرح یاد ہے جب میں نے اپنا ایک افسانہ آنچل میں بھیجا اور بعد میں مدیرہ کو کال کی تو معلوم ہوا کہ وہ افسانہ ان سے گم ہو گیا ہے مدیرہ نے دوسرا افسانہ بھیجنے کا کہہ دیا تو میں شدید پریشان ہوگئی کیونکہ میرے پاس اس افسانے کی کوئی دوسری کاپی موجود نہیں تھی۔ اس لیے تھوڑی سی مایوسی نے اپنے لپیٹے میں لے لیا مگر پھر خود کو سمجھا کر میں نے دوسرا افسانہ لکھا اور پھر سے آنچل میں بھیج دیا۔ اس کے کچھ عرصے بعد مدیرہ کی مجھے کال آئی اور انہوں نے مجھے بتایا کہ میرا جو افسانہ گم ہوا تھا وہ ان کو مل گیا ہے اور یہ کہ میرے دونوں ہی افسانے سلیکٹ ہو گئے ہیں' اس وقت جو خوشی میں نے محسوس کی تھی اسے آج بھی یاد کروں تو لبوں پر مسکراہٹ بکھر جاتی ہے۔"

"ہیلو اریشہ غزل آپی کیسی ہیں آپ اور کدھر گم گئی ہیں؟ کتنے عرصے سے آپ کی کوئی تحریر پڑھنے کو ملی ہی نہیں ہے حالانکہ آپ کی سبھی تحریریں اتنی اچھی ہوتی ہیں۔ پڑھنے والے پر اپنا اتنا اچھا تاثر چھوڑتی ہیں پھر آپ اب لکھ کیوں نہیں رہی ہیں؟"

"میں ٹھیک ہوں بس زندگی کی مصروفیات نے کاغذ قلم سے رشتہ کم کر دیا ہے' میری تحریروں پر پسندیدگی کا شکریہ۔ عموماً یہ ہوتا ہے انسان جس مزاج کا ہوتا ہے اسی طرح کی تحریریں رقم کرتا ہے میں خوش مزاج ذہن کی مالک ہوں۔ اس لیے اسی طرح کی تحریریں رقم کر پاتی ہوں' پیشے کے لحاظ سے ایک ڈاکٹر ہوں' آنچل سے میری شناسائی 1995ء میں ہوئی اس وقت میں میٹرک کے پرچے دے کر فارغ ہوئی تھی۔ آنچل سے میری بہت حسین یادیں جڑی ہیں مجھے ابھی تک یاد ہے 1999ء میں' میں نے ایک تین قسطوں کا ناول لکھ کر بھیجا تھا لیکن بدقسمتی سے میرے اس ناول کی آخری قسط مدیرہ سے گم ہوگئی اور مجھے آخری قسط دوبارہ سے لکھنے کا کہا گیا اب چونکہ میں عموماً فیئر لکھتی ہوں تو میرے پاس کوئی دوسری

کاپی نہیں ہوتی تب مدیرہ کے کہنے پر نئے سرے سے ذہن بنا کر اس آخری قسط کو دوبارہ سے لکھا اب چونکہ ایک بار پہلے میں لکھ چکی تھی اسی چیز کو دوبارہ لکھنے کا موقع ملا تو پہلے سے کہیں زیادہ اچھا لکھا گیا' جس کا ثبوت قارئین کے ڈھیروں پسندیدگی کے خطوط کو پڑھ کر ملا۔"

ہمارا اگلا سوال مسز نگہت غفار سے تھا۔

"نگہت آپا! آپ بہت عرصے سے آنچل سے غائب ہیں آپ کی کوئی تحریر بھی نظر سے نہیں گزری حالانکہ آپ کا آنچل سے کافی پرانا تعلق ہے تو پھر اب ایسا کیوں ہے؟

سب سے پہلے تو آنچل کو میری طرف سے بہت زیادہ سالگرہ مبارک ہو۔ میں کچھ مصروفیات کی بناء پر آنچل سے غائب ہوں مگر جلد ہی آنچل میں دکھائی دوں گی۔" نگہت آپا نے اپنی واپسی کی یقین دہانی کرائی تو ہم مطمئن ہو کر غزالہ عزیز کی طرف بڑھ آئے۔

"غزالہ آپی آپ کو آنچل کیسا لگتا ہے؟"

"واہ کیا سوال کیا ہے لڑکی! اس سوال کے جواب اتنے ہیں کہ کہنے بیٹھوں تو شاید لفظ ختم ہوجائیں۔" غزالہ عزیز بہت اچھی لکھاری کے ساتھ ایک خوش اخلاق ہستی کی مالک بھی ہیں' یہی وجہ تھی انہوں نے ہمارے سوال کا جواب اپنے پیارے انداز میں دیا تھا۔

میرے خیال میں آنچل وہ واحد ماہنامہ ہے جو نئے لکھاریوں کی سب سے پہلے حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ دن بہ دن آنچل کا بڑھتا معیار اس کا شمار ملک کے مقبول ترین رسالوں میں کررہا ہے اور اس کی اس کامیابی کا سارا کریڈٹ مدیرہ اور آنچل اسٹاف کے ساتھ ساتھ ہمیں بھی جاتا ہے (ہاہاہا)۔

غزالہ آپی کی بات پر وہاں موجود سبھی انفاس قہقہہ لگا کر ہنس دیئے تھے جس پر وہ خود بھی مسکراتی ہوئی آنچل کی سالگرہ پر مبارک باد دیتی ہوئی بولی تھیں۔

"میری دعا ہے آنچل اسی طرح کامیابی کی منازل طے کرتا جائے' آمین۔

اب ہمارا اگلا سوال میری بہت ہی پیاری اور حساس دوست اُم مریم سے ہے۔

"السلام علیکم مریم! آنچل کی تقریب میں شرکت کرکے کیسا لگ رہا ہے اور اسپیشلی مجھ سے ملاقات کرکے کیسا لگ رہا ہے؟" مریم سے میرا تعلق ہی کچھ ایسا تھا کہ دل خود بخود شرارت کی طرف مائل ہوگیا جس کو مریم نے خوب محسوس کیا تھا جبھی میرے ہی انداز میں گویا ہوئی۔

"وعلیکم السلام! آنچل کو میری طرف سے بہت زیادہ سالگرہ مبارک ہو۔ سالگرہ کی اس تقریب میں شرکت کرکے مجھے جتنی خوشی ہورہی ہے وہ بیان سے باہر ہے اور آپ سے ملاقات کرکے ہمیشہ کی طرح بہت اچھا لگ رہا ہے۔"

"اچھا مریم! یہ بتائیں کہ آنچل میں کون سی تحریر آپ کی وجہ شہرت بنی؟"

"جی ویسے تو سبھی تحریروں کو قارئین پسند کرتے ہیں مگر "ایک بجن ہرجائی" کو قارئین نے حد سے زیادہ پسند کیا تھا۔"

مریم سے ملاقات کے بعد اب ہمارا رخ نادیہ فاطمہ رضوی اور عالیہ حرا کی طرف تھا جو دونوں ایک ساتھ کھڑی محو کلام تھیں۔

"ہیلو نادیہ اور عالیہ! کیسی ہیں آپ دونوں؟"

"جی ہم بالکل خیریت سے ہیں۔" دونوں نے مسکرا کر ہمارے سوال کا جواب دیا تھا۔

"نادیہ آپ آنچل کی اس تقریب اور آنچل کے متعلق کچھ کہیے۔"

"آنچل ہمارا بہت ہی اچھا رسالہ ہے جہاں سے ہر بار ہر تحریر پر مجھے ڈھیروں محبتیں ملتی ہیں۔ اس لیے مجھے آنچل بہت عزیز ہے اور اس تقریب میں شرکت کرکے بہت زیادہ اچھا لگ رہا ہے۔"

"اوکے عالیہ حرا! آپ نے اب لکھنا اتنا کم کیوں کردیا ہے؟"

"بس جی ہر گزرتے دن کی نئی مصروفیت نے ایسا کرنے پر مجبور کردیا ہے مگر پھر بھی جب بھی مجھے وقت ملے میں ضرور کچھ نہ کچھ لکھ کر آنچل کو بھیجتی رہتی ہوں اور پھر مصروفیت میں گھر کر ہم بے شک ہر ماہ حاضری لگوا نہ سکیں مگر ہماری دعا یہی ہے کہ آنچل کے دامن میں اسی طرح ستارے جگمگاتے رہیں تاکہ آنچل ہر گزرتے دن کے ساتھ ترقی پاتا رہے آمین۔"

"السلام علیکم فصیحہ آپی! کیسی ہیں آپ؟ آنچل میں دوبارہ سے آپ کو دیکھ کر بہت اچھا لگ رہا ہے۔"

"وعلیکم السلام! میں بالکل خیریت سے ہوں ہاں آنچل سے تعلق تو میرا بہت پرانا ہے مگر پھر درمیان میں حالات اس طرح ہوئے کہ رابطہ ٹوٹ کر رہ گیا مگر اب پھر سے دوبارہ تعلق جڑا ہے تو کوشش کروں گی یہ تعلق ہمیشہ جڑا رہے آمین۔"

اب ہم اگلی ملاقات کے لیے انعم خان کے پاس جارہے ہیں۔

"ہیلو انعم! کیسی ہو' کیا حال چال ہیں؟"

"بس جی حال چال کا کیا بتاؤں بچوں کی مصروفیات نے تمام حالات بگاڑ کر رکھ دیئے ہیں۔" ویسے تو انعم خوش اخلاق اور خوش مزاج ہستی کی مالک ہیں مگر جب سے ان کے ہاں تین جڑواں بچوں کی پیدائش ہوئی یہ بوکھلا کر رہ گئی ہیں اور صرف اسی وجہ سے یہ آج کل لکھ بھی نہیں پارہی ہیں اور ہر بار میرا ان سے یہی کہنا ہوتا ہے کہ انعم تھوڑا سا وقت نکال کر کچھ لکھ لیا کرو اور ہر بار ان کی طرف سے یہی جواب ملا کرتا ہے جو وہ اس بار بھی کہہ رہی تھیں۔

"ہاں کوشش کروں گی وقت نکال کر کچھ لکھ لوں۔"

آنچل کے لیے ان کی بہت سی وشز کو قبول کرتے ہوئے ہم نے ایک ساتھ کھڑی نگہت عبداللہ' رخ چوہدری' سمیرا شریف طور' نازیہ کنول نازی' فاخرہ گل' انیقہ محمد بیگ' سباس گل' فرحانہ ناز اور صائمہ اکرم کی طرف رخ کیا۔

"السلام علیکم! آپ سب یہاں یوں ایک ساتھ......؟"

"وعلیکم السلام ہاں بھئی آنچل کی اس تقریب نے تو ہمیں خوشیوں سے بھر دیا ہے اتنے سارے چاہنے والوں کے ساتھ ساتھ اپنی اتنی ساری لکھاری ساتھیوں سے ملنے کا موقع بھی مل گیا ہے۔ ہم تو یہی کہیں گے آنچل اپنی سالگرہ کی تقریبات یونہی ہر سال اسی طرح مناتا رہے اور ہم اسی طرح ملاقات کرتے رہیں' آمین۔"

اب تک ہم وہاں موجود سبھی رائٹرز سے ملاقات کرچکے تھے اور اب دوبارہ سے اندر کا رخ کرنا چاہتے تھے اسی مقصد کے لیے جونہی ہم نے اندر کا رخ کیا "حجاب نقوی" نے ہمارا راستہ روک لیا۔

"میرے خیال میں آپ دونوں کا شمار بھی لکھاری بہنوں میں ہوتا ہے اس لیے ہم چاہیں گے آپ دونوں بھی اس موقع پر اپنے خیالات کا اظہار کریں۔"

حجاب کا خیال بالکل درست تھا دوسروں کے خیالات جاننے کی چاہ میں ہم اپنے خیالات کو فراموش کرگئے تھے۔

"تمہارے سوال کا جواب تو ہم ابھی دیتے ہیں مگر تم یہ بتاؤ کہ تم اتنی دیر سے کیوں آئیں؟ تم تو ہمارے ساتھ ساتھ اس تقریب کی بھی جان ہو پھر اس قدر دیر کیوں کی؟"

"بس جی اپنی اہمیت کا احساس تو دلانا ہے اور پھر اگر جلدی آجاتی تو اب یہ سوال کرکے تم دونوں سے جواب کون لیتا؟" حجاب ہمیشہ سے ہماری لاڈلی رہی تھی اور اسی بات کا اس نے بھرپور فائدہ اٹھایا تھا جس کو ہم نے خوب انجوائے کیا تھا اور اب ہم دونوں کا رخ صائمہ قریشی کی طرف تھا۔

"جی صائمہ! ہم آپ کے خیالات جاننے کے لیے بے چین ہیں۔"

"سب کی طرح سب سے پہلے میں بھی آنچل کو اس

کی سالگرہ پر مبارک باد پیش کرنا چاہوں گی۔ دعا ہے آنچل اسی طرح مہکتا رہے اور اپنے دلکش رنگوں سے سبھی کو خوشیاں دیتا رہے' آمین۔ آنچل مجھے بہت پسند ہے کیونکہ میری پہچان کی وجہ ہی آنچل ہے اس سے مجھے بہت ساری محبتیں ملی ہیں جس کے لیے میں اللہ کے بعد آنچل اور اپنے چاہنے والوں کی شکر گزار ہوں اور وعدہ کرتی ہوں کہ جب تک میرا قلم چلتا رہے گا میں اسی طرح آنچل اور آپ سب کے لیے نئی نئی تحریریں لکھ کر بھیجتی رہوں گی۔"

"بہت خوب! فرح اب تمہاری باری۔" حجاب کا رخ اب میری طرف تھا گو کہ میرے لیے اس طرح کچھ بولنا تھوڑا مشکل ہو رہا تھا مگر میں اس بات سے بھی خوب واقف تھی کہ عابی نے اس وقت تک میری جان نہیں چھوڑنی تھی جب تک اسے اس کے سوال کا جواب نہیں مل جانا تھا' سو میں نے بولنے ہی میں عافیت جانی اور اپنے خیالات اور جذبات کا اظہار کچھ اس طرح سے کیا۔

"گو کہ تم نے مجھے سلام نہیں کیا اس کے باوجود بھی میری طرف سے وعلیکم السلام! آنچل سے میرا تعلق اس وقت جڑا جب میں Bsc کے پیپرز دے کر فارغ ہوئی تھی تب سے اب تک آنچل سے تعلق جڑا ہی رہا۔ آج اس تقریب کے موقع پر بس اتنا کہوں گی کہ کوشش کروں گی آنچل کے لیے کچھ لکھ کر بھیجتی رہا کروں تاکہ اس سے تعلق جڑا رہے۔ آج آنچل کی سالگرہ ہے میری طرف سے آنچل کو اور میری ان تمام دوستوں اور قارئین کو سالگرہ مبارک ہو' جن کی سالگرہ اپریل میں ہوتی ہے۔ دعا ہے آنچل اسی طرح ترقی کی منازل طے کرتا رہے۔ اس موقع پر آنچل کے لیے میری طرف سے ایک خوب صورت دعا نظم کی صورت میں آنچل کے نام:۔

دھنک رنگوں سے سجا
ہے یہ میرا آنچل
ہمیشہ جھلملاتا رہے یونہی میرا آنچل
فلک کی سرزمین پر سدا ستاروں کی طرح چمکے
تیرے آنچل کو حسن رعنائی ملی جن کی بدولت
ان گوہر نایاب ہستیوں کو مبارک ہو یہ آنچل
محبت' وفا' خلوص وچاہت
ہر پل یونہی مہکتا رہے تُو اے میرے آنچل!
نہیں کچھ خاص کائنات کے پاس تجھے دینے کو
بس......!
یہ اک دعا ہے کہ
لمحہ لمحہ پھولوں کی طرح خوشبو بکھیرے میرا آنچل!

(فوزیہ سحر کائنات)

تقریب اب اپنے اختتام کی طرف پہنچ رہی تھی اندر کیک کٹنے کا اعلان ہو رہا تھا' سو اپنی تمام معروفیت کو وہیں چھوڑ کر ہم سبھی نے اندر کا رخ کیا جہاں قیصر آنٹی اور مکمل اسٹاف بہت سے لوگوں کے درمیان بڑا سا کیک چھتیس (36) موم بتیوں سے سجائے کھڑے تھے' دیر تھی تو کیک کے کاٹنے کی......!

جب سب آگئے تو قیصر آنٹی' مشتاق انکل اور طاہر انکل نے باری باری کیک پر چھری چلائی تو فضا سالگرہ مبارک اور تالیوں کے شور سے گونج اٹھی۔

ہر لب پر مبارک باد تھی اور ہر چہرے پر خوشی روشنی بن کر جگمگا رہی تھی جو اس بات کا واضح ثبوت تھی کہ آنچل کی کامیابی سے ان سبھی کی کامیابیاں جڑی تھیں اور وہ سبھی آنچل کے لیے دعا گو تھے۔ انتہائی خوش گوار موڈ میں کیک سے انصاف کرتے ہوئے یہ خوب صورت تقریب بہت سی حسین یادیں ہمارے ذہنوں پر اپنا نقش ہمیشہ کے لیے رقم کر کے اپنے اختتام کو پہنچی۔

آپ کو اس تقریب میں ہمارے ساتھ شرکت کر کے کیسا لگا اپنی قیمتی آراء سے ہمیں ضرور نوازیئے گا' اللہ آپ کا اور ہمارا حامی وناصر ہو۔ (آمین)

سالگرہ نمبر پر خصوصی مضمون

حمیرا علی

کبھی وہ وقت بھی تھا جب ہم زبان پر خاموشی کی مہر لگائے ہاتھوں کو خود ساختہ پابندیوں کی زنجیر پہنائے اپنی محبت کی تسلی وتشفی کی خاطر اپنے شوق کی تکمیل کے لیے محض آنچل کے مطالعے پر ہی قناعت کر کے شاد ہو جایا کرتے تھے لیکن ہم اپنی بے لگام محبت اور خود سر جذبوں پر کہاں تک پابندی عائد کرتے۔ جوں جوں ہماری آنچل سے محبت اور وابستگی قدیم ہوتی گئی ہم نے تمام تر جھجک اور خود ساختہ پابندیوں کو بالائے طارق رکھا اور آنچل سے تعلق مضبوط کرنے اور قرابت داری بڑھانے کی خاطر آنچل ڈائجسٹ کے مستقل سلسلوں میں شرکت کرنے کا ارادہ کر لیا۔

ابتدا میں "آئینہ" دیکھ کر ہم خود حیران رہ گئے تھے' وہ ہم ہی تھے بس پھر کیا تھا بے خطر بلا جھجک ہم بھی عاشقانِ آنچل کی دوڑ میں شامل ہو گئے۔ گزشتہ سالوں کی مانند آنچل سے وابستگی کے لیے اظہار کی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے سالگرہ اسپیشل میں شرکت کی غرض سے ہم نے کاغذ قلم اٹھایا اور ابھی چند سطور ہی تحریر کی تھیں کہ بے ہنگم شور وغل نے ہماری توجہ اپنی جانب مبذول کرالی۔ وہ شور اور آوازیں لمحہ بہ لمحہ ہمارے نزدیک آ رہی تھیں دفعتاً ایک اجنبی اور معصوم صورت دوشیزہ ہمارے کمرے کے دروازے پر نمودار ہوئی جو قدرے پُرجوش اور مسرور نظر آ رہی تھی۔

"میں اندر آ سکتی ہوں؟" جھجکتے ہوئے سوال کیا اور لپکتے ہوئے ہمارے نیم والبوں کی جنبش سے قبل ہی اندر آ گئی۔

"محترمہ آپ کون ہیں اور یہ شور کیسا ہے؟" ہم نے تنک کر پوچھا' اتنی بے تکلفی......

"ہم عاشقانِ آنچل ہیں۔"

"آہم......یعنی آپ بھی ہماری طرح خود کو ہم کہتی ہیں۔" ہم نے متاثر ہو کر پوچھا۔

"جی نہیں...... میں اور وہ سب جو باہر ہیں' ہم عاشقانِ آنچل ہیں۔" اس نے ہمیں یوں دیکھا جیسے ہم کوئی طفلِ ناداں ہو۔

"یعنی اپنے ہی قبیلے کے ہیں آپ لوگ۔" ہم نے خوش دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے باچھیں پھیلائیں۔

"جی نہیں ہم آنچل کے پرانے قاری ہیں اور اس کے عشق میں ہم بہت پہلے سے مبتلا ہیں۔" اس نے گردن اکڑا کر جواب دیا۔

"خیر پرانے قاری تو ہم بھی ہیں' آپ بتائیے کب سے آنچل کا مطالعہ کر رہی ہیں۔" ان محترمہ کی اکڑی گردن دیکھ کر ہم جل ہی تو گئے تھے۔

"بڑی آپا کے بقول انہوں نے جونہی ہوش سنبھالا آنچل کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا۔ ہوسکتا ہے بڑی آپا ماضی بعید میں کبھی بے ہوش یا مدہوش رہی ہوں (گستاخی معاف) لیکن جہاں تک میرا معاملہ ہے میں ابتدا سے ہی انتہائی باہوش مطلب ہوشمند رہی ہوں۔ لہٰذا کسی زمانے میں بڑی آپا کا آنچل ڈائجسٹ ان کی نظروں کے سامنے سے غائب کرنا میرے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔" ان محترمہ کی اکڑی گردن مزید اکڑ گئی۔

"میں نے تو پریوں' شہزادیوں کی کہانیاں کبھی پڑھی ہی نہیں۔ سیدھا آنچل ڈائجسٹ کو اپنا رفیق کار بنایا اور اب تک وہ میرے ہمراہ اور میں اس کے ساتھ ہوں۔"

پیر کے دن چھ خصوصیتیں

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ پیر کے دن کو آقائے نامدار تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے ساتھ ایک خاص مناسبت اور خصوصیت ہے وہ یہ ہیں کہ:۔

- پیر کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔
- پیر کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملی۔
- پیر کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ پہنچے۔
- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیر کے دن حجر اسود کو اپنی جگہ رکھا۔
- پیر کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے لیے غار ثور سے سفر کی ابتداء فرمائی۔
- پیر ہی کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا سانحہ پیش آیا۔

(مسند احمد: ۱/ ۲۷۷ رقم حدیث ۲۵۰۶)

نور سحر شاہ جیا شاہ...... شنکیاری مانسہرہ

"نہیں...... یہ موصوفہ کب وارد ہوئیں، ہماری اور اس معصوم صورت اجنبی محترمہ کی گفتگو کے درمیان مداخلت کرنے والی یہ نئی شخصیت بھی ہمارے لیے قطعاً اجنبی تھی۔

"آپ کی تعریف......؟" ہم نے گھبرا کر دریافت کیا آخر یہ آئیں کب؟

"میں بھی عاشقانِ آنچل میں سے ہوں۔"

"ہاں تو میں کیا کہہ رہی تھی آنچل سے میری وابستگی بے حد پرانی ہے۔ نووارد کے جواب پر ہم کوئی ردعمل ظاہر کرتے اس سے قبل ہی معصوم صورت اجنبی دوشیزہ دوبارہ شروع ہوگئیں۔

"مجھے ٹھیک سے پڑھنا بھی نہیں آتا تھا، لفظوں کو جوڑ توڑ کر پڑھتی، بڑے بڑے جملے، مشکل الفاظ، پیچیدہ کہانی سب بے شک سر پر سے گزر جاتا لیکن آپا کی دیکھا دیکھی اس دشوار ترین کام کو سرانجام دینا میرا پسندیدہ مشغلہ تھا اس پر مستزاد میری مطالعہ کرنے کی رفتار۔

"ہاں رفتار تو تمہاری خاصی تیز ہے، بلاتوقف، بلاتکان بول رہی ہو۔ نووارد ہماری طرح بامروت ہرگز نہیں تھیں۔" ان کی برداشت کا پیمانہ جلد ہی لبریز ہوگیا۔

"میں نے کبھی "آئینہ" میں یا آنچل کے کسی اور مستقل سلسلے میں شرکت نہیں کی۔ تین بچوں کا ساتھ میاں اور ساس سسر کی ذمہ داری فرصت ہی نہیں ملتی لیکن ہر ماہ کا آنچل پابندی سے پڑھتی ہوں۔ ڈش مقابلہ، روحانی مسائل کا حل، آپ کی صحت، میرے پسندیدہ ترین سلسلے ہیں۔ نازیہ کنول نازی، میری پسندیدہ مصنفہ اور......" وہ مزید بے تاب تھیں لیکن ان کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا کیونکہ درمیان میں ہی ایک شوخ وشنگ، آواز نے ان کی آواز کا گلا گھونٹ دیا۔

"میں تو آنچل کی ان سے بھی بڑی فین ہوں۔ میٹرک کی طالبہ ہوں، عموماً گھر کی چھت پر بنے چھوٹے سے اسٹور میں ہماری محفل جمتی ہے، بھئی میں تنہا ہی آنچل کی دیوانی نہیں ہوں۔ میری ہمراز، دمساز میری ہی طرح

کھانے کا اسلامی طریقہ

- پہلے لقمہ پر بسم اللہ دوسرے سے قبل بسم اللہ الرحمٰن اور تیسرے سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھیے۔
- بسمہ اللہ زور سے پڑھیے تاکہ دوسروں کو بھی آواز آجائے۔
- یاواجد...... جو کوئی کھانا کھاتے وقت ہر نوالہ پر پڑھا کرے گا تو ان شاء اللہ اس کے پیٹ میں نور پیدا ہوگا اور بیماری دور ہوگی۔
- مٹی کے برتن میں کھانا افضل ہے۔
- سالن یا چٹنی کی پیالی روٹی پر مت رکھیں۔
- ہاتھ یا چھری کو روٹی سے نہ پونچھئے۔
- زمین پر دسترخوان بچھا کر کھانا سنت ہے
- ٹیک لگا کر، ننگے سر، لیٹے لیٹے یا چوکڑی مار کر کھانا مت کھائیے۔
- اول آخر نمک یا نمکین کھائیے اس سے بیماریاں دور ہوتی ہیں۔
- روٹی ایک ہاتھ سے نہ توڑئیے کہ مغروروں کا طریقہ ہے۔
- روٹی الٹے ہاتھ میں پکڑ کر سیدھے ہاتھ سے توڑئیے سنت ہے۔
- سیدھے ہاتھ سے کھائیے، الٹے ہاتھ سے کھانا، پینا، لینا، دینا شیطان کا طریقہ ہے۔
- کھانا کھانے سے پہلے پھل کھائیے، مفید ہے۔

غلام فاطمہ...... سمبڑیال

مظلوم و معصوم میری دو ہم عمر کزنز بھی ہیں۔ انہیں بھی کورس کی کتابوں سے زیادہ آنچل اٹریکٹ کرتا ہے، ویسے ہم تینوں پڑھائی میں بہت اچھی ہیں۔ نکمی اور نالائق نہیں ہیں، ویسے آپس کی بات ہے ہماری عمر میں آپ بھی کورس کی کتابوں سے زیادہ آنچل کی دیوانی ہوں گی۔ ہیں ناں...... اس چلبلی لڑکی نے شرارت سے چمکتی آنکھوں کے ساتھ ہمیں وہ سہانا وقت یاد دلا دیا۔

"ارے رہنے بھی دو، آنچل میرا پسندیدہ رسالہ ہے، اقراء صغیر، سمیرا شریف اور نازیہ کنول نازی تو ہیں ہی کمال اور ان کی تحریریں سچ مچ کوئی جادو ہے ان کے قلم میں۔ مستقل سلسلے تو سارے ہی اچھے ہیں لیکن "بیوٹی گائیڈ" تو میرے مطلب کا ہے آخر مجھے اپنی خوب صورتی کا خیال بھی تو رکھنا ہوتا ہے لیکن مجھ سے زیادہ میری شخصیت کے نکھار کا خیال آنچل ڈائجسٹ رکھتا ہے۔ ایک بے حد سجی سنوری دوشیزہ نے لہک لہک کر ہمیں اپنے خیالات سے آگاہ کیا۔ کوئی ہمیں بھی تو بولنے کا موقع دے ہم نے دل ہی دل میں دہائی دی۔

"ارے یہ کیا! یہ لوگ تو بلا اجازت ہی ایک کے بعد ایک ہمارے کمرے میں گھسے چلے آرہے ہیں۔"

"ہم تو خود بھی مبتلائے عشق ہیں کوئی ہماری بھی سن لے۔" لیکن اس نقار خانے میں ہماری طوطی کہاں بول سکتی ہے جہاں کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی۔

"میری داستان تو انتہائی المناک ہے، ہر ماہ بھائی کی خوب منتیں کرکے آنچل منگواتی ہوں اور وہ خود ہی لے اڑتا ہے۔ پہلے خود پورا آنچل چاٹ لیتا ہے پھر میری پسندیدہ قسط وار کہانیاں مجھے سنا سنا کر میری جان جلاتا ہے اور تو اور "بیاض دل" اور "غزلیں نظمیں" میں بھی شرکت کرتا ہے کہ یہیں تک بے چارے کی رسائی ہے۔"

"چچ چچ ہمیں بے حد ہمدردی ہے، ویسے آپ کو اپنے بھائی سے شکایت ہے یا ان کی حالت زار پر افسوس ہے۔"

"اُف او...... اب ہماری باری بھی آنے دو۔" ہماری حسِ مزاح پھڑکی ہی تھی کہ ایک انتہائی باوقار خاتون نے

ہمیں بُری طرح ٹوک دیا۔ ہم ان خاتون کے احترام میں چپ رہ گئے۔

"تم سب سے پرانی تو ہماری آنچل سے وابستگی ہے میں اپنی ہم عمر عاشقانِ آنچل کی بات کررہی ہوں۔ آنچل نے ہماری آنکھوں کے سامنے اپنی عمر کے مدارج طے کیے اور آج 36 سال گزار کر اپنے شباب کو پہنچ گیا ہے۔ ان دنوں ہم کالج جایا کرتے تھے نہ ہی موبائل فونز اس طرح عام ہوئے تھے نہ ہی سوشل میڈیا نے اتنی ہنگامہ خیز ترقی کی تھی۔ ہماری ساری تفریحات کا ذریعہ و منبع آنچل ہی ہوا کرتا تھا۔ گھر کے کاموں سے پڑھائی لکھائی اور دیگر مصروفیات سے فارغ ہوکر ہم رسالے کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔ یہی کوئی اکیاسی بیاسی کا سن ہوگا۔ ہمیں آج بھی وہ کہانیاں ازبر ہیں 36 سال گزر گئے لیکن لگتا ہے کل کی بات ہے۔" وہ خاتون آنچل کے ساتھ طویل سفر طے کرچکی تھیں۔

"مجھے تو ڈائجسٹ ملتا ہی تاخیر سے ہے آٹھ لڑکیوں کے گروپ میں میرا نمبر سب سے آخر میں آتا ہے۔"

"میری تو پوری فیملی آنچل کی دیوانی ہے اور اسی سبب میرا نمبر سب سے آخر میں آتا ہے۔ میں گھر میں سب سے چھوٹی جو ہوں۔"

"میں بھی برسوں سے آنچل پڑھ رہی ہوں۔"

"میں بھی...... میں بھی......" ہمارے اردگرد دو ہی لفظوں کی گردان ہونے لگی۔

"اگر آپ سب واقعی آنچل برسوں سے پڑھ رہی ہیں تو پھر آپ سب سے ہم کیوں واقف نہیں ہیں۔ ہمیں تو یاد نہیں پڑتا کہ ہم نے کبھی بھولے بھٹکے "آئینہ" میں آپ میں بھی سے کسی کو دیکھا ہو۔" ہمیں بڑی دیر بعد اپنے ذہن میں کلبلاتے سوال کے اظہار کا موقع ملا۔

"اس لیے کہ ہم آنچل کے خاموش قارئین ہیں کبھی ہمت ہی نہیں ہوئی "آئینہ" میں شرکت کرنے۔ کچھ ایسے قارئین بھی ہیں جنہیں خیال نہیں آیا وقت نہیں ملا یا پھر ان کی نگارشات محکمۂ ڈاک کے نظام کی ابتری کے باعث ہمیشہ تاخیر کا شکار رہتی ہیں۔" ایک خاتون نے اس شور میں بھی ہمارا سوال سن لیا۔

"چلیں اب تو خیال آگیا ناں جائیں "آئینہ" میں قدم رنجہ فرمائیں۔" ہم نے فی الفور انہیں مشورے سے نوازا۔

"جی بالکل ہم اب وہاں بھی اپنا رخ روشن دکھائیں گے لیکن فی الحال ہمیں سالگرہ اسپیشل میں شرکت کرنی ہے۔" ایک اور محترمہ نے نہایت چبا چبا کر جواب دیا۔

"ک ک...... کیا مطلب...... لیکن سالگرہ اسپیشل میں تو ہم شریک ہونے کے خواہش مند تھے۔ آپ سب جائیں گی تو ہماری جگہ کہاں رہ جائے گی۔" ہم نے گھبرا کر اس مجمع پر نظر ڈالی جو بڑھتا ہی جارہا تھا۔

"ہم آنچل کی سالگرہ اسپیشل میں آنچل کی سالگرہ منانے آپ کے ہمراہ ہی جائیں گے کیونکہ ہم سب بھی عاشقانِ آنچل ہیں۔ لفظوں کی صورت میں اظہار نہیں کرتے تو کیا ہوا آنچل کا مطالعہ تو ہم بھی باقاعدگی سے کرتے ہیں۔"

"بالکل ہم بھی عاشقانِ آنچل ہیں...... میں بھی ہم بھی......" ہمارے اردگرد آوازوں کا شور بڑھتا ہی جارہا تھا۔ ہمیں یقین نہیں آرہا تھا یہ خاموش قارئین ہیں دراصل یہ خاموش قارئین کبھی ہوا کرتے تھے اب ان کی خاموشی ٹوٹی ہے اور آپ...... آپ کیوں خاموش ہیں آخر آپ بھی تو عاشقانِ آنچل ہیں کیوں ہیں ناں......!

روحانی مسائل کا حل

حافظ شبیر احمد

صبا حسن...... سیالکوٹ

جواب:۔ مسئلہ نمبر ا:۔ "سورۃ النصر" 125 مرتبہ اول و آخر 25,25 مرتبہ درود ابراہیمی بعد نماز عشاء روزانہ زمین کے لیے۔ پڑھتے وقت مقصد ذہن میں رکھیں۔

مسئلہ نمبر ۲:۔ تازہ دودھ اور پانی برابر ملا کر پئیں۔ "یا شافی یا کافی" 7 بار پڑھ کر کسی پر پھونک مار کر پئیں۔ انفکشن ختم ہوجائے گا۔

اسماء...... سرگودھا

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ الفرقان آیت نمبر 74' 70 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ عشاء کی نماز کے بعد (اسماء خود کرے)۔

ایک تسبیح استغفار' ایک تسبیح درود شریف پڑھ کر اپنے مسئلے کے لیے دعا کریں۔

س۔ رانی...... گجرات

جواب:۔ بعد نماز عشاء 111 مرتبہ سورۃ القریش اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔

امتحان میں کامیابی اور معاشی حالات کے لیے دعا کریں روزانہ۔

ناہید اختر...... حیدرآباد

جواب:۔ نماز کی پابندی کریں۔

جب گھر میں چینی آئے اس پر 3 مرتبہ سورۃ مزمل پڑھ کر دم کردیں۔ لڑائی جھگڑے نہیں ہوں گے۔ اول و آخر 3,3 مرتبہ درود شریف۔ چینی گھر کے تمام افراد کے استعمال میں آئے۔

رشتوں کے لیے:۔ بعد نماز فجر سورۃ الفرقان کی آیت نمبر 74' 70 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔

معاشی مسائل کے حل کے لیے:۔ بعد نماز عشاء سورۃ قریش 111 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ دعا بھی کریں۔

فرخ فاطمہ اشرف...... حویلی لکھا

جواب:۔ سرسوں کا (کڑوا تیل) 41 مرتبہ سورۃ فاتحہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ روزانہ رات سر کی مالش کریں صبح غسل کرلیں۔

عظمیٰ بنت نسیم اختر...... خانیوال

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ فاتحہ 41 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف پڑھ کر پورے جسم پر ہاتھ پھیریں۔

مغرب اور عشاء کی نماز کے بعد سورۃ فلق' سورۃ الناس 19,19 مرتبہ دم بھی کریں۔

ع۔ع اسلم...... سرگودھا

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ الفرقان کی آیت نمبر 74' 70 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ دعا کریں جلد اور اچھے رشتے کے لیے۔

بعد نماز مغرب اور عشاء سورۃ الفلق' سورۃ الناس 19,19 مرتبہ بندش ختم کرنے کے لیے۔

"یا قوی" فرض نماز کے بعد 11 مرتبہ سر پر ہاتھ رکھ کر۔ سبق پڑھنے سے پہلے 7 مرتبہ سورۃ قریش۔

ا۔ن...... ضلع چکوال

جواب:۔ رشتے کے لیے بعد نماز فجر سورۃ الفرقان کی آیت نمبر 74' 70 مرتبہ اول و آخر 11,11 درود شریف۔

بعد نماز مغرب اور عشاء سورۃ الفلق' سورۃ الناس 19,19 مرتبہ بندش اور رکاوٹ کے لیے۔

جو کام شروع کریں پہلے استخارہ کرلیا کریں۔ بعد نماز عشاء 111 مرتبہ سورۃ القریش اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ روزی کے لیے دعا کریں۔

ثوبیہ......فیصل آباد

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ یٰسین 3 مرتبہ پڑھ کر اپنے مسئلے کے لیے دعا کریں۔

سیما پروین......کراچی

جواب:۔ بعد نماز عشاء 111 مرتبہ سورۃ القریش اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔

عائشہ رحمت علی......گوجرانوالہ

جواب:۔ (ا) جب تک ضرورت محسوس کریں وظیفہ جاری رکھیں۔ خاص دنوں میں نہ پڑھیں۔

سورۃ "بینہ" پارہ ۳۰ صبح وشام 3،3 مرتبہ پانی پر دم کر کے پلائیں۔ روزانہ اول وآخر 3،3 مرتبہ درود شریف۔

رقیہ بی بی......جام پور

جواب:۔ بعد نماز عشاء سورۃ قریش 111 مرتبہ اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ دونوں پڑھیں۔ اپنے اپنے مسئلوں کے لیے۔

رضیہ بیگم......لاہور

جواب:۔ وظیفہ جاری رکھیں۔

چاروں قل شریف 3 مرتبہ۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ایک تسبیح۔ اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔

آپ کی بیٹی پانی پر پڑھ کر روزانہ آپ پر چھڑکے پورے جسم پر۔

نسرین اختر......میانوالی

جواب:۔ نماز کی پابندی کریں۔

رشتہ کے لیے سورۃ الفرقان آیت نمبر 74، 70 مرتبہ اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ بعد نماز فجر۔

سامان کی واپسی اور زمین کے لیے:۔ سورۃ یٰسین 3 مرتبہ بعد نماز فجر دعا بھی کریں۔

دکان کے لیے:۔ سورۃ الفلق اور سورۃ الناس 21،21 مرتبہ پڑھ کر پانی دکان میں چھڑکیں روزانہ۔

111 مرتبہ سورۃ القریش پڑھیں بعد نماز عشاء اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ دکان چلے گی انشاء اللہ۔

مسئلہ ۵:۔ اللہ سے توبہ کرو، حلال کھاؤ۔

یسریٰ......ہری پور

جواب:۔ بہتر استخارہ آپ خود کریں۔

طریقہ عالم سے پوچھ لیں پھر کوئی فیصلہ کریں۔

اللہ آپ کے حق میں بہتر فیصلہ فرمائے۔ آمین

ثناء عارف......گوجرانوالہ

جواب:۔ آیات شفاء 21 مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کریں گھر کے تمام افراد پئیں صبح نہار منہ روزانہ۔

کاروبار کے لیے:۔ بعد نماز عشاء 111 مرتبہ سورۃ قریش اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ دعا بھی کریں۔

سعدیہ صدیق......شورکوٹ

جواب:۔ بعد نماز عشاء سورۃ ال عمران آیت نمبر 38 روزانہ 101 مرتبہ اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ دعا کریں پھر۔

ثناء عشرت......سہالہ

جواب:۔ نیم کے پتوں کا رس نکال کر پورے جسم پر لگائیں۔ 10 منٹ بعد غسل کرلیں۔ ہفتہ میں 3 مرتبہ۔

رشتہ کے لیے:۔ سورۃ الفرقان آیت نمبر 74، 70 مرتبہ اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ بعد نماز فجر دعا بھی کریں۔ جلد اور اچھے رشتے کے لیے۔

ماریہ عظیم......واہ کینٹ

جواب:۔ بعد نماز عشاء سورۃ قریش 111 مرتبہ اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔

وظیفہ شروع کردیں اور نتیجہ آنے تک جاری رکھیں ان شاء اللہ کامیابی ہوگی۔ دعا بھی کریں۔

شازیہ

جواب:۔ مسئلہ ۱:۔ قسم کی اہمیت کے متعلق عالم سے رجوع کریں۔ وظیفہ جاری رکھیں۔

مسئلہ ۲:۔ سورۃ قریش 111 اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ اچھی اور جلد نوکری کے لیے دعا کریں اور کچھ نہ پڑھیں۔

تحریم......جھنڈو

جواب:۔ ۱:۔ آیات شفاء صبح وشام 7،7 مرتبہ پڑھ کر دم کریں اور پانی بھی پئیں۔

۲:۔ بچی جب سوجائے تو ماتھے اور سینے پر انگلی (شہادت) سے (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) لکھ دیا کریں۔ مسئلہ حل ہوجائے گا۔

بشریٰ ملک......فیصل آباد

جواب:۔ مسئلہ ۱:۔ کوئی حل نکالیں۔

۲:۔ مغرب اور عشاء کی نماز کے بعد 7،7 مرتبہ سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھا کریں۔

م ع......مانگٹ

جواب:۔ فرض نماز کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر "یا قوی" 11 مرتبہ پڑھا کریں۔ قوت حافظہ کے لیے۔

بعد نماز عشاء سورۃ قریش 111 مرتبہ اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔

معاشی مسائل اور گھر بکنے کے لیے دعا کریں۔

شائلہ کرن......چھوٹا گھسیٹ پورہ

جواب:۔ آپ نے اپنے والد کا نام تو لکھا نہیں خط میں؟ استخارہ کرلیں۔

معاشی حالات کے لیے سورۃ قریش 111 مرتبہ اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ پھر دعا کریں۔

کومل رباب......لاہور

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ شمس 41 مرتبہ پانی پر پڑھ کر دم کریں۔ صبح نہار منہ گھر کے تمام افراد کو پلائیں۔ اول وآخر 11،11 مرتبہ درود پڑھیں۔

نیت بھی ہو کہ فرمانبردار بن جائیں۔

http://facebook.com/elajbilquran
www.elajbilquran.com

نوٹ

جن مسائل کے جوابات دیئے گئے ہیں وہ صرف انہی لوگوں کے لیے ہیں جنہوں نے سوالات کیے ہیں۔ عام انسان بغیر اجازت ان پر عمل نہ کریں۔ عمل کرنے کی صورت میں ادارہ کسی صورت ذمہ دار نہیں ہوگا۔

موبائل فون پر کال کرنے کی زحمت نہ کریں۔ نمبر بند کردیا گیا ہے۔

اس ماہ جن لوگوں کے جواب شائع نہیں ہوئے وہ اگلے ماہ شائع ہوں گے۔

ای میل صرف بیرون ملک مقیم افراد کے لیے ہے۔

rohanimasail@gmail.com

روحانی مسائل کا حل کوپن برائے مئی ۲۰۱۴ء

نام ...... والدہ کا نام ...... گھر کا مکمل پتا ......

......

گھر کے کون سے حصے میں رہائش پزیر ہیں ......

biazdill@aanchal.com.pk

بیاض دل

میمونہ رومان

نوشین اقبال نوشی..... گاؤں بدر مرجان

یہ جو عین یہ جو شین یہ جو قاف کرتا ہے
یہ لاحق جس کو ہوجائے اسے برباد کرتا ہے
ریاضی دان بھی حیران ہیں اس بات پر
یہ کس کلیہ کی نسبت جفت کو یوں طاق کرتا ہے؟

رخسانہ اسماعیل..... تونسہ شریف

خود کو چنتے ہوئے دن سارا گزر جاتا ہے فراز
پھر ہوا شام کو چلتی ہے تو میں بکھر جاتا ہوں
مجھ سے کیا پوچھتے ہو زندگی کے بارے میں
اجنبی کیا جانتا ہے؟ اجنبی کے بارے میں

حنا فاطمہ..... کراچی

ہم تسلیم کرتے ہیں ہمیں فرصت نہیں ملتی
مگر جب یاد کرتے ہیں زمانہ بھول جاتے ہیں

راؤ تہذیب حسین تہذیب..... رحیم یار خان

کیا یہی ہے جرأت و مردانگی کچھ تو کہو؟
غم کے ماروں بے کسوں کی بے بسی سے کھیلنا
احترام آدمیت جب سے اٹھا ہے نہ پوچھ
کس قدر آسان ہے اب زندگی سے کھیلنا

امبر گل..... جھڈو سندھ

نہ سوال بن کر ملا کرو نہ جواب بن کر ملا کرو
میری زندگی میرے خواب ہیں مجھے خواب بن کر ملا کرو
ابھی سوچنا ہے تو سوچ لو ابھی چھوڑنا ہے تو چھوڑ دو
نئے موسموں میں ملو مجھے تو گلاب بن کر ملا کرو

عائشہ پرویز..... کراچی

پھر یوں ہوا کہ راستے یکجا نہ ہوسکے
وہ بھی انا پرست تھا میں بھی انا پرست

مدیحہ نورین مہک..... برنالی

محبت آزمانا ہو تو اتنا ہی کافی ہے
ذرا سا روٹھ کر دیکھو منانے کون آتا ہے؟

خندہ حیدر..... کوٹ قیصرانی

عادت مجھے اندھیروں سے ڈرنے کی ڈال کر
اک شخص میری زندگی کو رات کرگیا.....

امبرین کوثر..... ملتان خورد

تناؤ میں آجائیں تو دھاگے ٹوٹ جاتے ہیں
ذرا سی بات پر دیرینہ رشتے ٹوٹ جاتے ہیں
ہزاروں خواہشیں ترتیب پاتی ہیں خیالوں میں
مگر جب آنکھ کھلتی ہے تو سپنے ٹوٹ جاتے ہیں

منیبہ نواز..... صبور شریف

حسن کردار سے نور مجسم ہوجا اقبال
کہ ابلیس بھی تجھے دیکھے تو مسلماں ہوجائے

نورین لطیف..... ٹوبہ ٹیک سنگھ

یہ ناممکن ہے ہو ساتھ کسی کا زندگی بھر
تقدیر کے ہاتھوں میں سب ہی کھلونے ہیں

محمد مسعود احمد..... سرگودھا

قدرت کے کھیل بھی عجیب ہوتے ہیں
بچھڑتے بھی وہی ہیں جو قریب ہوتے ہیں
اور محبت کرنے والوں کو ہی مسعود
خوشیوں کی جگہ آنسو نصیب ہوتے ہیں

شزا بلوچ..... جھنگ

شکوۂ ظلمت شب سے تو کہیں بہتر تھا
اپنے حصے کی کوئی شمع جلاتے جاتے
کتنا آساں تھا ترے ہجر میں مرنا جاناں
پھر بھی اک عمر لگی جان سے جاتے جاتے

عائشہ بشارت علی..... گوجرانوالہ

ہم سے مت پوچھ کہ کب چاند نکلتا ہے یہاں
ہم نے سورج بھی تیرے شہر میں آکر دیکھا
دکھ ہی ایسا تھا جو رویا تیرا محسن ورنہ
غم چھپا کر اسے ہنستے ہوئے اکثر دیکھا

شگفتہ خان..... بھلوال

تیری آنکھوں میں سدا پیار کے جگنو چمکیں
تیرے ہونٹوں پر سدا دھیمی سی مسکان رہے

مصباح نذیر یکہ نذیر..... شادیوال گجرات

جی تو چاہتا ہے تجھے چیر کے رکھ دوں اے دل
نہ وہ رہے تجھ میں نہ تو رہے مجھ میں

فیاض اسحٰق مہانہ..... سلانوالی

دیوار خستہ حال ہے در اداس ہے
جب سے کوئی گیا ہے میرا گھر اداس ہے
اک بار ملا تھا مجھے بے رخی کے ساتھ
اس دن سے دل کا شہر برابر اداس ہے

سیدہ علیشاہ..... بہاولپور

میں کروں کیوں اب کوئی تدبیر بھی
آشیاں بھی جل چکا ہے اور میری تقدیر بھی

جاناں..... چکوال

ہم نے بھی اک ایسے شخص کو ٹوٹ کر چاہا ہے دوست
جس کو بھولنا ہمارے بس میں نہیں اور پانا ہماری قسمت میں نہیں

این صدیقی، ثمن گیلانی..... آزاد کشمیر

فلک سے توڑ لایا ہوں مگر پھر سے نئی ضد ہے
ستارے میں نہیں لیتی، مجھے تو چاند لاکر دو

کوثر ناز..... حیدرآباد

مجھے علم نہیں محبت کس شے کا نام ہے لیکن
آج کل ہر آہٹ ذرا چونکا سی دیتی ہے

سید بشارت شاہ..... کراچی

رنج کے تھے کبھی ملال کے تھے
اس کے دعوے بہت کمال کے تھے
آج وہ دے رہا تھا درس وفا
سارے قصے میرے زوال کے تھے

سیدہ جیا عباس کاظمی..... تلہ گنگ

اجڑا جڑ کے سنورتی ہے تیرے ہجر کی شام
نہ پوچھ کیسے گزرتی ہے تیرے ہجر کی شام
اجاڑ گھر میں کوئی چاند کب اترتا ہے
سوال مجھ سے یہ کرتی ہے تیرے ہجر کی شام

سامعہ ملک پرویز..... بصیرہ خانپور ہزارہ

گزشتہ عمر رواں کی ادھوری خواہشوں کی طرح
وہ اک شخص ہے میرے ساتھ مگر اک یاد کی صورت

سائرہ پرواعلی..... مرغائی راجن پور

دہکتی ہے میرے اندر فصل شعلوں کی
تم بات کرتے ہو بارش کی پھولوں کی
اک لڑکی ہنستی تھی چھوٹی چھوٹی باتوں پر
مگر یہ بات پرانی ہے جانے کتنے سالوں کی

حافظہ سمیرا..... 157 این بی

وہ اک شخص کہ جس سے محبتیں تھیں بہت
خفا ہوئے تو اسی سے تھیں شکایتیں بہت
بہت پیارے تھے اپنے اصول اس کو بھی
ہمیں بھی اپنی انا کی تھیں ضرورتیں بہت

وفا علی چوہدری.....

ہجر کی رات میں روتی ہیں اکثر آنکھیں
وصل کی ہر بات پر روتی ہیں اکثر آنکھیں
بن برسات کا موسم تو رہتا ہے صدا
بھری برسات میں بھی روتی ہیں اکثر آنکھیں

نادیہ عباس دیا، آورش نایاب..... موسیٰ خیل

جو اس کے چہرے پر رنگ حیا ٹھہر جائے
تو سانس، وقت، سمندر، ہوا ٹھہر جائے
وہ مسکرائے تو ہنس ہنس پڑیں کئی موسم
وہ گنگنائے تو باد صبا ٹھہر جائے

طلعت نظامی..... کراچی

لوگ کیوں بس جاتے ہیں کبھی سوچا ہے
کس لیے جاں سے گزر جاتے ہیں کبھی سوچا ہے
جو نظر آتے ہیں آئینہ سی پوشاکوں میں
وہ بھی مٹی میں اتر جاتے ہیں کبھی سوچا ہے

حنا نورین..... والبندین

تم ہو زندہ و جاوید روایت کے چراغ
تم کوئی شام کا سورج ہو جو ڈھل جاؤ گے
اپنی مٹی پر چلنے کا طریقہ سیکھو

سنگِ مرمر پر چلو گے تو پھسل جاؤ گے
عروسہ شہوار رفیع...... جہلم

جنوں کے راستے یوں تو کٹھن سے لگتے ہیں
مگر یہ راستے منزل تلک نکلتے ہیں
زمانہ ہر قدم پہ راہ روکنے والا
عزائم پختہ ہوں جن کے وہ کب بھٹکتے ہیں
ارسہ...... فیصل آباد

زندگی کا سفر تاحد نظر کٹھن معلوم ہوتا ہے
ایک بوجھ جدائی' دشت تنہائی اور تمہارا غم
ارم کمال...... فیصل آباد

آگ سے سیکھ لیا ہے ہم نے یہ قرینہ بھی
بجھ بھی جانا تو بڑی دیر تلک سلگتے رہنا
نجانے کس عمر میں جائے گی یہ عادت اپنی
روٹھنا اس سے اوروں سے الجھتے رہنا
جازبیہ...... مانسہرہ

فاصلے بڑھتے ہیں تو غلط فہمیاں بھی بڑھ جاتی ہیں
پھر وہ بھی سنائی دیتا ہے جو کہا ہی نہ ہو
انیتا ناز...... نیو کراچی

اک عشق کا غم آفت اور اس پہ یہ دل آفت
یا غم نہ دیا ہوتا یا دل نہ دیا ہوتا
امید تو بندھ جاتی تسکین تو ہوجاتی
وعدہ نہ وفا کرتے' وعدہ تو کیا ہوتا
سمیرا غزل صدیقی...... کراچی

یہ خودی یہ لبوں کی ہنسی مبارک ہو
تمہیں یہ سالگرہ کی خوشی مبارک ہو
ندا فاطمہ...... کراچی

آسماں پر ہیں جیسے قوس و قزح کے رنگ
قائم رہیں دائم رہیں یونہی تمہارے رنگ
طے کرو ترقی کے آنچل ہزاروں سال
اور ہم منائیں سالگرہ یونہی تمہارے سنگ
سباس گل...... رحیم یار خان

جاگتے رہنے کی عادت پڑگئی

آنکھ نے دیکھا تھا رستہ عشق کا
مسز نگہت غفار...... کراچی

اس سال تیرے واسطے خوشیوں کا نگر ہو
کیا خوب ہر روز تیری عید اگر ہو
ہر رات مسرت کے نئے گیت سنائے
لمحات کے پیڑوں پر بھی شبنم کا اثر ہو
فائزہ فاروق سحر...... لاہور

ہم تو سمجھے تھے کہ اک زخم ہے بھر جائے گا
کیا خبر تھی کہ رگِ جاں میں اتر جائے گا
دعا ہاشمی...... فیصل آباد

حسن شائستہ تہذیب الم ہے شاید
غمزدہ لگتی ہیں کیوں چاندنی راتیں اکثر
حال کہنا ہے کسی سے تو مخاطب ہے کوئی
کتنی دلچسپ ہوا کرتی ہیں باتیں اکثر
فصیحہ آصف خان...... ملتان

میں اور دکھ چلتے ہیں ساتھ ساتھ
جیسے رات اور دن ملتے ہیں ساتھ ساتھ
کنیز فاطمہ کرن...... شورکوٹ

مانگوں میں کیا کسی سے کوئی دے گا کیا مجھے
دیتا ہے دست غیب سے میرا خدا مجھے
پروردگار تُو ہی کارساز ہے
نہیں تیرے سوا کسی سے آسرا مجھے
آنسہ شبیر...... ڈوگہ گجرات

ہر شام اڑتے پرندوں کو دیکھ کر دل سے یہ دعا نکلتی ہے
کہ گھر کسی کا نہ اجڑے زندگی تلاش کرتے کرتے
نورین شاہد...... رحیم یار خان

وہ مرکزی کردار ہے افسانہ عشق کا مگر
کہتا ہے کہ کہانی میں میرا نام نہ آئے

ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

کیرامل کیک ود آلمنڈ

ضروری اشیاء:۔

مکھن	آدھا کپ
شکر	ایک کپ
کارن آئل	تین سے چار کپ
انڈے	دو عدد
میدہ	چار کپ
بیکنگ پاؤڈر	ایک چائے چمچہ
دودھ (تازہ)	آدھا کپ
بادام (چھلکا اتارلیں)	ایک تہائی کپ

کیرامل بنانے کے لیے اجزاء:۔

شکر	تین کھانے کے چمچے
شہد	ایک چائے کا چمچہ
کنڈینسڈ ملک	ایک چوتھائی کپ
کریم (پھینٹی ہوئی)	ایک چوتھائی کپ

ترکیب:۔

مکھن میں شکر ملا کر اچھی طرح پھینٹیں تاکہ جھاگ بن جائیں۔ تھوڑا تھوڑا تیل شامل کرتی جائیں اس کے بعد انڈے' میدہ' بیکنگ پاؤڈر اور دودھ شامل کرکے اچھی طرح پھینٹیں' کیک مکسچر تیار ہے۔ کیرامل بنانے کے لیے ہلکی آنچ پر شوگر کو براؤن کرلیں اس میں شہد' کنڈینسڈ ملک اور کریم ملا کر اچھی طرح مکس کرلیں جب پک جائے تو اتار لیں۔ کیک مکسچر کو کیک کے سانچے میں ڈالیں۔ اوپر سے تھوڑا سا کیرامل ڈالیں اور اس پر بادام چھڑک دیں پھر اسی طرح مکسچر ڈالیں پھر کیرامل ڈالیں اور بادام ڈالیں' اس عمل کو اس وقت تک دہرائیں جب تک تمام آمیزہ ختم نہ ہوجائے سب سے آخر میں اوپر بادام ڈالیں۔ اوون کو 160.c پر گرم کریں اور پینتالیس منٹ تک کیک کو بیک ہونے دیں۔ تیار ہوجائے تو اوون سے نکال کر سرد کریں۔

عنبر فاطمہ...... کراچی

بیکڈ پائن ایپل ٹرائفل

ضروری اشیاء:۔

اسفنج کیک (چوکور ٹکڑے کرلیں)	ایک عدد
انڈے	تین عدد
کیسٹر شوگر	ایک چوتھائی کپ
دودھ	ڈیڑھ کپ
انناس	500 گرام
کیلے	دو سے تین عدد (بڑے)
انڈے کی سفیدی	دو عدد
کیسٹر شوگر	ایک تہائی کپ

ترکیب:۔

ایک بیکنگ ڈش میں کیک کے چھوٹے چوکور ٹکڑے کرکے پھیلا دیں۔ اس کے بعد انڈے' چوتھائی کپ چینی' دودھ کو ہلکا سا پھینٹ کر کیک پر ڈال دیں۔ اوون کو پہلے سے گرم کرلیں تقریباً تین منٹ بیک کریں کہ کسٹرڈ سیٹ ہوجائے اس کے بعد انناس اور اس کا جوس الگ کرلیں اور کیلے کے سلائس کرلیں۔ کسٹرڈ پر انناس اور کیلا پھیلا دیں۔ انڈے کی سفیدی اور ایک تہائی کپ چینی اچھی طرح پھینٹ لیں۔ وہ بالکل سفید ہوجائے اور پھول جائے اس کے بعد سفیدی کو فروٹ پر پھیلا دیں اور گرم اوون میں تین سے چار منٹ بیک کریں کہ سفیدی لائٹ براؤن ہوجائے تو اسٹرابری اور انناس لیف سے سجا کر سرد کریں۔

نزہت جبین ضیاء...... کراچی

کرنچ کیک

ضروری اشیاء:۔

انڈے	دو عدد
میدہ	چھ کھانے کے چمچے
شکر (پسی ہوئی)	چھ کھانے کے چمچے

ایسنس چند قطرے
فریش کریم دو پیکٹ
شکر ایک چوتھائی کپ (پسی ہوئی)
کرنچ آدھا کپ
بیکنگ پاؤڈر آدھا چائے کا چمچہ

ترکیب:۔

چینی کو فرائی پین میں پگھلا کر اس میں بادام یا مونگ پھلی ڈال دیں۔ اس کے بعد ایک گریس کیے ہوئے برتن میں ڈال کر ٹھنڈا کر لیں اور ٹھنڈا ہونے کے بعد اس کو کرش کریں اور انڈے اور چینی کو اچھی طرح طرح بیٹ کریں اس میں ایسنس، بیکنگ پاؤڈر اور میدہ ڈال کر فولڈ کریں۔ اوون کو پہلے سے گرم کر لیں، کیک مکسچر کو سانچے میں ڈال کر بیک کریں، بیک ہو جائے تو اوون سے کیک نکال کر ٹھنڈا کر لیں۔ ٹھنڈا ہونے پر کیک کو درمیان سے کاٹ کر اس پر بیٹ کی ہوئی کریم ڈال دیں، اس کے بعد کرنچ اور پھر کیک کا دوسرا حصہ رکھ کر اس کو کریم سے کور کریں اور اپنی پسند کے مطابق ڈیکوریٹ کر لیں اور سرو کریں۔

فرخندہ نورین......خانیوال

رشین پف

ضروری اشیاء:۔

میدہ دو کپ
بیکنگ پاؤڈر آدھا چائے کا چمچہ
چینی آدھا کپ
مکھن ایک کھانے کا چمچہ
انڈہ ایک عدد (پھینٹ لیں)
کشمش ایک کپ
دودھ دو کھانے کے چمچے
پانی حسب ضرورت
تیل ڈیپ فرائی کے لیے

ترکیب:۔

میدہ میں بیکنگ پاؤڈر، چینی، کشمش ڈالیں۔ ایک پین میں مکھن کو پگھلا لیں، انڈہ اور دودھ ملا کر بیٹر تیار کر لیں اگر پانی کی ضرورت محسوس ہو تو ڈالیں۔ یہ آمیزہ گاڑھا ہی رہے گا پھر تیل گرم کریں اور پف کو پکوڑوں کی طرح لے کر ڈیپ فرائی کر لیں۔ ہلکی آنچ پر گولڈ براؤن ہونے پر نکال لیں اور سرو کریں۔

عمیرہ رحیم......ملتان

چاکلیٹ کرنچز

ضروری اشیاء:۔

چاکلیٹ پاؤڈر دو کھانے کے چمچے
چینی (باریک) 125 گرام
انڈے کی سفیدی دو عدد
بادام ایک چھٹانک (پسے ہوئے)
ایسنس آدھا چائے کا چمچہ

ترکیب:۔

انڈوں کی سفیدی کو ہلکا سا پھینٹ لیں، چینی، بادام، ایسنس اور چاکلیٹ پاؤڈر انڈے کی سفیدی میں ملائیں۔ ان کو پیسٹری فوائل کور میں رکھ کر گریسڈ بیکنگ ٹرے میں رکھ دیں۔ پہلے سے گرم اوون میں c.200 پر بیس منٹ کے لیے بیک کر لیں۔ تیار ہو جائے تو اوون سے نکال کر ٹھنڈا کر لیں اور شام کی چائے کے ساتھ سرو کریں۔

انعم دانش......خانیوال

رنگ کیک

ضروری اشیاء:۔

میدہ ڈیڑھ کپ
مکھن تین کپ
کیسٹر شوگر ایک کپ
انڈے تین عدد (پھینٹ لیں)
ونیلا ایسنس آدھا چائے کا چمچہ
دودھ دو کھانے کے چمچے
آئسنگ شوگر۔ آدھا کپ
پانی آدھا کپ

ترکیب:۔

ایک پیالے میں کیسٹر شوگر اور مکھن ڈال کر الیکٹرک بیٹر سے اچھی طرح پھینٹ کر آمیزہ تیار کر لیں۔ ایک ایک کر کے انڈے اس آمیزے میں ڈال کر پھینٹتی جائیں۔ میدہ چھان کر اس میں ڈالیں اس کے بعد ونیلا ایسنس اور دودھ کو بھی آمیزے میں شامل کر کے دوبارہ پھینٹیں۔ ایک کیک بیکنگ ٹن کو تیل لگا کر چکنا کر لیں۔ تیار کیے ہوئے آمیزے کو ٹن میں ڈالیں اور پہلے سے گرم اوون میں c.180 پر رکھ کر ایک گھنٹے تک بیک کریں۔ کیک کی رنگت گولڈن براؤن ہو جانے پر اسے اوون سے باہر نکال لیں اور کیک کو ایک سرونگ پلیٹ میں نکال لیں۔ ایک پیالے میں آئسنگ شوگر میں پانی ڈال کر اچھی طرح مکس کر لیں اور بیک کیے ہوئے کیک کے اوپر ڈال کر ڈیکوریٹ کریں۔ مزے دار رنگ کیک تیار ہے، چائے یا کافی کے ساتھ سرو کریں۔

مہوش حیات......حیدرآباد

بلیک فاریسٹ کیک

ضروری اشیاء:۔

انڈے چار عدد
میدہ پانچ کھانے کے چمچے
بیکنگ پاؤڈر ایک چائے کا چمچہ
کیسٹر شوگر 40 گرام
کوکو پاؤڈر دو کھانے کے چمچے
ونیلا ایسنس چند قطرے

ترکیب:۔

انڈے اور کیسٹر شوگر کو اچھی طرح پھینٹ لیں یہاں تک کہ اس میں جھاگ بن جائیں اور وہ یکجان ہو جائیں۔ ونیلا ایسنس شامل کریں اور مستقل پھینٹتی رہیں۔ میدہ، کوکو پاؤڈر اور بیکنگ پاؤڈر کو تین مرتبہ چھان لیں۔ اس کو احتیاط سے انڈے اور شوگر کے آمیزے میں ڈالتی جائیں اور مستقل پھینٹیں۔ آٹھ انچ کے چوکور پین میں یہ آمیزہ ڈالیں پہلے سے گرم اوون میں c.250 پر رکھ کر بیس منٹ کے لیے بیک کریں۔

آئسنگ کے لیے:۔

کیسٹر شوگر چھ کھانے کے چمچے

ترکیب:۔

کریم میں دو کھانے کے چمچے کیسٹر شوگر ملائیں اور اچھی طرح پھینٹیں اسی طرح باقی شکر ملا کر اتنا پھینٹیں کہ کریم بالکل گاڑھی ہو جائے اور شکر حل ہو جائے۔

چاکلیٹ سوس کے لیے:۔

آئسنگ شوگر چار کھانے کے چمچے
کوکو پاؤڈر دو کھانے کے چمچے
مکھن دو چائے کے چمچے
پانی دو کھانے کے چمچے

ان سب کو ایک ساتھ ملا کر دھیمی آنچ پر گاڑھا ہونے تک پکائیں۔

فلنگ کے لیے:۔

انناس آڑو چیری حسب ضرورت (کیوبز کاٹ لیں)

ترکیب:۔

پہلے سے تیار شدہ کیک کو درمیان سے کاٹیں۔ نچلے حصے پر انناس کے ٹکڑے اور رس پھیلا دیں۔ اب اس پر کریم اور چاکلیٹ سوس ڈالیں، کیک کا اوپر حصہ رکھ دیں۔ اب اس پر باقی رس ڈالیں، اوپری حصے کے کناروں پر اچھی طرح کریم لگائیں اب اس پر چاکلیٹ سوس ڈالیں اور کانٹے کی مدد سے ڈیزائن بنالیں، مزے دار بلیک فاریسٹ کیک تیار ہے۔

سدرہ اقبال......چکوال

چکن پنیر بریانی

ضروری اجزاء:۔

چکن ڈیڑھ کلو
پنیر کیوبز میں کاٹ لیں
چاول ایک کلو
زردہ رنگ ایک چٹکی
پیاز 250 گرام

دودھ	چوتھائی کپ
لہسن ادرک پیسٹ	آدھا کھانے کا چمچہ
دہی	آدھا کپ
لال مرچ پاؤڈر	آدھا کھانے کا چمچہ
زعفران	ایک چٹکی
تیل	آدھا کپ
ٹماٹر	آدھا کلو
ہری مرچ	چار سے پانچ عدد
پودینہ	دو کھانے کے چمچے
ہرا دھنیا	آدھی گٹھی
الائچی	تین سے چار عدد
ثابت گرم مسالا	ایک کھانے کا چمچہ
زیرہ	ایک کھانے کا چمچہ
نمک	حسب ذائقہ

ترکیب:۔

تیل گرم کریں' پیاز ہلکی براؤن کریں اور نکال لیں۔ اسی تیل میں چکن ڈال کر فرائی کریں۔ ساتھ میں لہسن' ادرک ڈال دیں' تھوڑا سا بھوننے کے بعد نمک' مرچ اور ٹماٹر ڈال کر اچھی طرح بھونیں۔ اس کے بعد دہی میں پیاز براؤن کی ہوئی اور پودینہ دھنیا' ہری مرچ اور چھوٹی سبز الائچی سب کو بلینڈر میں ڈال کر بلینڈ کرلیں۔ دہی' پیاز والا مکسچر چکن میں ڈال دیں۔ پانی خشک ہونے تک بھونیں' چاول میں نمک' زیرہ اور ثابت گرم مسالا ڈال کر ایک کنی ابالیں اور چاولوں کو چھان لیں۔ دیگچی میں سب سے پہلے چاول کی تہہ لگالیں' اس کے بعد چکن کی اور پھر پنیر کی تہہ لگادیں۔ اسی طرح ایک اور تہہ لگالیں آخر میں زعفران کو دودھ میں بھگو کر ڈال دیں اور دم پر رکھ دیں۔ تیار ہوجائے تو رائتہ اور سلاد کے ساتھ سرو کریں۔

نورین شاہد...... بہاولپور

کیک کسٹرڈ

اجزاء:۔

نرم فروٹ کیک	ایک عدد
چینی	چار کھانے کے چمچ
کریم	ایک پیکٹ
دودھ	ایک لیٹر
کارن فلور	حسب ضرورت
کسٹرڈ پاؤڈر	حسب ضرورت
اخروٹ (کٹے ہوئے)	ایک پیالی
انگور	ایک پیالی
اسٹرابری	ایک پیالی
سیب	دو عدد
کیلے	چار عدد
چیری	سجاوٹ کے لیے

ترکیب:۔

ایک پتیلی میں دودھ اور چینی ملا کر گرم کرلیں' ایک پیالی میں کسٹرڈ پاؤڈر اور کارن فلور کا گاڑھا پیسٹ بنالیں اور اسے گرم دودھ میں ڈال دیں' کسٹرڈ دودھ میں ڈالتے وقت مسلسل چمچہ چلاتی رہیں جب کسٹرڈ گاڑھا ہوجائے تو اسے ٹھنڈا ہونے کے لیے چھوڑ دیں۔ اسٹرابری' کیلے اور سیب کاٹ لیں' کیک کے بھی چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرلیں پھر سرونگ ڈش میں پہلے کیک کے ٹکڑے ڈالیں ساتھ میں کٹے ہوئے پھل اخروٹ اور کریم شامل کرکے ایک تہہ بچھائیں اور پھر اوپر سے کسٹرڈ ڈالیں' اسی طرح تہہ بہ تہہ کیک اور فروٹ کی تہہ بچھائیں' آخر میں کریم چیری اور دیگر پھلوں سے سجا کر ٹھنڈا کرنے کے لیے فریج میں رکھ دیں۔

طلعت نظامی...... کراچی

بیوٹی گائیڈ

روبینہ احمد

بالوں کی بلیچنگ

بالوں کو بلیچ کرنے کا طریقہ بالوں کا اصل رنگ ختم کرنے اور نیا رنگ دینے سے ہے۔ یہ کام ذرا محنت طلب اور توجہ مانگتا ہے اگر آپ بالوں کو ایک بار بلیچ کروائیں گی تو پھر بار بار انہیں بلیچ کروانے کا شوق دل میں پیدا ہوگا۔ بالوں کے اپنے رنگ کے شیڈ کو ہلکا کرنے کے لیے ہیئر بلیچ کیا جاتا ہے اور یہ پورے بالوں کا پورا رنگ بدلنے کے لیے بھی کیا جاتا ہے

بالوں کو بلیچ کرنے کی قسمیں

نیچرل بلیچ۔ یہ پورے بالوں پر کیا جاتا ہے اور اصل رنگ اتار دیتا ہے۔

جلد اثر ہونے والا بلیچ۔ یہ مقررہ وقت میں بالوں کا رنگ تبدیل کردیتا ہے اور نرم بالوں پر استعمال کیا جاتا ہے۔

کلر آئل بلیچ۔ بالوں کا اصل رنگ اتار کر نیا رنگ دیتا ہے۔ یہ سنہری اور سرخ رنگ کے مختلف شیڈوں میں دستیاب ہے۔

کریم بلیچ۔ یہ بصارتی اثرات رکھتا ہے اور بالوں کو خراب ہونے سے بچاتا ہے۔

طیبہ عبید...... کراچی

بھنویں بلیچ کرنا

بھنوؤں کے لیے ایک اونس ہائیڈروجن میں تین قطرے امونیا کے ملائیں اور سفید مہندی ملا کر کریم سی بنالیں اور بھنوؤں پر لگائیں۔ یہ خیال رکھیں کہ جلد پر نہ لگے۔ اتنی دیر رکھیں کہ ہائیڈروجن کی وجہ سے جلد پر سوزش نہ ہو۔ اگر کمرشل بلیچ استعمال کریں تو اس کے اوپر لکھی ہوئی ہدایات پر عمل کریں۔ ویسے بھنوؤں کے لیے مندرجہ بالا طریقہ ہی محفوظ رہتا ہے۔

☆ اپنی رنگت کے مطابق کلر کا انتخاب کریں۔ یہ دیکھیں کہ کون سا ہیئر ڈائی آپ کی شخصیت پر اچھا لگے گا۔

اس طرح ان باتوں پر عمل کرکے نہ صرف بالوں پر کلر اچھا آئے گا بلکہ آپ مختلف تکالیف' الرجی وغیرہ سے بھی محفوظ رہ سکتے ہیں اور نتائج بھی سو فی صد سامنے آتے ہیں۔

شکر کے شربت میں لیموں کا رس ڈال کر پینے سے رنگ نکھر جاتا ہے۔

❁ اگر چہرے پر گڑھے ہوں تو تھوڑی سی ملتانی مٹی لے کر اس میں عرق گلاب ڈالیں اور آمیزہ بنالیں۔ اس آمیزے کا لیپ چہرے پر کریں۔ اور دس پندرہ منٹ بعد تازہ پانی سے دھولیں۔ گڑھے ختم ہوجائیں گے۔

❁ ایسی خواتین جن کے چہرے پر' ماتھے پر' ناک کے نیچے بال ہوں انہیں چاہیے کہ ایمونیا اور ہائیڈروجن پرآکسائیڈ کا محلول بنا کر محفوظ کرلیں اور رات کو سونے سے پہلے روئی کے پھائے سے بالوں پر لگائیں۔ خشک ہونے پر پانی سے دھولیں۔ ان غیر ضروری بالوں سے نجات مل جائے گی۔

❁ چہرے کے بالوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے کچے بیروں کو اچھی طرح پیس کر بالوں پر لگائیں۔ تھوڑی دیر بعد آرام سے اتارلیں۔ اس طرح بال بالکل ختم ہوجائیں گے۔

❁ نہانے کے بعد رخساروں پر لیموں کا عرق مل کر کچھ دیر بعد سرسوں کا تیل لگائیں اور پھر تولیے سے پونچھ لیں۔ آپ کے رخسار گلاب کی طرح نرم و ملائم ہوجائیں گے۔

صوفیہ خان...... کراچی

بلشر کا استعمال

بلش لگانا: واحد کلر جو آپ اپنے گالوں پر استعمال کرتی ہیں اس بلش کے ذریعے لگائیں۔ گال کی ہڈیوں سے لے کر اپنی ٹھوڑی تک کے حصے پر بلش استعمال کریں اس سے آپ کے چہرے کی رنگت بدل جائے گی اور آپ کی شخصیت پر بھرپور نکھار آجائے گا۔

جس کی خواہش ہر عورت کو ہوتی ہے۔ بلشر بھی پاؤڈر' کریم اور لیکوئیڈ کی شکل میں دستیاب ہوتے ہیں۔ لیکوئیڈ

اور کریم بلش پاؤڈر سے پہلے استعمال کرنی چاہیے عام طور پر بہت سی خواتین پاؤڈرز بلش استعمال کرتی ہیں کیونکہ وہ استعمال میں بہت آسان ہوتا ہے استعمال میں بہرحال یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ جب بھی آپ بلش استعمال کریں کم کریں کیونکہ یہی آپ کے لیے بہتر ہے۔

آئی شیڈو کا استعمال

آپ کی آنکھیں ہی دراصل سب سے اہم ہوتی ہیں اس بات کو یقینی بنالیں کہ آنکھوں کے میک اپ کا طریقہ اور کلر آپ کی آنکھوں سے مشابہت رکھتے ہوں۔ اس سلسلے میں ہمیشہ ہلکے کلرز کا انتخاب کریں پاؤڈر آئی شیڈوز سنگل کلرز میں بھی دستیاب ہیں اور دو تین مکس کلرز میں بھی مل جاتے ہیں۔ جب آئی شیڈو کا استعمال کریں تو لیش لائن سے آئی بروتک کے حصے پر کام کریں۔ جس طرح فاؤنڈیشن کا کلر آپ کے چہرے سے مطابقت رکھنا ضروری ہے۔ اسی طرح آئی شیڈو کا کلر بھی آپ کی آنکھوں کے کلر سے ضرور ملتا ہوا ہونا چاہیے اپنا بیس کلر لگانے کے بعد اب باری ہے میڈیم شیڈ کو استعمال کرنے کی۔ تیسرا کلر بھی اگر آپ چاہیں تو استعمال کرسکتی ہیں آئی شیڈو کے کلرز اور انہیں استعمال کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ جو آپ کی آنکھوں کو جاذب نظر اور پرکشش بناسکتا ہے اسے اس طرح استعمال کرنا ہے کہ آپ کی آنکھیں بھی بڑی بڑی دکھائی دیں اور جس کی نظر بھی آپ کی آنکھوں پر پڑے وہ تعریف کیے بغیر نہ رہ سکے۔

آئی لائنرز کا استعمال

آج کل مارکیٹ میں آئی لائنرز کی بہت سی قسمیں مل جاتی ہیں آپ کے پاس بہت زیادہ چوائس ہوتی ہے اس سلسلے میں بہت سی کمپنیوں کے آئی لائنرز پینسل لیکوئیڈ اور کیک آئی لائنرز کی شکل میں دستیاب ہیں۔ آنکھوں کا حصہ چونکہ بہت حساس ہوتا ہے چنانچہ جب بھی آئی لائنرز پینسل کا انتخاب کریں تو اس بات کو یقینی بنالیں کہ وہ بہت زیادہ سخت نہیں ہے۔ پینسل آئی لائنرز بہت مقبول ہیں چونکہ یہ استعمال میں بہت آسان ہوتے ہیں اور آپ کو وہی انداز دیتے ہیں جو آپ کو پسند ہوتا ہے۔ دوسری طرف لیکوئیڈ آئی لائنرز بہت پریکٹس مانگتا ہے اسے بہت کنٹرول سے استعمال کرنا پڑتا ہے۔ ایک اور نیا "فلیٹ ٹپ لائنرز" بھی مارکیٹ میں دستیاب ہے جو کافی حد تک لیکوئیڈ آئی لائنرز ہی کی طرح ہے۔ کیک آئی لائنرز خاص طور پر پروفیشنل لوگ استعمال کرتے ہیں مگر اب اسے بھی بہت مقبولیت حاصل ہو رہی ہے۔

ایک نیا رجحان یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ آئی شیڈ کو آئی لائنرز کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے آپ کو بہت سے کلرز انتخاب کرنے کے لیے مل جاتے ہیں۔ بڑی آنکھوں کے لیے اندر کے کارنر پر خصوصی توجہ دیں جب کہ چھوٹی آنکھوں کے لیے باہر کے کارنر کو ہائی لائٹ کریں۔

لپ اسٹک کا استعمال

دنیا بھر میں بیوٹی پروڈکٹس میں سب سے اہم مقام لپ اسٹک کو حاصل ہے۔ چھوٹے سے میک اپ اسٹور سے لے کر بڑے بڑے اسٹوروں پر چلے جائیں لپ اسٹک آپ کو ہر جگہ ملے گی کیونکہ یہ بہت زیادہ خریدی جانے والی میک اپ پروڈکٹ ہے۔ اس میں بہت سی قسمیں کلر اور انداز شامل ہیں۔ آپ کو لپ اسٹک روایتی انداز میں بھی ملے گی اور آج کے ماڈرن انداز میں بھی مل جاتی ہے۔ کلر سلیکشن آپ کا ذاتی مسئلہ ہے مگر آج کے فیشن کا دور بھی خواتین کو لپ اسٹک کے انتخاب میں بہت زیادہ متاثر کرتا ہے۔

اپنے ہونٹوں کو خوب صورت انداز دینے کے لیے آپ کسی نیچرل کلر سے ہونٹوں کے نیچے لائنوں سے شروعات کریں۔ لپ برش اپنی مرضی اور پسند کا استعمال کریں اگر اس سلسلے میں دو برش استعمال کرلیں تو بہت سی پریشانیوں سے بھی محفوظ رہا جاسکتا ہے۔

یاد رکھیں کہ پرفیکٹ ہونٹوں کے لیے لپ اسٹک کے کلر اور اس کے استعمال کے طریقہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

ندا فاطمہ

خواہش

اب تو خواہش ہے یہ
درد ایسا ملے
سانس لینے کی حسرت میں مرجائیں ہم
اب تو خواہش ہے یہ ایسی آندھی چلے
جس میں پتوں کی مانند بکھر جائیں ہم
اب تو خواہش ہے یہ دنیا والوں کا غم
ایسی ٹھوکر لگائے کہ جی نہ سکیں
ایسی الجھیں یہ سینے میں سانس کہ بس
ہم دوا پینا چاہیں تو پی نہ سکیں
کوئی ہمدم نہ راہی نہ راحت ملے
ایک پل کا سہارا نہ چاہت ملے
اب تو خواہش ہے یہ
دشت ہی دشت ہو ننگے پاؤں چلیں
ہم سر بزم شمع کی مانند جلیں
جس کو چاہیں اسے پھر نہ پائیں کبھی
چھوڑ جائیں یوں چپ چاپ دنیا کہ پھر
دل یہ چاہے بھی تو ہم نہ آئیں کبھی
اب تو خواہش ہے یہ
کوئی صحرا قلعہ یا بیابان ہو
جس میں سالوں تلک قید ہی قید ہو
اپنے خالق و مالک سے میں نے جو کی
بے وفائی...... وہاں پردہ ناپید ہو
اب تو خواہش ہے یہ
روئے جاؤں تو چپ نہ کرائے کوئی
دور جنگل میں یا پھر کسی دشت میں
ہاتھ پکڑے میرا چھوڑ آئے کوئی
اب تو خواہش ہے یہ......!

نازیہ کنول نازی...... ہارون آباد

دعائیہ نظم

آؤ خوشیاں منائیں آنچل کی
محفلیں ہم سجائیں آنچل کی
یوں غزل گنگنائیں آنچل کی
سکھیاں سب جھوم جائیں آنچل کی
رنگ برنگ پھول ہر طرف بکھیریں
ہوں معطر فضائیں آنچل کی
اس کی شہرت کی ایسے دھوم مچے
گونجیں ہر سو صدائیں آنچل کی
کھل اٹھیں سب کے دل کی امیدیں
کلیاں یوں مسکرائیں آنچل کی
ہوں زباں پر سبھی کے تعریفیں
یوں ہو روشن فضائیں آنچل کی
میرا اللہ اس کو عزت دے
زریں کی سب دعائیں آنچل کی

زریں قمر...... کراچی

نظم

عجب دن تھے محبت کے
عجب موسم تھے چاہت کے
کبھی گر یاد آجائیں
تو پلکوں پر ستارے جھلملاتے ہیں
کسی کی یاد میں راتوں کو
اکثر جاگنا معمول تھا اپنا
کبھی گر نیند آجاتی تو ہم یہ سوچنے لگتے
ابھی تو وہ ہمارے واسطے رویا نہیں ہوگا
ابھی سویا نہیں ہوگا
ابھی ہم بھی نہیں روتے
ابھی ہم بھی نہیں سوتے
سو پھر ہم جاگتے تھے اور اس کو یاد کرتے تھے

اکیلے بیٹھ کر ویران دل آباد کرتے تھے
ہمارے سامنے تاروں کے جھرمٹ میں
اکیلا چاند ہوتا تھا
جو اس کے حسن کے آگے بہت ہی ماند ہوتا تھا
فلک پر رقص کرتے انگنت روشن ستاروں کو
جو ہم ترتیب دیتے تھے
تو اس کا نام بنتا تھا
ہم اگلے روز جب ملتے تو
گزری رات کی بے کلی کا ذکر کرتے تھے
ہر اک قصہ سناتے تھے
کہاں کس وقت
کس طرح سے دل دھڑکتا بتاتے تھے
میں جب کہتا کہ
جاناں آج تو میں رات کو اک پل نہیں سویا
تو وہ خاموش رہتی تھی
مگر اس کی نیند میں ڈوبی ہوئی دو جھیل سی آنکھیں
بول اٹھتی تھیں کہ
رات کو روشن ستاروں میں
تمہارا نام دیکھا ہے
تو وہ کہتی تم جھوٹ کہتے ہو
ستارے میں نے دیکھے تھے
اور ان روشن ستاروں میں تمہارا نام لکھا تھا
عجب معصوم لڑکی تھی مجھے کہتی تھی
لگتا ہے کہ اب اپنے ستارے
مل ہی جائیں گے
مگر اس کو کیا خبر تھی
کنارے مل نہیں سکتے
محبت کرنے والوں کے
ستارے مل نہیں سکتے

صائمہ قریشی...... آکسفورڈ

روشن ہے چراغ آگہی

ظلم کے اندھیروں میں
وحشتوں کے سایوں میں
اک موہوم سی امید لیے
جینے کا احساس دلاتا
شعور کے لبادے میں
لپٹا ہوا
روشن ہے چراغ آگہی ابھی
کہ جس کی روشنی سے
بربریت کی......
جہالت کی
تند و خیز
بھسم کرتی شعاعوں پر
اک بند سا بندھ جاتا ہے
دربدر بھٹکتے ہوئے
اذہانوں کو
جینے کا سلیقہ سا آ جاتا ہے
ہاں وہی
چراغ آگہی
کہ جس کی لو سے
جنم لیتا
نور کے...... آگہی کے......
ہالے میں لپٹا ہوا "آنچل"
پروان چڑھتا ہے

سمیرا غزل صدیقی...... کراچی

غزل

تمہیں تو آرزو کا طور ہم سمجھتے ہیں
ہے کتنا نور تیرے چہرے پر ہم سمجھتے ہیں
جہاں میں رہنے کا قرینہ نہ ہم کو سکھلاؤ
چلا ہے کیسا یہ دستور، ہم سمجھتے ہیں
ہمیں تو گردشِ دوراں نے خوب لوٹا ہے
نہ جانے تم کیوں ہو مجبور ہم سمجھتے ہیں
جھکا دیا ہے جو سر اس کے آستانے پر
قبول ہوں گی دعائیں یہ ہم سمجھتے ہیں
تیری نگاہ میں پھیلا ہے نفرتوں کا زہر
ہے پک چکا تیرا ناسور ہم سمجھتے ہیں
کوئی تو لائے گا پیغام ان کی چاہت کا
غزل بھی ہوگی یوں مسرور ہم سمجھتے ہیں

سلمیٰ غزل...... کراچی

ٹھکرانا

ان راستوں پر اب تم
کیوں آئے ہو دوبارہ؟
کہ میں تو ہوں خالی ہاتھ اب
جب گئے تھے تم کسی اور منزل کی طرف
تو سوچا تھا اک پل کے لیے
میرے بارے میں بھی
کہ میں ان راستوں پر تھی تمہارے ساتھ
پکڑ کر چلتی تھی تمہارا ہاتھ
اور تم سے کہتی تھی
دیکھو......
یہ ہاتھ کبھی چھوڑنا نہیں
کہ میں نے کیا ہے تم پر اعتبار
اپنی ذات کو کیا ہے تمہارے نام
پھر کچھ یوں ہوا کہ......
تم میرے ہاتھوں سے چھڑا کر اپنے ہاتھ
ٹھکرا کر مجھے چل دیئے کسی اور راہ گزر پر
میں تنہا رہ گئی اس راستے پر
میرے آنسو گواہ ہیں یہ دیوار و در
اور یہ تنہائی میری ہمسفر
اب اگر لوٹ آئے ہو تم
تو جاؤ کہ اب
میں تمہیں ٹھکراتی ہوں

نوشین اقبال نوشی...... گاؤں بدر مرجان

روشن رہے یہ شمع

علم و ہدایت کے لیے
روشن کیا تھا اک دیا
جس نے اپنی روشنی سے
ادبی، علمی چاشنی سے
روشن کیے قلب و نظر
ہر گھر کی زینت بن گیا
جہاد بالقلم کیا
درس آگاہی دیا
کہانی کے پیرائے میں
اشارے اور کنائے میں
نسلِ نو کو اس نے
شعور خیز شر دیا
دلنشیں اسلوب ہے
پُراثر انداز ہے
مقصد ہے اصلاح کا
یہی تو وصف خاص ہے
ہاں وہی ننھا دیا
چند ہی ماہ و سال میں
روشن شمع میں
ڈھل گیا
اور دیکھتے ہی دیکھتے
مشعل راہ بن گیا

اے شمع اجالا
صدا کرتی رہنا
منازل ترقی کی
طے کرتی رہنا
اے خدا یہ "آنچل"
سلامت رہے
اور ہمارے سروں پر
تا قیامت رہے
(آمین)

ندا فاطمہ...... کراچی

بے بسی

بے بسی...... بے بسی
میرے چاروں طرف بے بسی...... بے بسی
راز دل میں ہیں صدیوں سے قفل ہوئے
کوئی جوش محبت سے کھولے انہیں
تو یہ نکلیں کہیں......
اور سمائیں کہیں......
تلاش ٹھہرے کہیں......
کوئی بھی تو ایسا نہیں......
ہے تو فقط بے بسی...... بے بسی
کچھ دکھائی نہ دے
کچھ سجھائی نہ دے
کہ ہے چار سو بے بسی...... بے بسی

عکس ہاشمی...... قصور

نظم

سنو......
اگر تم چاہتے ہو
ہماری بزم آنچل
ہمیشہ روشن رہے
تو جاناں......
پھر آؤ مل کے دعا کریں
یہ جو بزم آنچل کی شمعیں ہیں
خدا کرے
صدا روشن رہیں

ایم ماہی عباس...... بارہ قطعہ خانیوال

غزل

بہتے دریا کی جھاگ ہوتی ہے
دراصل برف آگ ہوتی ہے
بے سبب ہوں کہ دل نہیں لگتا
زندگی یوں تو لاگ ہوتی ہے
بیج پھولوں کی رنگ سبزے کا
اپنی مٹی سہاگ ہوتی ہے
آئے رونے سے کچھ سکوں شاید
یہ محبت کی بھاگ ہوتی ہے
ان کی آنکھیں خیال کیا روئیں
جن کے سینوں میں آگ ہوتی ہے

فیاض احمد خیال...... مانسہرہ

دعا

تمہارے جنم دن پر
اپنے دل کے سیف کو
خلوص اور محبت کی چابی سے کھولا
تو دعاؤں کے ڈھیر سارے موتی
ہتھیلیوں کی زمین پر اتر آئے
اور میرے لبوں پر دعا کے یہ حرف بکھرے
ہیں جتنے گگن پر روشن ستارے
اپنی خوشی کے موتی سارے
تیری راہِ زیست کو
چمکتی دمکتی کہکشاں میں بدل دے
(آمین)

دلکش مریم...... چنیوٹ

اک نئی امید

اب میں نے پریشان نہیں ہونا
میں نے زندہ رہنا ہے
ان لوگوں کے لیے
جو صرف میرے لیے جیتے ہیں
اور مجھے ان کا خیال رکھنا ہے
اک نئی امید کے ساتھ
اور خدا کے فضل و کرم سے
میں زندہ رہوں گی
اور ان کو خوشیاں دوں گی
ایک نئی امید کے ساتھ

طیبہ نذیر...... شادیوال گجرات

آگہی

چاہتوں کے موسم میں
رتجگے ضروری ہیں
اک خیال میں کھو کر
شب گزار دی جائے
اور اذان ہونے تک
عشق کے تہجد میں
پیار کے تسلسل میں
خود کو بھول جانے کا
جب گیان مل جائے
پھر ضمیر کی دیوی
آشتی کے شانوں پر
یا کہ اپنے زانوں پر
سر جھکائے کے سوتی ہے

نعیم رضا بھٹی...... منڈی بہاؤالدین

غزل

اپنے قد سے جو بڑا ہو کوئی ایسا تو ملے
شانہ بشانہ کھڑا ہو کوئی ایسا تو ملے
سختیاں دیکھ کے حالات کی بدلے نہ بیاں
بات پر اپنی اڑا ہو کوئی ایسا تو ملے
لعل و یاقوت کی کب دل نے تمنا کی ہے
دل میں اخلاص جڑا ہو کوئی ایسا تو ملے
چھوڑ کے سارے مشاغل کوئی میری خاطر
خود سے دن رات لڑا ہو کوئی ایسا تو ملے
شوق سے میں بھی سفر دور تک کیے جاؤں
منتظر جو کہ کھڑا ہو کوئی ایسا تو ملے
سب ٹھکانوں سے لگے اچھا ٹھکانہ اس کو
بس میرے دل میں پڑا ہو کوئی ایسا تو ملے

نیر رضوی...... لیاقت آباد

نظم

کل کی وہ شب
کہ
جس شب میں
آسماں کا ہر اک تارا
مجھ کو چھونے کے لیے زمین پر اترا
کیونکہ
کل کی شب
چاند آسماں پر نہیں
میرے سنگ زمین پر تھا

شگفتہ خان...... بھلوال

ہما احمد

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! سب سے پہلے تو سارے آنچل اسٹاف تمام رائٹرز اینڈ آل ریڈرز کو آنچل کی سالگرہ مبارک ہو، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمارا پیارا آنچل یونہی کامیابی وترقی کی راہوں پر مستقل مزاجی سے گامزن رہے آمین ثم آمین۔ ڈیئر فرینڈز بشریٰ باجوہ 19 اپریل، حمنہ سحر 29 اپریل اور سائرہ لنگڑیال آپ سب کو میری جانب سے سالگرہ کی دلی مبارکباد اور میں ان سب دوستوں کی بھی دلی مشکور ہوں۔ جو کہ وقتاً فوقتاً مجھے یاد کرتی رہتی ہیں اللہ آپ سب کو ہمیشہ شاد وآباد رکھے، آمین۔ تم تینوں کے لیے میری دلی دعا۔ خدا! تمہارا دامن ہمیشہ خوشیوں سے بھر دے آمین۔

امبر گل...... جھڈو (سندھ)

سوئٹ آنچل اور فرینڈز کے نام

دن گزرے، ہفتے اور پھر مہینے گزرتے گئے اور ایک بار پھر اپریل آن پہنچا ہے آنچل کی 36 ویں سالگرہ کی نوید لے کر اس موقع پر میں تو بے انتہا خوش ہوں اور میں شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں ان تمام رائٹرز کا جنہوں نے آنچل کو چار چاند لگا دیے۔ ان ریڈرز کا بھی شکریہ جنہوں نے ہمیشہ آنچل کو سراہا کیونکہ یہ بے حد معیاری ڈائجسٹ ہے خداوند کریم سے دعا ہے کہ ہمارا آنچل دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے اور وہ تمام رائٹرز چاہے وہ مستقل سلسلوں کی رائٹرز ہوں یا ناولز کی جو اپنے لفظوں کے پھولوں سے آنچل کو گلستان بناتی ہیں جس کی خوشبو سے فضائے ذہن و دل مہک اٹھتی ہے خدا ان کے قلم کو اور بھی طاقت دے آنچل کی سالگرہ سب کو مبارک۔ ڈیئر شاہ زندگی 5 اپریل کو تمہیں بھی سالگرہ مبارک۔ 21 اپریل نازی آپی آپ کو سالگرہ مبارک۔ مدیحہ نورین (برنالی)، زنیرہ طاہر (بہاولنگر)، پروین افضل شاہین (بہاولنگر) آپ کو آنچل کی سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ تمام قارئین سے التماس ہے کہ دعاؤں میں ضرور یاد رکھیے گا۔ خدا حافظ۔

مدیحہ کنول...... چشتیاں

خوب صورت رشتوں اور میرے اپنوں کے نام

میرے قابل احترام ماما جانی اینڈ بابا جانی لو ایبل اینڈ کیئرنگ فرینڈز عظمیٰ شاہ اینڈ بینش اور ڈیئر آپی السلام علیکم۔ امید واثق ہے کہ آپ سب لوگ خیریت سے ہوں گے آپ سب سے دور آ کر مجھے کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا آپ کے ساتھ گزارا ہوا خوب صورت وقت مجھے ہر پل یاد آتا ہے اور پھر آنسو آنکھوں میں جگہ بنانے میں دیر نہیں لگاتے۔ حالات کے ساتھ چلنا پڑتا ہے دل کو یہی آسرا دیتی ہوں میری زندگی کے خوب صورت رشتوں کا خوب صورت احساس ہیں آپ سب مجھے اپنی دعاؤں میں کبھی بھولیے گا مت۔ آخر میں سب بچہ پارٹی سمیقہ، آمنہ، لبیبہ، میمونہ، لیبہ، مروہ، بلال، سمیع احمد، فرحان اور علیشہ سمیر کو ڈھیروں ڈھیر پیار۔

سامعہ ملک پرویز...... بصیرہ خانپور ہزارہ

پیاری آپی اسماء کے نام

السلام علیکم! مائی سوئٹ آپی جان امید کرتی ہوں بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں گی۔ ہنستی مسکراتی ہمیشہ کی طرح۔ اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے۔ دل لگ گیا سسرال میں؟ چلو اچھی بات ہے لگنا بھی چاہیے آپی آپ بہت یاد آتی ہو۔ شاکرہ، صبا کو بہت سارا سلام تم دونوں بھی یاد کرلیا کرو کبھی خود سے جنابو۔ تم دونوں خوش قسمت ہو کہ میرا کسی بھی رسالے میں یہ پہلا خط اور تم دونوں کا ذکر اس میں ہاہاہا۔ آپی اپنا بہت سارا خیال رکھنا مجھے دعاؤں میں یاد رکھنا کہ اللہ مجھے کامیاب کرے امتحان میں۔ اب اجازت فی امان اللہ۔

موِن جی...... مظفر گڑھ

پیاری دوست عروب فاطمہ کے نام

السلام علیکم! پیاری عروب کیسی ہو تم میں بالکل ٹھیک ہوں اور تم میلسی کب آؤ گی ذرا خیال کرو ہمیں ملے تین سال ہو گئے ہیں کیا تمہیں میری ذرا بھی یاد نہیں آتی اور ملنے کا بھی دل نہیں کرتا کہ جب میلسی آتی ہو کوئی اطلاع ہی نہیں دیتی ہو براہ مہربانی اس بار میلسی آؤ تو میری طرف ضرور آنا میں جانتی ہوں تم مصروف رہتی ہو لیکن مصروف تو میں بھی بہت ہوتی ہوں ثمینہ کو بھی میری طرف سے دعائیں اور سلام۔ اللہ تمہیں خوش وخرم رکھے سلامتی دے بہت سارا پیار۔

کوثر پروین...... میلسی

سوہنے آنچل کی سوہنی کڑیو کے نام

السلام علیکم! سب سے پہلے پیارے آنچل کو سالگرہ کی بہت بہت مبارکباد۔ دعا ہے کہ آنچل ہمیشہ سلامت رہے اور ترقی کی منازل طے کرتا رہے۔ جی تو دوستو آپ سب کیسی ہو آپ سب کا بہت ویٹ کیا میں نے کہ یار کیا پتا میری کوئی دوست مجھے سلام کہے اور برتھ ڈے آنچل کے ذریعے وش کرے۔ میری اچھی دوست رانی، کرن بھی وش کرنا بھول گئیں جو سب سے پہلے یاد کرتی تھیں جاناں کو۔ بشریٰ آپ کیسی ہو؟ انابیہ آپ کی وش پہنچ گئی تھی بہت اچھا لگا۔ بشریٰ نوید باجوہ میری بیسٹ فرینڈ آپ کی سالگرہ 19 اپریل کو ہے بہت بہت مبارکباد۔ ہمیشہ خوش اور جاناں کے ساتھ رہو۔ 10 مارچ کو میرے دونوں بھتیجوں کی سالگرہ تھی طلحہٰ، عالیان بچوں آپ دونوں کو بہت سالگرہ مبارک ہو اپنی پھپھو کی طرف سے۔ 4 اپریل کو میری بہنا کومل شہزادی کی سالگرہ ہے گڑیا بہت مبارک ہو۔ زنیرہ طاہر، زنیرہ انصاری، فرح وفا، شمع مسکان، مسکان، صائمہ طاہر سومرو، ظل ہما، صنم ناز (فوٹو گرافر)، عائشہ ملک، صوفیہ ملک، آپ سب کیسی ہو؟ نازی کنول جی آپ کی اسٹوریز اور شاعری ہمیشہ کی طرح ٹاپ آف دی لسٹ ہوتی ہیں۔ خدا آپ کو کامیاب کرے۔ نوشین اقبال نوشی، غزالہ جلیل آپ کی اسٹوریز اور شاعری بہت اچھی تھیں۔ ماہ رخ، ندا چوہدری، تحریم یعنی عظمیٰ ایمان، ثنا اعوان، سمیعہ، مقدس رباب، ہادیہ اظفر، حجاب آپ سب کیسی ہو سمیعہ یعنی ثنا علی کو خدا نے ماں کا رتبہ عطا کیا بہت خوشی ہوئی۔ مبارک ہو۔ مقدس رباب کہاں غائب ہو، عافیہ چوہدری جی آپ کیسی ہو خوش رہو ہمیشہ۔ ثمینہ، ماہ رخ سیال، شاہ زندگی، نادیہ یاسین، چندا مثال، امیمہ رباح، صوفیہ مرزا، پری، فروہ، تسنیم چوہدری، طاہرہ ملک، سلمٰی ملک آپ سب کیسی ہو؟ فرح طاہر، آپ آجاؤ آنچل میں آئی مس یو۔ تارا شاہ چکوال، حبہ حسین، مقدس رباب، پارس شاہ، کومل رباب، پریشے، طیبہ افضال اور بھی تمام چکوالی فرینڈز کو جاناں کی طرف سے سلام آپ سب کی آنچل میں انٹری بہت اچھی لگتی ہے۔ ام کلثوم تم بھی جلدی انٹری دو آنچل میں۔ سائرہ لنگڑیال 7 اپریل کو آپ کو سالگرہ کی مبارک خوش رہو۔ دعاؤں میں یاد رکھنا، خدا حافظ۔

جاناں...... چکوال

صائمہ آفتاب کے نام

''تیرے لوٹ آنے کی دعا میرے جسم میں خون کی مانند دوڑتی ہے۔ جہاں ہم تم ہنستے روتے تھے وہاں غم کا جہان آباد ہے ناں آج تمہاری سالگرہ ہے دیکھو ہم کو یاد ہے ناں'' صائمہ دوری کے یہ دو سال دو صدیوں پر محیط محسوس ہوتے ہیں مگر ان دو سالوں میں دکھ سکھ کے ہر لمحے میں سب سے پہلے تجھے یاد کیا۔ ڈائریاں، تصویریں، تیرے ہاتھوں کی چھوٹی چھوٹی چیزیں اور بڑے بڑے خواب میری زندگی کا اثاثہ ہیں۔ میں رات دن تیرے لوٹ آنے کے خواب دیکھتی ہوں۔ رنجشوں کے مٹ جانے کے خواب دیکھتی ہوں۔ مجھے ہماری چودہ سالہ محبتوں پر بہت بھروسہ ہے اور میں یہ اچھی طرح جانتی ہوں کہ میرا رب ہر شے پر قادر ہے۔ صائمہ تیری، بھائی جان کی ایان کی اور خاص طور پر ارسلان کی یادوں سے دل کا ایک ایک گوشہ مہکتا ہے۔ مگر تم لوگوں کو دیکھنے کے لیے آنکھیں ہر پل ترستی ہیں۔ میری دعا ہے اللہ پاک تمہیں صحت وسلامتی اور زندگی دے ایان ارسلان کی اتنی خوشیاں دیکھنا نصیب کرے کہ تم اپنے سارے غم بھول جاؤ آمین۔

ام شمامہ...... جھڈو، سندھ

پروین افضل شاہین اور فرینڈز کے نام

ہیلو مائی ڈیئر سسٹر کیسی ہیں آپ خدا آپ کو ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے اور زندگی میں بہت ساری خوشیاں عطا فرمائے۔ آپ بہت سوئیٹ ہیں اور میں آپ سے فرینڈ شپ کرنا چاہتی ہوں کیونکہ آپ بہت فنی لگتی ہیں۔ آپ کے دم سے آنچل میں رونق ہے۔ ارے انیس انجم آپ کیسی ہیں آنچل نے میری کلاس فیلو سے ملوا دیا۔ اب اسٹڈیز کیسی جا رہی ہے۔ نادیہ یوسف مائی ہوسٹل فرینڈ آپ کو آنچل میں دیکھ کر بہت اچھا لگا۔ آنی رومان ملک رزلٹ کی بہت سی مبارکباد قبول کیجیے میری روم میٹس کی طرف سے آپ کو بہت سا پیار۔

اشز ابلوچ...... جھنگ

محوزیست کے نام

دل کے مکین، حیات کی تسکین، زیست کے محور، سادگی کے پیکر ایبل اینڈ مائز ایبل انصر! لونگ اینڈ کیئرنگ ہسبنڈ بے پناہ مصروفیات کے اژدھے میں گھری تسلسل سے گزرنے والی کٹی بندھی پھیکی، بے رنگ وبے رونق زندگی کو رنگینیوں سے آراستہ کر کے گل وگلزار سے روشناس کرنے والی 5 اپریل 2013ء کی روح پرور پر بہار صبح کی پر مست ساعتیں مبارک ہوں۔ اس دعا کے ساتھ کہ چشم تصور تا ابد چند پل کے لیے ہی سہی دل کو کم وبیش ہر غم سے بے نیاز کر کے راحت سے آراستہ کرنے والی خوشگوار گھڑیوں سے آباد رہے۔ مزید برآں بے حد وحساب انسیت کی

چاشنی سے آشنا کر کے ذات کا اعتماد لوٹانے، تحفظ کے قوی محاصرے سے نوازنے دل کے نہاں خانوں میں چھپے ہر اس کو زائل کرنے اور خوش آئندہ مستقبل کی ڈھارس بندھانے پر دل تشکر کے محسوسات سے لبریز مخمور رقصاں ہے۔ حیات نو کے سال نو کی بے کراں دلفریبی آپس کی سنگت میں یونہی برقرار رہے اس یقین کے باعث کہ آسمان پر جتنے ستارے ہیں سمندر میں جتنا پانی ہے پھولوں میں جتنی نرمی ہے خوشبو میں جتنی رفاقت ہے برف میں جتنی ٹھنڈک ہے آبشاروں میں جتنی کھنک ہے ان سب سے زیادہ مجھے آپ سے محبت ہے۔

سعدیہ النصر...... گجرات

دوستوں کے نام

السلام علیکم! تمام آنچل فرینڈز کیسے ہو؟ شاہ زندگی میں نے جنوری کے شمارے میں بھی تمہارے نام لیٹر لکھا تھا تم نے جس طرح میری حوصلہ افزائی کی مجھے بہت اچھا لگا۔ خوش رہا کرو کیونکہ تمہارے جیسے لوگ خوش ہی اچھے لگتے ہیں۔ ایک گڈ نیوز تمہارا بھانجا آیا ہے لیکن اتنی بڑی خوشی دیکھنے کے لیے مما، بابا جانی نہیں ہیں اس دنیا میں یار میں تم سے کانٹیکٹ کرنا چاہتی ہوں۔ خنساء عباس دسمبر کے شمارے میں آپ نے حوصلہ افزائی کی آپ کا بہت بہت شکریہ۔ سدرہ گل سیال اگر آپ نے مجھے مخاطب کیا ہے تو چندا اللہ کا شکر ہے میں بالکل ٹھیک ہوں تمہاری دعاؤں سے۔ شاہ زندگی میں تمہارے جواب کی منتظر ہوں۔ میرے والدین اور ساس سسر کے لیے سب لوگ ایک بار اول و آخر درود ایک بار سورۃ فاتحہ اور سورۃ اخلاص پڑھ کر دعائیں مغفرت ضرور کریں۔ اپنا بہت سا خیال رکھیے گا میں اب نگینہ عمران کے نام کے ساتھ لکھوں گی، خدا حافظ۔

نگینہ عمران...... چیچہ وطنی

پیاری شمع مسکان اور سوئٹ مہک باجی (سباس گل) کے نام

السلام علیکم! میری فرینڈ کیسی ہو تم سوری دوست اتنے ماہ آپ سے بات نہیں ہو پائی۔ یار شمع مسکان پلیز تم مجھ سے رابطہ کرو۔ جواب کی منتظر رہوں گی اور پتا ہے میری بہن کی شادی ہے اور بس یار سارا دن مصروفیات رہتی ہیں۔ ہیلو مہک باجی کیسی ہو آپ۔ آپ بھی میری طرح غائب ہوگئی باجی آپ کوئی تحریر شائع کروالیں نا کتنا انتظار ہے آپ کی اسٹوری پڑھنے کا۔ اب جلدی جلدی دوست کا پیغام آئے اور ہمارے نام کوئی اچھا سا پیغام لائے۔ اس کے ساتھ ہمیں اجازت دیجیے زندگی نے وفا کی تو اگلے ماہ پھر ملتے ہیں نئے پیغام کے ساتھ اور نئی گفتگو کے ساتھ او کے اللہ حافظ۔

خندہ حیدر...... کوٹ قیصرانی

پیارے بھیا اور ماما جانی کے نام

السلام علیکم! امید ہے بہت اچھے اور خوب مزے میں ہوں گے۔ پیارے بھیا ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ پھر کیک کب لا رہے ہیں کنجوس کبھی اپنے پیسوں سے بھی کچھ کھلا دیا کریں۔ آپ میرے لیے چاکلیٹ لائیں اور میرے لیے اپنی برتھ ڈے پر کوئی گفٹ بھی (ہاہاہا) ویسے آپ اب اپنی کہی ہوئی باتیں بھول جاتے ہیں (بڑھاپے کی نشانیاں ہاہاہا) مجھے بھی بھولتے جا رہے ہیں آپ (شادی جو ہوگئی) بھیا جانی کبھی ہم بیٹھ کر کتنی کتنی دیر باتیں کیا کرتے تھے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر بہت دیر تک ہنسنا۔ لڑنا، روٹھنا، منانا بہت کچھ بدل گیا۔ وقت بہت تیزی سے گزر گیا۔ ماما جانی آپ کیسی ہیں؟ آپ نے بھی اب کال ہی نہیں کی آپ بھی بھول گئیں ٹھیک ہے، بہو بھی بیٹی جیسی ہی ہوتی ہے پر بہو کے آنے پر بیٹی کو بھلا تھوڑی دیا جاتا ہے۔ چلو کوئی گل نہیں، ماما جانی خدا آپ کو ہمیشہ خوش رکھے خدا آپ کو اپنے دونوں شہزادوں کی خوشیاں دکھائے آمین ثم آمین۔ بھیا جانی مس یو اینڈ لو یو ویری ویری مچ۔ اللہ میرے بھائی کو ہمیشہ خوش رکھے آپ کی عمر لمبی کرے آمین۔

عظمیٰ...... میاں چنوں

آنچل فرینڈز کے نام

پروین افضل شاہین آپ کے پاپا کے انتقال کے متعلق پڑھا دلی رنج پہنچا۔ میرے پاس الفاظ نہیں جن کو ادا کر کے آپ کے اس دکھ کو بانٹ سکوں۔ میں خود اس کیفیت سے گزر چکی ہوں۔ میری پروردگار سے دعا ہے کہ وہ آپ کی امی کا سایہ تاعمر آپ پر سلامت رکھے۔ سمیرا شریف طور آپ کی ناسازی طبیعت کے متعلق پڑھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و تندرستی سے نوازے آمین۔ بشریٰ باجوہ آپ کیسی ہیں اپنے دوستوں کی لسٹ میں آپ نے ما بدولت کو یاد رکھا۔ بہت خوشی ہوئی۔ آنچل کی سالگرہ کے موقع پر تمام آنچل اسٹاف کو مبارک باد۔ آنچل دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرے آمین۔ آپ سب کی دعاؤں کی طلبگار۔

شازیہ فاروق احمد...... خان بیلہ

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! فوزیہ سلطانہ کہاں گم ہو عظمیٰ فرید آپ بھی گمشدہ ہیں۔ سنیاں زرگر اقصیٰ زرگر آپ اپنا مکمل ایڈریس تو دیتی پھر آپ دیکھتی کہ میں آپ کے ساتھ کیسے میلہ مناتی ہوں۔ عظمیٰ شاہین، نادیہ یاسمین، مدیحہ نورین، شگفتہ خان فائقہ سکندر حیات، شمیم ناز صدیقی، آنسہ شبیر، ایس انمول، شمع مسکان، سیدہ جیان عباس، امبر گل، ام ثمامہ، ریحانہ راجپوت، نورین شاہد، فریحہ شبیر، بشریٰ باجوہ، کشور بلوچ، انا احب بیٹی کی بہت مبارک باد۔ سدا خوش رہو، خنساء عباس، پروین افضل شاہین، سباس گل، عفت سحر طاہر، نازیہ کنول نازی، راحت وفا، ام مریم، سمیرا شریف طور، اقرا صغیر، شازیہ فاروق احمد، نزہت جبیں ضیا، نگہت غفار اور ساریہ چوہدری آپ اور آنچل سے وابستہ سب لوگ خوش رہیں اور مجھے اپنی دعاؤں میں ہمیشہ یاد رکھیں۔

طیبہ نذیر...... شادیوال گجرات

آنچل کی پریوں اور پرنس عبدالباسط کے نام

السلام علیکم! سمیرا آپی میں نے سے دوستی کی درخواست کی تھی لیکن آپ نے جواب دینا ضروری نہیں سمجھا۔ نازی آپی آنچل میں آپ کی کمی شدت سے محسوس ہو رہی ہے۔ نگینہ عمران آپکو بیٹے کی بہت زیادہ مبارک ہو۔ اللہ آپ کے بیٹے کو نیک اور فرمانبردار بنائے اور لمبی عمر عطا کرے آمین۔ سوئٹ عائش میں تمہارے لیے اپنے رب سے ڈھیروں دعائیں کرتی ہوں۔ اچھی لڑکی خوش رہا کرو او کے۔ 20 اپریل کو میرے سوئٹ اینڈ کیوٹ بھتیجے عبدالباسط کی برتھ ڈے ہے عبدل ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ اس کے علاوہ پروین افضل، امبر گل، دعا ہاشمی، ام ثمامہ، چندا مثال، صنم ناز، جاناں ملک، شاہ زندگی، نوشین اقبال، طیبہ نذیر، انا احب، جیا عباس، صدف سلیمان، سامعہ ملک آپ سب کو میرا سلام اپنا خیال رکھیے گا۔ جن بہنوں کی اپریل میں سالگرہ ہے میں انہیں میری طرف سے سالگرہ مبارک ہو۔

خنساء عباس...... شورکوٹ

کچھ پیغام اپنوں کے نام

السلام علیکم! آداب عرض امید ہے کہ خیریت سے ہوں گی۔ ڈیئر فوزیہ اور ساریہ ہم نے آپ کو بذریعہ آنچل یاد نہیں کیا تو کیا ہوا لیکن جب بھی ماہنامہ آنچل پڑھتے ہیں کہیں نہ کہیں آپ لوگوں کا نام پاتے ہیں تو خیالوں میں پیغامات ارسال کردیتے ہیں۔ جو کبھی نہیں ملتے۔ پھر ایک دھیمی سی مسکان آ ٹھہرتی ہے۔ بعض اوقات مصروفیات، تغیرات انسان کو اپنے محور میں جکڑ لیتے ہیں پھر انسان وہ نہیں کرسکتا جو چاہتا ہے۔ ضرور نہیں میری طویل غیر حاضری بھول جانے پر مبنی ہو۔ فوزیہ آپ کی خوش مزاجی و خوش بیانی نے تو لکھنے پر مجبور کردیا۔ درحقیقت فوزیہ جتنا شوق آپ کو لکھنے کا ہے اتنا مجھے پڑھنے کا ہے۔ پر اب آپ بہت کم نظر آتی ہیں آنچل میں کیوں؟ ساریہ کیسی ہو میں صرف آپ کا نام ہی جانتی ہوں کیا آپ کی آئی ڈی ہے؟ صائمہ طاہر، جیا اور عباس۔ کیسی ہیں آپ لوگ؟ صائمہ آپ کی شادی ہوگئی ہے (اگر ہوگئی ہے تو بہت بہت مبارک باد) اور جیا کو بھی ان کی کتاب کی اشاعت پر مبارک باد۔

ریحانہ راجپوت...... خیر پور میرس

سوئٹ دلوں والے گروپ اینڈ سوئٹ فرینڈ ممتاز کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں آپ سب؟ یقیناً ٹھیک ٹھاک اینڈ فٹ فاٹ ہوں گی۔ ممتاز ڈیئر میری طرف سے آپ کو شادی کی بہت بہت مبارک ہو۔ لولی فرینڈ سوری کان پکڑ رہی ہوں کہ آپ کو بہت لیٹ وش کر رہی ہوں۔ ممتاز آپ واقعی میری ہم مزاج ہیں شوخ چنچل ریحانہ باجی کے سسرال والی اپنی شوخیاں شرارتیں بہت یاد آتی ہیں شادی کے بعد بدل تو نہیں گئیں۔ آنچل فرینڈز منزہ حیدر اینڈ صبا کہاں ہیں آپ؟ شاہ زندگی، کومل رباب، ایس انمول، آنسہ شبیر، عنبرین، قرۃ العین، نورین شاہ، نورین شفیع، مسکان، ماہ رخ سیال، طیبہ نذیر، جیا عباس، علمہ شمشاد، امبر گل، مہر گل، دعا گل، آپ سب کے لیے سلام اور دعائیں۔ عائشہ خان، اپنی دوستی پکی والی ہے۔ اللہ حافظ۔

شمع مسکان...... جام پور

اپنے پیارے بھائیوں کے نام

السلام علیکم! ہائے بھائی بشارت، بھائی ماجد، بھائی ساجد حیران ہوگئے نا دیکھا آپ کہتے تھے نا کہ ایسا نہیں ہوگا لیکن دیکھیں جناب اب ہاہاہاہا آپ کی پیاری بہن۔

ماروی یاسمین...... 44ج

میری چاند ستاروں سی بہنوں کے نام

فریدہ خانم، فریدہ جاوید فری، سباس گل، سدرہ شاہین، عاصمہ، کوثر اعجاز چوہدری، بشریٰ نوید باجوہ، کاجل شاہ، نوشین اقبال نوشی، غزالہ جلیل راؤ، نسیم سکینہ صدف، آمنہ، نسیمہ نیازی، شمیم ناز صدیقی آپ سب کو آنچل کی سالگرہ بہت بہت مبارک ہو خدا ہمارے سروں پر آنچل کا سایہ اور تقدس قائم و دائم رکھے آمین۔

فصیحہ آصف خان...... ملتان

7 اسٹار گروپ کے نام

السلام علیکم! اس امید کے ساتھ پھر حاضر ہیں کہ شاید آپ میں سے کسی نہ کسی کو ہماری یاد ستائی ہو (ویسے یہ ہے تو ناممکن) طیبہ نذیر مائی پرنسز ویئر آر یو، (کہیں شادی وادی تو نہیں کرلی) ساریہ چوہدری دل خوش ہوگیا کہ آپ کو میری کمی محسوس ہوئی۔ ہماری دعا ہے کہ آپ کی دوست ثوبیہ مرزا کی والدہ صحتیاب ہوجائیں آمین۔ عظمٰی فرید آپ کہاں ہیں؟ ماہ رخ سیال یار آپ کی دوستی میرے لیے باعث فخر ہے۔ آنسہ شبیر ڈریم گرل کیسی ہو؟ دوستی پکی ہے تم سے۔ حلیمہ بی بی آپ بھی ہماری دوست ہوئیں آج سے۔ باربی ڈول (ریحانہ راجپوت) پلیز یار واپس آجاؤ۔ غیناں شاہ شادی کی بہت بہت مبارک باد۔ حمیرا عروش، نادیہ یاسمین، کائنات عابد، کیسی ہو؟ فریحہ شبیر، نادیہ کامران شمع مسکان آپ کہاں مصروف ہیں۔ نورین شاہد، نورین شفیع، کول رباب (شادی مبارک) شاہ زندگی، پروین افضل شاہین، فریدہ فری، عائشہ پرویز سب کو سلام و دعائیں اس کے ساتھ ہی اجازت دیں، اللہ حافظ۔

فوزیہ سلطانہ..... تونسہ شریف

پیارے آنچل اور پیاری فرینڈز کے نام

پیارے آنچل سالگرہ بہت بہت مبارک ہو اللہ آپ کو اور کامیابیاں عطا فرمائے آمین۔ یکم اپریل کو میری پیاری فرینڈ حرا کا برتھ ڈے ہوتا ہے ہیپی برتھ ڈے ٹو یو حرا یار یکم اپریل کو اپریل فول بھی ہوتا ہے اسی لیے تم اتنی..... ہو اب بوتھا نہ بناؤ مذاق ہے۔ 8 اپریل کو ہماری سوئیٹ فرینڈ عمارہ تشریف لائی تھیں یار یہ تو میں کہہ نہیں سکتی کہ دنیا پہ بوجھ بن کر کیونکہ تم ہو ہی اکلوتی اپنی وے سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ تمہیں خوش رکھے آمین۔ آیئے آیئے جی آپ کا ہی انتظار تھا۔ یہ ہیں میری سب سے پیاری کزن دوست "بختاور" ریئلی اتنی پیاری ہے گھمنڈ ہے۔ اللہ میری بختوں کے لیے جلدی سے ایک لائف پارٹنر بھیج دے۔ بالکل اس جیسا ہم تو ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک گئے۔ ڈیئر نورین شاہد ہم فٹ فاٹ ہیں آپ کیسی ہیں؟ آپ کا پیغام پڑھا تھا بہت اچھا لگا۔ اجازت چاہتی ہوں آپ کی فرینڈ۔

عظمٰی بٹ..... سمندری

جویریہ مجاہد اور باجی جان ہاجرہ کے نام

سب سے پہلے تمام آنچل اسٹاف کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے سلام۔ جویریہ 2 اپریل کو تمہاری سالگرہ ہے میری طرف سے ہیپی برتھ ڈے ٹو یو کہو کیسا لگا میرا وش کرنا جویریہ موٹو حق سے کر باتھ روم میں جارہی تھی..... کہ کسی کمبخت نے پھونک مار کر کہا ہیپی برتھ ڈے باجی جان ہاجرہ آپ کی 14 اپریل کو برتھ ڈے ہے آپ کو میری طرف سے بہت زیادہ برتھ ڈے مبارک ہو میری دعا ہے کہ اللہ آپ کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔

اقراوشی..... گوجرانوالہ

آنچل کے پرخلوص لوگوں کے نام

السلام علیکم! آل فرینڈز ویسے نورین شاہد نے ٹھیک کہا کہ ہم سب احساس کے رشتے میں بندھے ہیں اگر آنچل فیملی دکھ میں ہے تو ہم بھی خوش نہیں آنچل فیملی اگر خوش ہے تو ہم بھی اسی میں خوش۔ اللہ آنچل کی فیملی کو اپنے حفظ وامان میں رکھے آمین، ڈیئر ظہرہ 17 اپریل کو سالگرہ مبارک۔ ہمیشہ ہنستی مسکراتی سسرال پر راج کریں۔ ارمان جانی 18 اپریل کو آپ کی بھی سالگرہ ہے سو آپ کو بھی مبارک ہو۔ اب جلدی سے بڑے ہوجاؤ۔ شبانہ امین راجپوت کیسی طبیعت ہے اب؟ اللہ کرے جلد ٹھیک ہو تم میری دعا تمہارے ساتھ ہے۔ نورین شاہد، انجم خان کدھر غائب ہو اپنی خیریت بتاؤ، سمیرا (اٹلی) اگر تم پڑھ رہی ہو تو رابطہ کرو میں تمہیں بہت مس کرتی ہوں۔ سارہ چوہدری و مسکان، کیف سکندر، مشعال اسلام شاہ زندگی کیا آپ سب میری دوستیں بنیں گی۔ سب آنچل فرینڈز کو سلام، فی امان اللہ۔

زویا خان..... پنڈی

اپنے سب پیاروں کے نام

السلام علیکم! سب سے پہلے تو آنچل اسٹاف اور قارئین کو آنچل کی سالگرہ پر مبارکباد دیتی ہوں۔ اللہ کرے آنچل اسی طرح دن رات ترقی کرے، آمین۔ اس کے بعد میں اپنی فرینڈ اپنی کولیگ راحیلہ کو عمرے کی بہت بہت مبارکباد دیتی ہوں۔ اللہ ہم سب کو یہ سعادت نصیب فرمائے آمین۔ باقی تمام فرینڈ خصوصاً ادیبہ، مس فوزیہ، انجم، ثمرہ، سعدیہ اور تمام مانچسٹر اسٹاف کو میری طرف سے سلام اور مریم تم تو ہو ہی اپنی نا۔

ندا اعجاز..... گوجرانوالہ

پرنس گروپ کے نام

میری شہزادیوں، ہوسکتا ہے جب اپریل کا ماہنامہ آنچل تم لوگوں کے پیارے پیارے ہاتھوں میں آئے گا اور جھیل جیسی آنکھوں سے گزرے گا تو ہوسکتا ہے کہ ہمارے مارچ ٹیسٹ اختتام کے مراحل پر ہوں یا ہوسکتا ہے کہ مکمل ہوچکے ہو اور ہم سب اپنے اپنے گھروں میں ہو جہاں مجھے تم لوگوں کے ساتھ گزارے ہوئے دنوں کی خوشی ہے وہاں ہی بچھڑنے کا ڈھیروں غم بھی ہے۔ وہ ہم سب کا مل جل کر چٹنی بگھارنا ایک دوسرے پر پانی پھینکنا روٹھنا اور منانا کبھی بھی نہیں بھولے گا۔ میری پیاری اور سوئٹ فرینڈ طلعت اللہ تعالیٰ تمہیں ڈھیروں خوشیاں نصیب فرمائے اور تم بھائی ظہور احمد کی سنگت میں خوش وخرم زندگی گزارو، آمین۔ میری شہزادی روبینہ اور ارم جہاں بھی رہو خوش رہو آباد رہو۔ یاد آئیں گے وہ پل ارم کا دھیما دھیما ہنسنا اور ہر بات چھپانا اشاروں سے ذو معنی باتیں کرنا۔ سب بہت یاد آئے گا۔ ڈیئر جانی حنا سدا خوش رہو۔ میں تمہارے لیے دعا گو ہوں اور رہوں گی اور میری سوئٹی ریحا شہزادی۔ خدا تم کو ہمیشہ دلی خوشی عطا فرمائے آمین۔ اے میری چشمے والی شہزادی صباء! سدا خوش رہو۔ اور میری پریٹی ڈول سنی یار کیا کہوں وہ دو سال جو اپنے اختتام کو پہنچنے والے ہیں اللہ کرے کہ تمہیں یاد رہ جائیں ویسے کوئی خاص امید نہیں۔ مائی ڈیئر موبی سدا خوش رہو اللہ تعالیٰ تمہیں سدا خوش رکھے آپی مسطح، حفصہ، عمارہ اینڈ مدیحہ کیا بات ہے بھئی آپ کی بھی۔ میں تم لوگوں سے اتنی محبت کرتی ہو جہاں تم لوگوں کی محبت کی انتہا ہوگی وہاں سے میری محبت کی ابتدا ہوگی پلیز پرنسز گروپ میری غلطیوں کو معاف کردینا۔

مزدلفہ عارف..... ماڑی بھنڈراں

آنچل پڑھنے والوں کے نام

سب سے پہلے تمام قارئین کو السلام علیکم! میں آپ سب کی تصیح کرانا چاہوں گی کہ اپریل 2013ء میں میرا تعارف تھا رضوانہ محمد کے نام سے (پورا نام رضوانہ محمد علی ہے) میں نے اپنا نک نیم روبی علی بتایا جبکہ وہ زوبی کے نام سے شائع ہوا۔ (نقطے کا اضافہ ادھر آ کر ہوا) تو جناب میں رضوانہ محمد علی ہوں روبی علی کے نام سے لکھتی ہوں۔ (یہ معلومات حلیمہ بی بی..... منڈے کے لیے خاص طور پر) جیا باجی میرا کوئی پیغام آپ کے نام سے خالی نہیں ہوتا۔ رب تعالیٰ آپ کو ڈھیر ساری خوشیاں دے آمین، شاہ زندگی سنا تھا آپ کی طبیعت کچھ ناساز ہے اللہ آپ کو صحت و تندرستی دے۔ عائشہ پرویز، ستمبر میں پتا چلا کہ آپ "گھر بار" والی ہیں سدا خوش رہیں آپ مجھے کافی مزیدار لگتی ہوں۔ نگینہ بحر عمران آپ کے لیے پیغام بھی بھیجا تھا اور آپ کے لیے دعا بھی کی تھی۔ اللہ آپ کو صبر عطا فرمائے آمین۔ نادیہ یاسمین کدھر غائب ہیں آپ؟ شمع مسکان، بشریٰ نوید باجوہ، صنم شاہ سنی، غیناں شاہ، اریبہ شاہ کو خصوصی سلام۔ لاہور والیوں انٹری مارو یار کدھر غائب ہو سب۔ سامعہ پرویز آپ کو بھی بہت سارا سلام اوہ یاد آیا نور سحر شاہ اور کاجل شاہ کو بھی آداب۔ کول رباب کیسی ہیں آپ۔ پروین افضل شاہین، نازیہ کنول نازی، سمیرا شریف طور، طیبہ نذیر، چندا مثال کے لیے سلام۔ جو رہ گئیں وہ اگلی انٹری میں۔ اللہ حافظ۔

روبی علی..... سیدوالا

بچھڑے ہوئے جگنوؤں کے نام

السلام علیکم! آنچل اسٹاف، قارئین دوستوں سب کو آنچل کی سالگرہ بہت بہت مبارک ہو ہماری دعائیں ہیں کہ آنچل دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے۔ ہم کچھ عرصہ مصروف رہے جس کی وجہ سے شاہ زندگی آپ کو جواب نہیں دے سکے اور اپنی دوستی کے بارے میں صرف اتنا کہیں گے "یہی یاری سب پہ بھاری" جنوری کے مبارک مہینے میں حافظہ بننے کی سعادت حاصل کرلی ہے۔ مسکان تم نے جو سوچا ہے ویسا کبھی نہیں ہوسکتا اگر ایسا ہی مشورہ دینا تھا تو میری زندگی میں آنے کی کیا ضرورت تھی۔ اللہ عزوجل سب کا حامی و ناصر ہو آمین۔

حافظہ ریحانہ یاسمین، حافظہ زائمہ خٹک..... میانوالی

شازیہ اقبال کے نام

السلام علیکم! شازی اقبال! شہناز اقبال جس نے فروری 2014ء میں آنچل کے سلسلے (آئینہ) میں شرکت کی۔ شازیہ اقبال کیا آپ ضلع لودھراں کے گاؤں کونڈی میں رہتی ہیں؟ اور آپ کی کسی کزن کا نام رابعہ مختار ہے؟ اصل میں میری فرینڈ کا نام بھی شازیہ اقبال اور رابعہ مختار تھا جن سے میٹرک کے بعد میرا رابطہ نہیں رہا۔ لیکن آج تک اپنی تمام فرینڈز کو بھول نہیں سکی۔ ہم نے گورنمنٹ گرلز ہائی اسکول لودھراں سے دو سال پہلے میٹرک اکھٹے کیا۔ اس کے بعد رابعہ مختار علامہ اقبال کالج لودھراں میں جبکہ میں ڈگری کالج لودھراں میں چلی گئی۔ میری ہائی اسکول کی فرینڈز کے نام ناصرہ مصطفٰی، زلیخا یوسف، شازیہ اقبال، رابعہ مختار اور آمنہ بشیر ہے۔ اگر آپ میری دوست شازیہ اقبال ہیں تو آپ اور رابعہ جلد از جلد آنچل کے ذریعے مجھ سے رابطہ کریں۔ اگر آپ کوئی اور شازیہ ہے تو پھر بھی بتادیں۔ تمہاری مخلص دوست۔

نفیسہ حبیب..... لودھراں

dkp@aanchal.com.pk

yaadgar@aanchal.com.pk

یادگار لمحے

جویریہ سالک

حمد باری تعالیٰ

رنگ' خوشبو' صبا اور ہوا روشنی
میرے اللہ کی ہے ہر عطا روشنی
جس نے مجھ کو بلندی کے رستے دیئے
وہی میرے لیے رہنما روشنی
میری مٹی کو جس نے کندن کیا
وہ میرا مہرباں' وہ سدا روشنی
ہر مشکل کو آسان اس نے کیا
یا حکیم کا ورد تھا کہ تھا روشنی
تیرگی میں بھی اس نے اُجالا کیا
وہ میرے لیے بن گیا روشنی
شکر کرنے کی توفیق عطا ہو مجھے
مجھ کو شب میں بھی مالک دکھا روشنی
یہ تیرا فضل ہے کہ میں ہوں نامور
اپنی رحمت سے آنچل کی بڑھا روشنی

سباس گل......رحیم یار خان

پیارے آنچل کے لیے دعا

"تمہاری سالگرہ کے پُرمسرت موقع پر

میری جاں!
تمہیں کیا تحفہ دوں؟
مسکراہٹیں' پھول' خوشیاں
دعائیں' نیک خواہشات' خوشبو
میرے بس میں اگر ہو تو......!
اپنی قسمت میں آنے والی
ہر خوشی کا تحفہ
تمہیں سونپ دوں"

امبر گل......جھڈو سندھ

حسد سے بڑا گناہ

حضرت سعدی بیان فرماتے ہیں کہ جس زمانے میں' میں مدرسۂ نظامیہ بغداد میں پڑھتا اور پڑھاتا تھا میرا ایک ساتھی میرے حسن بیان اور نکتہ آفرینی کے باعث مجھ سے بہت حسد کرتا تھا۔ ایک دن میں نے اپنے استاد محترم سے کہا کہ فلاں شخص میرے لیے پریشانی کا باعث بنا ہوا ہے۔ وہ میرے کمال کے باعث مجھ سے حسد کرتا ہے۔

استادِ محترم نے یہ بات سنی تو خفگی کا اظہار فرمایا اور کہا۔

"حیرت ہے تو اس کے گناہ سے تو آگاہ ہو گیا کہ وہ حسد کرتا ہے لیکن اپنے بارے میں تو نے سوچا کہ تو بھی غیبت جیسے گناہ کا ارتکاب کر رہا ہے اگر اس حاسد نے دوزخ میں اپنا ٹھکانا بنالیا ہے تو دوسرے راستے سے تو بھی وہیں پہنچ رہا ہے۔"

حکایات: بوستان سعدی

مرسلہ: ایبہار ضوان......کراچی

ماضی' حال' مستقبل

جو وقت چلا جاتا ہے ماضی اسے ہم واپس نہیں لاسکتے اور آنے والے وقت مستقبل کو روک نہیں سکتے لیکن ان دونوں کے درمیان میں جو وقت آتا ہے حال ہے۔ اس میں ہم کچھ ایسا کر سکتے ہیں جس سے ماضی میں کی گئی غلطیاں چھپ جائیں اور ہمارا مستقبل سنور جائے۔

نورین لطیف......ٹوبہ ٹیک سنگھ

آنچل

آ......آج یہ دعا ہے میرے لبوں پر
ن......نہ کبھی تجھے زوال ہو
چ......چمکتا رہے تیرا ستارہ
ل......لازوال رہو ہر پل
آمین
"سالگرہ مبارک ہو"

دلکش مریم......چنیوٹ

گنتی اور محاورے کا امتزاج

کبھی ہم بھی "ایک" جان دو قالب تھے مگر اب تو تم نے میرا جینا "دو" بھر کردیا ہے۔ ارے جاؤ میں تم پر "تین" حرف بھیجتی ہوں تم آئندہ مجھ سے آنکھیں "چار" کرنے کی کوشش نہ کرنا۔ ویسے تمہارے بعد تو میری "پانچوں" انگلیاں گھی میں اور سر کڑاہی میں ہوگا۔ اگر تم نے دوبارہ مجھ سے ملنے کی کوشش کی تو میں تمہیں "چھٹی" کا دودھ یاد دلا دوں گی اور تمہیں "ساتویں" آسمان پر پہنچادوں گی۔ لیکن تمہارے بعد بھی شاید مجھے آرام نہیں ملے گا مجھے کبھی تمہاری یاد "آٹھوں" پہر خون کے آنسو رلائے گی اور پھر میں بھی زندگی سے "نو دو گیارہ" ہوجاؤں گی۔

ارم کمال......فیصل آباد

اقبال جرم

کسی اعلیٰ عہدے پر فائز افسر کی گھڑی گم ہوگئی وہ بہت پریشان ہوئے اور جب گھڑی نہ ملی تو انہوں نے گھڑی کی گمشدگی کی تھانے میں رپورٹ درج کرادی۔ پولیس نے پرجوش کارکردگی میں دن رات ایک کردیا اور گھڑی کی چوری کے شبہ میں بارہ آدمی گرفتار کرلیے اور نہایت شدومد سے پوچھ گچھ شروع کردی۔ دوسرے دن شام کو افسر نے پولیس اسٹیشن فون کرتے ہوئے کہا۔

"انسپکٹر صاحب! ہمیں نہایت شرمندگی ہے کہ ہماری گھڑی غسل خانے سے دستیاب ہوگئی ہے۔ ہم نے آپ کو خوامخواہ زحمت دی' ہم بہت شرمندہ ہیں۔"

دوسری طرف سے انسپکٹر نے سنی ان سنی کرتے ہوئے نہایت مستعدی سے جواب دیا۔

"جناب والا! اس میں شرمندگی کی کیا بات ہے آپ کی گھڑی کے شبے میں ہم نے بارہ آدمی گرفتار کیے تھے آپ کی دعا اور اللہ کے فضل سے اب تک ان میں سے گیارہ نے تو اقبال جرم کرلیا ہے' باقی رہا ایک تو اللہ نے چاہا رات تک وہ بھی اقبال جرم کرلے گا۔"

سلمیٰ فہیم گل......لاہور

انمول موتی

❖ مومن وہ ہے جو خوشحالی میں شکر اور مصیبت پر صبر کرتا ہو۔

❖ کسی تصویر کے اتنا قریب مت جاؤ کہ وہ دھندلی نظر آئے۔

❖ حُسن شکر میں لپٹی زہریلی گولی ہے۔

❖ جب آپ ناکام ہوجائیں تو ناکامی سے ملنے والا سبق نہ بھولیں۔

راحیلہ امین......بارہ قطعہ

افسانچہ

تمہارے ہجر و فرق کا یہ عالم ہمیشہ میری نازک طبیعت پر گراں گزرتا ہے' تمہاری جدائی کے یہ جاں گسل لمحات صدیوں پر محیط ہوجاتے ہیں کہ ایک ایک پل گزارنا مشکل ہوجاتا ہے۔ تمہارے انتظار میں بھوکی پیاسی پہروں دروازے کے چکر لگاتی ہوں کہ شاید تمہارا رخ روشن دکھائی دے لیکن ہر بار مایوسی و ناکامی ہی مقدر ٹھہرتی ہے۔ میرے چاہت و محبت سے بھرپور جذبات و احساسات کو یکسر فراموش کیے تم نازک اندام حسینہ کی مانند نخروں پر نخرے دکھاتے ہو لیکن میں تمہاری ناز برداریاں آخر کہاں تک کروں۔ وقت تیزی سے گزرتا جارہا ہے اور تمہاری آمد کا کچھ پتا ہی نہیں۔ تمہاری غیر موجودگی میں یہ گھر مجھے بالکل سنسان و ویران لگتا ہے اس سے پہلے کہ میرے شوہر نامدار کی آمد ہو اور انہیں اس معاملے کی خبر ہوجائے تم لوٹ آؤ۔ تمہاری اس تاخیر کے سبب مجھے اپنے مجازی خدا کے بگڑے تیور دیکھنے کو ملتے ہیں اور تمہیں تو دیکھ کر بہت مزہ آتا ہے نا کہ ہمیں خالی پیٹ اپنے مجازی خدا کی ڈانٹ ہضم کرنا پڑتی ہے اس سے پہلے کہ وہ بھوک سے بلبلا کر اپنا غصہ ہم پر اتاریں اے سوئی گیس تم اپنا رخ زیبا دکھاؤ تاکہ ہمارے سنسان پڑے چولہے روشن ہوجائیں اور بھوک کے مارے پیٹ میں دوڑتے چوہے بھی شانت ہوجائیں۔

عنبر فاطمہ......کراچی

خوشیاں

خوشیاں چاہتوں سے ملتی ہیں' چاہتیں رشتوں سے ملتی ہیں' رشتے بندھنوں میں باندھتے ہیں۔ بندھن جینے کا حوصلہ دیتے ہیں' جینے کا حوصلہ خوب صورت زندگی دیتی ہے۔ خوب صورت زندگی خوشیوں سے بھری ہوتی ہے اور خوشیاں چاہتوں سے مزین ہوتی ہیں۔

مشعال اسلام ج......جھنگ

مشہور کہاوتیں

❖ اعمال کی آواز الفاظ سے بلند ہوتی ہے

❖ انتقام کی عمر سو برس کی ہوجائے تو بھی اس کے دانت دودھ کے ہی رہتے ہیں۔

❖ بہت بُرا ہے وہ آدمی جس سے آدمی ڈریں۔

❖ جب دو آدمی آپس میں جھگڑیں سمجھ لو دونوں غلطی پر ہیں۔

❖ اعتماد شکنی سے بچنے کی کوئی ترکیب نہیں۔

❖ خود کو بدل دو' قسمت خود بخود بدل جائے گی۔

شزا بلوچ......جھنگ

اخلاق

سب سے وزنی چیز جو قیامت کے دن مومن کے

میزان میں رکھی جائے گی وہ اس کا حسن اخلاق ہوگا۔

دوست

اپنی زندگی میں ایسے دوستوں کو شامل کرو جو کبھی آئینہ اور کبھی سایہ بن جائیں کیونکہ آئینہ جھوٹ نہیں بولتا اور سایہ ساتھ نہیں چھوڑتا۔

مدیحہ نورین مہک...... برنالی

شادی سے پہلے و شادی کے بعد

⌘ میں نے پیار کیا
☆ ہائے یہ میں نے کیا کیا......؟
⌘ ملنے کب آؤ گی؟
☆ میکے کب جاؤ گی؟
⌘ جان ابھی مت جاؤ۔
☆ خدا کے لیے جان مت کھاؤ۔
⌘ کچھ تو بولو لب تو کھولو۔
☆ اب بس بھی کرو چپ تو ہو لو۔
⌘ تم بن رہا نہ جائے۔
☆ تم کو سہا نہ جائے۔
⌘ آئی لو یو۔
☆ آج بھی آلو......؟

سیدہ نادیہ کامران...... کھوڑہ سیداں

اللہ کے ذمے

حضرت مبارک بن فضالہؒ ایک روز عباسی بادشاہ المنصور کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اس نے ایک مجرم کو قتل کرنے کا حکم دیا، مبارک فضالہؒ نے کہا۔
”امیر المومنین میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے ”قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک منادی صدا دے گا کہ اللہ تعالیٰ کے ذمے جن لوگوں کا اجر ہو وہ کھڑے ہو جائیں۔ اس وقت کوئی کھڑا نہ ہوگا سوائے اس شخص کے جس نے کسی کو معاف کیا ہو۔“
یہ سن کر منصور نے کہا ”اس شخص کو آزاد کردو۔“

سائرہ پُروالی...... مرغائی راجن پور

مزاحیہ غزل

گھر میں راشن بھی نہیں گھر میں سودا بھی نہیں
اور میاں ہیں کہ انہیں اس کی پروا بھی نہیں
اے حسیں! چائے یہ کیسی پلائی تم نے
ساتھ بسکٹ بھی نہیں، کوئی پکوڑا بھی نہیں
یہ تو بجلی کا ستم ہے کہ تیرا ہجر نہ تھا
شہر کا شہر جو راتوں کو سویا بھی نہیں
آج موقع ہے سنہرا چلو حالِ دل کہہ لیں
اس کی اماں بھی نہیں اور آج تو ابا بھی نہیں

شگفتہ خان...... بھلوال

رائٹرز بہنوں کی خصوصیات تحریر

عفت سحر طاہر: ان کی تحاریر میں مزاح کا رنگ نمایاں نظر آتا ہے ان کا اندازِ بیان انتہائی سادہ اور پُر لطف اور مشرقی طرز کا ہے۔

اقراء صغیر احمد: ان کی کہانیوں کا موضوع اکثر و بیشتر کہانی کی ہیروئن کی ذات ہوتا ہے گویا کہانی کی ہیروئن مرکزی کردار ہوتا ہے جیسے ”دشت آرزو“ کی کرن اور بھیگی پلکوں کی ہیروئن ”پری“ قابل ذکر ہیں۔

شازیہ مصطفی: ان کی زیادہ تر تحاریر میں کہانی کے شروع میں شادی اور پھر ہیرو، ہیروئن کی ناراضگی کا سلسلہ آخر تک چلتا ہے ان کا انداز تحریر سادہ اور رومانوی طرز کا ہوتا ہے۔

سباس گل: سباس گل اور شازیہ مصطفی کی کہانیوں میں یکسانیت پائی جاتی ہے۔ سباس گل کی تحریروں میں شدت و محبت کا عنصر موجود ہے۔

سمیرا شریف طور: ان کی تحاریر میں کہیں نہ کہیں ایک پُر تکلف شخصیت کی عکاسی ہوتی ہے ان کا اندازِ بیاں معصومانہ مگر پختہ ہوتا ہے۔

نازیہ کنول نازی: ان کا انداز تحریر انتہائی پُر جوش اور بے باک ہے ان کی تحاریر میں حقیقت کا رنگ نمایاں ہے۔

عشنا کوثر سردار: ان کی تحاریر میں ایک الجھن پائی جاتی ہے جسے وہ آگے چل کر انتہائی خوب صورتی کے ساتھ سلجھاتی ہیں۔ ان کی کہانیاں حقیقت سے دور نظر آتی ہیں مگر پُر لطف ہونے کے باعث قارئین کو اپنے سحر میں جکڑے رکھتی ہیں۔

اُم مریم: ان کی کہانیوں میں خوشی و غم کا ملا جلا ملاپ ہے ان کا انداز بیاں پُرجوش اور شدت سے بھرپور ہے۔

شمع ناز شکیل...... کراچی

فراق

تمہاری بات لمبی ہے
مثالیں ہیں دلیلیں ہیں
ہماری بات چھوٹی ہے
ہمیں تم سے محبت ہے

سنی شاہ...... حضرت پیر عبدالرحمٰن

عورت کی محبت

پھولوں سے بھی زیادہ حسین چاند تاروں سے بھی ارفع، چشموں کے بہتے پانیوں سے بھی شفاف، صندل سے بھی زیادہ مہکتی ہوئی سمندر سے بھی زیادہ گہری، شہد کی طرح میٹھی اور سوچ سے بھی زیادہ وسیع اگر کوئی چیز ہے تو وہ ہے عورت کی محبت، یہ ہر احساس سے بھی زیادہ حساس اور صبح سویرے موتیے کے پودے پر کھلتی ہوئی کلیوں سے بھی زیادہ نازک ہوتی ہے۔ عورت جس سے محبت کرتی ہے، اس پر آنکھیں بند کر کے اعتبار کرتی ہے اس کے نزدیک امیری، غریبی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ اس کے لیے کوئی شے قابل قدر ہے تو وہ ہے سچائی، وہ محبت دیتی اور خلوص مانگتی ہے۔ وہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ سچی محبت والے غرق دریا ہو جاتے ہیں، تپتے صحراؤں میں بھٹک جاتے ہیں، وہ پھر بھی سچے دل سے محبت کرتی ہے۔ وہ محبوب کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر میلوں میل کانٹوں پر ننگے پاؤں تو چل سکتی ہے مگر اس کی بے پروائی برداشت نہیں کر سکتی۔

عظمیٰ فرید خان...... ڈی آئی خان

انتظار

ایک پاگل دوسرے سے ”یار اگر کوئی ہاتھی درخت پر چڑھ جائے تو اترے گا کیسے؟“
دوسرا پاگل ”یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے، کسی پتے پر بیٹھ کر خزاں کا انتظار کرے گا۔“

قرۃ العین، صائمہ عمرین...... درابن کلاں

شروعات

ایک شخص نے اپنے پڑوسی سے کہا کہ ”بھائی صاحب! کل تمام دن آپ کا کتا بھونکتا رہا جس کی وجہ سے میری بیوی گانے کی پریکٹس نہ کر سکی۔ عجیب کتا ہے آپ کا؟“
”دیکھیے بھائی صاحب!“ پڑوسی نے جواب دیا۔ ”شروعات آپ کی بیوی ہی کرتی ہے۔“

منیبہ نواز...... صبور شریف

حسن اور دوستی

فن کا منبع، فن کی روح ہے جب روٹی اور فن مل جاتے ہیں تو انسان تاج محل تعمیر کرتا ہے اہرام مصر بناتا ہے الحمرا کے طلسماتی محلات کی بنیاد ڈالتا ہے۔ کالی داس ”شکنتلا“ ملٹن ”گم شدہ جنت“ اور اقبال ”جاوید نامہ“ لکھتا ہے لیکن جب فن سے روٹی بچھڑ جاتی ہے تو شکنتلا مر جاتی ہے اور جاوید نامہ ردی میں بکنے لگتا ہے پھر حسن مر جاتا ہے مذہب مر جاتا ہے، بھوک سب کا گلا گھونٹ دیتی ہے۔

فائزہ بھٹی...... پتوکی

دو طرح کے آدمی

آدمی دو طرح کے ہوتے ہیں، اہل نفس خواہشات کے بندے اور اہل اللہ...... خدا کے اطاعت گزار بندے، نفس، دنیا اور شیطان تینوں کافر ہیں۔ جس شخص پر غضب الٰہی ہوتا ہے وہ شخص نفس پرست، شہوت پرست، خواہش پرست، دنیا پرست، حسن پرست، زینت پرست اور شیطان کا ہمجولی بن جاتا ہے۔ ہر وقت اس کی جان لذت نفسانی اور معصیت اور گناہ میں غرق رہتی ہے اس کا دل سیاہ اور عشق و محبت اور انوار الٰہی سے جدا اور اس کا دل مردہ کی طرح جسد گور میں معرفت سے اندھا اور بے نور رہتا ہے۔ نفس کس کو کہتے ہیں؟ نفس وہ ہے کہ جو راہ خدا سے روکتا ہے اور غیر اللہ کی طرف بلاتا ہے، پس دنیا، نفس اور شیطان ہم آدمیوں کا دشمن ہے۔ نفس شہوت کی وجہ سے غالب اور غصہ کی حالت میں درندہ ہوتا ہے اور گناہ کرنے کی حالت میں نفس طفل (بچہ) بن جاتا ہے، نعمتوں کے کھانے کی حالت میں نفس فرعون بن جاتا ہے اور سخاوت کی حالت میں نفس قارون بن جاتا ہے۔ بھوک کی حالت میں نفس دیوانہ کتا اور شکم سیری کی حالت میں متکبر گدھا ہوتا ہے۔

(اقتباس: از محبت رسول)

آمنہ امداد...... سرگودھا

WWW.PAKSOCIETY.COM

آئینہ

شہلا عامر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! ابتداء ہے اس رب ذوالجلال کے نام سے، جو وحدہ لاشریک ہے۔ اپریل کا شمارہ سالگرہ نمبر آپ کے لیے حاضر ہے ہم نے آپ کی رائے اور تجاویز کو سامنے رکھتے ہوئے اس شمارہ کو آپ کی کاوشوں سے سجایا ہے دعا ہے کہ اسی طرح آنچل ہزاروں سال کامیابی کے سفر طے کرتا رہے آمین۔ اب چلتے ہیں آپ بہنوں کے دلچسپ محفل کی طرف۔

عائشہ پرویز...... کراچی۔ السلام علیکم امید ہے کہ تمام آنچل اسٹاف وقارئین خیریت سے ہوں گے اور اب مزے سے گرمیوں کو انجوائے کررہے ہوں گے ہاہاہا...... سب سے پہلے سب کو میری طرف سے آنچل کی سالگرہ بہت بہت مبارک ہو دعا ہے کہ آنچل اور زیادہ ترقی کرے آمین۔ اب آتی ہوں تبصرہ کی طرف۔ آنچل میں سمیرا آپی کا ناول "ٹوٹا ہوا تارا" نہ دیکھ کر دل ہی ٹوٹ گیا لیکن "ڈھل گئی پھر ہجر کی رات" پڑھ کے دل پھر سے جڑ گیا ہاہاہا۔ "بھیگی پلکوں پر" اقراء نے تو کمال کردیا پری کو طغرل کے ساتھ جوڑ کے۔ بس اب شیری کو سدھار دیں نہیں تو میں سدھاردوں گی ہاں نہیں تو...... ام مریم کے ناول "مجھے ہے حکم اذاں" بھی سپرہٹ ہے۔ سکندر اور لاریب کا پڑھ کے مزہ آگیا سچ کہوں تو کچھ کچھ ہوا ہاہاہا...... لیکن یہ کیا عباس کو اتنا ہائپر نہ کروائیں کہ پڑھ کے میرا بی پی شوٹ کرجائے اس کو فاطمہ کے ساتھ پلیز ٹھیک کردیں نہیں تو اُدھر بھی میں ہی ٹھیک کردوں گی ہاں نہیں تو...... باقی تمام ناول اور افسانے ہمیشہ کی طرح اپنی اپنی جگہ اک دم پرفیکٹ تھے لیکن اُم اقصیٰ نے تو دل ہی لوٹ لیا واقعی ایسے لوگ میرے اردگرد بھی موجود ہیں۔ آپ نے تو مجھے واقعی رلا دیا یہ افسانہ پڑھ کر میں آپ کو داد دیے بغیر نہیں رہ سکی۔ "بیاض دل" میں تحمینہ عمران کا شعر بہت اچھا لگا بالکل ایسا لگا جیسے انہوں نے میرے دل کی بات لکھ دی ہوں۔ ڈش مقابلہ پڑھتی ضرور ہوں لیکن سب اتنا مشکل لگتا ہے کہ اوپر سے گزر جاتی ہے اس سے پہلے امی اس پر تقریر کریں میں جلدی سے آگے بڑھ جاتی ہوں ہاہاہا۔ دوست کا پیغام آئے میں سب کا پیغام اچھا لگا پر کسی نے مجھے کوئی پیغام نہیں دیا نہ انصافی ہے بھئی ہاں نہیں تو...... ارے ہاں نورین شاہد آپ نے مجھے شادی کی مبارک باد دی تھی تو آپ کا بہت بہت شکریہ بس اسی طرح دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ یادگار لمحے میں اپنا ہی لطیفہ دیکھ کر ہنسی آ گئی ہاہاہا آئینہ میں سب تھے سوائے میرے مجھے تو رونا ہی آ گیا آخر میں ہم سے پوچھیے میں سب کے سوالات پر مسکراہٹ آ گئی آخر اس میں میرے بھی تو سوال تھے ہاہاہا...... ایک بار پھر آنچل کو سالگرہ کی بہت بہت مبارک باد اجازت چاہتی ہوں فی امان اللہ۔

☆ عاشی ڈیئر! خوب صورت لفظوں اور دلچسپ پیرائے میں لکھا آپ کا تبصرہ بہت پسند آیا ہاں نہیں تو......!

فریدہ فری یوسف زئی...... لاہور۔ السلام علیکم مارچ کا آنچل 25 تاریخ کو ملا ٹائٹل اچھا لگا اس مرتبہ تمام افسانے اور ناول ناولٹ بہترین لگے خاص کر نزہت جبیں کا ناولٹ "میرے خواب مٹی کے گھر تھے" واہ نزہت جی کمال بلکہ دھمال کردیا ناولٹ لکھ کر خوش رہو اور "امید صبح" ام اقصیٰ کا افسانے نے تو دل موہ لیا ایسا تھا کہ پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی مبارکاں۔ ام مریم تو نام ہی کافی ہے ان کا ناولٹ "مجھے ہے حکم اذاں" پڑھ کر تو مدہوش ہو جاتے ہیں کیا لکھتی ہو یار۔ تمہارے تمام ناول میں بہت شوق سے پڑھتی ہوں، سمیرا شریف طور نے بھی خوب لکھا کیا بات ہے۔ بیاض دل میں سب کی اشعار دل کو بھائے مگر سب سے اچھا شعر ایس آر مسکان کا لگا۔ غزلیں نظمیں سب کی دل کو بھائیں، فصیحہ آصف کی نظم "امید" فریدہ خانم کی غزل، راشدہ ترین کی "پاگل لڑکی" سباس گل کی "کرسکے" فوزیہ غزل نے اچھا لکھا۔ اپنی غزل پڑھ کر خوشی ہوئی۔ ڈش مقابلہ میں گوشت اور قیمے کی ڈشز پسند آئیں اور خوب کھائیں۔ شمیم ناز صدیقی کے بہنوئی کو اللہ تعالیٰ صحت کاملہ عطا کرے آمین۔ عمیرہ احمد کو شادی کی دلی مبارکباد قبول ہو وہ تو ہم سب کی فیورٹ رائٹر ہیں اللہ تعالیٰ ان کے دامن میں خوشیاں ہی خوشیاں بھردے آمین۔ اچھا جی اللہ حافظ اگلے ماہ پھر حاضر ہوں گے سب کو دعا اور سلام۔

صدیقہ، انیقہ ملک...... سمندری۔ پیاری اور سویٹ آپی شہلا اور تمام کیوٹ قارئین کو ہمارا اسلام۔ امید ہے آپ سب خیریت سے ہوں گے شمارہ ہاتھ آتے ہی منٹ میں سارا دیکھ لیا یہ کیا جی انا اور وکید والی اسٹوری نہیں آئی بہت دکھ ہوا (یہ دکھ کچھ منٹوں کا تھا) ہاہاہا۔ جب آپی سمیرا کا مکمل ناول دیکھا تو دل باغ باغ ہوگیا سب سے پہلے ام مریم کا ناول پڑھا واہ جی واہ بہت نائس! شکر ہے لاریب کو عقل آئی پلیز فاطمہ اور ایمان کے ساتھ مزید برا مت کیجیے۔ "بھیگی پلکوں پر" اقرا آپی کا ناول بہت اچھا جارہا ہے شکر ہے پری اور طغرل کی زندگی میں بھی خوشیاں آئیں۔ اب آتے ہیں آپی سمیرا کے مکمل ناول کی طرف بہت زبردست لکھا آپی ویل ڈن۔ باقی ناولٹ، افسانے اور مکمل ناول بھی بہت اچھے تھے "بیاض دل" میں عائشہ پرویز کا شعر بہت اچھا لگا۔ نظمیں اور غزلیں سب کی اچھی تھیں اللہ تعالیٰ سمیرا آپی کو صحت و تندرستی والی زندگی عطا کرے آمین۔ آخر میں سب قارئین سے ریکوسٹ ہیں کہ ہمارے پیارے سے ماموں 18 فروری کو اللہ کو پیارے ہوگئے ہیں ان کے لیے مغفرت کی دعا کیجیے اللہ حافظ۔

ریحانہ کوثر...... ملکوال۔ السلام علیکم شہلا آپی! امید ہے خیریت سے ہوں گی میں آنچل کے لیے ہمیشہ دعا گو ہوں کہ

اللہ میرے آنچل کو اتنا کامیاب کرے کہ دنیا کے ہر گوشے میں اس کا نام گونجے آمین۔ اب آتے ہیں کہانیوں کی طرف سب سے پہلے "ٹوٹا ہوا تارا" غائب لیکن سمیرا آپی کے ناول "ڈھل گئی پھر ہجر کی رات" نے کسر پوری کردی۔ "مجھے ہے حکم اذاں" ام مریم جی میں یہی کہوں گی کہ آپ تو چھا گئے اور بھئی لاریب جیسی خودسر لڑکی کو عقل آ جائے اس سے اچھی اور کیا بات ہو سکتی ہے۔ بھئی سکندر نے ہمت بھی تو بہت کی ہے۔ بے چارے سکندر بھائی جان! بندہ دل کی اتنی بھی نہیں سنتا۔ آج کے دور میں رانجھا نہ بنیں کیونکہ آج کی ہیر دل پیچھے چھوڑ آتی ہیں اور فاطمہ کی مشکلات حل ہوجائیں اور پلیز آپی شرجیل نے سمیعہ کے ساتھ کیا کیا یہ تو سسپنس ہی رہا۔ "بھیگی پلکوں پر" بھی زبردست ہے باقی رسالہ ابھی پڑھ رہی ہوں کیونکہ میرے لیے آنچل کا ہر ہر لفظ اہم ہوتا ہے اللہ حافظ۔

☆ پیاری ریحانہ! ہماری کوشش یہی ہوتی ہے کہ آنچل کی محفل میں سب بہنوں کو شرکت کا موقع دیں۔

مدیحہ نورین...... برنالی۔ السلام علیکم آپی کیسی ہیں؟ میں تو بالکل ٹھیک ہوں اور یقیناً تمام قارئین بھی ٹھیک ہوں گے اس ماہ کا آنچل بھی بہت خوب تھا اور جواب آں سے آخری صفحہ تک لاجواب رہا۔ اقراء صغیر، سمیرا شریف طور، ام مریم نے تو ہمیشہ کی طرح چار چاند لگا دیے۔ بیاض دل اور غزلیں نظمیں، یادگار لمحے بہت اعلیٰ تھے۔ بہت مزہ آیا شمائلہ آپی کی محفل کا۔ سب نے بہت اچھی طرح آنچل کو سجایا محبت سے پیاری سسٹرز طیبہ نذیر، ساریہ چوہدری، نوشین اقبال نوشی، نادیہ کامران، شاہ زندگی، جیا آپی آپ سب کو بہت بہت دعائیں اور مجھے بھی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ اللہ ہمارے وطن عزیز کو تمام تر مشکلات سے بچائے آمین۔

مونا شاہ قریشی...... کبیر والا۔ السلام علیکم! ڈیئر بجو! کیسے مزاج ہیں آپ کے پہلی بار شرکت کررہی ہوں امید واثق ہے حوصلہ افزائی ہوگی۔ جس چیز نے مجھے قلم اٹھانے پر مجبور کیا ہے وہ ہے سمیرا اقراء اور ام مریم کے ناولز، ان فیکٹ مجھے آنچل کی معیار نے متاثر کیا جو کہ تمام ڈائجسٹ میں سرفہرست ہے۔ میں گزشتہ چار سالوں سے آنچل کے خاموش قاری ہوں۔ دل کی پُرزور فرمائش اور منہ زور خواہش پر آپ کو یہ خط لکھ رہی ہوں، تمام قارئین اور آنچل اسٹاف کو گول گول گھومتا سلام اللہ حافظ و بیسٹ وشز۔

☆ مونا ڈیئر! خوش آمدید آئندہ بھی شریک محفل رہیے گا۔

حافظہ فوزیہ سلیم...... چیچہ وطنی۔ السلام علیکم تمام پڑھنے اور سننے والی بصارتوں کو سلام۔ سرورق پر خوب صورت سی رانیہ کو دیکھ کر دل خوش ہوگیا قیصر آپا کی سرگوشیاں سن کر حمد و نعت سے دل فیض یاب ہوگیا۔ میرا پسندیدہ سلسلہ دانش کدہ ہے مشتاق احمد قریشی کی باتیں بہت پسند ہیں دین کو سمجھنے میں بہت مدد ملتی ہے رب سوہنا انہیں اجر دے۔ "ٹوٹا ہوا تارا" ناول نہ پا کر دل بہت افسردہ ہوگیا لیکن...... "ڈھل گئی پھر ہجر کی رات" نے تو دل خوش کردیا۔ سمیرا قلم میں بہت ٹھہراؤ اور نفاست ہے بھئی تو اتنے فین ہیں ان کے۔ "امید صبح" میں ام اقصیٰ نے بچوں کی نفسیات پر بہت اچھا لکھا۔ ام مریم کی تو کیا ہی بات ہے اسٹوری کا نام ہی اتنا پیارا ہے۔ ناہید چوہدری نے مکمل ناول تو اچھا لکھا لیکن میرڈ لڑکیوں کو اس طرح نظروں سے گرا دینا بہت ہی غلط ہے۔ "بھیگی پلکوں پر" کچھ زیادہ ہی آنسو بہا دیئے ماہ رخ نے۔ اقراء صغیر احمد نے بہت نفاست سے کردار سے انصاف کیا۔ شکر ہے کہ طغرل اور پری ایک ہونے جارہے ہیں۔ پڑھنے والوں کو تو ملنے کا انتظار ہے۔ نزہت جبیں نے جب بھی لکھا بہت اچھا لکھا "میرے خواب مٹی کے گھر" بہت ہی پیارا ناول تھا۔ مستقل سلسلے سارے ہی پسند ہیں خاص کر بیاض دل۔ آنچل کی اس ماہ برتھ ڈے ہے تو میری طرف سے بھی پیاری سی وش رب سوہنا آنچل کو اور اس کے ہمراہ تمام لوگوں کو آسانیاں اور کامیابیاں دے اور ہر سال پہلے سے زیادہ شہرت اور کامیابی دے آمین۔

☆ فوزیہ ڈیئر! آپ شامل محفل ہیں اور آئندہ بھی شرکت کرتی رہیے گا۔

اقصیٰ زرگر، سنبل زرگر...... جوڑہ۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیا حال ہیں آپ کے؟ ہمیں دوسری بار دیکھ کر کیسا لگ رہا ہے اس دفعہ ہمیں آنچل 27 کو ہی ملا سرورق اچھا تھا باقی ابھی تک ہم نے کہانیاں نہیں پڑھیں اس لیے ابھی کچھ نہیں کہہ سکتے اور ہاں یادگار لمحے میں ہما شیراز، رضوانہ کرن، طیبہ نذیر، فریحہ شبیر، فوزیہ سلطانہ اور سعدیہ اجمل نے کافی اچھا لکھا ہے اور ہر بار کی طرح ہمیں تو انٹری کا بورڈ ہی نظر آیا۔ کوئی بات نہیں اس کے علاوہ بیاض دل میں عائشہ پرویز، شمع مسکان، ایس آر مسکان، ارم حسن اور فائزہ بلال، عائشہ تبسم، فصیحہ آصف، ساریہ چوہدری نے کافی اچھا لکھا بس اتنا ہی پڑھ پائے ہیں او کے اب اللہ حافظ۔

ثناء اجالا، حرا زینب...... سرگودھا۔ شہلا آپی! میری طرف سے تمام آنچل اسٹاف اور قارئین کو بہت سا سلام۔ آنچل 28 کو ملا۔ خیر بہت خوشی ہوئی۔ اپنی پسندیدہ ماڈل دیکھ کر آنکھوں میں ٹھنڈک اتر گئی۔ قیصرآرا آپی کی سرگوشیاں پڑھیں، نصیحت بھرا خوب صورت انداز بہت بھایا۔ سب سے پہلے "بھیگی پلکوں پر" پڑھا فنٹاسٹک! اب شیری کی الجھن کیسے سلجھے گی؟ پری کے ساتھ شادی کے خواب دیکھ رہا ہے (تیخ چلی) آپی پری کو طغرل پر اعتبار آ جائے۔ سمیرا کا ناول نہ پا کر دکھ ہوا۔ خیر مکمل ناول زبردست تھا، سمیرا آپی میں آپ کی بہت بڑی فین ہوں آپ کا ناول "جس دن مجھ سے کوئی مقتل میں گیا" پڑھا اس دن کے بعد باقاعدگی سے آنچل پڑھنا شروع کیا۔ "ڈھل گئی پھر ہجر کی رات" بہت عمدہ تحریر تھی۔ غزلیں نظمیں سب ہی عمدہ تھیں یادگار لمحے واقعی یادگار رہے جو بھولتے نہیں ہیں، باقی آنچل بعد میں پڑھوں گی والسلام۔

صبا، کنول، صنم...... آزاد کشمیر، ھٹیاں بالا۔ السلام علیکم ہمیں آنچل تھوڑا لیٹ ملتا ہے جس کی وجہ سے ہم آئینہ

میں شرکت نہیں کرسکتے پھر بھی ہم کہنا چاہیں گے آنچل کی کہانیاں بہت زبردست ہوتی ہیں ہم تین دوست ہیں اکٹھے ہی آنچل لیتے ہیں۔ پارس والی کہانی ہمیں سب سے زیادہ پسند ہے پروہ بہت سلو ہے۔ "ٹوٹا ہوا تارا" پہلے تو ہمیں بہت پسند تھی لیکن اب وہ بورنگ ہوتی جارہی ہے اب ہم بات کرتے ہیں اپنی موسٹ فیورٹ اسٹوری کی "مجھے ہے حکم اذاں" اس میں سب کچھ پرفیکٹ ہے ہمیں سب سے زیادہ لاریب اور سکندر پسند ہیں۔ اب اجازت دیں اللہ حافظ۔

☆ پیاری بہنوں! پہلی مرتبہ بزم آئینہ میں شرکت پر خوش آمدید۔

ارم غزل جنت...... منڈی بہاؤ الدین۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیسی ہیں آپ؟ آئینہ کی محفل میں پہلی حاضری ہے مارچ کا آنچل 8 کو ملا۔ ٹائٹل بس ٹھیک ہی تھا آنچل ہاتھ میں آتے ہی ایک دم سے چھلانگ لگا کر "مجھے ہے حکم اذاں" میں آ گئے۔ ام مریم میری طرف سے آرمی اسٹائل میں سلیوٹ قبول کریں زبردست لکھا آپ نے مزہ آ گیا لیکن وقاص کی جرأت پر تو میں شاکڈ ہی رہ گئی سکندر کو کچھ ہو اور مجھے دکھ نہ ہو کیسے ممکن ہے یہ؟ بہت رونا آیا سچ میں مجھے عباس کا کردار پسند نہیں۔ اور پھر ہم بڑھے "بھیگی پلکوں پر" اقراء جی یہ پارس صاحب کب تک طغرل بھائی کو حادثات سے دوچار کرتی رہیں گی؟ شکر ہے فاخر کو بھی واپسی کا خیال آیا۔ کہانی اچھی جارہی ہے اور ہماری بہت پیاری رائٹر سمیرا شریف طور صاحبہ کی ناسازی طبیعت کا سن کر دکھ ہوا۔ یہی تو وہ چمکتے ستارے ہیں جن سے ہمارا آنچل سجا ہے اور میری طرف سے آنچل کے کامیاب 35 سال مکمل ہونے پر دل کی گہرائیوں سے مبارک باد۔ اللہ تعالیٰ آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے آمین۔ آنچل کی تمام کہانیاں ہمیشہ کی طرح زبردست تھیں مکمل ناول میں سمیرا جی کا "ڈھل گئی پھر ہجر کی رات" بہت اچھا تھا۔ طلعت نظامی کا افسانہ "نیم شب کی خاموشی" اچھا لگا۔ مستقل سلسلے سب ہی اچھے ہیں لیکن حنا احمد کی کام کی باتیں واقعی کام کی باتیں ہیں۔ نظم مجھے سیدہ جیا عباس کاظمی کی "موم کی گڑیا" بہت پسند آیا آنچل فیملی فرینڈز اینڈ مائی سویٹ کزنز کو ٹاٹا بائے۔

☆ ارم غزل! آپ کا ہلکے پھلکے شگفتہ انداز میں لکھا گیا تبصرہ پسند آیا آئندہ بھی شریک محفل رہے گا۔

آمنہ سعید، کائنات سعید...... اسلام آباد۔ سلام آپی شہلا! ہمیں بھی تو اپنی محفل میں آنے کی جگہ دیجیے ام اقصیٰ کے افسانے نے قلم اٹھانے پر مجبور کردیا۔ اقصیٰ آپی گریٹ! بہت اچھا افسانہ تھا اس کے بعد ہم سمیرا آپی کے ناول کی طرف آئے لیکن "ٹوٹا ہوا تارا" کی جگہ "ڈھل گئی پھر ہجر کی رات" دیکھ کر منہ لٹک گیا۔ ناول اچھا تھا لیکن پڑھ کر ایسا لگا کہ جیسے ٹوٹا ہوا تارا کی آخری قسط ہو آپ کے ناول کے الفاظ اتنے میچور نہیں تھے جتنے کے ٹوٹا ہوا تارا کے۔ اس کے بعد ہم نزہت جبیں کے ناول کی طرف بڑھے موضوع پرانا تھا مگر پھر آخر سے پڑھ کر بہت دکھ ہوا خیر اس کے بعد ہم اقراء آپی کے ناول کی طرف بڑھے بہت اچھی قسط تھی شکر ہے پری اور طغرل کی منگنی ہوگئی اس کے بعد چھلانگ لگائی اور اتنی لمبی لگائی کہ آئینہ میں پہنچ گئے سب سے زیادہ مزہ شمع مسکان کا خط پڑھ کر آیا سب نے ہی اچھی تنقید کی اس کے علاوہ شمع مسکان کی "وادی عشق" بھی اچھی تھی۔ سیر کر کے بڑا مزہ آیا اس کے علاوہ امبر گل کی "بہاریں" نظم تو بہت ہی اچھی تھی بالکل بہار میں ایسا ہی ہوتا ہے اس کے بعد نعیم الصر ہاشمی کی غزل بیسٹ تھی اور سباس گل آپی کی نظم "چند سکے" زبردست تھی۔ بیاض دل میں صالحہ امتیاز کا شعر تو چھا گیا جی اور ہم سے پوچھے میں شمائل آپی کی حاضر دماغی کے کیا کہنے بڑے اچھے جواب دیتی ہیں خوب مصالحہ لگا کے۔ اگلی دفعہ کی حاضری تک کے لیے اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر آمنہ اینڈ کائنات! امید ہے کہ اب آپ کی شکایت و ناراضگی ختم ہوجائے گی۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر۔ اس بار آنچل کا شمارہ رانیہ خان سنگتی جوڑا پہنے سرورق پر براجمان تھیں اور کیا خوب صورت سرورق تھا آپ کا اداریہ بھی جھنجوڑنے کے لیے کافی تھا۔ دانش کدہ مشتاق احمد قریشی نے خوب لکھا اور حمد و نعت پڑھ کر ایمان کو تازہ کیا۔ "بھیگی پلکوں پر" ناول اچھا جارہا ہے۔ ان کے علاوہ "امید صبح" "میرے خواب مٹی کے گھر تھے" "نیم شب کی خاموشی" بھی اچھی رہی۔ آپ سے یہ پوچھنا ہے کہ غزلیں نظمیں والے سلسلے میں ہم صرف اپنا ہی کلام بھیج سکتے ہیں یا کہ کسی معروف شاعر کے کلام کا انتخاب بھی بھیج سکتے ہیں؟ اجازت دیں اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر پروین! نظمیں غزلیں میں ذاتی کاوش لگتی ہے اور انتخاب کوٹیشن میں شائع ہوتا ہے آپ شاعر کا نام لکھ کر انتخاب بھیجیں۔

آبرو ملک...... وعولہ۔ السلام علیکم! اس دفعہ شمارہ 5 تاریخ کو ملا اور سچی بات تو یہ ہے کہ پہلی مرتبہ اتنی دیر سے شمارہ میرے ہاتھوں میں آیا مگر میں پہلے ہی ارادہ کر چکی تھی کہ اس دفعہ میں ہر حال میں خط لکھوں گی۔ سب سے پہلے تو حسب عادت ام مریم کے پاس پہنچی بھئی "مجھے ہے حکم اذاں" پڑھنے کی جلدی جو ہوتی ہے اور حسب معمول بہت اچھا لگا۔ مجھے سکندر کا کردار بہت زیادہ پسند ہے اس دفعہ شرجیل اور ایمان کہاں گئے؟ پلیز امامہ کو وقاص سے علیحدہ مت کریئے گا۔ مجھے پکا یقین ہے کہ وہ اپنے خول سے باہر آنے کے بعد ایک بہت اچھا انسان ثابت ہوگا پھر "بھیگی پلکوں پر" پڑھا اور پارس اور طغرل کا یہ ملاپ بہت زیادہ پسند آیا۔ شیری صرف بھنے خان ہی بنے گا۔ طغرل کے ہوتے ہوئے وہ کچھ بھی نہیں کرسکتا اس دفعہ "ٹوٹا ہوا تارا" نہیں تھی خیر وجہ بھی لکھی تھی۔ اللہ تعالیٰ جلد از جلد سمیرا کو صحت یاب کردے آمین۔ ابھی سمیرا کا مکمل ناول پڑھا تو نہیں مگر سو فیصد یقین ہے کہ بہت زیادہ اچھا ہوگا۔ باقی ابھی میں نے کچھ بھی نہیں پڑھا امید کرتی ہوں آپ کو یہ تھوڑا سا تبصرہ اچھا لگے گا آخر میں تمام قارئین کو، بہنوں کو سلام اللہ حافظ۔

انعم ملک...... جتوئی۔ السلام علیکم! شہلا آپی آپ کو اور پڑھنے والوں کو سلام اس ماہ کا شمارہ 28 کو ملا بات ہوجائے ٹائٹل کی جو کہ بہت زبردست تھا۔ یہ میرا پہلا خط ہے سب سے پہلے میں سلسلہ وار ناول "ٹوٹا ہوا تارا" کی طرف بڑھی پھر اس کو نہ پا کر بہت افسوس ہوا اور دل کو سنبھال کر آگے بڑھی۔ "مجھے ہے حکم اذاں" پڑھ کر بہت خوشی ہوئی کیونکہ مریم آپی نے لاریب کو تھوڑی بہت عقل دی اور وقاص کا یوں سکندر پر اچانک وار کرنا بہت برا لگا اب عباس کو بھی عقل دے دیں کہ وہ سب کچھ بھول جائے اور فاطمہ کی طرف متوجہ ہوجائے۔ اب بات ہوجائے "بھیگی پلکوں پر" اقراء آپی بہت خوشی ہوئی پڑھ کر آپ ایک دم سے تبدیلی لائیں۔ ہم سے پوچھیے میں کھٹے سوالوں کے میٹھے جواب پسند آئے آئینہ میں بہنوں کے تبصرے اور شاعری سب کی پسند آئی نظم اور غزل سب کی اچھی تھیں۔ مکمل ناول "ڈھل گئی پھر ہجر کی رات" سمیرا آپی کی بہت اچھی کاوش رہی عمر کا حمرہ کو چاہنا پسند آیا۔ "میرے خواب مٹی کے گھر تھے" نزہت جبیں ضیاء زبردست افسانے بھی اچھے تھے تعارف سب ہی کے اچھے تھے۔ سمیرا آپی کی خراب طبیعت کا سن کر بہت دکھ ہوا اللہ تعالیٰ آپ کو جلد صحت یاب کرے آمین۔

☆ انعم ڈیئر! خوش آمدید

ایس حیدر کوٹ سلطان...... لیہ۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ برکاتہ! میں چند ماہ سے آنچل کی خاموش قاری ہوں اور پہلی مرتبہ آنچل میں لکھنے کی جسارت کررہی ہوں آنچل جیسے خوب صورت اور پاکیزہ الفاظ سے مزین یہ میگزین اپنے اندر ہیرے جواہرات کا خزانہ لیے ہوئے ہے نجانے کتنے لوگ اس سے استفادہ حاصل کررہے ہیں اور کرتے رہیں گے میری طرف سے "آنچل" کو سالگرہ مبارک ہو۔ یہ تو وہ شمع ہے جس سے لامحدود چراغ روشن ہورہے ہیں۔ اس کے علاوہ آنچل کے تمام سلسلے ایک سے بڑھ کر ایک کہانیاں، ناولز، آئینہ جو کہ میرا فیورٹ سلسلہ ہے سمیرا شریف طور اور اقراء صغیر احمد صاحبہ کو اس قدر بہترین لکھنے پر خراج تحسین اور ڈھیروں مبارک باد اللہ آپ کے قلم کو مزید روانی عطا کرے آمین۔ ناہید چوہدری کا ناول "ترک تعلق بلاسبب نہیں" میں سمجھنے سے قاصر ہوں کہ آخر ثمینہ اس ایماء پر نادیہ کو بھابی نہیں بنانا چاہتی تھیں کہ وہ ایک بیوہ عورت اور بچی کی ماں تھی تو یہ سراسر غلط اعتقاد تھا ان کا بیوہ ہونا کوئی عیب نہیں تھا۔ ہمارا اسلام ہمیں اس بات کی قطعی اجازت نہیں دیتا کہ ان سے نکاح نہ کیا جائے حالانکہ ثمینہ خود ایک عورت تھی اسے تو عورت کا دکھ سمجھنا چاہیے تھا اسے غلط بیانی نہیں کرنی چاہیے تھی مگر حقیقت ہے عورت ہی عورت کی دشمن ہے کاش وہ خود کو نادیہ کی جگہ تصور کرتی۔ میری پیاری رائٹر ناہید صاحبہ یہ کہانیاں کروڑوں لاکھوں لوگوں کے لیے سبق آموز ہوتی ہیں خدارا آپ بھی آئندہ مثبت اور منفی دونوں پہلوؤں سے سوچ کر قلم اٹھایئے گا نجانے کتنے یتیم بچے اور بیوہ عورتیں ایسے محافظوں سے محروم ہوکر ثمینہ جیسی لڑکیوں کی بھینٹ چڑھ جائیں گی انتہائی معذرت اور ناراضگی معاف...... آپ سب کے لیے دعا گو۔

☆ پیاری بہن! خوش آمدید! ناہید چوہدری کی کہانی میں ثمینا اپنے بھائی کی فطرت کو بخوبی جانتی تھی اسی وجہ سے وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کا بھائی عارضی محبت اور ہمدردی کے تحت کسی بیوہ سے آج شادی کرے پھر اس کے حقوق و اہمیت سے دستبردار ہوجائے اسی لیے وہ یہ قدم اٹھاتی ہے۔

منزہ بھٹی...... پتوکی۔ السلام علیکم شہلا آپی کیسی ہیں آپ اور آنچل کی سب پریاں؟ اس بار آنچل 25 کو ملا تو شکر کا کلمہ پڑھ کر آنچل کی طرف بڑھی اس بار ٹائٹل پیارا تھا۔ حمد و نعت نے ہمیشہ کی طرح دل و روح کو سکون بخشا حمد و نعت کے بعد سیدھا اپنی موسٹ فیورٹ اسٹوری "مجھے ہے حکم اذاں" پر پہنچ کر سانس بحال کیا۔ لاریب نے سکندر کے لیے وقاص سے پنگا لے کر دل خوش کردیا سیدھا سیدھا گن رہو لاریب جی لگتا ہے کچھ عقل آرہی ہے ایمان کو بھی کوے سے باہر آجانا چاہیے کیونکہ لگتا ہے شرجیل کے لیے اتنی ہی سزا کافی تھی۔ "ٹوٹا ہوا تارا" کو نہ پا کر حیران رہ گئی لیکن جب سمیرا کی طبیعت ناسازی کا پتا چلا تو دل سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت دے اور وہ اپنا ناول آگے بڑھائیں۔ "ڈھل گئی پھر ہجر کی رات" کیا کمال کی اسٹوری تھی اور عمر ہاشم کا کردار تو بہت ہی اچھا تھا۔ "اقراء صغیر جی پلیز اپنی اسٹوری "بھیگی پلکوں پر" کا اینڈ کردیں۔ بیاض دل میں سب دوستوں نے ہی اچھا لکھا۔ مجھ سمیت (ہاہاہا) آئینہ میں خود کو نہ پا کر منہ لٹک گیا۔ فائزہ نے اپنے تبصرے میں اپنے چاچو کی وفات کا ذکر کیا (جو کہ میرے سگے ماموں تھے) اللہ سے دعا ہے کہ ان کی مغفرت فرمائے اور کروٹ کروٹ جنت عطا کرے آمین۔ ہمارا آنچل میں زونائشہ سے ملاقات اچھی رہی اور جب اس نے اپنی کزنز کا تعارف کروایا تو میری بے ساختہ ہنسی چھوٹ گئی اب اس دعا کے ساتھ اجازت چاہوں گی کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کو اپنے سایہ رحمت میں رکھے آمین اللہ حافظ دوستو۔

کائنات عابد...... فیصل آباد۔ السلام علیکم شہلا آپی کیسی ہیں آپ؟ میں بالکل ٹھیک ہوں اس دفعہ آنچل بہت اچھا تھا لیکن سمیرا آپی کو نہ پا کر از حد افسوس ہوا دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کو صحت و تندرستی عطا فرمائے۔ "بھیگی پلکوں پر" اچھا جارہا ہے پس پری کا رویہ اچھا کردیں طغرل کے ساتھ۔ "مجھے ہے حکم اذاں" بھی کمال کا تھا لیکن عباس کو زندنی یعنی فاطمہ کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرنا چاہیے تھا اور ایمان کے بارے میں تو کچھ بتایا ہی نہیں۔ "امید صبح" سب سے اچھا لگا اذان اور مہر کا ساتھ بہت پسند آیا اور ساتھ ہی بہت سے منفی پہلوؤں کے بارے میں بھی پتا چلا ایسے والدین اپنے بچوں کے اعتماد کو ختم کردیتے ہیں اس کے علاوہ باقی سب بھی بہت اچھا تھا۔ آئینہ بہت پسند آیا زونائشہ کا تعارف بہت پسند آیا۔ باقی آئینہ، بیاض دل اور دوست کا پیغام آئے بھی اچھا لگا اور شمع مسکان مجھے آپ بہت اچھی لگتی ہو آپ سے فرینڈشپ کا بولا تھا آپ نے کچھ کہا ہی نہیں اس بارے میں اور حلیمہ بی بی مجھے آپ کی دوستی قبول ہے اور آپی دعا کریں کہ اللہ ہماری

مشکلات دور کردے اور ہمارے کالج کے ٹیسٹ بھی ہونے والے ہیں وہ بھی اچھے اچھے ہوجائیں اور آنچل سدا ترقی کرتا رہے اور آپ کو ساری خوشیاں ملیں آمین۔

شمع مسکان...... جام پور۔ سویٹ شہلا آپا! پیاری پیاری قارئین و رائٹرز السلام علیکم! کیسی ہیں آپ سب؟ یقیناً ٹھیک ٹھاک اور فٹ فاٹ ہوں گی اور آنچل کے لیے بے قرار...... اس ماہ آنچل نے پینتیس سال مکمل کیے ہیں سو میری طرف سے آنچل کو آنچل ٹیم قارئین و رائٹرز کو سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ اس ماہ آنچل 26 تاریخ کو موصول ہوا طبیعت کی ناسازی کے باوجود فوراً پڑھنا شروع کیا سرورق ماڈل رانیہ خان انڈین اداکارہ ٹوئنکل کھنہ کی کاپی لگیں۔ سب سے پہلے حسب معمول راحہ رشید اور فیض رسول فیاض کی حمد و نعت سے قلب و روح کو منور کیا۔ قیصر آنٹی کی سرگوشیاں پڑھیں آنٹی جن بہنوں نے ملکی گفتگو کو سیاسی حلوہ کہا ہے ان سے یہ کہیں کہ مجھ سے گفتگو کے لیے تو "در جواب آں" بھی ہے جہاں میں آپ ہی کی سنتی اور جواب دیتی ہوں۔ رسالے میں تفریح کے ساتھ اگر سیاسی گفتگو بھی شامل ہو تو اعتراض کی کیا بات کسی اور ملک کی نہیں اپنے ہی ملک کے متعلق گفتگو ہوتی ہے۔ در جواب آں میں قیصرا آنٹی بہت شفقت و محبت سے جواب دیتی نظر آئیں۔ دانش کدہ میں مشتاق انکل نے دین کے متعلق ہمارے ناقص علم میں اضافہ کیا۔ ہمارا آنچل میں زونائشہ چھا گئیں اپنے نام کی طرح تعارف بھی پیارا سا تھا۔ مزہ آگیا پڑھ کر عائشہ عمر زاہدہ پروین سدرہ مہری آپ کے تعارف بھی اچھے تھے۔ سلسلے وار ناولز سے "ٹوٹا ہوا تارا" غائب دیکھ کر مایوسی ہوئی۔ "بھیگی پلکوں پر" کی یہ قسط بیسٹ لگی پری پر بہت غصہ آیا اتنی بے اعتباری بھی کس کام کی۔ چلو اب تو منگنی ہوگئی دونوں کی دیکھیں اب شیری کی جذباتیت کیا رنگ دکھاتی ہے۔ ماہ رخ کی اسٹوری تو عجیب بے چینی بھر دیتی ہے اس کا فیصلہ عجیب کشمکش و پیچ میں ڈال گیا۔ "مجھے ہے حکم اذاں" بہت خوب صورتی لیے آگے بڑھ رہی ہے۔ لاریب کو اب سکندر کی دوستی کا ہاتھ تھام لینا چاہیے۔ وقاص جانے کون سی چال چلتا ہے اب مکمل ناولز میں سب سے پہلے سمیرا شریف کا "ڈھل گئی پھر ہجر کی رات" پڑھا بیسٹ تحریر تھی۔ ذہن کو فریش کرگئی جن عورتوں کے سر پر مرد کا سایہ نہ ہو تو ہر کوئی انہیں لوٹ کا مال سمجھتا ہے۔ عمر بیسٹ کردار تھا۔ باقر علی جیسے انسانوں کا تو یہی انجام ہونا چاہیے۔ "تعلق بلاسبب نہیں" بس عام سی اسٹوری تھی خاص متاثر نہ کرسکی۔ "میرے خواب مٹی کے گھر تھے" نزہت آنٹی نے معاشرے کی بیسٹ عکاسی کی تھی۔ کوئی بھی لڑکی ماں باپ کی عزت کو مٹی میں ملا کر ان کو آنسوؤں اور غموں کی نذر کرکے خود کیسے خوشی کے ہنڈولوں میں جھول سکتی ہے ابھی تو حسنہ کی بچت ہوگئی اور اس کی ماں کی دعائیں کام آگئیں۔ زین اور حوریہ کے کردار بھی اچھے تھے فائزہ بھٹی تمہارے چچا اور پروین افضل شاہین تمہارے والد کی وفات کا پڑھ کر بہت افسوس ہوا۔ اللہ ان کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے آمین۔ اچھا اب اجازت دیں اللہ حافظ۔

عظمیٰ بٹ...... سمندری۔ سب سے پہلے مشتاق احمد قریشی قیصرا آرا طاہر احمد قریشی آنچل ٹیم اور سب بہنوں کو آنچل کی سالگرہ بہت بہت مبارک ہو اللہ آپ سب کو صحت دے اور آنچل کو اور ترقی دے آمین۔ مجھے آنچل بہت اچھا لگتا ہے آنچل کا ہر سلسلہ ہی بہت اچھا ہے لیکن میرا فیورٹ دوست کا پیغام آئے ہے میں سب سے پہلے یہ ہی پڑھتی ہوں۔ مارچ کے شمارے کا ٹائٹل اچھا تھا مارچ کے شمارے میں سب کچھ اچھا تھا۔ ام مریم ویل ڈن آپ بہت اچھا لکھتی ہیں۔ سمیرا شریف طور جی آپ کے تو کیا کہنے ہیں ام اقصیٰ آپ نے بھی بہت اچھا لکھا ہے۔ میں آئینہ میں پہلی بار شرکت کر رہی ہوں اور میں ساری بہنوں کو پڑھتی ہوں سب کو ڈھیروں سلام اور پیار قبول ہو۔ نام اس لیے نہیں لکھ رہی کہ اگر کسی کا نہیں لکھوں گی تو وہ ہرٹ ہوجائے گی اور اللہ سب کو خوش رکھے سب کے نصیب اچھے کرے۔ اجازت چاہتی ہوں۔

☆ عظمیٰ ڈیئر! خوش آمدید اور پسند کرنے کے لیے جزاک اللہ۔

ندا اعجاز...... گوجر خان۔ السلام علیکم! کافی عرصہ مصروفیت کی وجہ سے لکھنے کا ٹائم نہیں ملا مگر اس بار کہہ دیا خود کو کہ کوئی بہانہ نہیں چلے گا ندا تمہیں شرکت لازمی کرنا ہوگی بس جی پھر کیا ہوا کہ آپ کے سامنے ہوں۔ اس دفعہ آنچل تھوڑا لیٹ ملا مگر ٹائٹل دیکھ کر کچھ مزہ نہیں آیا اور اس کے بعد لو جی اس بار "ٹوٹا ہوا تارا" ناول ہی نہیں پر کوئی بات نہیں اس بار سکندر اور لاریب طغرل اور پری نے موڈ بالکل ٹھیک کردیا باقی تمام سلسلے بہت اچھے ہیں۔ اللہ حافظ۔

کرن ملک...... جتوئی۔ السلام علیکم پاکستان! جی جناب سب کے لیے میں اک سرپرائز لائی ہوں وہ یہ ہے آپ کے سامنے کیک...... کیک دیکھ کر آپ لوگ سمجھ گئی ہوں گی کہ یہ کس لیے ہے؟ جی بالکل ٹھیک اندازہ لگایا آنچل کی برتھ ڈے کی خوشی میں لو جی یہاں تو سب پہلے سے ہی موجود ہیں بس کیک کا ہی انتظار تھا۔ سمیرا غزل اور جاناں ارے بھئی آرام سے سارا کیک آپ ہی نے کھانا ہے لو جی مدیحہ دلکش اور طیبہ تو اتنی جلدی کیک کھا بھی گئیں اور ادھر نادیہ یٰسین نادیہ کامران سارہ چوہدری اور عظمیٰ کو دیکھو اک دوسرے سے کیسے چھین چھین کر کیک کھا رہی ہیں۔ فائقہ سکندر اور عظمیٰ بٹ آپ نے تو کیک ابھی تک اس طرح پکڑا ہوا ہے جیسے گھر لے جانے کا ارادہ ہے اور یہ پروین افضل شاہین اپنے میاں جانی کے ساتھ اب تشریف فرما رہی ہیں۔ اب تو سب کچھ ہوگیا صرف صفائی کرنی باقی ہے وہ آپ نے کرنی ہے یہ سب کچھ کر اس طرح آنچل کی سالگرہ منائیں گے سوچا تھا ہوا نہیں (ہاہا)۔ سب سے پہلے "ٹوٹا ہوا تارا" ڈھونڈا سمیرا آپی کی ناساز طبیعت کا پڑھ کر دکھ ہوا اللہ آپ کو صحت کاملہ دے آمین۔ آپ کا نام مکمل ناول میں دیکھ کر خوشی ہوئی اور ناول بھی زبردست تھا اچھا لگی ام

مریم آپ نے تو کمال کردیا اب سکندر اور لاریب کے درمیان دوستی کروا ہی دیں باقی ناول اور افسانے بھی اچھے تھے پڑھتے ہوئے بہت مزہ آیا۔ چاروں بہنوں کے تعارف بھی اچھے تھے دعا ہے اس مالک حقیقی سے جو دعاؤں کو برلاتا ہے کہ ہمارا تعلق آنچل سے جوڑے رکھے اور آنچل کو ترقی دے آمین۔ او کے جی سدا یونہی مسکراتی رہیں آمین اینڈ اللہ حافظ۔

☆ کرن ڈیئر! آپ کا تبصرہ اور خیالی پلاؤ دونوں پسند آئے لیکن صفحات کی کمیابی کی بنا پر مکمل شائع نہ کرسکے معذرت خواہ ہیں۔

نفیسہ حبیب...... لودھراں۔ السلام علیکم شہلا آنٹی! دروازہ کھولیے ویلکم بولیے کیونکہ ہم پہلی دفعہ آپ کے ملک (آنچل) کی سیر کرنے آئے ہیں اور ہم نے سوچا کیوں نہ اس کا آغاز آپ کے شہر (آئینہ) سے کیا جائے ہم نے سنا ہے کہ آپ کا شہر (آئینہ) بہت اچھا اور خوب صورت ہے بالکل آپ کی طرح۔ ڈیئر فرینڈز! ہم نے یہ بھی محسوس کیا ہے کہ آئینہ شہر آنچل کا واحد ایسا ترقی یافتہ شہر ہے جو بالکل آئینے کی طرح ہے۔ اس میں پورے ملک (آنچل) کی کھٹی میٹھی، چٹپٹی کڑوی، چھوٹی بڑی تمام خبریں ملتی ہیں اس کے تمام صوبوں (مکمل ناول، سلسلے وار ناول، ناولٹ، افسانہ) کو بتیں ہمارا آنچل ابتدائیہ) اور تمام ضلعوں (روحانی مسائل کا حل ڈش مقابلہ بیوٹی گائیڈ غزلیں نظمیں آپ کی صحت بیاض دل اور کام کی باتیں) کی خبریں ایسی اچھی اور انصاف پسند ہوتی ہیں کہ کیا بتاؤں اور ہاں اس کے ایک اور شہر کی سیر نہ کی جائے تو یہ اس شہر کے ساتھ ناانصافی ہوگی تو ڈیئر فرینڈز! وہ شہر ہے (دوست کا پیغام آئے) اس شہر میں آپ کو ہر طرف بہت پیارے پیارے اور محبت بھرے پیغام لہلہاتے نظر آئیں گے جن کی وجہ سے آپ کے دل و دماغ تر و تازہ ہوجائیں گے۔ ڈیئر قارئین آپ اس کے ایک اور شہر (یادگار لمحے) کی سیر کرکے اپنے ان لمحوں کو واقعی یادگار لمحے بنا سکتے ہیں آزمائش شرط ہے۔ اوہ نو...... ہم نے آپ کو ایک اور شہر کی سیر تو کروائی ہی نہیں جی تو اس شہر کا نام ہے "ہم سے پوچھیے" اس شہر کی ملکہ (شمائلہ کاشف) کی مہمان نوازی کی وجہ سے ان کی رعایا ان سے بہت خوش نظر آتی ہے۔ غرض اس ملک (آنچل) کے تمام شہر ترقی یافتہ ہیں۔ ڈیئر فرینڈز! ایک آخری اہم بات ہم نے پڑھا ہے کہ پورے پرستان (پاکستان) کی پریاں اس ملک (آنچل) کی سیر کے لیے آتی ہیں اور بہت پیارے اور خوب صورت گفٹ (تحریریں) لے کر آتی ہیں۔ اب اجازت دیں آنچل کی سیر کیسی لگی ضرور بتائیے گا آپ کی آرا کی منتظر۔

☆ نفیسہ خوش آمدید اور بہت خوش رہو، بہت خوب لکھا۔

امبر گل...... جھڈو، سندھ۔ السلام علیکم کیسی ہیں آپ جناب؟ سب سے پہلے تو آپ سب کو آنچل کی سالگرہ بہت بہت مبارک ہو تقریباً دو تین ماہ سے آنچل کچھ لیٹ ملنے لگا ہے آخر کیا وجہ ہے اس تاخیر کی؟ کچھ ہمیں بھی تو پتا چلے نا؟ خیر اس بار جیسے ہی 25 تاریخ کو آنچل ہاتھ میں آیا تو سب سے پہلے تو نگاہ ٹائٹل پر پڑی جو کچھ خاص پسند نہیں آیا پھر سرگوشیاں پڑھیں قیصرا آنٹی نے بالکل صحیح کہا ہے کہ پہلے ہمیں اپنا آپ اور اپنے گھر والوں کو ٹھیک کرنا ہوگا جب ہم خود ٹھیک ہوجائیں گے تو باقیوں کو بھی ٹھیک کرسکیں گے۔ پھر جی مستقل سلسلوں میں تانکا جھانکی کی اور جہاں جہاں خود کو پایا تو بہت اچھا لگا۔ پھر باری آئی اپنے پسندیدہ سلسلے وار ناولز کو پڑھنے کی تو جناب وہ تو ہم ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک گئے تو بھی ہمیں کہیں نہ دکھائی دیا اللہ آخر کہاں ہے "ٹوٹا ہوا تارا" زمین کھا گئی یا پھر آسمان نگل گیا ہے کوئی معذرت بھی نہیں تھی سرگوشیاں میں اور سمیرا کا نام بھی تھا ہائے اللہ کیوں نہیں مل رہا آخر ناول؟ خیر جی بڑی مشکلوں کے بعد اک ننھی سی معذرت بھی مل گئی اور پھر اگر ایک طرف قسط نہ پڑھنے کا دکھ تھا تو دوسری طرف سمیرا کا مکمل ناول دیکھ کر دل خوش ہوگیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ سمیرا جلد از جلد صحت یاب ہوجائے۔ "ڈھل گئی پھر ہجر کی رات" سمیرا کا بیسٹ ناول لگا۔ کہیں کوئی جھول نہیں تھا تحریر میں۔ امید ہے کہ سمیرا جلد ہی کوئی اور ایسا ہی خوب صورت سا ناول لکھیں گی ہمارے لیے۔ اللہ تعالیٰ کرے زور قلم اور زیادہ۔ ناہید چوہدری کی تحریر بھی بس اچھی تھی نزہت آنٹی کی تحریر بھی اچھی تھی۔ "مجھے ہے حکم اذاں" میں تو اس بار محترم سکندر ہی چھائے رہے اور سانپ والے سین میں تو مجھے یوں لگا کہ شاید بہاروں کے سنگ سنگ والا سین ملے گا پڑھنے کو مگر ٹھینک گاڈ کہ چینج کردیا گیا۔ افسانوں میں طلعت نظامی کا افسانہ بہت اچھا لگا اور ام اقصیٰ کا افسانہ بھی بیسٹ تھا۔ یہ ماں باپ کا ہی فرض ہوتا ہے کہ وہ اولاد کی نہ صرف اچھی تربیت کریں بلکہ ان پر کمپلیٹ چیک اینڈ بیلنس بھی رکھیں ساتھ ساتھ ان کو پیار محبت کے ساتھ اپنا پورا اعتماد اعتبار بھی دیں تو آپ خود دیکھیے گا کہ آپ کا بچہ ہمیشہ آپ کی امیدوں پر پورا اترے گا اور آپ کو کبھی مایوس نہیں کرے گا۔ کیپ اٹ اپ اقصیٰ! مستقل سلسلوں میں ایسا غزل سمیرا غزل حکیم خان حکیم فصیحہ آصف سباس گل اور راشد ترین کی نظمیں غزلیں اچھی لگیں۔ آئینہ میں نورین شاہد عائشہ خان شمع مسکان (یار مجھے بھول گئی ہو کیا؟) کے تبصرے پسند آئے پروین افضل شاہین صاحبہ کے والد کے بارے میں پڑھ کر دلی دکھ ہوا اللہ ان کی مغفرت کرے آمین اب اجازت دیں والسلام۔

☆ پیاری امبر! پرچہ تاخیر سے ملنے کا سبب شہر کراچی کے ناسازگار حالات ہیں آئے دن کی ہڑتالوں کے باعث ایسا ہوتا ہے۔

☆ اب اس دعا کے ساتھ اجازت چاہتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رحمتوں کے آنچل اور حصار میں رکھے آمین۔

aayna@aanchal.com.pk

ہم سے پوچھیے

شمائلہ کاشف

سلمیٰ فہیم گل...... کراچی

س: السلام علیکم کیا حال ہے؟

ج: وعلیکم السلام بخیریت ہیں۔

س: آنچل کی سالگرہ بہت مبارک ہو۔

ج: آپ کو بھی مبارک ہو۔

س: آنچل کی سالگرہ پر کون سا کیک آرڈر کررہی ہیں؟ مجھے تو بلیک فورسٹ بہت پسند ہے؟

ج: تو آپ جلدی سے لے کرآ جاؤ ہم سب منتظر ہیں آپ کے کیک کے۔

س: آنچل سے کہہ دیجیے ہزار مصروفیت وسستی وکاہلی کے باوجود ہم اس کی سالگرہ کے دن کو نہیں بھولتے' دیکھ لو ہمیں یاد ہے ناں؟

ج: جی بالکل آپ سب کے ہی 'دم' سے آنچل کی رونق ہے۔

س: آنچل کے لیے ڈھیروں دعائیں' ہماری طرف سے بطور تحفہ' دن دگنی رات چوگنی ترقی کرو' پھولو پھلو' روشنیاں بکھیرو اور ہر کسی پر سایہ فگن رہو آمین۔

ج: دعاؤں کے انمول تحفے کے لیے جزاک اللہ۔

ارم کمال...... فیصل آباد

س: سنا ہے کہ لمبے لوگوں کی عقل ان کے ٹخنوں میں ہوتی ہے' تو ناٹے لوگوں کی عقل کہاں ہوتی ہے؟

ج: اگر اپنی عقل کا استعمال کیا ہوتا تو لگ پتا جانا تھا کہ............

س: وہ مجھے تحفے میں ہمیشہ گوبھی کا پھول کیوں دیتے ہیں؟

ج: اچھا بھئی بہت سمجھدار لگتے ہیں۔

س: مجھے نیند نہ آئے' مجھے چین نہ آئے' بتائیں کیا کروں؟

ج: وہ کروں جو ایسے وقت میں اکثر کیا جاتا ہے......

س: برستی بارش ہو' مزے دار پکوڑے ہو اور گرما گرم چائے...... کیا خیال ہے؟

ج: اور جب آنکھ کھلے تو بستر کے نیچے ہو......

حافظہ سمیرا...... 157 این بی

س: آپی عورت کے لیے تو کہتے ہیں کہ وجود زن سے ہے' کائنات میں رنگ اور مرد کے لیے؟

ج: وجود مرد سے ہے کائنات میں جنگ
کیونکہ وجود زن کو کرتے ہیں یہ بہت تنگ

س: ماں کے بعد عورت کا سب سے خوب صورت روپ کون سا ہے؟

ج: عورت ہر روپ میں ایثار و وفا کا پیکر ہے۔

س: شعر کا جواب شعر میں دیں:۔

کی محبت تو سیاست کا چلن چھوڑ دیا
ہم گر عشق نہ کرتے تو حکومت کرتے

ج: ہم جس پر مر رہے ہیں وہ ہے بات ہی کچھ اور
عالم میں تجھ سے لاکھ سہی تو مگر کہاں

س: آپی وہ لوگ جو دل وجاں سے بھی قریب ہوں وہ اگر دکھ دیں تو انسان کیا کرے؟

ج: اس دکھ کو نکال کر ان ہی پر لاد دو۔

عروسہ شہوار رفیع...... کالا گوجراں' جہلم

س: ہم آپ کے دل میں رہتے ہیں یا آپ؟ بتائیے تو ہم آپ کے ہیں کون؟

ج: آپ کے دل میں تو بس آپ کے 'وہ' ہی رہتے ہیں ہم کہاں۔

س: طوفان میں گھری تو موج کو کنارہ سمجھ لیا' کیوں سمجھ لیا کنارہ کیوں کیوں؟

ج: اب ہوش کے ناخن لو اور آئندہ ایسا مت کرنا۔

س: ہر کوئی اپنی زندگی اپنے حساب سے گزارنا چاہتا ہے تو پھر کیوں نہیں گزارنے دی جاتی زندگی اسے اس کے حساب سے؟

ج: ہمارا تو خود حساب بہت کمزور رہا ہے شروع سے اب ہم کیا بتائیں۔

شزا بلوچ...... جھنگ

س: ہائے فرسٹ انٹری ہے شعر کے ساتھ ویلکم ہے:

الفت سے فتح کرتے ہیں لوگوں کے دلوں کو
ہم ایسے سکندر ہیں جو لشکر نہیں رکھتے

ج: الفت بے چاری چھٹی پر ہے اور سکندر بے چارہ اداس ہے۔

س: ماں جو کچھ اپنی بیٹی کو سکھا کر سسرال بھیجتی ہے' وہی بہو آ کر اس کے ساتھ کرنا شروع کردیتی ہے تب اسے برا کیوں لگتا ہے۔

ج: یہ ساس بہو کا ڈرامہ سیریل تو رہنے دو۔

س: آپی جن پتوں پر تکیہ ہوتا ہے وہی پتے کیوں ہوا دینے لگتے ہیں؟

ج: لوڈشیڈنگ میں پتے ہوا دیتے ہیں یہ بھی بہت ہے۔

س: سنا ہے لڑکیوں نے میک اپ سے توبہ کرلی ہے؟

ج: ہائے بے چاریاں......

شاہ زندگی...... راولپنڈی

س: میں پھر آ گئی سوچا آپ پریشان ہوگئیں کہ شاہ کدھر چلی گئی تو آپ کو پریشان ہونے سے بچالیا' بتائیں کیسی لگی میری انٹری؟

ج: پریشان...... پریشان سی۔

س: آپ نے کون سی دعوت کی تھی ذرا تفصیل سے بتائیں؟

ج: دعوت کا نام ہے دعوت طعام
لیکن اب کھانا ہوچکا ہے تمام

س: بچھڑنے والے بچھڑ جاتے ہیں اور جانے والے چلے کیوں جاتے ہیں؟

ج: اگر اچھے اعمال رکھتی نا تو نہیں جاتا۔

س: اچھی سی دعا دیں' دعاؤں کی ضرورت ہے کراچی سے راولپنڈی تک کا سفر آرام سے طے ہوجائے۔

ج: دعا ہیں کہ اس طویل سفر میں آپ کو چھت پر ہی جگہ مل جائے۔

نورین لطیف...... ٹوبہ ٹیک سنگھ

س: کیا حال چال ہے آپ کے آپی جی؟

ج: الحمدللہ بخیریت ہیں۔

س: پہلی بار آپ کی محفل میں تشریف لائی ہوں' خوش آمدید کہہ دیں؟

ج: چلیں کہہ ہی دیتے ہیں خوش آمدید' پر کھالی آمد......

س: آپی آپ اتنی اسمارٹ کیوں بنتی ہیں؟

ج: بنتے کہاں ہیں' ہم تو پیدائشی اسمارٹ ہیں۔

س: سر کڑاہی میں کب ہوتا ہے؟

ج: ڈال کر دیکھو پھر پتا چل جائے گا۔

رخسانہ اسمٰعیل...... تونسہ شریف

س: آخر کار ہم پہلی بار آپی کی محفل میں آ ہی گئے ہیں تو......؟

ج: آخر کار آ ہی گئی۔

س: آپی ہم لوگ مذہب سے اتنا دور کیوں ہوگئے ہیں؟

ج: کیونکہ ہم دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھے ہیں۔

س: کہتے ہیں کہ زمین گردش کرتی ہے تو ہم گردش کرکے آپ کے پاس کراچی کیوں نہیں آسکتے؟

ج: ہاں یہ تو سوچنے والی بات ہے۔

س: الوداع...... زندگی رہی تو ہم پھر......؟

ج: کہیں زندگی پھر......

امبرین کوثر...... ملتان خورد

س: کیسی ہیں شمائل آپی! میں دو ماہ گم رہی آپ نے یاد ہی نہیں کیا؟

ج: تمہاری گمشدگی کا اعلان کروایا تو تھا۔

س: جب آپ کے چاہنے کے بعد بھی کوئی آپ کو یاد نہ کرے تو کیا کرنا چاہیے؟

ج: ٹھنڈے پانی کا جگ بھر کے اس کر سر پر انڈیل تو بس پھر دیکھو......

س: آپ کی طرف سے کوئی اچھی سی دعا میرے لیے؟
ج: سدا خوش رہو اپنے خرچے پر آمین

سنیاں زرگر اقصاں زرگر...... جوڑہ

س: آپی جی آپ کے بچے ہیں اور کتنے ہیں؟ ہاں یا ناں میں جواب ضرور دینا (پلیز)۔
ج: بچے ایسے سوال نہیں کرتے‘ ابھی تو آپ اور ہم خود بچے ہیں۔
س: آپی جس کے ساتھ ہمیں اتنا پیار ہوتا ہے اور پھر وہی دل توڑ دے تو اس کے ساتھ کیا کرنا چاہیے؟
ج: نہر کے کنارے لے جا کر پیچھے سے دھکا دے دو بس۔
س: آپی بڑے شہروں کے لوگ گاؤں والوں کو چھوٹا کیوں سمجھتے ہیں؟
ج: ان کی سوچ چھوٹی ہے تم دل چھوٹا مت کرو۔

مشعال اسلام جے...... جھنگ

س: پہلی مرتبہ شرکت کی ہے آپ کی کلاس میں‘ تو کیا ٹیچر جی اندر آنے دیں گی؟
ج: کیا داخلہ فیس بھری تھی؟
س: اگر زہر کو زہر مارتا ہے تو جناب درد کو دوا کیوں؟
ج: کس نے کہا بہت سے درد تو لا دوا ہوتے ہیں جیسے کہ عشق......
س: اگر آپ کی محفل میں آئیں اور بار بار دستک دینے کے باوجود دروازہ نہ کھولا جائے تو ردعمل؟
ج: یہ تو دستک پر بات ہے کیسی دستک ہے وہ۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

س: اس سال اگر میں خوب موٹی ہو جاؤں تو میرے میاں پرنس افضل شاہین بھلا کیا کریں گے؟
ج: وہ ایک سال کی چھٹی لے کر کہیں چلے جائیں گے۔
س: میرے میاں بہکی بہکی سی باتیں کرنے لگے ہیں میں انہیں کہتی ہوں کہ سالگرہ آئی ہے تو وہ کہتے ہیں کس کے ساتھ...... اب میں کیا کروں؟
ج: ڈاکٹر سے معائنہ کروائیں کہیں آپ کا بیلن ان کے سر پر زور سے تو نہیں لگ گیا۔
س: نمکین حلوہ اور میٹھے کریلے بنانے کی فرمائش انہوں نے کردی ہے‘ کیا کروں؟
ج: آسان فرمائش ہے پوری کردو شاپنگ کے مطالعہ کے ساتھ۔

سوفی خان...... چھتروہ آزاد کشمیر

س: سلام شمی آپی کیا حال ہے؟ پہلی بار آپ کی بزم میں شرکت کر رہی ہوں‘ جگہ ملے گی؟
ج: خوش آمدید۔
س: آپی ہمیں ہمیشہ اتنا لمبا انتظار کرنا پڑتا ہے‘ بھلا کس کا؟
ج: آنچل کا اور کس کا۔
س: اچھی سی دعا کے ساتھ اجازت دیں۔
ج: شاد و آباد رہو آمین

عائشہ پرویز...... کراچی

س: غزل چھیڑنے پر تو داد ملتی ہے لیکن کسی لڑکے کو چھیڑنے پر کیا ملتا ہے؟
ج: اس چھیڑ چھاڑ سے باز آ جاؤ اگر ان کو پتہ چل گیا تو تمہاری خیر نہیں۔
س: دن میں تارے کب نظر آتے ہیں؟
ج: جب ساس کا موڈ خراب ہو اور کھانا بھی نہ تیار ہو۔
س: دل اور دماغ کی لڑائی میں کس کی سننی چاہیے؟
ج: دونوں کی سنو اگر قوت سماعت اجازت دے تو۔

آپ کی صحت

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا

شاہ زیب خان‘ خانیوال سے لکھتے ہیں کہ مجھے بچپن کی غلط عادت کی وجہ سے مسائل کا سامنا ہے۔

محترم آپ SAPHISGARIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

محمد وسیم انشاء...... جھنگ سے لکھتے ہیں کہ روزانہ سوتے ہی کپڑے خراب ہو جاتے ہیں کمزور ہوں‘ وزن نہیں بڑھ رہا۔

محترم آپ SALICNIGRA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

صوبیہ...... جھنگ سے لکھتی ہیں کہ بریسٹ بیوٹی ایک استعمال کی تھی‘ تھوڑا فرق ہوا ہے ابھی کتنی اور استعمال کرنا ہے۔ کیا کوئی قطرے بھی استعمال کرنا ہیں‘ ہیئر گرور بھی استعمال کیا ابھی بال گر رہے ہیں۔

محترمہ بریسٹ بیوٹی کے ساتھ SABALSERULATA کے 10 دس قطرے تین وقت روزانہ لیں‘ کمزور جڑوں کے بال گر جاتے ہیں اب ان کی جگہ مضبوط بال نکل آئیں گے۔ بال لمبے گھنے مضبوط اور خوب صورت ہوں گے‘ ہیئر گرور کی چار پانچ بوتلیں استعمال کرنا ہوتی ہیں۔

جعفر عالم...... مالاکنڈ سے لکھتے ہیں کہ میں نے سر کے بالوں پر ہائیڈروجن لگایا تھا ابھی میرے بال بہت خراب ہو گئے ہیں‘ دومنہ ہو گئے ہیں‘ گنج پن ہو رہا ہے۔

محترم آپ HAIR GROWER استعمال کریں‘ ان شاء اللہ بال لمبے گھنے مضبوط اور خوب صورت ہو جائیں گے۔

بشریٰ ملک...... ٹیکسلا سے لکھتی ہیں میرے جسم پر سفید داغ ہیں‘ دوسرا آنکھوں کے گرد حلقے ہو گئے ہیں اور تیسرا مسئلہ شائع کیے بغیر حل بتائیں۔

محترمہ آپ CALEPHOS 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ لیں اور SABASERULATA Q کے دس قطرے تین وقت روزانہ لیں مبلغ 550 روپے کا منی آرڈر کلینک کے نام پتے پر کردیں‘ BREAST BEAUTY آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔

عائشہ وفا...... شورکوٹ سے لکھتی ہیں کہ میرا پیٹ اور کولہے بہت بھاری ہیں‘ دوسرے میری کزن کے چہرہ پر خشخاش کی طرح دانے ہیں۔

محترمہ آپ PHYTOLACCA-Q کے دس قطرے تین وقت روزانہ لیں اور کزن کو NATRUMSULF 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ دیں۔

اظہر عباس...... کراچی سے لکھتے ہیں کہ میں نے ہیئر گرور استعمال کیا ہے‘ بہت آہستہ آہستہ فائدہ ہو رہا ہے‘ استعمال جاری رکھوں؟ دوسرا میرے دوست کا مسئلہ ہے اس کے لیے بھی دوا بتائیں۔

محترم آپ کے بالوں کی جڑیں بہت کمزور ہو چکی ہیں اس لیے آہستہ فائدہ ہو رہا ہے آپ استعمال جاری رکھیں ان شاء اللہ مکمل فائدہ حاصل ہوگا۔ دوست STAPHISGARIA 30 کے پانچ قطرے تین وقت روزانہ لیں۔

قرۃ العین...... چکوال سے لکھتی ہیں کہ مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترمہ یہ کوئی بیماری نہیں ہے‘ یہ قدرتی بڑھوتری ہے اس کی فکر نہ کریں۔

احسن شہزاد...... گوجرانوالہ سے لکھتے ہیں کہ خط شائع کیے بغیر علاج تجویز کردیں۔

محترم آپ SALXNIGRA-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔ بھائی کو CAUSTICUM30 کے پانچ قطرے آدھا

کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں۔

مسز انیس...... کراچی سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 50 سال ہے' کمر درد ہے پوری رات بے چینی سے گزرتی ہے' مہروں کا مسئلہ ہے جوڑوں کا درد بھی ہے۔

محترمہ آپ THRIDION 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

ہاشم ایم اے ایم...... شورکوٹ سے لکھتے ہیں کہ میں بُری عادت میں مبتلا ہوں' اس کو چھوڑنے کے لیے کوئی علاج بتائیں' بہت مہربانی ہوگی۔

محترم آپ USTILAGO-Q کے دس قطرے تین وقت روزانہ لیں۔

کے خان...... فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ مسئلہ شائع کیے بغیر دوا بتائیں' سر پر بال نہیں ہیں۔

محترمہ آپ CHIMAPHILA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور مبلغ 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر منی آرڈر کردیں' HAIR Grower آپ کے گھر پہنچ جائے گا اس کے استعمال سے نئے مضبوط بال پیدا ہوں گے' گھنے اور خوب صورت لمبے بال ہوجائیں گے۔

جاوید اختر چوہدری...... راولپنڈی سے لکھتے ہیں کہ بھائی کی شادی کو 7 سال ہوگئے اس دوران تین بچے پیدا ہوئے مگر دو دن سے زیادہ زندہ نہیں رہے' اس کی میڈیکل رپورٹس ارسال کررہا ہوں' کوئی دوا تجویز فرمائیں۔

محترم آپ بھائی کو DAMIANA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں اور TUBERCULINUM 200 کے پانچ قطرے ہر پندرہ دن بعد لیں۔

تقدس بی بی...... ملتان سے لکھتی ہیں کہ میرا خط شائع کیے بغیر دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ پینر یریا ڈراپس کا استعمال جاری رکھیں اور شوہر کو DAMIANA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں' ان شاء اللہ مسئلہ حل ہوجائے گا۔

محمد فاروق...... لاہور سے لکھتے ہیں کہ میں جب بھی سوتا ہوں کپڑے خراب ہوجاتے ہیں' کسی بری عادت میں مبتلا نہیں ہوں پھر بھی میرے ساتھ یہ مسئلہ ہے۔

محترم آپ SALXNIGRA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

ثناء خان...... اوکاڑہ سے لکھتی ہیں کہ میرا رنگ گورا تھا اب کالا ہوگیا ہے' چہرے پر جھریاں ہیں اور سیلان کی شکایت بہت زیادہ ہے۔

محترمہ آپ SEPIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور JODUM IM کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر پندرہ دن میں ایک بار لیں' ان شاء اللہ مسئلہ حل ہوجائے گا۔

فریال احمد...... اوکاڑہ سے لکھتی ہیں کہ میں نے ایفروڈائٹ منگوالیا مگر کھانے کی دوا یہاں سے نہیں مل رہی۔ بہن کا مسئلہ یہ ہے کہ چہرہ پر کیل مہاسے' گڑھے ہیں ان کے لیے کوئی دوا بتائیں۔

محترمہ بہن کو GRAPHITIS 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں۔

محمد سراج...... راولپنڈی سے لکھتی ہیں کہ میرے بال بہت گررہے ہیں' گنجی ہورہی ہوں۔

محترمہ آپ 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں' منی آرڈر فارم کی آخری کوپن پر اپنا مکمل پتہ اور مطلوبہ دوا کا نام HAIR GROWER ضرور لکھنا دوا آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔

ن شین...... کراچی سے لکھتی ہیں کہ مجھے گیس کی شکایت ہے' باوضو نہیں رہ سکتی کوئی علاج بتائیں۔

محترمہ آپ CARBOVVWEG 6 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں' بادی اشیاء سے پرہیز کریں' پیدل چلا کریں۔

سکندر بابر...... کبیر والہ سے لکھتے ہیں کہ مسئلہ شائع کیے بغیر دوا تجویز کردیں۔

محترم آپ STAPHISGAR 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

این این آر...... کلر سیداں سے لکھتے ہیں کہ میری عمر 21 سال ہے قد چھوٹا ہے اس کے علاوہ نوجوانوں کا مسئلہ ہے' قبض رہتا ہے۔

محترم آپ SAPHISGARIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں' 20 سال کی عمر کے بعد قد نہیں بڑھتا۔

عمر احسن...... فیصل آباد سے لکھتے ہیں کہ گلا سے سینہ تک عجیب گھٹن رہتی ہے۔

محترم آپ BARYTACARB 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

اسماء عقیل...... لاہور سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 19 سال ہے ایک بیٹے کی ماں ہوں' کیا میرا قد بڑھ سکتا ہے' کیا THUJA Q سے قد بڑھتا ہے۔

محترمہ آپ CALCPHOS6X کی چار گولی تین وقت روزانہ لیں اور BARIUM CARB 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر آٹھویں دن لیں۔

اس عمر میں بہت معمولی قد بڑھے گا۔ THUJA Q کا قد بڑھنے سے کوئی تعلق نہیں ہے' ہومیو پیتھک الکحل عام الکحل سے علیحدہ ہے' علماء نے جائز قرار دیا ہے۔

اقصیٰ مبین...... ٹوبہ ٹیک سنگھ سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 18 سال ہے' قد بڑھانا چاہتی ہوں۔ سیلان کی شکایت بھی ہے' چہرہ پر دانے ہیں جو نشان چھوڑ جاتے ہیں۔

محترمہ آپ CALCPHOS 6X کی چار گولی تین وقت روزانہ لیں اور BARIUM CARB 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر آٹھویں دن ایک بار لیں۔ چہرہ پر دانوں کے لیے GRAPHITES 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن ایک بار لیں۔

مسز ندیم...... لاہور سے لکھتی ہیں کہ دانتوں میں تکلیف رہتی ہے' دوسرے میری ایڑیاں پھٹی رہتی ہیں' شوہر کے بال گر رہے ہیں' اس کا کوئی علاج بتائیں۔

محترمہ آپ دانتوں کے ڈاکٹر سے رجوع کریں' ایڑیوں کے لیے NATUMCARB 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔ شوہر کے بالوں کے لیے 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں' منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر اپنا مکمل پتہ اور مطلوبہ دوا کا نام HAIR GROWER ضرور لکھیں' آپ کے گھر پہنچ جائے گا اس کے استعمال سے بال گرنا بند ہوں گے' گرے ہوئے بالوں کی جگہ نئے بال پیدا ہوں گے جو مضبوط اور خوب صورت ہوں گے۔

عظمیٰ...... ٹیکسلا سے لکھتی ہیں کہ میں نے HAIR GROWER کے لیے منی آرڈر کیا ہے' کتنی بوتلیں استعمال کرنا ہوں گی۔ بہن کا مسئلہ یہ ہے کہ ڈلیوری کے بعد پیٹ بڑھ گیا ہے اس کے لیے بھی دوا بتائیں۔

محترمہ عام طور پر 4 سے 5 بوتلوں کے استعمال سے بالوں کا مسئلہ حل ہوجاتا ہے' بالوں کی جڑوں پر ہوتا ہے کہ کتنی کمزور ہوچکی ہیں۔ بہن کو CALCFLOUR 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ دیں۔

کلثوم فاطمہ...... کوہاٹ سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر دوا تجویز کردیں مہربانی ہوگی۔

محترمہ آپ PHYTOLACCAQ کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔ مرغن غذا سے پرہیز کریں اور زیادہ تر پیدل چلنے کی کوشش کیا کریں ان شاء اللہ مسئلہ حل ہوجائے گا۔

نثار احمد...... سکھر سے لکھتے ہیں کہ میری بیگم کو مٹاپا بہت ہے کوئی علاج کام نہیں کرتا۔

محترم آپ بیگم کو PHYTOLACCA کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں۔

قمر النساء...... سیالکوٹ سے لکھتی ہیں کہ میری ٹھوڑی پر مردوں کی طرح بال ہیں بہت شرمندگی ہوتی ہے۔

محترمہ آپ 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر اپنا مکمل پتہ اور مطلوبہ دوا کا نام APHRODITE ضرور لکھیں۔ یہ دوا آپ کے گھر پہنچ جائے گی اس کے استعمال سے فالتو بال ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائیں گے۔

نسیم عالم...... ایبٹ آباد سے لکھتے ہیں کہ میں 20 سال کی عمر میں گنجا ہوگیا ہوں یہ ہمارا خاندانی مسئلہ ہے۔

محترم آپ 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں آپ کو HAIR GROWER گھر پہنچ جائے گا اس کی چار پانچ بوتلوں کے استعمال سے آپ کے سر پر گھنے لمبے خوب صورت بال آجائیں گے۔

ممتاز بیگم...... خانیوال سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج تجویز کردیں۔

محترم آپ SEPIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

سدرہ اکبر...... ملتان سے لکھتی ہیں کہ مجھے ماہانہ نظام کی خرابی ہے ایک ماہ میں دوبارہ ہوجاتا ہے۔

محترمہ آپ CINAMON 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

فہیم الدین...... کراچی سے لکھتے ہیں کہ میں ہومیو پیتھک کالج کا طالب علم ہوں آپ کی صحت میرے لیے معلومات کا خزانہ ہے میں ہر ماہ چار آنچل خرید کر کالج لائبریری میں عطیہ کرتا ہوں کہ مستقبل کے ڈاکٹر استفادہ حاصل کریں میں آپ کے ساتھ پریکٹس کرنا چاہتا ہوں۔

محترم ہومیو پیتھک کالج کے بہت سے طلباء و طالبات میرے کلینک پر پریکٹس کرکے ٹریننگ حاصل کرچکے ہیں آپ بھی ان میں شامل ہوسکتے ہیں۔

جنت بیگم...... فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ میرے ریڑھ کے مہروں کا مسئلہ ہے جس کی وجہ سے ایک بازو میں بھی درد رہتا ہے۔

محترمہ آپ THREDION 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں ان شاء اللہ آپ کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔

عدنان اصغر...... مریدکے سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ بڑا خراب ہے آپ شائع کیے بغیر جواب دیں۔ مجھے امید ہے کہ میرا مسئلہ آپ ہی حل کریں گے۔

محترم آپ STAPHISGARIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور نیک صحبت اختیار کریں بُرے دوستوں کو چھوڑ دیں۔

ملاقات اور منی آرڈر کرنے کا پتا:۔ ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک دکان C-5 کے ڈی اے فلیٹس فیز 4 شادمان ٹاؤن 2 سیکٹر B-14 نارتھ کراچی 75850۔ فون نمبر...... 0213-6997059

خط لکھنے کا پتا: آپ کی صحت ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس 75 کراچی۔

حنا احمد

پھولوں سے خوب صورت بنیے

رنگ برنگے خوب صورت ترو تازہ اور فضا کو معطر کرنے والے خوشبودار پھول صدیوں سے مصر یونان اور روم میں پرفیوم بنانے میں استعمال کیے جاتے رہے ہیں۔ مصریوں نے ہی صدیوں پہلے اروما تھراپی سے متعارف کروایا۔ جسمانی اور نفسیاتی صحت کی بہتری خوب صورتی اور اچھا محسوس کرنے کے لیے پودوں کے ذریعے حاصل ہونے والے خالص تیل کو استعمال کرنا اور ان کی خوشبو کو اپنے سانس کے ذریعے اندر اتارنے کے عمل کو اروما تھراپی یا خوشبو کے ذریعے علاج کرانا کہلاتا ہے۔

قدرت کے اس حسین عطیہ کی خصوصیات اروما تھراپی اور خوب صورتی میں استعمال کیسے ہو یہاں آپ کے لیے درج ہیں:۔

گلاب:۔ گلاب کے پھول اپنے رنگ نزاکت خوشبو اور محبت کے ملے جلے جذبات کا ایک خوشگوار تاثر چھوڑتے ہیں۔ سرخ گلاب محبت اور Passion کی نمائندگی کرتا ہے یہ گرم جوشی اور یگانگت کی بھی علامت ہے۔ شاعروں نے بھی گلاب کے پھول کو خوب خوب اپنی شاعری کی زینت بنایا ہے سرخ گلاب پسند کرنے والی شخصیات ہمیشہ محبت اور فریب کی دنیا میں غوطہ زن رہتی ہیں۔ چنچل اور شوخ پن ان میں خاص پایا جاتا ہے۔ یہ لوگ صاف اور کھلے دل رکھنے کے ساتھ ساتھ صاف گوئی کا مظاہرہ کرنے میں بھی ماہر ہوتے ہیں گلاب کا پھول اپنی خوشبو اور رنگ کی وجہ سے شادی بیاہ میں اہم مقام پاتے ہیں۔ گلاب کے پھول میں قدرت نے عطریات کا ذخیرہ رکھا ہے۔ گلاب کے عطر کی تیاری ملکہ نور جہاں کے نام سے منسوب کی جاتی ہے۔ گلاب میں وٹامن ای کثیر مقدار میں پایا جاتا ہے یہ رف اور ڈرائی جلد کو ملائم اور چکنا کرتا ہے مساموں کو کھولتا ہے اس لیے اسے فیس پیکس اسکن ٹانکس اور مختلف کریمز میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اپنی بے پناہ خوشبو کے باعث اسے عرق گلاب پرفیومز اور روغنیات بنانے کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ چہرے کی خوب صورتی کے لیے اگر اپنے فیس ماسک میں تازہ گلاب کی پتیوں کو پیس کر ملائیں تو یہ جلد کو پرسکون کرتا ہے۔ تازہ گلاب کی پتیوں کی خوشبو خوشی کا احساس دیتی ہے۔ تازہ گلاب کے پھولوں کا فیشل کروانے سے کسی کریم لوشن اور یہاں تک کہ کسی سن اسکرین لوشن کی بھی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

فیس پیک:۔ گلاب کی پتیاں دو چمچے (پیس کر پاؤڈر بنالیں)

نیم کی پتیاں...... ایک چمچہ (پیس کر پاؤڈر بنالیں)
ملتانی مٹی...... ایک چمچہ (پسی ہوئی)
ہلدی...... ایک چٹکی لیموں اور دہی کے دو دو چمچے

ترکیب:۔

ان تمام اشیاء کو ملا کر پیسٹ بنالیں اور چہرے پر بیس منٹ تک کے لیے ہفتے میں ایک بار لگائیں چہرے کے تمام مسائل ختم ہوجائیں گے۔

ہونٹوں کو سرخ بنانے کے لیے گلاب کی پتیاں لیموں اور گلیسرین میں پیس کر لگائیں اس کے متواتر استعمال سے ہونٹ نرم اور گلابی ہوجائیں گے۔

پچاس ملی لیٹر زیتون آئل میں خالص گلاب اور آئل کے آٹھ قطرے مکس کریں روانہ باڈی مساج کے لیے بہترین آئل بن جائے گا اس تیل کو مساج کرنے سے پہلے نیم گرم کرکے استعمال کریں۔

اینڈر فلاور:۔ یہ فلاور کثرت سے دستیاب ہے لیکن اسے عموماً نظر انداز کردیا جاتا ہے اس میں مسحور کن خوشبو پائی جاتی ہے جو مختلف پرفیومز لوشنز اور کریمز وغیرہ میں استعمال کی جاتی ہے۔ اینڈر فلاور کے استعمال سے سکون پہنچتا ہے۔ اسکن تازہ دم ہوجاتی ہے۔ ماسک کے طور پر استعمال کرنے سے جلد کی مختلف شکایات ختم ہوجاتی ہیں۔

بادام آئل...... تین چمچے
اینڈر فلاور...... چار چمچے

ان دونوں کو چولہے پر پکائیں ہلکی آنچ پر ایک گھنٹے تک پکنے دیں اسے چھان کر اس میں گرم پانی آہستہ آہستہ ملائیں۔ یہ جلد کو تقویت پہنچانے والا بہترین ماسک تیار ہوجائے گا۔

ایک مٹھی اینڈر فلاور لے کر انہیں دھولیں اور پھر ایک

بڑے برتن میں کھانے کے چھ چمچے ابلتا ہوا پانی لے کر پھولوں کو اچھی طرح مکس کریں' رات بھر بھگو دیں' صبح چھان لیں' اینڈر فلاور واٹر تیار ہے۔

اینڈر فلاور واٹر...... دس چمچے
کھیرے کا جوس...... پانچ چمچے
بوڈی کلون...... چار چمچے

تینوں کا مکسچر بنا کر بوتل میں رکھیں اور صبح شام چہرے پر لگانے سے کھلے مسامات بند ہو جاتے ہیں۔

بالسم:۔ بالسم فلاور کا استعمال نارمل اور خشک جلد کے لیے اچھا رہتا ہے۔

چنبیلی:۔ یہ سفید رنگ کے پھول جیسمین کے نام سے بھی مشہور ہیں اور عام طور پر گھروں اور باغوں میں آسانی سے دستیاب ہوتے ہیں۔

چنبیلی کا تیل ٹینشن اور اداسی کو دور کرتا ہے کیونکہ اس کا تیل بہت خوشبودار اور وٹامنز سے بھرپور ہوتا ہے۔

چنبیلی دانوں سے بھری جلد کے لیے فائدہ مند ہے یہ ٹھنڈک اور پرسکون تاثر کا باعث ہے۔ اپنی خوشبو اور تازگی کے باعث اسے پرفیومز' صابن' ٹیلکم صابن اور فیس پیکس بنانے میں استعمال کیا جاتا ہے۔

لیونڈر:۔ لیونڈر فلاور ایسٹرنجنٹ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ تازہ لیونڈر اپنے غسل کے ٹب میں ڈالیے اور اس سے غسل کریں۔ بہترین ایسٹرنجنٹ لوشن کا کام دے گا۔ لیونڈر آئل اینگزائٹی میں کمی اور نیند کو بہتر کرتا ہے' لیونڈر کاسمیٹکس میں استعمال ہونے والا سب سے زیادہ ورسٹائل فلاور ہے اس کی شاندار خوشبو پرسکون کرتی ہے۔

کیمومائیل (بابونہ):۔ اس کے پھول ڈیزی کے پھول سے مشابہت رکھتے ہیں اور پردوں جیسے خاکی رنگ کی پتیاں ہوتی ہیں اس کی خوشبو سیب سے ملتی جلتی ہے اس کی چائے بھی بنتی ہے اس کے استعمال سے جلد کو سکون ملتا ہے خشک بالوں کے لیے بہت مفید ہے۔

کمفرے:۔ یہ پھول سکون بخش ہیں اور جلد کو قدرتی طور پر تکلیفوں سے نجات دیتے ہیں اس کے تیل میں طبی خصوصیات ہوتی ہیں اور خشک نمی کو رطوبت بہم پہنچاتی ہے۔

روز میری:۔ اسے بالوں کی خشکی دور کرنے والی مصنوعات میں استعمال کیا جاتا ہے اس کے پھول اور پتیاں دونوں ہی بیوٹی کاسمیٹکس میں استعمال ہوتی ہیں۔ روز میری آئل مسلز کو پرسکون کرتا ہے۔

ہائی بسکس:۔ اس کے شوخ سرخ رنگ کے پھول مختلف بیوٹی ٹریٹ منٹ میں استعمال ہوتے ہیں خصوصاً بالوں کی بیماریوں میں۔ یہ سفید بالوں کو سیاہ کرتے ہیں اور اس میں چمک پیدا کرتے ہیں۔

میری گولڈ (گیندا):۔ اس پھول سے باڈی لوشن بنتے ہیں۔ بہت زیادہ چکنی جلد کا توازن برقرار رکھنے کے لیے یہ آئیڈیل ہے اور کمپلیکشن کے لیے بھی فائدہ مند ہے۔ سردیوں میں خشک جلد پر اچھے اثرات مرتب کرتا ہے۔

گیلسی نولا:۔ یہ پھول جلد کی صفائی' داد کھجلی' جلد کے داغوں اور چکنائی دور کرنے کے لیے بہت فائدہ مند ہے اسے چہرے کی جھریاں دور کرنے والی کریمز میں استعمال کیا جاتا ہے۔

گل داؤدی:۔ یہ پھول بطور دوا مندرجہ ذیل بیماریوں میں استعمال ہوتا ہے۔ بخار کو کم کرتا ہے' رگوں کو صاف کرتا ہے' سوزش اور ورم کو روکتا ہے اور خون کا صاف کرنا اس پھول کی اہم خوبی ہے۔

گل داؤدی کی ایک قسم ونبریم گل داؤدی ہے جو کھانوں میں استعمال کی جاتی ہے۔

سورج مکھی:۔ سورج مکھی کا پھول پسند کرنے والے لوگ ہمیشہ تیز رفتاری سے ترقی کرنا پسند کرتے ہیں یہ لوگ محبت وخلوص کے ساتھ ساتھ لوگوں کی مدد کرنے کا جذبہ بھی رکھتے ہیں' سورج مکھی کے بیج وٹامن ای کا خزانہ ہیں جو ہماری جلد کو جھریوں سے بچاتا ہے۔ اس کا تیل کھانے میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ سورج مکھی کا پھول ایک کثیر المقاصد میں استعمال ہونے والا پلانٹ ہے۔

Saga's Flower:۔ یہ پھول ارغوانی نیلے رنگ کے ہوتے ہیں اس کا تیز مسالے جیسا کڑوا ذائقہ اور بو ہوتی ہے۔ اعصابی' دماغی اور آنکھوں کے لیے یہ پراثر دوا ہے۔ اسپین' یوگوسلاویہ اور البانیہ سے حاصل ہوتا ہے۔

بیہا رضوان...... کراچی